دُوسری جلد

وہ خوبصورت نہیں ہے۔ اُس کے گالوں پر ذرا سُرخی نہیں۔

سیلنت بیو
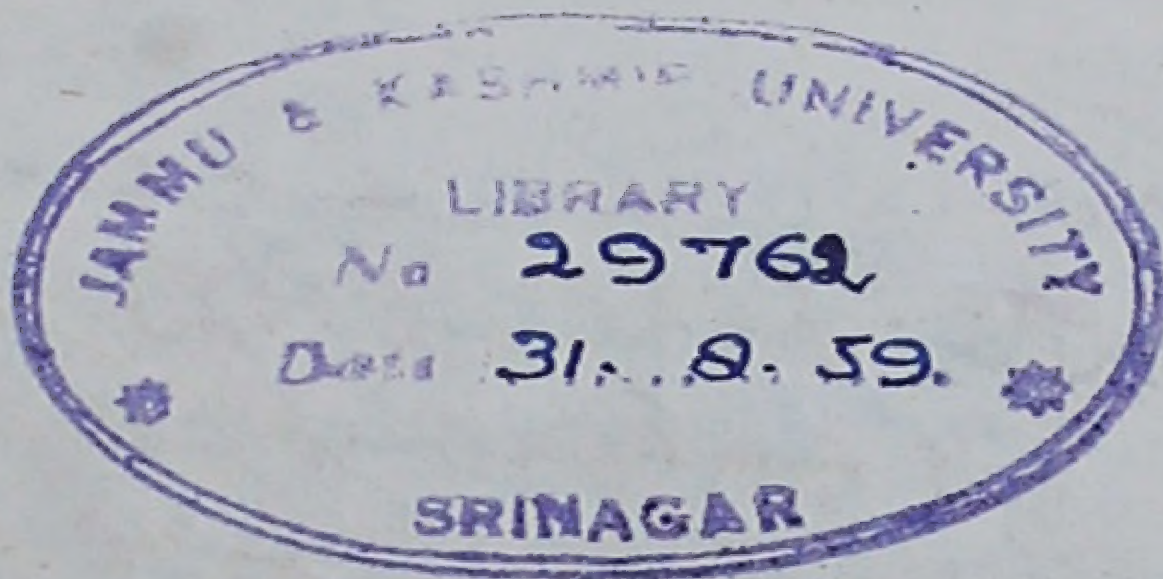
پہلا باب

دیہات کے مزے

اے دیہات! تو مجھے کتنا یاد آتا ہے!

ہوریس

"کیا حضور پیرس کی ڈاک گاڑی کے انتظار میں ہیں؟" جس سرائے میں ژودلیاں اپنا روزہ کھولنے کے لیے ٹھیرا تھا اس کے مالک نے پوچھا۔

"آج ملے یا کل، میرے لیے ایک بات ہے۔" ژودلیاں نے کہا وہ ایسا بن رہا تھا جیسے کوئی فکر ہی نہ ہو۔ اتنے میں گاڑی آگئی۔ صرف دو جگہیں خالی تھیں۔

"ارے، تم ہو یار، فال کوز! جینیوا کی طرف سے آنے والے مسافر نے اس آدمی سے کہا جو ژودلیاں کے ساتھ گاڑی میں داخل ہوا تھا۔

"میں تو سمجھتا تھا کہ تم لی آدن کے قریب رون کی حسین وادی میں رہ پڑے ہو"

فال کوز بولا۔

"رہ پڑا ہوں؟ بہت خوب! میں تو وہاں سے بھاگ رہا ہوں"

"ہیں! بھاگ رہے ہو؟ سیں زیرو، تم تو اچھے خاصے شریف، آدمی لگتے ہو۔ تم سے ایسا کیا جرم ہوا؟" فال کوز نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"خدا کی قسم، بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ دیہات کی زندگی بڑی منحوس ہوتی ہے میں اسی سے بھاگ رہا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ سایہ دار جنگلوں اور پرسکون کھیتوں سے مجھے کتنا پیار رہے ہے۔ تم نے اکثر مجھ پہ رومانیت پسند ہونے کا الزام لگایا ہے سیاست ایک ایسی چیز تھی جس کے بارے میں میں کچھ نہیں سننا چاہتا تھا اور سیاست ہی کہیں میرا پیچھا نہیں چھوڑتی"

"لیکن تمہارا تعلق کس جماعت سے ہے؟"

"کسی سے بھی نہیں، اور اسی نے تو مجھے مارا ہے۔ میری ساری سیاست بس یہ ہے ___ میں مصوری اور موسیقی کا دلدادہ ہوں۔ کوئی اچھی کتاب پڑھنے کو ملے تو سمجھتا ہوں کہ میری زندگی میں ایک، بڑا واقعہ ہوا۔ اب میری عمر چوالیس سال کے لگ بھگ ہے۔ اب میں کتنے دن اور جیوں گا؟ یہی کوئی پندرہ بیس یا شاید زیادہ سے زیادہ تیس سال۔ اچھا تو میری رائے ہے کہ اب سے تیس سال بعد ہمارے وزیر کچھ لائق تو ضرور ہو جائیں گے۔ مگر فی الجملہ رہیں گے ویسے کے ویسے ہی جیسے آج کل کے وزیر ہیں۔ میں تو اپنے ملک کا مستقبل انگلستان کی تاریخ کے آئینے میں دیکھتا ہوں۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بادشاہ ایسا ضرور ہے گا جو اپنے اختیارات بڑھانا چاہتا ہو۔ پارلیمنٹ میں داخل ہونے، کامرانیاں حاصل کرنے اور مرابو کی طرح

لاکھوں فرانک بنانے کی دھن ہمارے دولت مند قصباتیوں کو رات رات بھر جگائے رکھے گی۔ اور وہ اس کا نام رکھیں گے آزاد خیالی اور عوام کی محبت۔ نواب یا بادشاہ کا مصاحب بننے کی آرزو انتہا پسندوں کو ہمیشہ رہے گی۔ ملک کی کشتی میں ہر آدمی یہ چاہے گا کہ پتوار میرے ہاتھ میں ہو۔ کیونکہ اس کام میں پیسے اچھے ملتے ہیں۔ جو شخص محض مسافر ہو کیا اس کے لئے کبھی ایک چھوٹا سا کونہ بھی نہ ہو گا؟"

"کیوں نہ ہو گا؟ تمہارے جیسے امن پسند آدمی کو تو بڑا اچھا کونہ ملے گا۔ کیا تم ان آخری انتخابات کی وجہ سے اپنا علاقہ چھوڑ رہے ہو؟"

"میری مصیبت کا آغاز اس سے پہلے ہو چکا تھا۔ چار سال پہلے میری عمر چالیس سال تھی۔ اور میرے پاس پانچ لاکھ فرانک تھے۔ اب میری عمر چار سال زیادہ ہے اور میرے پاس شاید پچاس ہزار فرانک کم ہیں۔ رون کے کنارے ایک بڑی نفیس جگہ میرا جو مکان ہے اُسے بیچنے میں یہ پچاس ہزار ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

"جس چیز کو انیسویں صدی کی تہذیب کہا جاتا ہے۔ وہ پیرس میں آدمی کو ہر وقت اداکار بنے رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ میں اس سے تھک چکا تھا۔ مجھے سیدھی سادی اور خلوص و محبت کی زندگی کی تمنا تھی۔ چنانچہ میں نے رون کے کنارے پہاڑوں میں زمین خریدلی۔ یہ دنیا کی حسین ترین جگہ ہے۔

"پہلے چھ مہینے تک تو گاؤں کے پادری اور آس پاس کے زمینداروں نے میری بڑی آؤ بھگت کی۔ میں اکثر ان کی دعوت کرتا رہتا تھا۔ میں نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ میں نے پیرس اس لئے چھوڑا ہے کہ سیاست کی باتیں نہ تو خود کروں اور نہ سنوں۔ میں کوئی اخبار نہیں خریدتا۔ میرے پاس جتنی کم ڈاک آئے میں اتنا ہی خوش رہتا ہوں۔

یہ بات پادری کو پسند نہیں تھی۔ اب مجھ سے عجب عجب قسم کے مطالبے ہونے لگے اور میں سازشوں میں گھر گیا۔ میں ہر سال ۵ تین سو فرانک غریبوں میں بانٹنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ مجھے پریشان کرنے لگے کہ میں یہ روپیہ مذہبی انجمنوں کو دوں۔ میں نے انکار کردیا۔ اب میری طرح طرح سے تذلیل ہونے لگی۔ میں نے بیوقوفی یہ کی کہ اُن لوگوں سے بگڑ بیٹھا۔ میرے لئے پہاڑوں کے حسین مناظر سے لطف لینا ناممکن ہوگیا۔ صبح کو گھر سے نکلتا تو کوئی نہ کوئی احمق ضرور مل جاتا اور میرے خیالات کا سلسلہ درہم برہم کردیتا۔ پھر مجھے انسان اور اس کی بدیوں کا خیال بدمزہ کردیتا۔ مثال کے طور پر تہوار کے دن جلوسوں میں جو گیت گائے جاتے ہیں وہ مجھے بہت پسند ہیں (اُن کی دھن شاید یونانی ہے) مگر پادری میرے کھیتوں کو برکت نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے یہ کھیت۔ تو ایک بے دین کے ہیں۔ کسی دیندار بڑھیا کی گائے مرجائے تو وہ کہتی ہے کہ میری گائے اس وجہ سے مری کہ پیرس کے فلسفی اور کافر کا ناکا اب قریب تھا اور ہفتے بھر بعد دیکھتا ہوں کہ میری ساری مچھلیاں پانی کے اوپر اُلٹی تیر رہی ہیں۔ انہیں کسی نے چونا دے دیا ہے۔ غرض ہر طرف شرارتیں ہی شرارتیں ہیں منصف ویسے تو ایماندار آدمی ہے، مگر اسے اپنی جگہ چھن جانے کا ڈر ہے۔ اس لئے مقدموں کا فیصلہ ہمیشہ میرے خلاف ہوتا ہے۔ کھیتوں کا سکون میرے لئے عذاب بن گیا ہے جیسے ہی لوگوں نے دیکھا کہ گاؤں کی کلیسائی جماعت کے سردار یعنی پادری نے میرا ساتھ چھوڑدیا، اور آزاد خیالوں کا سردار بڈھا کپتان بھی میری حمایت نہیں کرتا، بس پھر کیا تھا، وہ مجھ پر پل پڑے۔ یہاں تک کہ وہ معمار بھی جس کی روٹی سال بھر سے میرے سہارے چل رہی تھی، اور وہ لوہار بھی جو میرے ہلوں کی مرمت کرنے میں بڑے

اطمینان سے مجھے لوٹتا تھا۔

"اس خیال سے کہ میرا کوئی تو ساتھی ہو اور میں کم سے کم ایک، دو مقدمے تو جیت سکوں، میں آزاد خیال بن گیا۔ لیکن جیسا تم نے ابھی کہا، پھر وہ منحوس انتخابات آ گئے۔ مجھ سے میری رائے کا مطالبہ ہوا . . . "

"کسی اجنبی کے حق میں ؟"

"نہیں، اجنبی کیسا ؟ ایک ایسے آدمی کے حق میں جس کی میں رگ رگ سے واقف تھا۔ مجھ سے کیا حماقت ہوئی کہ میں نے انکار کر دیا ! اس دن سے آزاد خیال بھی میرے سر ہو گئے اور زندگی اجیرن ہو کے رہ گئی۔ میرا خیال ہے کہ اگر کسی دن پادری کو میرے اوپر اپنے نوکر کے قتل کا الزام لگانے کی سوجھ جاتی تو دونوں جماعتوں کے بیسیوں آدمی یہ گواہی دینے کو تیار ہو جاتے کہ ہم نے اپنی آنکھ سے اسے یہ جرم کرتے دیکھا ہے۔"

"تم چاہتے ہو کہ دیہات میں بھی رہو اور اپنے پڑوسیوں کی حرص و آز کی تسکین میں بھی مدد نہ دو، بلکہ اُن کی گپ شپ تک نہ سنو۔ یہ تمہاری بڑی زبردست غلطی ہے۔"

"اب میں اس غلطی کی تلافی تو کر رہا ہوں۔ میرا مکان بک رہا ہے۔ اگر ضروری ہوا تو میں پچاس ہزار فرانک کا نقصان بھی برداشت کر لوں گا۔ بہر حال میں بہت خوش ہوں۔ میں اس ریاکاری اور بغض و عناد کے جہنم سے نکل کے جا رہا ہوں۔ اگر فرانس میں تنہائی اور دیہات کا سا سکون کہیں میسر ہے تو پیرس میں شانزے لی زے کے قریب کسی چوتھی منزل کے کمرے میں۔ میں اب وہیں جا رہا ہوں۔ ساتھ ہی

ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ محلّے کے گرجا میں نذر چڑھا کے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیوں نہ کر دوں۔"

"تمہارے ساتھ اس قسم کی باتیں نپولین کے زمانے میں نہیں ہو سکتی تھیں۔" فال کوز بولا۔ غصّے اور افسوس کے مارے اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے، مگر تمہارا نپولین اپنی جگہ قائم کیوں نہ رہ سکا؟ آج میں جو کچھ بھگت رہا ہوں یہ اسی کا تو کیا دھرا ہے۔"

اب ژولیاں اور بھی توجہ سے سننے لگا۔ وہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ نپولین کا حامی موسیو دریناں کا بچپن کا دوست ہے، جس سے وہ ۱۸۱۶ء میں الگ ہو گیا تھا اور یہ فلسفی سینٹ ژیرو غالباً اس سرکاری افسر کا بھائی ہے جو نیلام میں میونسپلٹی کی جائداد سستے داموں خرید تا جاتا ہے۔

"یہ سب، تمہارے نپولین کا کیا دھرا ہے۔" سینٹ ژیرو کہہ رہا تھا "چالیس سال کی عمر کا ایک ایماندار اور بے ضرر سا آدمی جا کے دیہات میں نہیں رہ سکتا۔ اور اسے وہاں سکون نہیں ملتا۔ نپولین کے پادری اور زمیندار اسے وہاں سے بھگا دیتے ہیں۔"

"ارے، اسے برا نہ کہو۔" فال کوز چلا کے بولا۔ "دوسری قوموں کی نظر میں فرانس کی اتنی عزت کبھی نہیں رہی جتنی تیرہ سال تک اس کے دور میں۔ ان دنوں جو بات بھی ہوتی تھی اس میں ایک عظمت کا پہلو ہوتا تھا۔"

وہ چالیس سال کا آدمی کہنے لگا۔ "تمہارا شہنشاہ، خدا اسے جہنم میں پہنچائے بس میدانِ جنگ میں ہی اپنی عظمت دکھاتا تھا، یا پھر اس نے ۱۸۰۲ء میں ذرا ملک

کی مالی حالت ٹھیک کی۔ مگر بعد میں اس نے جو حرکتیں کیں اُن کے کیا معنی ہیں؟ اس کے دربار، اس کا جاہ وجلال، اس کے خادم، یہ سب کیا باتیں ہیں؟ وہ بادشاہت کی ساری حماقتوں کو نئی شکل میں پیش کر رہا تھا۔ یہ شکل ذرا اصلاح شدہ تھی، شاید ایک دو صدی چل جاتی۔ مگر پادری اور امراء وہی پرانی شکل پھر واپس لے آئے۔ لیکن اُن کے پاس وہ آہنی طاقت نہیں جس کے ذریعے اسے عوام کے سامنے پیش کر سکیں"۔

"ذرا ان کی باتیں سنو! آخر اخبار والے ہیں نا!"

"مجھے میری زمین سے کون بے دخل کر رہا ہے؟" اخبار والا اسی جوش کے ساتھ بولتا رہا۔ "پادری، وہی پادری جنہیں نپولین نے پھر ہمارے سر پہ لا بٹھایا۔ اُن کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیئے تھا جو حکومت ڈاکٹروں، وکیلوں اور سائنسدانوں کے ساتھ کرتی ہے۔ یعنی انہیں عام شہریوں کی حیثیت دی جاتی ہے اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کا پیشہ کیا ہے۔ اگر نپولین نے بیرن اور کاؤنٹ کے خطاب نہ بانٹے ہوتے تو کیا آج یہ بدتمیز لوگ موجود ہوتے؟ اُن لوگوں کا زمانہ تو گزر چکا تھا۔ پادریوں کے بعد مجھے سب سے زیادہ ان چھوٹے چھوٹے دیہاتی رئیسوں نے ستایا ہے اور مجھے آزاد خیال بننے پر مجبور کیا ہے"۔

یہ بحث ختم ہونے والی ہی نہ تھی، بلکہ ابھی تو فرانس میں پچاس سال اور لوگوں کو اسی کا سودا رہے گا۔ سینٹ ژیرو بار بار یہی کہے جا رہا تھا کہ قصبات میں زندگی بسر کرنا بالکل ناممکن ہے۔ ژولیاں نے جھینپتے ہوئے موسیو دِرینال کی مثال پیش کی۔

"بہت اچھے، جوان، بہت اچھے! تم بھی خوب آدمی ہو! خال کو زمیخ پڑا ہے وہ بھگوڑا بن گیا ہے تاکہ اسیر نہ بننا پڑے، اور یہ بھی بڑا خوفناک بھگوڑا۔ لیکن ابھی سے دکھائی دے رہا ہے کہ وال نواسے مار بھگائے گا۔ تم اس بدمعاش کو جانتے ہو؟ بڑا اچھٹا ہوا ہے۔ جب دو چار دن میں تمہارے موسیو رینال کو پتہ چلے گا کہ مجھے تو نکال دیا گیا اور وال نو میری جگہ آ گیا تو پھر وہ کیا کہیں گے؟
"بیٹھ کے اپنے جرائم پر سر دھنیں گے۔" سیں ٹریرو بولا "تو، جوان، تم وریر سے واقف ہو؟ بہت خوب! نپولین پر خدا کی لعنت ہو۔ رینال اور شیلان جیسے لوگوں کا دور دورہ اسی کی بدولت ہوا، اور اب ان کے بجائے وال نو اور ماس لو جیسے لوگوں کا زمانہ آ رہا ہے۔"
اس مشتبہ سیاست بازی کی باتیں سنکر ژولیاں کو بڑی حیرت ہوئی اور نفسانی لذت کے خواب، اس کے دماغ سے نکل گئے۔
اس نے پیرس کو پہلی مرتبہ دور سے دیکھا تو کچھ ایسا متاثر نہ ہوا۔ ایک طرف تو وہ اپنے مستقبل کے بارے میں خیالی پلاؤ پکا رہا تھا۔ دوسری طرف ان چوبیس گھنٹوں کی یاد ابھی تک بالکل تازہ تھی جو اس نے وریئر میں گذارے تھے۔ اس نے عہد کیا کہ اپنی محبوبہ کے بچوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا، اور اگر پادریوں کی بدتمیزیوں کی وجہ سے جمہوریت دوبارہ قائم ہوئی اور امیروں کو ستایا گیا تو بچوں کی حفاظت کے لئے ہر چیز قربان کر دوں گا۔
وریئر میں اس رات کو جب اس نے مادام دو رینال کی خواب گاہ کی کھڑکی پر سیڑھی لگائی ہے اگر وہاں کسی اجنبی یا موسیو دو رینال سے مڈبھیڑ ہو جاتی تو اس پر

کیا گزرتی ؟

لیکن ساتھ ہی وہ شروع کے دو گھنٹے کیسے مزے کے تھے۔ جب اس کی محبوبہ اُسے باہر نکالنا چاہ رہی تھی اور وہ اندھیرے میں اس کے پاس بیٹھا منت سماجت کر رہا تھا! اس قسم کی یادیں عمر بھر ژولیاں جیسے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ ملاقات کا باقی حصّہ اس وقت تک اُن کی محبت کے چودہ مہینے پیشتر والے دور میں مدغم ہو چکا تھا۔

گاڑی رُکی تو ژولیاں اپنے خوابوں سے جاگا۔ وہ گاڑی خانے کے صحن میں پہنچ چکے تھے۔ اس نے ایک گزرتے ہوئے دو پہیئے کے کوچوان سے کہا "میں مال میزوں جانا چاہتا ہوں"۔

"اتنی رات گئے ؟ آپ کو وہاں کیا کام ہے ؟"

"تمہیں اس سے کیا ؟ تم چلو۔"

سچے جذبات کی توجہ بس اپنے اُوپر ہی مرکوز رہتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پیرس میں جذبات اتنے مہمل بن جاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہمارا ہمسایہ یہ چاہتا ہے کہ ہماری زیادہ تر توجہ اُسی پر صرف ہو۔ میں مال میزوں میں ژولیاں کی شدتِ جذبات کا ذکر نہیں کروں گا۔ وہ وہاں خوب رویا۔ ہیں! اُن بدصورت سفید دیواروں کے باوجود جو اسی سال بنی تھیں اور جن کی وجہ سے پارک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے ؟ جی ہاں، جناب ؛ ان کے باوجود۔ کیونکہ آئندہ نسلوں کی طرح ژولیاں کے لئے بھی آرکول، سینٹ ہلینا اور مال میزوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

اس روز شام کو تھیٹر میں داخل ہونے سے پہلے ژولیاں بڑی دیر تک

کشمکش و پیچ میں پڑا رہا۔ اس ملعون جگہ کے بارے میں اس کے خیالات بڑی عجیب قسم کے تھے۔

اپنی شدید بدگمانی کی وجہ سے وہ پیرس کے نظاروں سے لطف نہ لے سکا اگر اس کے دل پر کسی چیز کا اثر ہوا تو بس اپنے ہیرو کی چھوڑی ہوئی یادگاروں کا۔

"تو یعنی میں سازش اور ریاکاری کے مرکز میں پہنچ گیا ہوں! پادری فری آتیر کے سرپرست یہیں راج کرتے ہیں"۔

اس کا ارادہ تھا کہ پادری پی رآر سے ملنے سے پہلے گھوم پھر کے ساری چیزیں دیکھ لے۔ مگر تیسرے دن کی شام کو اس ارادے پر تجسس غالب آگیا۔ پی رآر نے بالکل غیر جذباتی لہجے میں اُسے بتایا کہ موسیو دلاَمول کے یہاں اُسے کس قسم کی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔

"اگر دو تین مہینے کے اندر پتہ چلا کہ تم اُن کے کام کے نہیں تو پھر تمہیں سیدھے سیدھے دارالعلوم بھیج دیا جائے گا، مگر باعزت طریقے سے۔ مارکوئس دلاَمول فرانس کے سب سے بڑے نوابوں میں سے ایک ہیں۔ تم انہیں کے یہاں رہو گے۔ تمہیں سیاہ لباس پہننا پڑے گا۔ مگر پادریوں کا سا نہیں، بلکہ ماتمی قسم کا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہفتے میں تین بار تم دینیات کا درس لینے کسی مدرسے میں بھی جاؤ۔ میں وہاں تمہارا تعارف کرادوں گا۔ روز دوپہر کے وقت تمہیں نواب صاحب کے کتب خانے میں جانا ہوگا۔ وہ تمہیں اپنے مقدموں اور دوسرے کاروبار کے سلسلے میں خط و کتابت کرنے کے لئے ملازم رکھ رہے ہیں جو خط آئیں گے اُن کے حاشیے پر جو بھی جواب دینا ہوگا۔ اس کا خلاصہ دو ایک الفاظ میں لکھ دیا کریں گے

میں نے ذمہ لیا ہے کہ تین مہینے کے اندر تم خطوں کا جواب لکھنا اچھی طرح سیکھ جاؤ گے۔ اگر تم نے بارہ خط اُن کے سامنے دستخطوں کے لئے پیش کئے تو آٹھ نو ضرور اس قابل ہوں گے کہ وہ ان پر دستخط کر دیں۔ شام کو آٹھ بجے اُن کے کاغذات ٹھیک کر کے رکھنے ہوں گے اور دس بجے تمہیں چھٹی مل جایا کرے گی۔"

پھر پادری کہنے لگا — "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی معمر خاتون یا کوئی چرب زبان آدمی اشاروں ہی اشاروں میں تمہیں سبز باغ دکھائے یا صاف صاف روپیہ دے کر نواب صاحب کے خط دیکھنے کو مانگے . . . . "

"جی" ژولیاں نے شرم سے سرخ ہو کر کہا

پادری ذرا تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بولا — "یہ عجیب بات ہے کہ تم غریب آدمی ہو اور دارالعلوم میں ایک سال رہ بھی چکے ہو۔ مگر پھر بھی تمہارے اندر بے ایمانداری کا غصہ موجود ہے۔ ضرور تمہاری آنکھیں بند رہی ہوں گی!"

"کہیں خون کا اثر تو نہیں؟" پادری نے آہستہ سے کہا جیسے اپنے آپ سے سوال پوچھ رہا ہو۔ پھر ژولیاں کی طرف دیکھ کر بولا "عجیب بات ہے کہ نواب صاحب تم سے واقف ہیں . . . . پتہ نہیں کس طرح۔ شروع میں تو وہ تمہیں ایک سو لوئی تنخواہ دے رہے ہیں۔ وہ ذرا من موجی آدمی ہیں۔ یہی ان میں ایک کمزوری ہے۔ تم دیکھنا، اُن کی طبیعت میں تم سے بھی زیادہ بچپن ہے۔ اگر وہ تم سے خوش ہوئے تو آہستہ آہستہ تمہاری تنخواہ آٹھ ہزار فرانک تک پہنچ جائے گی۔"

اب پادری کا لہجہ سخت ہو گیا — "لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہیں تنخواہ اپنی خوبصورت آنکھوں کی نہیں مل رہی۔ تمہیں ٹھیک طرح کام کرنا پڑے گا۔ اگر میں

تمہاری جگہ ہوں تو بہت کم بات کروں اور خصوصاً جن معاملات سے ناواقف ہوں اُن کے بارے میں تو بالکل ہی خاموش رہوں۔"

"ہاں، میں نے تمہارے لئے کچھ معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ موسیو دلاموِل کے خاندان کا ذکر تو رہا ہی جاتا ہے۔ اُن کے ایک تو بیٹی ہے اور ایک انیس سال کا بیٹا جو ہے تو بڑا نفاست پسند، مگر ویسے بالکل پگلا ہے اُسے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ اب کیا کر رہا ہوں اور ایک منٹ بعد کیا کروں گا۔ یوں وہ خاصا تیز طرار ہے، بہادر ہے، اسپین میں لڑ چکا ہے۔ پتہ نہیں کیوں، نواب صاحب کو اُمید ہے کہ تمہاری اور اس نوجوان کاؤنٹ نوربیر کی دوستی ہو جائے گی۔ میں نے انہیں بتایا ہے کہ تم لاطینی بڑی اچھی جانتے ہو۔ غالباً انہیں توقع ہے کہ تم اُن کے بیٹے کو ورجل اور رسی کیپرر کے متعلق دو چار گھڑے گھڑائے فقرے رٹا دوگے۔

"اگر میں تمہاری جگہ ہوں تو اس نفیس نوجوان کو اپنے ساتھ کبھی بے تکلف نہ ہونے دوں۔ اگر وہ میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو چونکہ اس کے انداز میں شائستگی تو ہوگی مگر ساتھ ہی طنز بھی شامل ہوگا۔ اس لئے اس کی باتوں سے متاثر ہونے سے پہلے تھوڑا سا انتظار کروں اور دیکھوں کہ وہ دوبارہ بھی میری طرف بڑھتا ہے یا نہیں۔

"میں تم سے یہ بات بھی نہیں چھپاؤں گا کہ شروع شروع میں یہ نوجوان کاؤنٹ دلاموِل تمہیں حقارت کی نظروں سے دیکھے گا، کیونکہ تم معمولی درجے کے آدمی ہو۔ وہ براہِ راست ایک ایسے آدمی کی اولاد میں سے ہے جو بادشاہ کا مقرّب خاص تھا اور جسے ایک سیاسی سازش کے سلسلے میں ۲۶ اپریل ۱۵۷۴ء کو بیچ

بازار میں پھانسی پانے کی عزت نصیب ہوئی۔ رہے تم، تو تم ویرتیر کے ایک بڑھئی کے بیٹے ہو اور راو پہ سے اس کے باپ کے نوکر ہو۔ اس فرق کا خیال رکھو اور موریری کی کتاب میں اس خاندان کا حال پڑھ لو۔ جتنے خوشامدی اُن کے دستر خوان پر جمع ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً اس بات کی طرف اشارے کرتے ہیں جن کا نام انہوں نے لطیف تلمیحات رکھا ہے۔

"فوج کے ایک بڑے افسر اور فرانس کے ایک آئندہ نواب کاؤنٹ ڈ ریبرو لا مول کی فقرے بازی کا جواب ذرا احتیاط سے دینا، اور دیکھو بعد میں میرے پاس شکایت لے کر نہ آنا۔"

ژولیاں پہلے سے بھی زیادہ سرخ ہو کر بولا ــــ "اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی مجھے حقارت کی نظروں سے دیکھے میں اسے بھی اُلٹ کر جواب نہ دوں۔"

"تمہیں پتہ نہیں کہ یہ حقارت ہے کس قسم کی۔ اس کے اظہار کا طریقہ یہ ہے کہ تمہاری مبالغہ آمیز تعریفیں ہوں گی۔ اگر تم بے وقوف ہو تو ممکن ہے دھوکے میں آ جاؤ لیکن اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو لازمی ہے کہ اپنے آپ کو دھوکے میں آ جانے دو۔"

ژولیاں نے کہا۔ "اگر کسی دن مجھے یہ ساری باتیں پسند نہ آئیں اور میں اپنے حجرے ۱۰۳ میں واپس پہنچ گیا تو کیا مجھے ناشکرا سمجھا جائے گا؟"

"بالکل" پادری نے جواب دیا "سارے چاپلوس لوگ تمہاری برائی کریں گے مگر میں خود وہاں جا پہنچوں گا کہ لیجئے بندہ حاضر ہے، مجھ سے پوچھئے میں کہہ دوں گا کہ یہ فیصلہ میں نے کیا ہے۔"

ژونیاں کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ پی آر کا لہجہ تلخ بلکہ پُر عناد ہے۔ اس لہجے سے پادری کے آخری جواب کا مزا تو بالکل کرکرا ہو گیا تھا۔

اصل میں پادری کے ضمیر کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اُسے ژونیاں سے لگاؤ ہو اور کسی دوسرے کا مستقبل بنانے میں یوں براہِ راست مداخلت کرتے ہوئے وہ ایک مذہبی قسم کا خوف محسوس کر رہا تھا۔

وہ اسی ترشی کے ساتھ بولا جیسے کوئی ناخوشگوار فرض انجام دے رہا ہو۔

"تم مادام لا مارکیز دِ لاموِل کو بھی دیکھو گے۔ لمبا قد، گورا رنگ، ذہین دار، مغرور، بہت مہذب، مگر امتیاز کی بات کوئی بھی نہیں۔ وہ بڈھے ڈیوک دِ شولن کی بیٹی ہیں جو اپنے رئیسانہ تعصبات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ اپنے طبقے کی عورتوں کے سارے خصائص ان بیگم صاحب میں جمع ہو گئے ہیں، بلکہ اُن کا رنگ اور نکھر آیا ہے وہ اس بات کو راز بنا کر نہیں رکھتیں کہ اُن کی نظروں میں وہی لوگ عزت کے مستحق ہیں جن کے آباؤ اجداد صلیبی جنگوں میں شریک ہوئے ہوں۔ روپیہ کی باری بہت بعد میں آتی ہے۔ یہ سُن کر تمہیں حیرت ہوئی ؟ دوست، اب ہم دیہات میں نہیں ہیں۔

"اُن کے دیوان خانے میں تمہیں کئی بڑے بڑے نواب ایسے ملیں گے جو ہمارے شہزادوں کا ذکر بڑی بے ادبی سے کریں گے۔ مگر جہاں تک مادام دِ لاموِل کا تعلق ہے۔ وہ کسی شہزادے، اور خصوصاً کسی شہزادی کا نام لیتی ہیں تو ازراہِ تعظیم ہلکی آواز میں بولتی ہیں۔ میری بات مانو تو اُن کے سامنے کبھی یہ نہ کہنا کہ فلپ دوم یا ہنری ہشتم وحشی تھا۔ یہ لوگ بادشاہ تھے، اس لئے ان کا

ازلی اور ابدی حق ہے کہ ہر آدمی اُن کی عزت کرے۔ خاص طور سے میں اور تم جیسے معمولی درجے کے لوگ۔ بہر حال ہم تو پادری لوگ ہیں، کیونکہ وہ تمہیں بھی پادری ہی سمجھیں گی۔ اس اعتبار سے ہم لوگ ان کی نظر میں ایسے خادم ہیں جو اُن کی نجات کے لئے ضروری ہیں۔"

ژولیاں بولا۔ "جی، مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ میں پیرس میں زیادہ دن نہیں رہ سکوں گا۔"

"جیسا تمہارا جی چاہے۔ لیکن ایک بات سمجھ لو۔ تمہارے پیشے کے آدمی کے لئے امرا کی مدد کے بغیر کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ تمہارے کردار میں ایک چیز ایسی ہے جسے صحیح طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا، کم سے کم مجھ سے تو نہیں ہوتا۔ بہر حال اس عنصر کی موجودگی میں اگر تم کامیاب نہ ہوئے تو لوگوں کے ہاتھوں مصیبتیں اٹھاؤ گے۔ تمہارے لئے درمیانی راستہ کوئی نہیں ہے۔ تم اپنی اس حیثیت کو غلط طریقے سے استعمال نہ کرو۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جب وہ تم سے بات کرتے ہیں تو تمہیں یہ حرکت پسند نہیں آتی۔ اس جیسے سماجی ماحول میں اگر تم لوگوں کی عزت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر تمہارے لئے بدنصیبی ہی بدنصیبی ہے۔

"اگر مارکوئس دلا مول کو یہ اُمنگ نہ اٹھتی تو بزاں سوں میں تمہارا کیا حال ہوتا وہ تمہارے لئے جو کچھ کر رہے ہیں۔ یہ ذرا عجیب سی بات ہے۔ ایک دن تم اس کی قدر جان جاؤ گے، اور اگر تم بالکل جانور نہیں ہو تو عمر بھر اُن کا اور اُن کے خاندان کا احسان مانو گے۔ نہ معلوم کتنے مفلس پادریوں نے جو تم سے کہیں زیادہ ہوشیار تھے۔ پیرس میں سالہا سال اس طرح گزارے ہیں کہ پندرہ سُو تو نماز پڑھانے کے

ملنے ہیں اور دس تو دارالعلوم میں درس دینے کے . . . . ذرا یاد کرو۔ پچھلے جاڑوں میں اُس بے ایمان پادری دوتوا کے ابتدائی زمانے کے متعلق میں نے تمہیں کیا سنایا تھا۔ کہیں تم اتنے خودپسند تو نہیں ہو کہ اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ قابل سمجھتے ہو؟

"مجھ ہی کو لو۔ میں ایک سیدھا سادا معمولی درجے کا آدمی ہوں۔ مجھے امید تھی کہ بس اب دارالعلوم سے مرہی کے نکلوں گا۔ یہ میرا بچپن تھا کہ مجھے دارالعلوم سے محبت ہوگئی۔ اچھا خیر! جب میں نے استعفیٰ دیا ہے تو میں نکالا جانے والا تھا تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت میرے پاس کُل کتنے پیسے تھے؟ پانچ سو بیس فرانک نہ کوڑی کم نہ کوڑی زیادہ۔ دوست میرا ایک بھی نہیں تھا۔ بس زیادہ سے زیادہ دو یا تین ملاقاتی تھے۔ موسیو دلا مول کو میں نے دیکھا تک نہیں، مگر انہیں نے مجھے مصیبت سے بچایا۔ اُن کے مُنہ سے ایک لفظ نکلنے کی دیر تھی۔ کہ میں ایک علاقے کا پادری بن گیا۔ اس علاقے کے لوگ عام برائیوں سے پاک ہیں اور سب کے سب آسودہ حال ہیں۔ مجھے اپنی آمدنی دیکھ دیکھ کر شرم آتی ہے، کیونکہ یہ میرے کام کی نسبت سے کہیں زیادہ ہے۔ میں نے اتنی لمبی چوڑی تقریر اس وجہ سے کی کہ تمہیں سب آگا پیچھا بتادوں۔

"بس ایک بات اور ـــ بدقسمتی سے مجھے غصہ بڑی جلدی آجاتا ہے۔ ممکن ہے ایک دن ایسا آئے کہ میری تمہاری بول چال ہی بند ہو جائے۔

"اگر بیگم صاحب کی اکڑ بازی یا اُن کے بیٹے کی شرارت اور بھبتی مذاق کی وجہ سے اُن کے گھر تمہارا رکنا دوبھر ہو جائے تو میری صلاح یہ ہے کہ اپنی تعلیم

پیرس سے سو کوس دور کسی دار العلوم میں مکمل کرنا، اور جنوب کے بجائے شمال کی طرف۔ شمال میں تمہیں تہذیب و شائستگی زیادہ اور بے انصافیاں کم ملیں گی" پھر وہ نیچی آواز میں بولا۔" اتنی بات مجھے تسلیم ہے کہ پیرس کے اخباروں کی قربت کے سبب یہ کم ظرف جابر لوگ ذرا ڈرتے ہیں۔

" اگر ہم دونوں کے تعلقات اسی طرح خوشگوار رہے اور تمہیں مارکوئس کا گھر پسند نہ آیا۔ تو میں تمہیں اپنا نائب بنالوں گا اور جتنی آمدنی ہوگی اس میں تمہارا برابر کا حصہ ہوگا"

ژولیاں اپنی احسان مندی کا اظہار کرنے لگا تھا، مگر پادری اس کی بات کاٹ کر بولا۔" یہ تو تمہارے احسان کا بدلہ ہے۔ بساں سوں میں تم نے ایسی زبردست پیش کش کی تھی کہ مجھے تو تمہارا اور بھی شکر گزار ہونا چاہئے۔ اگر پانچ سو بیس فرانک کے بجائے میرے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو تمہیں میرے کام آتے۔"

پادری کے لہجے سے سختی دور ہو چکی تھی۔ ژولیاں کو یہ محسوس کر کے بڑی شرم آئی کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اپنے دوست کے بازوؤں میں گر پڑوں۔ وہ جتنا بھی مردانہ انداز بنا سکا بنا کر پادری سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

" میں جس دن پیدا ہوا ہوں اُسی دن سے میرے باپ کو مجھ سے نفرت رہی ہے۔ یہ میری سب سے بڑی بدنصیبی تھی۔ مگر اب مجھے قسمت سے کوئی گلہ نہیں نہیں رہا۔ باپ کی جگہ مجھے آپ مل گئے۔"

" ٹھیک ہے، ٹھیک ہے" پادری نے سٹپٹا کر کہا۔ پھر اسے دار العلوم کے

نگراں کی زبان کا ایک فقرہ بڑے موقع سے یاد آگیا" بیٹے، تمہیں قسمت کبھی نہیں کہنا چاہیئے۔ ہمیشہ 'خدا' کہو"۔

گاڑی رُک گئی۔ کوچوان نے ایک زبردست دروازے کے پاس جاکر تانبے کی گھنٹی بجائی۔ یہ موسیو ولاّمول کا محل تھا اور اس غرض سے کہ سامنے گزرنے والے کو اس میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔ دروازے کے اوپر سیاہ سنگِ مرمر کی تختی پر یہ الفاظ لکھے تھے "اوتل ولاّمول"۔ یہ نمائش پسندی ژولیاں کو ذرا نہ بھائی۔ "یہ لوگ انقلابیوں سے اتنا ڈرتے ہیں! ہر جھاڑی کے پیچھے انہیں روبس پئیر اور اس کی قیدیوں والی گاڑی نظر آتی ہے۔ ان لوگوں کی حالت دیکھ کے اکثر آدمی ہنستے ہنستے بے دم ہو جاتا ہے اور پھر یہ لوگ اپنے مکان کا اشتہار اس طرح دیتے ہیں کہ اگر غدر ہو تو ہجوم فوراً پہچان لے اور اسے تہس نہس کر ڈالے"۔ اس نے دل کی بات پادری سے بھی کہہ ڈالی۔

"آہ! بچے، تمہیں بڑی جلدی میرا نائب بننا پڑے گا۔ تمہارے دماغ میں بھی کیسا خوفناک خیال آیا ہے!"

"اس سے زیادہ سیدھی بات اور کیا ہو گی!" ژولیاں نے کہا۔

دربان کا گمبھیرپن اور اس سے بھی زیادہ صحن کی صفائی دیکھ کر ژولیاں بڑا متاثر ہوا۔ اس وقت دھوپ بڑی اچھی تھی۔

"عمارت کتنی شاندار ہے!" وہ اپنے دوست سے بولا۔

اس عمارت کا سامنے کا رُخ بالکل بے جان تھا اور یہ مکان بالکل ویسا ہی تھا جیسے نوبورسیں ژرمیں کے اور مکان ہیں جو والتیئر کے انتقال کے وقت بنائے گئے تھے۔ حسن اور خشن میں اتنا فرق کبھی نہیں رہا جتنا ان عمارتوں میں نظر آتا ہے۔

دوسرا باب

بڑے لوگوں کے درمیان پہلی دفعہ

اٹھارہ سال کی عمر میں پہلی دفعہ اکیلے اور کسی ساتھی کے بغیر ایک دیوان خانے میں جانا! اس بات کی یاد دھندلی تو ضرور ہے، مگر دل کانپ اٹھتا ہے۔ کوئی عورت میری طرف دیکھتی تو میں لرز جاتا۔ میں نے اپنے جوہر دکھانے کی جتنی کوشش کی اتنی ہی بے ہنگم حرکتیں مجھ سے سرزد ہوئیں۔ میں نے ہر چیز کے بارے میں عجیب اُول جلول قسم کی رائیں قائم کیں۔ یا تو میں بے وجہ ہنسی کا ٹھٹھا ڈال دیتا، یا پھر جو آدمی سنجیدہ شکل بنا کے میری طرف دیکھتا اسی کو اپنا دشمن سمجھتا۔ اپنی جھینپ کی وجہ سے مجھے تکلیف تو بہت اٹھانی پڑی۔ مگر اس کے باوجود یہ دن کتنا شاندار تھا!

کانٹ

ژولیاں اپنی بوکھلاہٹ میں صحن کے بیچ ہی میں رک گیا۔

پادری پی رار نے کہا — "ذرا اپنے آپ کو سنبھالو۔ باتیں تو تم ایسی خوفناک سوچتے ہو، مگر ہو بالکل بچے! ذرا یاد کرو ہوریس نے کیا نصیحت کی ہے آدمی کو جوش میں نہیں آنا چاہیے۔ دیکھو یہ نوکر چاکر تمہیں اس طرح مبہوت کھڑا پاکر   بے وقوف

بنانے کی کوشش کریں گے۔ وہ سمجھیں گے کہ تم اُنہیں کے برابر کے ہو مگر بے انصافی سے کام ہے کہ تمہیں اُن سے اونچا درجہ دے دیا گیا ہے۔ ظاہر میں تو وہ بھل منسابت برتیں گے، تمہیں اچھے اچھے مشورے دیں گے۔ جن سے معلوم ہوگا کہ تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں، لیکن دراصل وہ اس فکر میں رہیں گے کہ تم سے کوئی احمقانہ حرکت سرزد ہو۔"

"میں شرط بدتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔" ژدلیاں نے اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا! اور وہ پھر پہلے کی طرح بدگمان ہو گیا۔

مارکوئس کے کمرے میں پہنچنے سے پہلے یہ دونوں دوسری منزل پر جن دیوان خانوں میں سے گزرے وہ ہمارے معزز قارئین کو شاندار تو ضرور معلوم ہوتے مگر ساتھ ہی بالکل بے رنگ بھی۔ یہ کمرے جس حالت میں تھے اگر اسی حالت میں آپ کے سامنے پیش کئے جاتے تو آپ وہاں رہنے سے انکار کر دیتے۔ بے لطفی اور بے مزہ بخشا بختی کا گھر یہیں ہے۔ ژدلیاں اور بھی مسحور ہو کے رہ گیا۔ وہ دل میں بولا۔ — "جو آدمی ایسے عالی شان مکان میں رہتا ہو وہ کبھی ناخوش نہیں ہو سکتا۔"

آخر یہ دونوں حضرات ایک ایسے کمرے میں پہنچے جو سب سے زیادہ بدصورت تھا۔ اس میں روشنی کا گزر مشکل ہی سے ہوتا تھا۔ وہاں ایک چھوٹے قد کا دُبلا پتلا آدمی ملا جس کی آنکھیں بڑی چمکدار تھیں اور جس نے نقلی بال لگا رکھے تھے۔ پادری ژدلیاں کی طرف مڑا اور اُسے اس آدمی کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ مارکوئس تھا۔ وہ اتنے اخلاق سے پیش آیا کہ ژدلیاں کو اسے پہچاننے میں بڑی مشکل ہوئی۔ یہ وہ اکڑباز نواب نہیں تھا جسے اس نے بریے لاو کے گرجا میں دیکھا تھا۔ ژدلیاں کے خیال میں اس کے

نقلی بال بہت زیادہ گھنے تھے۔ اس احساس کا اثر یہ ہوا کہ ژولیاں کو دب کر بات کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ شروع میں اسے کچھ ایسا لگا کہ ہنری سوم کے دوست کے اس وارث میں ذرا بھی رعب داب نہیں۔ وہ سوکھا سڑا سا تھا اور اسے بات بات میں جوش آجاتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر میں ژولیاں کو پتہ چلا کہ اس کا اخلاق اور اس کی شائستگی بیساں سوں کے اسقف کی ملائمت سے بھی زیادہ خوشگوار ہے اس ملاقات میں تین منٹ بھی نہیں لگے۔ کمرے سے نکلتے ہوئے پادری نے ژولیاں سے کہا۔

"تم تو مارکوئس کو ایسے گھور رہے تھے جیسے کوئی تصویر دیکھ رہے ہو۔ یہ لوگ جس چیز کو تمیز اور سلیقہ کہتے ہیں میں اس میں کوئی مہارت نہیں رکھتا۔ تھوڑے دن میں تم مجھ سے زیادہ جان جاؤ گے۔ پھر بھی تم جس دلیری سے اُن کی طرف تک رہے تھے۔ وہ مجھے تمیز کی بات نہیں معلوم ہوئی۔"

وہ پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھے۔ کوچوان ایک بڑی سڑک پہ آ کے رکا۔ پادری ژولیاں کو کئی لمبے چوڑے کمروں میں سے لے کے نکلا۔ ژولیاں نے دیکھا کہ ان کمروں میں کسی قسم کا ساز و سامان نہ تھا۔ وہ ایک شاندار سنہری گھڑی کے اوپر بنی ہوئی تصویر دیکھنے میں محو تھا جس کا موضوع اس کے خیال میں بڑا فحش تھا کہ اتنے میں ایک سجیلا آدمی اُس کی طرف مسکراتا ہوا بڑھا۔ ژولیاں نے سر جھکا کر اسے تعظیم دی۔ اُس آدمی نے مسکرا کر ژولیاں کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ژولیاں ایک دم سے کانپ کر پیچھے ہٹ گیا۔ غصے کے مارے اس کا منہ لال ہو رہا تھا۔ پادری پی رار اپنی سنجیدگی کے باوجود اتنا ہنسا کہ آنسو نکل آئے۔ یہ آدمی درزی تھا۔

"اب تم دو دن کے لئے آزاد ہو" پادری نے باہر نکلتے ہوئے کہا "مادام ڈلامول کے حضور میں باریابی اس سے پہلے حاصل نہیں ہو سکتی۔ تم موجودہ زمانے کے بابل میں پہنچ گئے ہو۔ تمہارے قیام کے ابتدائی دنوں میں تو یہاں زیادہ تر لوگ تمہاری اس طرح حفاظت کریں گے جیسے کسی نوجوان لڑکی کی۔ اگر تمہیں برباد ہی ہونا ہے تو بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو فوراً برباد کر ڈالو۔ میں بھی اس مصیبت سے چھوٹوں گا۔ یہ میری کمزوری ہے کہ میں تمہارا اتنا خیال رکھتا ہوں۔ پرسوں صبح یہ درزی تمہارے پاس دو کوٹ لے کے آئے گا۔ جو لڑکا تمہیں کوٹ پہنا کر دیکھے اسے پانچ فرانک دے دینا۔ اس کے علاوہ ایک ضروری چیز یہ ہے کہ یہ پیرس والے تمہاری آواز نہ سننے پائیں۔ اگر تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو یہ لوگ تمہیں اُلو بنانا شروع کر دیں گے۔ اس بات میں انہیں کمال حاصل ہے۔ پرسوں دوپہر کے وقت میرے یہاں آجانا۔ . . . . اچھا جاؤ، اب اپنا ستیاناس کرو۔ . . . ایک بات تو میں بھول ہی گیا۔ میں تمہیں یہ پتے دیتا ہوں۔ وہاں جا کر ٹوپی، جوتوں اور قمیصوں کا آرڈر دے آنا۔"

ژولیاں اس تحریر کے خط کو غور سے دیکھنے لگا۔

"یہ مارکوئس نے لکھا ہے"۔ پادری بولا "وہ کام کرنے میں بہت تیز ہیں، ہر بات کا انتظام پہلے سے رکھتے ہیں۔ بیٹھ کے حکم چلانے کے بجائے ہر کام خود کرتے ہیں۔ وہ تمہیں اس لئے ملازم رکھ رہے ہیں کہ تم انہیں اس قسم کی زحمتوں سے نجات دو۔ وہ بڑے ذہین آدمی ہیں تمہیں کسی بات کا حکم دیں گے تو بس دو چار لفظوں میں۔ کیا تم میں اتنی عقل ہے کہ ان کا حکم ٹھیک طرح بجا لاؤ، خیر یہ تو مستقبل بتائے گا احتیاط سے کام لینا!"

ژولیاں نے کوئی جواب نہ دیا اور سیدھا اُن دکانوں میں پہنچا۔ جن کا پتہ کاغذ پر لکھا تھا۔ اس نے دیکھا وہاں اُس کا استقبال بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ہوا۔ جوتے والے نے اپنے رجسٹر میں اس کا نام درج کرتے ہوئے "موسیو ژولیاں دسوریل" لکھا۔

پیئرلاشیز کے قبرستان میں ایک آدمی نے جو بڑا بھلا مانس اور باتوں سے تو اور بھی زیادہ آزاد خیال معلوم ہوتا تھا۔ ژولیاں کو مارشل نے کی قبر بتائی۔ جسے دانش مند حکومت نے کتبے کی عزت سے بھی محروم رکھا ہے۔ اس آزاد خیال نے رخصت ہوتے وقت آنکھوں میں آنسو بھر کے ژولیاں کو گلے لگا لیا۔ لیکن ژولیاں نے بعد میں دیکھا تو گھڑی غائب تھی۔ اس تجربے کی دولت سے مالا مال ہو کر دو دن بعد دوپہر کے وقت وہ پادری پی رار کے سامنے حاضر ہوا۔ پادری نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

پادری ذرا سختی کے ساتھ بولا "تم رنگیلے بنتے جا رہے ہو" ژولیاں اس وقت ایک انتہائی نوعمر آدمی معلوم ہو رہا تھا جس نے ماتمی لباس پہن رکھا تھا۔ وہ واقعی بڑا اچھا لگ رہا تھا لیکن نیک دل پادری خود قصباتی آدمی تھا۔ وہ یہ بات نہیں کہہ سکا کہ ژولیاں ابھی تک اُس طرح کندھے جھٹک کے چلتا ہے۔ جس سے قصبات میں نفاست پسندی اور اہمیت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ مارکوئس نے ژولیاں کو دیکھا تو اس کے محاسن کے بارے میں پادری سے بالکل ہی مختلف رائے قائم کی۔ وہ پادری سے کہنے لگا۔

"اگر موسیو سوریل ناچنا سیکھ لیں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

پادری سہما سا گیا۔

"نہیں" اس نے تھوڑی دیر بعد جواب دیا۔ "ژولیاں پادری تو ہے نہیں۔"

مارکوئس ایک پوشیدہ زینے کی دو دو سیڑھیاں ایک ساتھ طے کرتا ہوا ہمارے ہیرو کو بنفسِ نفیس ایک صاف ستھری کوٹھری میں لے گیا جہاں سے محل کا لمبا چوڑا باغ نظر آتا تھا۔ اس نے ژولیاں سے پوچھا کہ کتنی قمیصیں سلوائی ہیں۔

"دو" ژولیاں نے کہا۔ اتنے بڑے آدمی کو ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھتے دیکھ کر ژولیاں بھونچکا رہ گیا۔

"ٹھیک ہے" مارکوئس نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اور ذرا تیز اور تحکمانہ قسم کے لہجے میں کہا۔ "ٹھیک ہے! بائیس قمیصیں اور سلوالو۔ یہ رہی تمہاری تین مہینے کی تنخواہ۔"

یہ بات سُن کر ژولیاں سوچنے لگا۔

نیچے آکر مارکوئس نے ایک معمر آدمی کو بلایا اور کہا — "آرسین، موسیو سوریل کی خدمت تمہارے سپرد ہے۔" دو چار منٹ بعد ژولیاں اس شاندار کتب خانے میں اکیلا رہ گیا۔ یہ لمحہ بھی عجیب لطف کا تھا۔ اس ڈر سے کہ کہیں اس ہیجانی کیفیت میں اُسے کوئی دیکھ نہ لے۔ وہ ایک اندھیرے سے کونے میں جا کر چھپ گیا اور وہاں سے بڑے وفور کے ساتھ کتابوں کی چمک دار جلدوں کو تکنے لگا۔ وہ دل میں بولا — "اب میں یہ سب کتابیں پڑھ سکوں گا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں یہاں خوش نہ رہوں؟ مارکوئس دلا مول نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے۔ اگر موسیو درینال نے اس کا

سوواں حصہ بھی کیا ہوتا تو اسے عمر بھر اس میں اپنی تذلیل محسوس ہوتی"۔

"مگر پہلے خطوں کی نقل ہو جائے"۔ یہ کام ختم ہوا تو ژولیاں ہمت کر کے الماری کی طرف بڑھا۔ اُسے والتیر کی مکمل تصنیفات رکھی ملیں تو وہ خوشی کے مارے پاگل ہو گیا۔ اس نے جلدی سے دوڑ کر کتب خانے کا دروازہ کھولا اور چاروں طرف نظر ڈالی کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر اس نے باری باری یہ تمام اسّی جلدیں کھول کھول کر دیکھیں، اور خوب محظوظ ہوا۔ کتابوں کی جلدیں بڑی شاندار تھیں اور یہ لندن کے بہترین کاریگر کا شاہکار تھا۔ اب تو ژولیاں نہالوں نہال ہو گیا۔

گھنٹے بھر بعد مارکوئس آیا اور نقلیں ملاحظہ کیں۔ یہ دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا۔ کہ ژولیاں نے ایک معمولی سے لفظ کو بار بار غلط لکھا تھا۔ "یعنی پادری نے اس کی علمیت کے جو قصّے سنائے ہیں۔ وہ سب گپ ہی گپ ہے"۔ مارکوئس کو مایوسی تو بہت ہوئی۔ مگر اس نے بڑی نرمی سے کہا ـــــ

"آپ کا املا درست نہیں ہے"۔

"جی بجا ہے"۔ ژولیاں نے کہا اور یہ بھی نہ سوچا کہ میں خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہا ہوں۔ مارکوئس کی شفقت کا اس کے دل پر بڑا اثر پڑا تھا کیونکہ اُسے موسیو دریناں کے لہجے کی درشتی یاد آنے لگی تھی۔

مارکوئس نے دل میں کہا ـــ "اس دیہاتی راہب کو آزمانا بے کار ہی ہے مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت تھی جس پر بھروسہ کر سکوں"۔

مارکوئس نے اسے بتایا ـــ "دیکھئے، یہ لفظ یوں لکھا جاتا ہے۔ جب نقل کا کام ختم ہو جائے تو جن الفاظ کے ہجے نہ معلوم ہوں اُنہیں لُغت سے لے کے دیکھئے"۔

چھ بجے مارکوئس نے ژولیاں کو پھر بلوایا۔ اس کی نظر ژولیاں کے جوتوں کی طرف گئی تو اسے سخت مایوسی ہوئی "یہ میرا قصور ہے۔ میں آپ کو بتانا بھول ہی گیا کہ روز شام کو ساڑھے پانچ بجے آپ کو کپڑے پہن کر تیار ہو جانا چاہیے۔"

ژولیاں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ مارکوئس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میرا مطلب ہے کہ جرابیں پہن لیا کیجیے۔ آرسین آپ کو یاد دلا دیا کرے گا آج تو خیر میں آپ کی طرف سے معافی مانگ لوں گا۔"

یہ کہہ کر مارکوئس ژولیاں کو دیوان خانے میں لے گیا جس کی دیواروں پر سونے کا ملمع جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا۔ ایسے موقعوں پر موسیو درینال ہمیشہ اپنی چال تیز کر دیا تھا تاکہ اسے دروازے میں سے پہلے گزرنے کا امتیاز حاصل ہو سکے۔

اس کے پرانے آقا کی اس خود پسندی اور چھچھورے پن کا نتیجہ یہ ہوا کہ ژولیاں کا پیر مارکوئس کے پیر پر پڑ گیا جس سے گٹھیا کے سبب اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ مارکوئس نے دل میں کہا "یہ تو پرلے درجے کا احمق ہے۔" اس نے ژولیاں کو ایک دراز قد اور رعب دار عورت کے سامنے پیش کیا۔ یہ مادام دلاموّل تھی۔ ژولیاں نے فیصلہ کیا کہ یہ عورت تو کچھ بد تمیز سی معلوم ہوتی ہے اور اسے سینٹ شارل کے تہوار کی دعوت میں ویریئیر کے نائب ناظم کی بیوی مادام دموژیروں کا انداز یاد آنے لگا۔ ژولیاں کمرے کی شان و شوکت دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ اس نے سنا ہی نہیں کہ موسیو دلاموّل کیا کہہ رہا ہے۔ مادام دلاموّل نے بس اتنی زحمت گوارا کی کہ اس پر ایک ہلکی سی نظر ڈال لی۔ کمرے میں کئی آدمی تھے۔ ژولیاں کو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آگد کا نوجوان اسقف بھی موجود ہے جس نے برے لااو کی

رسم کے دن ازراہِ عنایت اس سے دوچار لفظ کہے تھے۔ اس نے اپنی گھبراہٹ میں جو اسقف کی طرف التفات آمیز نگاہوں سے تکنا شروع کیا تو اسقف، جو کتا ہو گیا اور اس دیہاتی کو پہچاننے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔

اس دیوان خانے میں جو لوگ جمع تھے۔ وہ ژولیاں کو کچھ افسردہ اور رُکے رُکے سے معلوم ہوئے۔ پیرس میں لوگ نیچی آوازمیں بولتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

ساڑھے چھ بجے کے قریب ایک مونچھوں والا، زرد رو، اور چھریرے بدن کا خوبصورت نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا سر بہت چھوٹا تھا۔

"تم ہمیشہ انتظار کراتے ہو۔" نوجوان مادام دلاَمول کا ہاتھ چومنے لگا تو وہ بولی۔

ژولیاں سمجھ گیا کہ یہ کاؤنٹ دلاَمول ہے۔ وہ اسے پہلی ہی نظر میں اچھا لگا تھا۔

ژولیاں دل میں بولا ــــ "کیا یہی وہ آدمی ہے جس کی فقرے بازی سے میں چڑ جاؤں گا اور یہ گھر چھوڑ کے چل دوں گا؟"

کاؤنٹ نوربیر کا سر سے پیر تک جائزہ لینے کے بعد ژولیاں کو پتہ چلا کہ وہ لمبے بوٹ اور مہمیزیں پہنے ہوئے ہے۔ "چونکہ میرا رتبہ اس سے کم ہے۔ اس لئے مجھے معمولی جوتے پہننے چاہئیں۔" اب کھانا شروع ہو گیا۔ ژولیاں نے سنا کہ مادام دلاَمول ذرا اونچی آواز میں کسی کو ڈانٹ رہی ہے۔ اس وقت اس نے دیکھا کہ ایک گوری چٹی اور بڑی خوش اندام لڑکی اس کے مقابل والی

کرسی پر بیٹھ رہی ہے۔ وہ اس سے ذرا متاثر نہیں ہوا، مگر لڑکی کا غور سے جائزہ لینے کے بعد اس نے سوچا کہ میں نے ایسی خوبصورت آنکھیں کبھی نہیں دیکھیں لیکن ان آنکھوں سے بھی سرد مہری ٹپکتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ژولیاں نے فیصلہ کیا کہ ان سے ایک ایسی بے کیفی ظاہر ہوتی ہے جو دوسروں کا غور سے مطالعہ تو کرتی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے آپ کو یہ بھی یاد دلاتی رہتی ہے کہ دوسروں پر رعب ڈالنا فرضِ منصبی ہے۔ ژولیاں دل میں بولا —

مادام ورینال کی آنکھیں بھی بڑی خوبصورت تھیں۔ لوگ اُن کی تعریفیں کرتے رہتے تھے۔ مگر اُن آنکھوں اور ان آنکھوں میں کوئی چیز مشترک نہیں۔" ژولیاں کو ابھی یہ بات سمجھنے کا تجربہ نہیں تھا کہ مادموازیل ماتیلد (اس نے یہی نام سنا تھا) کی آنکھوں میں وقتاً فوقتاً جو چمک سی ہوتی ہے وہ دراصل بذلہ سنجی کی ہے۔ مادام ورینال کی آنکھوں میں چمک آتی تھی تو اپنے جذبات کی بدولت یا کسی بُرے فعل پر استبازانہ غصّے کے سبب۔ مادموازیل دلامول کی آنکھوں میں جس قسم کا حُسن تھا اس کے لیے کھانا ختم ہونے کے قریب ژولیاں کو صحیح لفظ مل گیا۔ وہ دل میں بولا — "اس کی آنکھیں جگ مگ جگ مگ کرتی ہیں۔" باقی ہر طرح یہ لڑکی اپنی ماں سے بے تکلیف وہ مشابہت رکھتی تھی اور ماں کی طرف سے ژولیاں کی ناپسندیدگی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ چنانچہ اب وہ اس کی طرف دیکھ ہی نہ رہا تھا۔ اس کے برخلاف کاؤنٹ نوربیر اسے ہر اعتبار سے پسند آیا۔ ژولیاں اس کا اتنا گرویدہ ہو گیا کہ وہ حالانکہ اس سے زیادہ دولت مند اور زیادہ عالی خاندان تھا مگر اسے نوربیر سے جلنے یا نفرت کرنے کا خیال تک نہ آیا۔

ژولیاں کی رائے میں مارکوئس کچھ بے کیف سا ہو رہا تھا۔
کھانے کے دوسرے دور میں اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔
"نور بتیر، میں چاہتا ہوں کہ تم موسیو ژولیاں سوریل کا خیال رکھو۔ میں نے انہیں اپنے یہاں رکھ لیا ہے، اور میرا ارادہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو میں انہیں واقعی آدمی بنا دوں۔"
"یہ میرے سکرٹری ہیں۔" مارکوئس نے اپنے برابر والے آدمی کو بتایا "ان کا املا ذرا یونہی سا ہے۔"
ہر آدمی ژولیاں کی طرف دیکھنے لگا جو نور بتیر کو نورا مبالغہ آمیز تکریم کے ساتھ سلام کر رہا تھا۔ مگر فی الجملہ لوگ اس کی شکل وصورت سے خاصے مطمئن ہوئے۔
غالباً مارکوئس نے لوگوں کو بتایا ہوگا کہ ژولیاں کو کس قسم کی تعلیم ملی ہے۔ کیونکہ ایک مہمان نے اسے ہورَیس کے موضوع پر دھر پکڑا۔ ژولیاں نے دل میں کہا "بساں سوں کے اسقف کے سامنے بھی میری بات اسی لئے بنی کہ ہورَیس پر بحث چھڑ گئی تھی۔ غالباً یہ لوگ بس اسی ایک ہی مصنف کو جانتے ہیں۔" اب ژولیاں کو اپنے اوپر بالکل قابو حاصل ہو گیا۔ یہ تبدیلی اس وجہ سے بھی آسان رہی کہ اس نے ابھی ابھی یہ طے کر لیا تھا کہ مادموازیل دلاموِل میری نظروں میں عورت کبھی نہیں بنے گی۔ دارالعلوم میں رہ کر اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ چاہے جتنی دشمنی کریں اُسے ذرا پروا نہ ہوتی تھی، اور اب وہ کسی سے نہ دبتا تھا۔ اگر کھانے کے کمرے میں اتنا ٹھاٹ باٹ نہ ہوتا تو اس کی ہچکچاہٹ بالکل ہی ختم ہو جاتی۔ کمرے میں آٹھ آٹھ فٹ اونچے دو آئینے رکھے تھے۔ جب وہ ہورَیس پر تقریر کر رہا

تھا تو کبھی کبھی اُسے اپنے مخالف کی شکل ان آئینوں میں نظر آجاتی تھی اور یہ بچکپ سا جاتا تھا۔ قصباتی ہونے کے اعتبار سے اس کے جملے غیر ضروری حد تک طویل نہیں تھے۔ اس کی آنکھیں بڑی نفیس تھیں اور جب وہ جھینپ کر کلپنے سا لگتا۔ یا کوئی اچھا جواب دینے کے بعد خوش ہو جاتا تو اس کے شرمیلے پن سے آنکھوں کی چمک دو بالا ہو جاتی۔ اس امتحان کی وجہ سے یہ سنجیدہ قسم کی دعوت خاصی عجیب بن گئی۔ مارکوسٹس نے دوسرے آدمی کو اشارہ کیا کہ ژدلیاں کو خوب ستاؤ۔ وہ دل میں کہنے لگا ۔ "کیا اسے واقعی کچھ آتا ہے؟"

جواب دیتے دیتے ژولیاں کو نئے خیالات سوجھنے لگے اور اس کی جھینپ خاصی کم ہو گئی۔ وہ بذلہ سنجی کا مظاہرہ تو نہیں کر سکا۔ یہ بات ایسے آدمی کے لئے بالکل ناممکن تھی جو پیرس میں بولی جانے والی زبان نہ جانتا ہو۔ اس کے بیان میں نفاست بھی نہیں تھی، اور نہ موقع محل کا لحاظ، مگر اس کے خیالات تھے بالکل نئے، اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ اُسے لاطینی خوب آتی ہے۔

اس کا مخالف مخطوطات کی مجلس کا رکن تھا۔ مگر بہر حال لاطینی جانتا تھا۔ اسے پتہ چلا کہ ژولیاں تو لاطینی کا عالم ہے۔ چنانچہ اب اُسے ژولیاں کو خفیف کرنے کا ڈر نہ رہا۔ اور وہ اسے واقعی ستانے کی فکر میں لگ گیا اس مناظرے کے جوش میں آخر ژولیاں کمرے کا ٹھاٹ باٹ بالکل بھول گیا۔ اور لاطینی شاعروں کے متعلق ایسی راؤں کا اظہار کرنے لگا جو دوسرے آدمی نے کسی کتاب میں نہ پڑھی تھیں۔ مگر وہ آدمی ایمان دار تھا۔ اس نے یہ بات مان لی۔ کہ یہ خیالات نوجوان سکرٹری کے ہی تھے، اور اُس کی

تعریف بھی کی۔ خوش قسمتی سے بحث کا رُخ اس سوال کی طرف پھر گیا کہ ہوریس غریب تھا یا امیر ——— والٹیر اور لافونٹین کے دوست شاپیل کی طرح بے فکرا، عیش پسند اور خوش طبع جو اپنی تفریح کے لئے شاعری کرتا ہو، یا بائرن کے دُشمن سدّی کی طرح مفلس، شاہی دربار کا ملازم جسے بادشاہ کی سالگرہ کے دن قصیدہ لکھنا پڑے۔ اب یہ ذکر نکلا کہ آگسٹس اور جارج چہارم کے زمانے میں سماج کی کیا حالت تھی۔ دونوں زمانوں میں ساری طاقت امرا کے ہاتھ میں تھی۔ مگر رُوم میں تو یہ طاقت ایسناکس نے چھین لی۔ جو ایک معمولی فوجی افسر تھا اور انگلستان میں امرا کے طبقے نے جارج چہارم کی حالت ایسی کر دی جیسی وینس کے ڈیوک کی۔ کھانے کے شروع میں تو مارکوئس اپنی بے لطفی کی وجہ سے بالکل پژمردہ بیٹھا تھا۔ لیکن اس بحث نے اس کے اندر بھی کچھ تازگی پیدا کر دی۔

یہ موجودہ زمانے کے نام مثلاً سدّی، بائرن، جارج چہارم وغیرہ تو ژدلیاں کی ذرا سمجھ میں نہ آئے۔ اس نے سنے ہی تھے پہلی دفعہ۔ لیکن لوگوں نے دیکھا۔ کہ جب روم کے اُن تاریخی واقعات کا سوال آتا ہے۔ جن کے بارے میں ہوریس، مارشل، ٹے سی ٹس وغیرہ کی کتابوں سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں تو وہاں ژدلیاں کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ اس نے بہت سی وہ رائیں دُہرا ڈالیں۔ جو اس دن بحث میں لبال تسوں کے اُسقف سے سُنی تھیں۔

جب یہ لوگ شاعروں پر بحث کرتے کرتے تھک گئے تو مادام دلاموَل نے

جس کا قاعدہ تھا کہ جو چیز شوہر کو پسند کرے۔ اُس کی وہ بھی تعریف کرے۔ ازراہِ نوازش ژولیاں کی طرف ایک نظر دیکھا۔ مخطوطات کی مجلس کے رُکن نے جو پاس ہی بیٹھا تھا۔ مادام دلاموَل سے کہا۔ "اس بے ڈھنگے راہب کے لباس میں شاید ایک عالم چھپا ہوا ہے۔" ژولیاں کے کان میں بھی ان باتوں کی بھنک پڑ گئی۔ مادام دلاموَل کو گھڑے گھڑائے فقرے بہت پسند تھے۔ چنانچہ اس نے ژولیاں کے بارے میں یہ فقرہ بھی یاد کر لیا اور اسے مخطوطات کی مجلس کے اس رکن کو مدعو کرنے پر بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے دل میں کہا۔ "اس آدمی کی باتوں سے موسیو دلاموَل کا دل بہلتا ہے۔"

تیسرا باب

ابتدائی اقدامات

یہ لمبی چوڑی وادی، جگمگاتی ہوئی روشنیاں، ہزاروں آدمیوں کا مجمع —— میری تو آنکھوں میں چکاچوند ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک بھی آدمی مجھے نہیں جانتا۔ سب کے سب مجھ سے بلند و برتر ہیں۔ میرا تو سر چکرانے لگا۔

ایک اطالوی مصنّف

اگلے دن صبح سویرے ژولیاں کتب خانے میں خط نقل کر رہا تھا کہ مادموازیل ماتیلد نقلی کتابوں کی الماریوں کے پیچھے بڑی ہوشیاری سے چھپے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ ژولیاں کو تو اس ترکیب پر حیرت ہو رہی تھی اور مادموازیل دلامول آتے وہاں بیٹھے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی۔ پھر چڑ گئی۔ ژولیاں کے خیال میں وہ بالوں میں گھونگھر ڈالنے کے کاغذ لگائے ہوئے بڑی سخت مزاج، اکڑباز اور کچھ مردسی معلوم ہو رہی تھی۔ مادموازیل دلامول کو اپنے باپ کے کتب خانے سے اس طرح چپ چاپ کتابیں چرا لے جانے کی عادت تھی جس میں اُسے کوئی دیکھ نہ سکے۔ ژولیاں کی موجودگی کے باعث آج اس کی مہم ناکام رہی۔ وہ اس وجہ سے اور بھی جھنجلائی کہ وہ والتیئر کی داستان "بابل کی شہزادی"

کی دوسری جلد لینے آئی تھی۔ اُسے مذہبی اور شاہ پرستانہ قسم کی تعلیم ملی تھی اور جیزوئٹ معلّمین نے اس پر پوری توجہ صرف کی تھی۔ وہ اس تعلیم سے واقعی پورا فائدہ اٹھا رہی تھی! انیس سال کی عمر ہی میں اس بچاری لڑکی کا حال یہ تھا کہ جب تک طنز و مزاح کا چٹخارہ نہ ہو۔ اسے ناول میں مزا ہی نہ آتا تھا۔

کاؤنٹ نوربیر کتب خانے میں کوئی تین بجے وارد ہوا۔ وہ اخبار پڑھنے آیا تھا تاکہ شام کو سیاسیات پر گفتگو کر سکے۔ ژولیاں کا وجود اس کے دماغ سے محو ہو چکا تھا اُسے یہاں دیکھ کر نوربیر کو خوشی ہوئی۔ وہ ژولیاں سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور سواری کے لئے اسے اپنا گھوڑا دینے کا وعدہ کیا۔

"والدصاحب نے ہمیں ہدایت کے کھانے کے وقت تک کی چھٹی دے دی ہے"۔

ژولیاں اس "ہمیں" کا مطلب سمجھ گیا اور اُسے یہ بات بڑی اچھی لگی۔

وہ بولا — "نواب صاحب! اگر اسّی فٹ اونچے درخت کو گرا کر اس کے تختے چیرنے کا سوال ہو تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں یہ کام کر لوں گا۔ لیکن گھوڑے پر تو میں عمر بھر میں پانچ چھ دفعہ سے زیادہ نہیں چڑھا"۔

"چلئے، اب ساتویں دفعہ سہی"۔ نوربیر نے کہا۔

ژولیاں کو ویریئر میں —— کے بادشاہ کی تشریف آوری یاد تھی، اور وہ اپنے آپ کو بڑا اچھا سوار سمجھتا تھا لیکن جب یہ دونوں سیر کر کے واپس آ رہے تھے تو ژولیاں ایک گاڑی سے بچنے کی کوشش میں بیچ سڑک پر گر پڑا اور اس کے کپڑے کیچڑ میں لت پت ہو گئے۔ خوش قسمتی سے اس کے پاس دوسرا جوڑا موجود تھا۔ کھانے کے دوران میں مارکوئس نے اسے بھی گفتگو میں شریک کرنے کی نیت سے آج کی

بیر کے متعلق پوچھا۔ نوربیر نے جلدی سے خود جواب دیا اور بڑی فیاضی سے کام لیا۔

ژولیاں نے کہا۔ "کاؤنٹ نوربیر میرے اوپر نوازش فرمارہے ہیں۔ میں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی عنایت کا احسان مند ہوں۔ انہوں نے از راہِ نوازش مجھے سب سے خوبصورت اور سب سے سیدھا گھوڑا دیا تھا، لیکن گھوڑا مجھے پکڑ تھوڑا ہی سکتا تھا۔ چنانچہ پُل کے قریب جو لمبی سڑک ہے میں وہاں گر پڑا۔"

مادموازیل ماتیلد نے اپنا قہقہہ روکنے کی بڑی کوشش کی، مگر وہ رُک نہ سکا بلکہ آخر اُس نے شرم بالائے طاق رکھ کر تفصیلات پوچھ ہی لیں۔ ژولیاں اس دشواری سے بھی بڑی سادگی اور بڑے بھولے پن کے ساتھ عہدہ برآ ہوا۔ اس کے اندر ایک ایسی شائستگی تھی جس کی خود اسے خبر نہ تھی۔

"مجھے اس لڑکے کا مستقبل شاندار نظر آتا ہے۔" مارکوئس نے مجلس کے رُکن سے کہا۔ "ایک سیدھا سادا دیہاتی، اور ایسا مشکل مرحلہ! ایسی بات تو نہ دیکھی نہ سُنی۔ پھر وہ اپنے حادثے کا قصہ خواتین کے سامنے سنا رہا ہے۔"

ژولیاں نے اس حادثے کا حال اس بے تکلفی سے سُنایا کہ کھانا ختم ہونے کے بعد جب لوگ کچھ اور باتیں کرنے لگے تو مادموازیل ماتیلد نے اپنے بھائی سے اصرار کیا کہ اس افسوسناک واقعے کی تفصیلات سُناؤ۔ اس نے یہ سوال کئی دفعہ دہرایا، اور اور ایک آدھ بار تو اس کی نظریں ژولیاں کی نظروں سے مل گئیں۔ چنانچہ ژولیاں نے ہمت کرکے براہِ راست جواب دے دیا۔ حالانکہ سوال اس سے نہیں پوچھا گیا تھا۔ آخر تینوں کے تینوں اس طرح کھلکھلا کر ہنس پڑے جیسے تین نوجوان دیہاتی کسی جنگل میں۔

اگلے دن ژولیاں نے جاکر دینیات کے دو درس لئے اور پھر جب خط نقل کرنے

کے لیئے واپس آیا۔ اس نے دیکھا کتب خانے میں اُس کی کرسی کے قریب ایک نوجوان بیٹھا ہے۔ جس کا لباس تو صاف ستھرا ہے مگر شکل سے کمینگی اور عناد ٹپکتا ہے۔

اتنے میں مارکوٹس بھی آگیا۔

"موسیو تاں بو، آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" اس نے ذرا سخت لہجے میں نووارد سے پوچھا۔

"میں نے سوچا ـــ" نوجوان نے خوشامدانہ انداز میں مسکرا کر کہنا شروع کیا۔

"نہیں جناب، آپ نے کچھ نہیں سوچا، کوشش تو ضرور کی، مگر بُری طرح ناکام رہے۔"

نوجوان تاں بو بگڑ کے اٹھ کھڑا ہوا، اور کمرے سے چل دیا۔ وہ مخطوطات کی مجلس کے رُکن کا بھتیجا تھا اور ادیب بننا چاہتا تھا۔ مجلس کے رُکن نے مارکوٹس کو اسے اپنا سکرٹری بنانے پر راضی کر لیا تھا۔ تاں بو ایک الگ کمرے میں کام کرتا تھا۔ اس نے جو سُنا کہ ژولیاں پر کیا کیا عنایات ہو رہی ہیں تو اس کا بھی جی چاہا کہ میں بھی حصہ بٹاؤں اور وہ صبح اپنی میز کتب خانے میں اُٹھا لایا تھا۔

چار بجے کچھ دیر ہچکچانے کے بعد ژولیاں ہمت کر کے کاؤنٹ نوربیر کو ڈھونڈنے چل دیا۔ نوربیر گھوڑے پر سیر کرنے جا رہا تھا۔ وہ اتنا مہذب آدمی تھا کہ ژولیاں کو دیکھ کر سٹ پٹا سا گیا اور بولا ـــ

"میرا خیال ہے کہ پہلے تو آپ سواری سیکھ لیجئے۔ دو چار ہفتے بعد میں بڑی خوشی سے آپ کے ساتھ سیر کو چلوں گا۔"

"میں تو آپ کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔" ژولیاں بڑا سنجیدہ بن کے بولا "یقین کیجئے آپ کا احسان میرے دل پر نقش ہے۔ اگر کل میری بیوقوفی کی وجہ سے گھوڑے

کے چوٹ نہ آئی ہے اور گھوڑا خالی ہو تو میں آج بھی سواری کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوربل صاحب، اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ مگر یہ یاد رکھیے گا کہ دوراندیشی جس بات کی متقاضی ہے وہ میں نے عرض کر دی۔ دیکھئے چار بج چکے ہیں۔ اب وقت بالکل نہیں۔"

ژدلیاں گھوڑے پر بیٹھ گیا تو نوجوان کاؤنٹ سے بولا ——

"گرنے سے بچنے کی کیا ترکیب ہے؟"

"بہت سی ترکیبیں ہیں۔" نوربیر نے قہقہہ لگا کے کہا۔ "مثلاً ایک تو یہ ہے۔ کہ پیچھے کو بیٹھئے۔"

ژدلیاں دُلکی چلنے لگا۔ اس وقت وہ ایک بڑی سڑک سے گزر رہے تھے۔

"جناب، اتنے بہادر نہ بنئے۔ دیکھئے کتنی گاڑیاں آجا رہی ہیں، اور کوچوان بھی ایک سے ایک بے نکرا ہے۔ اگر آپ لڑھک گئے تو گاڑیاں آپ کو کچلتی ہوئی نکل جائیں گی۔ اتنی تیزی میں چلتی ہوئی گاڑی کو روک کر کوئی اپنے گھوڑے کا مُنہ تھوڑا ہی زخمی کرے گا۔"

نوربیر نے کوئی بیس دفعہ دیکھا کہ ژدلیاں گرتے گرتے بچا۔ لیکن آخر یہ سیر کسی حادثے کے بغیر ہی ختم ہو گئی۔ جب وہ گھر لوٹے تو نوجوان کاؤنٹ نے اپنی بہن سے کہا۔

"لو ذرا ان سے ملو۔ یہ آدمی نہیں جن ہیں۔"

رات کو کھانے کے وقت نوربیر نے اپنے باپ سے جو میز کے دوسرے کنارے پر بیٹھا تھا، باتیں کرتے ہوئے ژدلیاں کی ہمت کو خوب سراہا۔ اس کی شہسواری

میں بس یہی ایک بات قابلِ تعریف تھی۔ دن کے وقت نور بیر نے سنا تھا کہ سائیس گھوڑوں کی مالش کرتے ہوئے ژولیاں کے گرنے کا بُری طرح مذاق اڑا رہے ہیں۔

ان تمام نوازشوں کے باوجود ژولیاں اس گھر میں اپنے آپ کو بڑی جلدی اکیلا اکیلا محسوس کرنے لگا۔ ان لوگوں کے طور طریقے اسے بڑے عجیب معلوم ہوتے تھے اور اس سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی غلطی ہوتی رہتی تھی۔ اس کی حماقتیں ملازموں کی تفریحِ طبع کا باعث بنتی تھیں۔

پادری پی رار اپنے علاقے میں چلا گیا تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا تھا۔۔۔ "اگر ژولیاں تنکے کی طرح کمزور ہے تو اُسے برباد ہونے دو۔ اور اگر وہ ہمت والا ہے تو اُسے اپنا راستہ خود بنانے دو۔"

چوتھا باب

مارکوئس دلاموَل کا محل

یہ شخص یہاں کیا کر رہا ہے ؟ اسے یہ جگہ پسند آئے گی ؟ کیا وہ کوشش کرے گا کہ دوسرے بھی اُسے پسند کریں ؟

رونی سار

اگر موسیو دلاموَل کے رئیسانہ دیوان خانے میں ژولیاں کو ہر چیز عجیب لگتی تھی تو جو لوگ اس کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے تھے۔ انہیں یہ زرد رو نوجوان اپنے سیاہ لباس میں بڑا عجیب معلوم ہوتا تھا۔ مادام دلاموَل نے اپنے شوہر کو مشورہ دیا کہ جس دن بعض لوگ کھانے پر آیا کریں اُس دن ژولیاں کو کسی کام سے باہر بھیج دیا جائے۔

"میں چاہتا ہوں کہ یہ تجربہ پورا کر کے ہی دیکھوں۔" مارکوئس نے جواب دیا۔ "یادری پی رآر کی رائے ہیں یہ بات غلط ہے کہ ہم لوگ جنہیں اپنے گھر رکھتے ہیں اُن کی عزتِ نفس کچل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آدمی اُسی چیز کا سہارا لیتا ہے جو خود اپنی جگہ کھڑی رہ سکے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس آدمی میں بس ایک ہی خرابی ہے۔ وہ شکل سے کچھ بے ڈھنگا لگتا ہے۔ ورنہ ویسے تو گونگا بہرا بنا بیٹھا رہتا ہے۔"

ژولیاں نے دل میں کہا ـ "اگر مجھے یہاں ٹھیک چلنا ہے تو پھر مجھے چاہئے کہ اس دیوان خانے میں جو لوگ آتے ہیں۔ اُن کے نام اور ہر آدمی کے کردار کے متعلق دو دو چار چار لفظ لکھ کے رکھ لوں"۔

اس فہرست میں اُس نے سب سے اوپر پانچ چھ ملاقاتیوں کا نام لکھا جو سمجھتے تھے۔ کہ اُس پر مارکوئس کی خاص نظرِ عنایت ہے، اور اس لئے اس کی چاپلوسی میں لگے رہتے تھے۔ یہ بچارے غریب اور مریل قسم کے لوگ تھے۔ لیکن آج کل امیروں کے دیوان خانوں میں اُس طبقے کے جو نمائندے نظر آتے تھے۔ اُنہیں دیکھتے ہوئے یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ ہر ملاقاتی کے سامنے مریل پن نہیں دکھاتے تھے۔ ان میں سے بعض مارکوئس کی گالیاں تک، کان دبا کے سُن سکتے تھے۔ لیکن اگر مادام دلامول کے منہ سے ایک لفظ بھی سخت نکل جاتا تو بگڑ بیٹھتے۔

گھر کے مالک اور مالکہ دونوں کی طبیعت میں غرور اور اُکتاہٹ بہت زیادہ تھی انہیں اپنی تفریحِ طبع کے لئے دوسروں کی توہین کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ چنانچہ انہیں سچے دوستوں کی امید تو ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ لیکن بارش کے دنوں یا انتہائی بے لطفی کے لمحوں کے علاوہ جو شاذ و نادر ہی آتے تھے۔ اُن دونوں کی خوش اخلاقی میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔

اگر وہ پانچ چھ خوشامدی جو ژولیاں سے بالکل پدرانہ شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے، یہاں سے چل دیتے تو مادام دلامول کو تنہائی کے طول طویل گھنٹے گزارنے محال ہو جاتے، اور اس طبقے کی عورتوں کی نظر میں تنہائی بڑی خوفناک چیز ہے، بلکہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔

اپنی بیوی سے مارکوٹس کا سلوک بڑا اچھا تھا۔ وہ اس بات کا خیال رکھتا تھا کہ بیوی کا دیوان خانہ خالی نہ رہنے پائے۔ نوابوں سے تو اس کے سیاسی اختلافات تھے۔ اس کے نئے ساتھیوں کا رتبہ اتنا بلند نہیں تھا کہ وہ دوستوں کی حیثیت سے اس کے ہاں آسکیں نہ وہ اتنے دلچسپ تھے کہ انہیں ماتحتوں کی حیثیت سے ہی بُلا لیا جائے۔

یہ راز ژولیاں کو بہت بعد میں جا کر معلوم ہوئے۔ متوسط طبقے کے گھرانوں میں تو گفتگو کا خاص موضوع سیاسی معاملات ہوتے ہیں۔ لیکن مارکوٹس جیسے لوگوں کے یہاں ان باتوں کا ذکر تک نہیں ہوتا۔ کوئی مصیبت کا وقت ہو تو خیر۔

اس بے لطفی کے دور میں بھی تفننِ طبع کی ضرورت اتنی شدید ہے کہ خاص خاص دعوتوں کے دن بھی مارکوئس کے دیوان خانے سے اُٹھتے ہی باقی سب آدمی بھاگ جاتے ہیں۔ وہاں ہر بات پر کھل کے بحث کرنے کی آزادی تھی بشرطیکہ خدا یا بادشاہ یا پادریوں یا صاحبِ اقتدار لوگوں یا دربار کی سرپرستی میں رہنے والے فن کاروں یا کسی روایتی چیز کا ذکر تمسخر کے ساتھ نہ ہو، اور بشرطیکہ بیرانْژے، یا والتیر یا رُوسو یا حکومت کے مخالف اخباروں یا جو آدمی تھوڑا سا بھی آزادیِ اظہار کا قائل ہو۔ اُس کی تعریف نہ کی جائے۔

جس آدمی کی آمدنی ایک لاکھ ہو یا جسے کوئی خطاب مل چکا ہو۔ وہ اس قسم کے دیوان خانے کے خلاف ایک لفظ نہیں کہہ سکتا۔ وہاں ایک معمولی سا خیال بھی بشرطیکہ اس میں جان ہو۔ بدتمیزی کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ تمیز، سلیقے، شائستگی اور دوسروں کا دل خوش کرنے کی خواہش کے باوجود ہر آدمی کے چہرے سے بے کیفی ٹپکتی تھی جو نوجوان یہاں حاضری دینے آتے تھے۔ انہیں ہر وقت یہ ڈر رہتا تھا کہ منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے

جس سے ہمارے اوپر سوچنے سمجھنے کا شبہ ہو یا کوئی ممنوعہ کتاب پڑھنے کا پتہ چلے۔ لہذا وہ موسم اور کسی موسیقار کے بارے میں دو ایک صاف ستھرے جملے کہہ کر خاموش ہو جاتے۔

ژولیاں نے دیکھا کہ عام طور سے گفتگو جن لوگوں کے سہارے چلتی ہے اُن میں سے دو وائی کاؤنٹ ہیں اور پانچ بیرن۔ ان سے مارکوئس کی واقفیت جلا وطنی کے زمانے میں ہوتی تھی۔ ان لوگوں کی آمدنی چھ ہزار سے لے کر آٹھ ہزار لیور تک تھی۔ ان میں سے چار تو "کوتی دی این" اخبار کی بنائی ہوئی راہ پر چلتے تھے، اور تین "گیزٹ دفرانس" کی راہ پر۔ ان میں سے ایک آدمی روزانہ دربار کا کوئی نیا قصہ سناتا تھا جس میں لفظ "شاندار" بڑی فیاضی سے استعمال ہوتا۔ ژولیاں نے دیکھا کہ یہ آدمی پانچ تمغے لگاتا ہے اور دوسرے لوگ تین سے زیادہ نہیں لگاتے۔

اس کے دوسری طرف برابر والے کمرے میں دس باوردی ملازم کھڑے رہتے تھے اور ہر پندرہ منٹ بعد آئس کریم یا چائے تقسیم ہوتی تھی اور آدھی رات کو ہلکا سا کھانا مع شراب کے ملتا تھا۔

اسی کی خاطر ژولیاں بعض دفعہ آخر تک رُکا رہتا۔ ورنہ اس کی سمجھ میں تو یہ بات آتی ہی نہ تھی کہ اس شاندار دیوان خانے میں عام طور پر جو گفتگو ہوتی ہے۔ اُسے کوئی سنجیدگی کے ساتھ سُن کیسے سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بولنے والوں کی طرف یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھنے لگتا کہ وہ اپنی باتوں پر کہیں خود ہی تو نہیں ہنس رہے۔ وہ دل میں کہا کرتا۔۔۔ "مجھے اپنے موسیو دمیستر کی پوری کتاب زبانی یاد ہے۔ ان سے سوگنی اچھی باتیں تو اُسی کتاب میں ہیں، اور اس کتاب سے بھی مجھے تو بیزاری

ہوتی ہے۔"

یہ بات نہ تھی کہ اس ذہنی جمود کا احساس اکیلے ژولیاں ہی کو ہو۔ بعض لوگ بہت سا آئس کریم کھا کھا کر اپنے دل کو تسلی دیتے تھے۔ بعضوں کی تسلی اس لذت میں تھی کہ دوسروں سے جا جا کر کہیں ـــ "میں ابھی مارکوئس دلاموَل کے یہاں سے آرہا ہوں۔ وہاں میں نے سنا ہے کہ رُوس ـــ" وغیرہ وغیرہ۔

ژولیاں کو ایک خوشامدی سے پتہ چلا کہ کوئی چھ مہینے ہوئے مادام دلاموَل نے بیچارے بیرن لاٹورگی نیوں کو بیس سال کی محنت کا انعام دیا ہے۔ بادشاہت کے دوبارہ قیام کے بعد سے وہ نائب ناظم چلا آرہا تھا۔ مادام دلاموَل نے اسے ناظم بنوا دیا۔

اس عظیم واقعے کے بعد ان لوگوں کا جوش وخروش پھر تازہ ہوگیا۔ پہلے تو یہ لوگ بعض دفعہ ذرا سی بات کا بُرا مان جاتے تھے۔ مگر اب انہیں کوئی بات بُری نہ لگتی تھی اُن کے ساتھ براہِ راست۔ بدتمیزی تو شاذونادر ہی ہوتی تھی، مگر ژولیاں کھانے کے دوران میں کئی دفعہ مارکوئس اور اس کی بیوی کو ایک دوسرے سے ایسی باتیں کہتے سُن چکا تھا جو پاس بیٹھنے والوں کے لئے بڑی تکلیف دہ تھیں۔ ہر اس آدمی کے لئے جس کے باپ دادا بادشاہ کی گاڑی میں نہ بیٹھے ہوں۔ ان دونوں معزز ہستیوں کے دل میں بڑی پرخلوص حقارت تھی اور وہ اسے چھپاتے بھی نہ تھے۔ ژولیاں نے دیکھا کہ بس ایک فقرہ "صلیبی جنگ" ایسا ہے جو اُن کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی اور عزت کی جھلک پیدا کرتا ہے۔ عام طور سے جب وہ کسی کے ساتھ تکریم سے پیش آتے۔ تو اس طرح جیسے بڑی نوازش کر رہے ہوں۔

اس شان و شوکت اور اس بے لطفی کے درمیان ژرولیاں کو اگر کسی چیز سے دلچسپی تھی تو بس موسیو دلاموں سے۔ ایک دن اُسے مارکوسُس کی زبان سے یہ بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ اس بچارے لابورگی نیوں کی ترقی میں موسیو دلاموں کا ہاتھ نہیں تھا۔ یہ مادام دلاموں پہ ایک لطیف سی چوٹ تھی۔ ژرولیاں کو پادری پی رار سے اصل بات معلوم ہو چکی تھی۔

ایک دن صبح کے وقت پادری مارکوسُس کے کتب خانے میں ژرولیاں کے ساتھ فری لیر والے مقدمے کے سلسلے میں جو کبھی ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا، کچھ کام کر رہا تھا۔ ژرولیاں ایک دم سے بولا۔

"جی، یہ تو بتائیے کہ روز رات کو مادام دلاموں کے ساتھ کھانا کھانا میرے فرائض میں داخل ہے، یا پھر یہ میرے اوپر خاص عنایت ہوتی ہے؟"

یہ بات سُن کر پادری کو دھکا سا لگا، اور وہ کہنے لگا۔ "نہیں، یہ تو ایک ایسا اعزاز ہے۔ جو ہر آدمی کو نصیب نہیں ہوتا! وہ مخطوطات کی مجلس کا رکن م ــــــ ن پندرہ سال سے برابر حاضری دے رہا ہے، لیکن وہ اپنے بھتیجے موسیو تاں نو کے لئے یہ اعزاز آج تک حاصل نہیں کر سکا۔"

"اس ملازمت میں اگر میں کسی چیز سے بیزار ہوں تو اس سے۔ اتنی اکتاہٹ تو مجھے دار العلوم میں بھی نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ مادموازیل دلاموں کو تو ان ملاقاتیوں کی پھیکی دار تقریریں سننے کی عادت ہوگی، مگر بعض دفعہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ بھی جمائیاں لے رہی ہیں۔ مجھے تو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں میں سو نہ جاؤں۔ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دلوا دیجئے کہ میں کسی چھوٹی موٹی سرائے میں جا کر اپنا اُلٹا سیدھا کھانا کھا لیا کروں"

پادری ٹھیٹ نو دولتا تھا، اور اسے ایک بڑے رئیس کے ساتھ کھانا کھانے کی عزت کا شدید احساس تھا۔ وہ ژولیاں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اتنے میں کچھ کھٹکا ہوا۔ اور دونوں نے اس طرف دیکھا۔ ژولیاں کو مادموازیل دلاموَل نظر آئی جو وہاں کھڑی اُن کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ شرم کے مارے سرخ ہو گیا۔ وہ کسی کتاب کی تلاش میں وہاں آئی تھی اور اس نے ساری باتیں سن لی تھیں۔ اُس کے دل میں ژولیاں کی عزت سی پیدا ہوئی اور اس نے سوچا۔ "بڈھے پادری کی طرح اس شخص کی ذہنیت غلامانہ نہیں ہے۔ اوہ، یہ پادری کتنا بدصورت ہے!"

رات کو کھانے کے وقت ژولیاں کو مادموازیل دلاموَل کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ مگر اس نے ازراہِ ملاطفت خود ژولیاں سے باتیں کیں۔ اُس روز کافی بڑا مجمع ہونے والا تھا۔ اس نے ژولیاں سے دیر تک ٹھیرنے کا وعدہ لے لیا۔ پیرس میں لڑکیاں ایک خاص عمر کے آدمیوں کی طرف توجہ نہیں کرتیں، خصوصاً اگر وہ اچھے لباس میں نہ ہوں۔ ژولیاں کسی خاص فہم و ذکاوت کے بغیر ہی یہ بات سمجھ گیا کہ موسیو لُودگی نیوں کے جو ساتھی دیوان خانے میں رہ گئے تھے۔ اُنہیں حسبِ دستور مادموازیل دلاموَل کی جملے بازی کا نشانہ بننے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ نہ معلوم وہ جان بوجھ کر ایسی بن رہی تھی یا ویسے ہی، بہرحال آج اس نے ان جنگلی لوگوں پر بڑا ظلم ڈھایا۔

مادموازیل دلاموَل ایک چھوٹے سے گروہ کا مرکز تھی جو ہر روز رات کو مادام دلاموَل کی زبردست آرام کرسی کے پیچھے جمع ہوا کرتا تھا۔ اس گروہ میں مارکوئس دکروازنوا، کاؤنٹ دکے لو، وائی کاؤنٹ دلوز، اور چند نوجوان فوجی افسر شامل تھے جو نوربیر یا اس کی بہن کے دوست تھے۔ یہ لوگ ایک بڑے سے نیلے صوفے پر بیٹھے تھے۔ اس

صوفے کے آخر میں بذلہ سنج ماتیلد کے مقابل بید کی نیچی سی کرسی پر ژرولیاں چپ چاپ جما ہوا تھا۔ اس سیدھی سادی نشست پر سارے خوشامدی رشک کر رہے تھے۔ نوربیر نے اپنے باپ کے نوجوان سکرٹری کی دل جمعی کے لئے دو چار دفعہ اس سے کوئی بات کرلی۔ یا اس کا نام لے دیا۔ اس موقع پر مادموازیل دلاموَل نے اس سے پوچھا کہ جس پہاڑ پر بساں سوں آباد ہے۔ اس کی اونچائی کیا ہے۔ ژرولیاں بالکل یہ بھی نہ بتا سکا کہ وہ پہاڑ مون مارترسے اونچا ہے یا نیچا۔ اس چھوٹے سے گروہ میں لوگ جو باتیں کر رہے تھے۔ وہ اکثر اُن پر قہقہہ لگا کے ہنس پڑتا۔ وہ بھی اسی قسم کی کوئی بات کہنا چاہتا تھا، مگر سوجھ ہی نہ رہی تھی۔ یہ باتیں کسی اجنبی زبان کی طرح تھیں جسے وہ سمجھ تو لیتا تھا مگر بول نہ سکتا تھا۔

اس شاندار دیوان خانے میں آج لوگ آئے چلے جا رہے تھے اور ماتیلد کے دوستوں کا رویہ ان کی طرف مخاصمانہ تھا۔ شروع میں خاندان کے دوستوں کو دوسروں پر ترجیح دی گئی۔ کیونکہ اُن سے واقفیت زیادہ تھی۔ اب یہ آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ ژرولیاں ان سب باتوں کو غور سے دیکھ رہا تھا یا نہیں۔ آج اسے ہر چیز سے دلچسپی ہو رہی تھی ـــــ بذاتِ خود اُن چیزوں سے بھی اور جس انداز سے اُن کا مذاق اڑایا جا رہا تھا اس سے بھی۔

"آہا، وہ موسیو دے کوئی آئے!" ماتیلد نے کہا۔ "آج اپنے نقلی بال اتار کے آئے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی قابلیت کے بل پر ناظم بننے کے خواب دیکھ رہے ہوں؟ آج ان کا گنجا سر کھلا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں ایک سے ایک بلند خیال بھرا پڑا ہے۔"

"یہ صاحب ساری دنیا سے واقف ہیں"، مارکوئس دکروازنوا نے کہا۔ "یہ میرے چچا اُسقف صاحب کے پاس بھی آتے ہیں۔ یہ اپنے ہر دوست سے کوئی نہ کوئی جھوٹ

سالہا سال تک بول سکتے ہیں اور ان کے دو تین سو دوست ہیں۔ انہیں دوستی گانٹھنا خوب آتا ہے۔ اس بات میں انہیں کمال حاصل ہے۔ ان کا حلیہ تو جاڑوں میں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے، صبح سات بجے کیچڑ میں لت پت کسی دوست کے دروازے پر کھڑے ہیں۔

"کبھی کبھی یہ حضرت لڑ بھی پڑتے ہیں اور جھگڑا جاری رکھنے کے لئے سات آٹھ خط لکھتے ہیں۔ پھر من جاتے ہیں اور سات آٹھ خط محبت جتانے کے لئے بھیجتے ہیں لیکن ان کا اصلی ہنر یہ ہے کہ ایماندار بن کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں تو صاف گو اور مخلص آدمی ہوں، دل میں کوئی بات نہیں رکھتا۔ کسی سے کوئی کام کرانا ہو تو یہ ان کی خاص ترکیب ہے۔ میرے چچا کے ایک نائب بادشاہت کے قیام کے بعد سے موسیو دے کوئلی کی زندگی کے حالات بڑے مزے سے سناتے ہیں۔ میں کسی دن انہیں یہاں لاؤں گا۔"

"ہُنہ، میں ایسی باتیں سننا ہی نہیں چاہتا۔ یہ تو چھوٹے چھوٹے لوگوں کا پیشہ ہوتا ہے" کاؤنٹ دے کے نے کہا۔

"موسیو دے کوئلی کا نام تاریخ میں یادگار رہے گا" مارکوئس دکردا نے کہا "بادشاہت کے قیام میں پادری دپراآت، موسیو تالی راں اور موسیو پوزو دی بورگو کے ساتھ وہ بھی شریک تھے۔"

"ان حضرت کا لاکھوں آدمیوں سے سابقہ پڑا ہے۔" نوربیر نے کہا "پتہ نہیں یہ والد صاحب کے طعنے تشنے سننے کے لئے آتے کیوں ہیں۔ بعض دفعہ تو وہ بھی غضب کرتے ہیں۔ ابھی دو ایک دن کی بات ہے۔ میز کے اس کنارے سے پکار کے بولے۔ کہو بھئی دے کوئلی، تم نے اپنے دوستوں سے کتنی بار دغا کی ہے"

"لیکن کیا یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے لوگوں سے دغا کی ہے؟" مادموازیل ولاموٓل نے کہا۔" آخر یہ حرکت کس نے نہیں کی؟"

"ارے!" کاؤنٹ دکے لو نورتبر نے بولا۔" مشہور آزاد خیال موسیو سیں کلیئر بھی یہاں موجود ہیں۔ یہ کیسے تشریف لائے؟ میں ذرا جا کے انہیں چھیڑتا ہوں۔ ان کی باتیں تو سنوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہت تیز آدمی ہیں۔"

"لیکن تمہاری والدہ نے انہیں یہاں آنے کی اجازت کیسے دی؟" موسیو دکرواز نوا نے کہا۔" ان کے خیالات تو بڑے جوشیلے، بڑے انتہا پسندانہ اور بڑے جمہوری قسم کے ہیں۔ . . . ."

"دیکھو، دیکھو" مادموازیل دلاموٓل بولی۔" ذرا اپنے آزاد خیال کو دیکھو۔ موسیو نے کول کے سامنے زمین تک جھکے جا رہے ہیں اور ان کا ہاتھ پکڑ رہے ہیں۔ میں تو سمجھی کہ ہونٹوں سے لگالیں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ نے کول کا اثر رسوخ جتنا ہم سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ہے۔" موسیو دکرواز نوا نے بیچ میں کہا۔

"سیں کلیئر کے یہاں آنے کا منشا یہ ہے کہ اکادمی کی رکنیت حاصل ہو جائے" نورتبیر بولا۔" کرواز نوا، دیکھو وہ بیرن ل—— کو جھک کے سلام کر رہے ہیں۔"

"اس سے تو اگر گھٹنوں کے بل ہی جھک جاتیں تو شاید ایسے اینچ نہ لگیں" موسیو دلوز نے کہا۔

نورتبیر بولا—" عزیز سوریل، تم ذہین آدمی ہو، مگر پہاڑوں سے آ رہے ہو، دیکھو، تم لوگوں کے سامنے اس طرح نہ جھکنا جیسے یہ عظیم شاعر جھک رہا ہے۔ خدا

سامنے بھی نہیں"۔

"لو، وہ ذہین آدمی آئے۔ موسیو لا بارون باتوں"۔ مادموازیل دلاموّل نے اس خادم کی سی آواز بناتے ہوئے کہا جس نے ابھی بیرن کی آمد کا اعلان کیا تھا۔

"میرے خیال میں آپ کے نوکر تک ان پر ہنستے ہیں۔ کیسا عجیب نام ہے، بارون باتوں!" موسیو دکے لو نے کہا۔

ماتیلڈ نے فوراً جواب دیا۔ "ابھی دو ایک دن ہوئے یہ ہم سے کہہ رہے تھے کہ نام میں کیا رکھا ہے۔ ڈیوک دبوئی اون کا نام پہلی دفعہ پکارا جائے تو وہ بھی ایسا ہی لگے گا، رہا میں تو لوگوں کو ذرا میرے نام کی عادت پڑ جائے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

ژولیاں اس صوفے کے پاس والے حلقے سے باہر نکل آیا۔ وہ اس قسم کے ہلکے پھلکے تمسخر کی لطافتوں سے ابھی پوری طرح واقف نہ تھا۔ کسی فقرے پر ہنسنے سے پہلے وہ ضروری سمجھتا تھا کہ اس کی بنیاد عقل پر ہو۔ ان نوجوانوں کی باتوں میں اُسے ہر چیز کی مذمت کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آیا اور یہ بات اُسے پسند نہ آئی۔ اس کے اندر قصباتیوں یا انگریزوں کی سی چھوٹی نیکی تھی۔ چنانچہ اسے ان باتوں میں رشک و حسد کی جھلک دکھائی دی۔ مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط تھا۔

وہ دل میں بولا ۔۔۔ "میں نے دیکھا ہے کہ کاؤنٹ نوربیر اپنے کرنل کو بیس سطر کا خط لکھ رہا ہو تو تین تین دفعہ از سر نو لکھتا ہے۔ اگر وہ موسیو سیں کلیئر کی طرح ایک صفحہ بھی لکھ سکے تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہے"۔

وہ ادھر سے اُدھر پھرنے لگا۔ چونکہ وہ کوئی اہم آدمی تو تھا نہیں۔ اس لئے کسی نے

بھی دھیان نہ کیا۔ وہ باری باری مختلف گروہوں کے قریب گیا خصوصاً وہ بارون بالون کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا، مگر ذرا فاصلے سے۔ وہ اس کی باتیں سننا چاہتا تھا۔ یہ طبّاع آدمی کچھ مضطرب سا معلوم ہوتا تھا۔ ژولیاں نے دیکھا کہ جب اُسے تین چار پھڑکتے ہوئے فقرے سوجھ گئے تو اس کی حالت ذرا سنبھلی۔ ژولیاں کو ایسا معلوم ہوا کہ اس قسم کی بذلہ سنجی کو اپنا جوہر دکھانے کے لئے کافی جگہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

بیرن سے چٹکلے نہیں چھوڑے جاتے تھے۔ اپنے جوہر دکھانے کے لئے اُسے چھ چھ سطروں کے چار جملوں کی ضرورت پڑتی تھی۔

"یہ شخص باتیں نہیں کرتا۔ کتاب لکھتا ہے"۔ ژولیاں کی کمر کے پیچھے کسی نے کہا۔ اس نے مڑ کے دیکھا اور جب اُس نے کاؤنٹ شال وے کا نام سُنا تو خوشی کے مارے اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ یہ اپنے زمانے کا سب سے تیز آدمی تھا۔ ژولیاں نے "سینٹ ہلینا کے واقعات" اور نپولین کے لکھوائے ہوئے تاریخی ٹکڑوں میں اس کا نام اکثر دیکھا تھا۔ کاؤنٹ شال وے گفتگو میں بڑے اختصار سے کام لیتا تھا۔ اس کی باتوں میں گہرائی اور تیزی ہوتی تھی اور ایک ایک جملہ کانٹے کی تول تُلا ہوا، اور اثر میں بجلی کی طرح ہوتا تھا۔ اگر وہ سیاسی معاملات کے بارے میں کچھ کہتا تو لوگ فوراً دیکھ لیتے کہ بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ اس کی بحث میں خیال آرائی نہیں، بلکہ حقائق ہوتے اور اس کی باتیں سننے میں ایک خاص لطف آتا۔ مگر سیاسی معاملات میں وہ بالکل بے دھڑک واقع ہوا تھا اور اسے کسی پر اعتبار نہیں تھا۔

"میں تو بالکل آزاد آدمی ہوں"۔ وہ کسی آدمی سے کہہ رہا تھا جو تین تمغے لگائے ہوئے تھا اور جسے وہ شاید اُلّو بنا رہا تھا۔ "یہ کیا ضروری ہے کہ میری آج بھی

وہی رائے ہو جو دو مہینے پہلے تھی ؛ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ میں اپنی رائے کا غلام بن کے رہ گیا۔"

چار سنجیدہ نوجوان اس کے پاس ہی کھڑے تھے۔ وہ یہ بات سن کر منہ بنانے لگے۔ اس قسم کے لوگوں کو ہنسوڑپن اچھا نہیں لگتا۔ کاؤنٹ سمجھ گیا کہ میں حد سے آگے بڑھ گیا خوش قسمتی سے اسے موسیو بالآں نظر آ گیا جس نے ایمانداری کو ایک پیشہ بنا رکھا تھا کاؤنٹ اس سے باتیں کرنے لگا۔ لوگوں نے دیکھا کہ اب بچارے بالآں کی کم بختی آئی تو وہ وہاں آ کر جمع ہو گئے۔ حالانکہ موسیو بالآں بڑا بدصورت تھا۔ مگر شروع میں دنیا کے خلاف جدوجہد کرنے کے بعد جس کا بیان ذرا مشکل کام ہے۔ اس نے اخلاق اور اخلاقیات کی مدد سے ایک بڑی مالدار بیوہ سے شادی کر لی جو مر گئی۔ پھر ایک دوسری بڑی مالدار بیوہ ہاتھ آ گئی جو گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ وہ بڑے صبر و رضا کے ساتھ ساٹھ ہزار لیور کی آمدنی پر قانع تھا، اور اس کے یہاں بھی چاپلوسوں کا جھمگٹا لگتا تھا۔ کاؤنٹ شال تیرے نے اس کے سامنے ان سب باتوں کا ذکر بڑی بے رحمی سے کیا۔ ذرا کے ذرا میں کوئی تیس آدمی ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے۔ ہر آدمی مسکرا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ سنجیدہ نوجوان بھی جن سے ہمارے زمانے کی امیدیں وابستہ ہیں۔

"یہ شخص موسیو دلا مول کے گھر نقلِ محفل بن جاتا ہے تو پھر آخر یہاں آتا ہی کیوں ہے ؟" ژولیاں نے سوچا۔ وہ یہ بات معلوم کرنے کے لئے پادری پی رار کی طرف بڑھا۔

موسیو بالآں کمرے سے چلا گیا۔

"بہت خوب !" نوربیر بولا۔" والد کا ایک جاسوس تو گیا۔ بس اب ایک وہ

بونا اپاہج ناچتے رہ گیا۔"

"کہیں اس معمے کا یہی تو حل نہیں ہے؟" ژولیاں نے دل میں کہا۔ "لیکن پھر مارکوئس موسیو بالاآں کو اپنے یہاں بلاتا ہی کیوں ہے؟"

سخت مزاج پادری پی رار ایک کونے میں بیٹھا تھا اور خادموں کو نئے ناموں کا اعلان کرتے سن کر منہ بنا رہا تھا۔

"یہ تو ایک اچھا خاصا اڈّا ہے" وہ کہہ رہا تھا۔ "جو آرہا ہے وہ بدمعاش ہے۔"

اصل میں سخت مزاج پادری اونچے طبقے کے امتیازی نشانات سے واقف نہیں تھا۔ لیکن اپنے ژاں سینسٹ دوستوں کی مدد سے پی رار کو اُن لوگوں کا بالکل صحیح اندازہ ہو گیا تھا جو دبوان خانوں میں اپنی انتہائی چالاکی کے ذریعے پہنچتے ہیں جس سے تمام سیاسی جماعتیں بیک وقت فائدہ اٹھاتی ہیں یا پھر بے ایمانی سے کمائی ہوئی دولت کے ذریعے۔ اُس رات وہ کئی منٹ تک ژولیاں کے مضطرب سوالوں کا جواب اس طرح دیتا رہا جیسے اس کا دل بھرا ہوا ہو۔ لیکن پھر ایک دم سے رک گیا۔ اسے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی کہ میں دوسروں کی برائی کر رہا ہوں اور مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو رہا ہے۔ ایک تو وہ ژاں سینسٹ فرقے کا تھا۔ اوپر سے مزاج کا چڑچڑا۔ پھر ساتھ ہی ساتھ عیسوی قسم کی فراخ دلی کو اپنا فرض سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ایک مسلسل کشمکش بن کے رہ گئی تھی۔

"یہ پادری پی رار کتنا بدصورت ہے!" ژولیاں دوبارہ صوفے کے پاس آیا تو مادموازیل دہ لامول نے کہا۔

ژولیاں کو بڑی جھنجلاہٹ ہوئی، مگر وہ واقعی ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اس میں کوئی شک

نہیں کہ اس کمرے میں سب سے ایماندار آدمی موسیو پی رآ رہی تھا۔ لیکن اس وقت اس کے داغ دار چہرے نے جو ضمیر کی اذیت کے سبب اور بھی مسخ ہو گیا تھا۔ پادری کو بہت ہی بد ہیئت بنا دیا تھا۔ ژد لیاں نے دل میں کہا" اس کے بعد مجھے آدمی کی صورت پر نہیں جانا چاہیئے۔ اس وقت پادری کا ضمیر اسے کسی گناہ پر ملامت کر رہا ہے مگر وہ اتنا بد شکل لگتا ہے۔ دوسری طرف ہر آدمی جانتا ہے کہ ناپیئے جاسوس ہے۔ مگر اس کے چہرے سے بے داغ اور پر سکون خوشی ٹپک رہی ہے۔" مگر بہرحال پادری نے اپنی جماعت کے ساتھ بڑی رعایت ملحوظ رکھی تھی۔ اس نے ایک خادم ساتھ لے لیا تھا اور اچھے خاصے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔

ژد لیاں نے دیوان خانے میں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ لوگوں کی آنکھیں ایک دم سے دروازے کی طرف اٹھ گئیں اور باتیں بند ہو گئیں۔ ایک خادم نے مشہور و معروف بیرن دتولی کے نام کا اعلان کر دیا۔ جس کا ذکر حالیہ انتخابات کے بعد سے ہر طرف ہو رہا تھا۔ ژد لیاں نے آگے بڑھ کر اسے اچھی طرح دیکھا۔ بیرن کسی حلقے میں رائے شماری کے لیے تعینات ہوا تھا۔ اسے بڑی دور کی سوجھی، اور ایک خاص جماعت کے حق میں جتنی پرچیاں پڑی تھیں۔ انہیں غائب کر دیا۔ ان کے بدلے اس نے دوسری پرچیاں رکھ دیں جن پر اس کی پسند کے آدمی کا نام لکھا تھا۔ بعض رائے دینے والوں نے یہ فیصلہ کن چال تاڑلی اور فوراً بیرن دتولی کو مبارک باد دینے جا پہنچے۔ یہ قابلِ قدر انسان اس عظیم معرکے کے بعد سے ابھی تک زرد ہو رہا تھا، بدطینت لوگوں نے ابھی سے قید کا حکم لگا دیا تھا۔ موسیو دلاموَل نے اس کا استقبال بڑی سرد مہری سے کیا۔ بچارا بیران جلدی سے کھسک گیا۔

"یہ حضرت ہمیں اتنی جلدی چھوڑ کے چل دیئے۔ شاید موسیو کونت کے یہاں گئے ہیں"
کاؤنٹ شال ؔوے نے کہا۔ لوگ ہنس پڑے (کونت ایک مشہور بازی گر تھا)
ایک وزیر کی جگہ خالی تھی اور اس کے لئے موسیو دلاموَل کا نام لیا جا رہا تھا۔ چنانچہ
آج اس کے دیوان خانے میں امرا کا جمگھٹ تھا جو خاموش کھڑے تھے۔ ایک سے
ایک بڑا سازشی آئے چلا جا رہا تھا۔ ان میں زیادہ تر لوگ بہت بدنام ہو چکے تھے۔ مگر
تھے سب کے سب بڑے ہوشیار۔ اس ہجوم کے درمیان نوجوان تالؔ بو آج پہلی دفعہ
اپنے جوہر طبع دکھا رہا تھا۔ ابھی اس میں فہم و ادراک کی تیزی نہیں آئی تھی مگر جیسا ابھی
آپ دیکھ لیں گے۔ وہ اس کمی کو زورِ بیان سے پورا کر رہا تھا۔

"اس آدمی کو دس سال کے لئے جیل کیوں نہیں بھیجتے؟" ژولیاں اس گروہ کے
پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا۔ "سانپوں کو تو تہ خانے میں بند کر کے رکھنا چاہئے۔ ان
کا تو اندھیرے ہی میں مرنا اچھا۔ ورنہ زہر پھیل پھیل کے اور خطرناک بن جاتا ہے۔ اس پر
سو اشرفیاں جرمانے کرنے سے کیا فائدہ؟ وہ غریب ہے تو اور بھی ٹھیک ہے۔ جرمانہ
تو اس کی جماعت ادا کر دے گی۔ ہونا تو یوں چاہئے کہ پانچ سو فرانک جرمانہ اور
کال کوٹھڑی میں دس سال قید۔"

"خدایا! یہ کون ایسا خوفناک آدمی ہے جس کی باتیں ہو رہی ہیں؟" ژولیاں نے
اپنے ساتھی کے زوردار لہجے اور بیخ سی حرکات وسکنات پر تعجب کرتے ہوئے
سوچا۔ مجلس کے رُکن کے چہیتے بھتیجے کا مکڑا اسمٹا سا چہرہ اس وقت باتیں کرتے
ہوئے بڑا بدنما لگ رہا تھا۔ ژولیاں کو فوراً ہی پتہ چل گیا کہ جس آدمی کا ذکر ہو رہا
تھا۔ وہ اس زمانے کا سب سے بڑا شاعر تھا (یعنی بے راں ژے)

"وحشی کہیں کا!" ژولیاں نے تقریباً زور سے ہی کہہ دیا اور جوش کے مارے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے "بے ایمان، میں تجھے ان باتوں کا مزا چکھاؤں گا"

وہ دل میں کہنے لگا ـــــ "یہ لوگ اُس جماعت کے کاسہ لیس ہیں جس کے سرداروں میں سے ایک موسیو دلاَمول ہے! اور یہ بے ایمان جس ممتاز ہستی کی برائی کر رہا ہے اگر وہ شخص اپنے آپ کو میں یہ تو نہیں کہتا کہ موسیو دنروال کی سے جان وزارت کے ہاتھ، لیکن جو اچھے خاصے ایماندار وزیر آنے جاتے رہتے ہیں۔ اُن میں سے کسی کے ہاتھ بیچ دیتا تو اس نے نہ معلوم کتنے تمغے اور کتنی ملازمتیں حاصل کر لی ہوتیں؟"

پادری پی رار نے ژولیاں کو اشارے سے بلایا۔ موسیو دلاَمول نے ابھی ابھی اس سے کوئی بات کہی تھی۔ ژولیاں اس وقت نظریں نیچی کئے ایک اسقف کا رونا جھینکنا سن رہا تھا۔ آخر جب اسے چھٹکارا ملا اور وہ اپنے دوست کے پاس پہنچا۔ تو دیکھا کہ اُسے وہ منحوس تانؔ بو گھیرے کھڑا ہے۔ چونکہ ژولیاں پر عنایتیں پادری ہی کی وجہ سے ہو رہی تھیں۔ اس لئے گویا پادری سے خار کھاتا تھا اور اس وقت اس کی چاپلوسی کرنے آیا تھا۔

"موت ہمیں نجاست کے اس ڈھیر سے کب چھٹکارا دلائے گی؟" اس وقت یہ کم ظرف ادیب بڑی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ان الفاظ میں لارڈ ہالینڈ کا ذکر کر رہا تھا۔ اس میں خاص خوبی یہ تھی۔ کہ اسے آج کل کے ممتاز آدمیوں کی سوانح عمریوں سے پوری واقفیت تھی، اور اس وقت وہ اُن لوگوں کا سرسری جائزہ لے رہا تھا۔ جو انگلستان کے نئے بادشاہ کے عہدِ حکومت میں اقتدار حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

پادری پی رآر برابر والے کمرے میں چلا گیا، اور ژولیاں بھی پیچھے پیچھے وہیں پہنچا۔

"مارکوئس کو لکھنے والے پسند نہیں۔ میں تمہیں آگاہ کیئے دیتا ہوں۔ اسے اگر کسی سے چڑ ہے تو ان لوگوں سے۔ تم سے ہو سکے تو لاطینی، یونانی، مصریوں کی تاریخ، ایرانیوں کی تاریخ جو جی چاہے سیکھو۔ وہ تمہیں عالم سمجھے گا۔ تمہاری سرپرستی کرے گا۔ ہر طرح خیال رکھے گا۔ لیکن فرانسیسی میں ایک صفحہ بھی نہ لکھنا خصوصاً ایسے سنجیدہ موضوعات پر جو تمہاری سماجی حیثیت سے بلند تر ہیں۔ اگر تم نے یہ حرکت کی تو وہ تمہیں "منشی جی" کہنے لگے گا۔ اور تم سے چڑ جائے گا۔ ایک نواب کے محل میں رہتے ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈیوک دکاستری نے دولمبر اور دوالاں بیر کے متعلق کیا کہا تھا؟ اس قسم کے لوگ باتیں تو دنیا بھر کی بناتے ہیں، لیکن آمدنی پوچھو تو سال میں ہزار اشرفی بھی نہیں۔"

ژولیاں نے دل میں کہا ــــ "دارالعلوم کی طرح یہاں بھی ہر بات کا پتہ چل جاتا ہے!" اس نے نو دس صفحے خاصے پُر زور انداز میں لکھے تھے۔ یہ گویا بڈھے سرجن میجر کی شان میں ایک تاریخی قصیدہ تھا۔ جس نے ژولیاں کے بقول اُسے آدمی بنایا تھا۔ "میں نے تو اس چھوٹی سی کاپی کو ہمیشہ تالے میں رکھا ہے۔" اس نے اوپر جا کے وہ مسودہ جلا دیا، اور دیوان خانے میں واپس آگیا۔ وہ ذلیل بدمعاش لوگ جا چکے تھے، اور اب صرف امرا باقی رہ گئے تھے۔

خادم ایک میز اندر لے آئے تھے۔ جس پر کھانا چنا چنایا رکھا تھا۔ اس میز کے گرد سات آٹھ عورتیں بیٹھی تھیں جو بہت عالی نسب، بڑی دین دار، بڑی

پُر تصنع تھیں، اور جن کی عمریں تیس اور پینتیس سال کے درمیان ہوں گی۔ مارشل دفرواگ کی بذلہ سنج بیوی اتنی دیر میں آنے کی معافی مانگتے ہوئے اندر داخل ہوئی رات آدھی سے زیادہ جا چکی تھی۔ وہ مادام دلاموّل کے برابر بیٹھ گئی۔ ژدلیاں کے دل میں ہلچل سی مچ گئی۔ اُس کی آنکھیں اور اُس کا انداز دیکھ کر ژولیاں کو مادام دو ریناّل یاد آگئی۔

مادموازیل دلاموّل کے گرد اب بھی خاصے آدمی جمع تھے۔ وہ اور اس کے دوست بدنصیب کاؤنٹ دتاّلے کا مذاق اڑا رہے تھے۔ وہ اس مشہور یہودی کا اکلوتا بیٹا تھا جس نے عوام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بادشاہوں کو روپیہ قرض دے کر دولت کمائی تھی؛ اور اس بات میں نام پیدا کیا تھا۔ یہودی حال ہی میں مرا تھا اور بیٹے کے لئے ورثے میں ایک لاکھ اشرفی ماہوار کی آمدنی اور افسوس کہ ایسا نام چھوڑ گیا تھا جس سے لوگ اچھی طرح واقف تھے! جس آدمی کی حیثیت اتنی عجیب وغریب ہو اس کے لئے ضروری تھا کہ یا تو وہ بالکل سیدھا سادا ہو۔ یا پھر اس میں قوتِ ارادی بڑی زبردست ہو۔ بدقسمتی سے کاؤنٹ نیک دل آدمی تھا اور خوشامدیوں نے اسے طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔

موسیو دکے لو کہہ رہا تھا کہ سنا ہے۔ انہوں نے مادموازیل دلاموّل سے شادی کرنے کی ٹھان لی ہے (مارکوئس دکرواز نوا بھی جو ایک ڈیوک کا بیٹا اور ایک لاکھ لیور کی جائداد کا وارث تھا۔ اس کی خدمت میں عرضِ نیاز کر رہا تھا)

"ارے، اس بچارے پر کسی ارادے کا الزام کیوں لگاتے ہو" نوربیر نے اس طرح کہا جیسے بچارے پر رحم آرہا ہے۔

اس بچارے کاؤنٹ دتانے میں خامی یہ تھی کہ وہ کسی بات کا پکا ارادہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لحاظ سے وہ بادشاہ بڑا اچھا رہتا۔ صلاح مشورہ تو وہ ہر وقت اور ہر آدمی سے کرتا رہتا۔ لیکن کسی مشورے پر پوری طرح عمل کرنے کی ہمت اس میں نہ تھی۔

مادموازیل دلاتول نے کہا ——" ان کی تو شکل ہی دیکھ کے میں نہال ہو جاتی "۔

اس کے چہرے پر ایک عجیب قسم کا اضطراب اور مایوسی برستی تھی۔ لیکن وقتاً فوقتاً اپنی اہمیت کا احساس بھی پھوٹ پڑتا، اور ساتھ ہی ساتھ لہجے میں بھی وہ ترشی آجاتی جو فرانس کے سب سے مالدار آدمی کے لہجے میں ہونی چاہیئے۔ خصوصاً اگر وہ ایسا بدشکل نہ ہو اور عمر بھی چھتیس سال سے کم ہو۔ موسیو دکروازنوا بولا ——" یہ گستاخ تو ہیں۔ مگر بزدل بھی "۔ کاؤنٹ دکے لو، نورتبیر اور دو تین دوسرے مونچھوں والے نوجوان جی بھر کے اس کا مذاق اڑاتے رہے اور اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر ایک بجے اسے چھٹی ملی۔

" ایسے موسم میں تم نے اپنے عرب گھوڑوں کو باہر کھڑا کر رکھا ہے ؟ "

" نہیں، یہ میں نے نئے گھوڑے لئے ہیں جو اتنے گراں نہیں پڑے "۔ موسیو دتلے نے جواب دیا۔" بائیں طرف والا گھوڑا پانچ ہزار فرانک کا ہے اور دائیں طرف والا سو لوئی کا۔ لیکن یقین مانو کہ دائیں طرف والا گھوڑا بس رات کو نکلتا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ دوسرے گھوڑے کے برابر ہی تیز دوڑتا ہے "۔

نورتبیر کی بات سن کر کاؤنٹ نے سوچا کہ میری جیسی حیثیت کے آدمی کے لئے

ضروری ہے کہ اُسے گھوڑوں سے بڑی محبّت ہو، اور اپنے گھوڑوں کو بارش میں نہ بھیگنے دے۔ چنانچہ وہ رخصت ہو گیا، اور دوسرے لوگوں نے بھی ہنستے ہوئے اجازت چاہی۔

زولیاں نے زینے پر سے اُن کے ہنسنے کی آواز سُنی تو دل میں کہا— "یعنی اس وقت مجھے ایک ایسے آدمی کو دیکھنے کا موقع ملا ہے جو ہر اعتبار سے میرا انضاد ہے۔ میری آمدنی میں تو ئی بھی نہیں، اور میں ایک ایسے آدمی کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا تھا جس کی آمدنی میں تو ئی فی گھنٹہ ہے، اور پھر بھی لوگ اُس کا مذاق اڑا رہے تھے . . . ایسا منظر دیکھنے کے بعد آدمی کے دل میں رشک وحسد باقی نہیں رہتا۔"

پانچواں باب

احساس مندی اور ایک دین دار خاتون

یہ لوگ بے رنگ باتوں کے ایسے عادی ہو چکے ہیں کہ جس خیال میں ذرا سا بھی زور ہو وہ انہیں بدتمیزی کی بات معلوم ہوتی ہے۔ جو شخص سوچ سوچ کر اچھے اچھے فقرے بولتا ہے اُس کی خیر نہیں۔

فوبلا

جس دن محل کے داروغہ نے اسے تیسری سہ ماہی دی۔ ژولیاں کئی مہینے کی آزمائشوں کے بعد اس منزل تک پہنچ چکا تھا۔ موسیو دلا مول نے اسے برٹنی اور نورمنڈی کی زمینوں کے انتظام کی نگرانی پر مقرر کر دیا تھا۔ وہ ان علاقوں میں اکثر جایا کرتا۔ اس کا خاص فریضہ یہ تھا کہ پادری فری لیئر والے مشہور مقدمے کے سلسلے میں جتنی خط و کتابت ہوتی تھی۔ وہ سب اس کے سپرد تھی۔ موسیو پی رآر نے اُسے ضروری ہدایتیں دے دی تھیں۔

موسیو دلا مول کے پاس جو ہر قسم کے کاغذات آتے۔ وہ اُن کے حاشیے پر مختصر نوٹ لکھ دیا کرتا۔ جن کی مدد سے ژولیاں جوابی خط تیار کرتا، اور تقریباً سبھی پر دستخط ہو جایا کرتے۔

دینیات کے مدرسے میں اس کے معلموں کو شکایت تھی۔ کہ وہ محنت نہیں کرتا۔ مگر بہرحال وہ اسے اپنے ممتاز ترین شاگردوں میں گنتے تھے۔ دیہات سے تو وہ سُرخ سفید رنگ لے کر آیا تھا۔ لیکن چونکہ اسے اپنے حوصلوں میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے وہ مختلف قسم کے فرائض بڑے جوش اور تن دہی سے سرانجام دیتا۔ اس محنت و مشقت میں اُس کے چہرے کی تازگی ختم ہو گئی۔ لیکن اُس کے ساتھی طالب علموں کی نظر میں یہ بے زردی بھی ایک خوبی بن گئی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ یہ لوگ نہ تو ایسے کینہ توز ہیں اور نہ روپیہ کے سامنے اس طرح جھکتے ہیں جیسے بساں تسوں کے طالب علم۔ اُدھر وہ لوگ اُسے تپ دق کا شکار سمجھتے تھے۔ مارکوسس نے اسے ایک گھوڑا دے رکھا تھا۔

اس ڈر سے کہ وہ لوگ کہیں اسے گھوڑے پر سواری کرتے نہ دیکھ لیں۔ اس نے اُن سے کہہ رکھا تھا کہ ڈاکٹر نے میرے لئے یہ ورزش تجویز کی ہے۔ پادری پی رآر اُسے کئی ژاں سینسنت لوگوں کے یہاں لے گیا تھا۔ اُن لوگوں کو دیکھ کر ژولیاں حیران و ششدر رہ گیا۔ مذہب کا تصور اس کے ذہن میں ریاکاری اور زرپرستی سے اس بری طرح وابستہ تھا کہ دونوں کو الگ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے ان دیندار اور سخت مزاج لوگوں کو بڑی تحسین کی نظروں سے دیکھا۔ جنہیں مال و دولت سے مطلق دلچسپی نہ تھی۔ ان میں سے کئی آدمیوں کو ژولیاں سے ایک لگاؤ ہو گیا اور وہ اسے مشورے دینے لگے۔ اب اُسے ایک بالکل نئی دنیا نظر آ رہی تھی۔ انہیں لوگوں کے درمیان اس کی ملاقات ایک کاؤنٹ آلتمامیرا سے ہوئی۔ یہ ایک چھ فٹ کا لمبا تڑنگا، آزاد خیال آدمی تھا جسے اپنے مُلک میں موت کی سزا ہو گئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی وہ پکا کیتھلک بھی تھا۔ آزادی کی محبت اور مذہب کا یہ عجیب و غریب امتزاج دیکھ کر ژولیاں بڑا متاثر ہوا۔

نوجوان کاؤنٹ کے دل میں ژولیاں کی اب وہ جگہ نہیں رہی تھی۔ نوربیر نے دیکھا تھا کہ یہ میرے بعض دوستوں کی فقرے بازی کا جواب ترکی بترکی دینے لگا۔ ژولیاں سے دو ایک حرکتیں آداب کے خلاف سرزد ہوئیں تو اس نے عہد کر لیا تھا کہ اب میں تو مادموازیل ماتیلد سے کبھی مخاطب نہیں ہوں گا۔ یوں تو محل میں ہر آدمی اس کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتا تھا لیکن وہ محسوس کرتا تھا کہ میں ان لوگوں کی نظروں میں گر چکا ہوں۔ اس کی قصباتی سمجھ بوجھ نے اسے بتایا کہ یہ "قدر کھودیتا ہے ہر روز کا آنا جانا" والا معاملہ ہوا ہے۔

شاید اب اس کی بصیرت پہلے کی بہ نسبت بڑھ گئی تھی۔ یا پھر یہ بات ہو کہ شروع میں تو پیرس کی شہریت سے مسحور ہو گیا تھا۔ لیکن اب یہ چیز نہ رہی تھی۔

اپنا کام ختم کرتے ہی وہ سخت بے کیفی کا شکار ہو جاتا۔ جو شائستگی اونچے طبقوں کی امتیازی خصوصیت ہے۔ وہ اپنی جگہ بڑی اچھی چیز ہے۔ لیکن آدمی آدمی کی حیثیت کے مطابق اس میں درجہ بدرجہ تبدیلی ہوتی چلتی ہے۔ یہ بجھی بجھی سی کیفیت اسی کا نتیجہ تھا۔ جو آدمی ذرا بھی حساس ہو وہ اس بناوٹ کو فوراً پہچان جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قصباتیوں پر ابتذال یا ناشائستگی کا الزام لگایا جا سکتا ہے لیکن بات کا جواب دیتے ہوئے وہ تھوڑی سی گرم جوشی تو دکھاتے ہیں۔ موسیو دلامول کے محل میں ژولیاں کے پندار کو ٹھیس لگنے کا موقع کبھی نہ آتا تھا۔ لیکن اپنا کام ختم کرنے کے بعد جب وہ شمعدان لے کر برابر والے کمرے میں جاتا تو اکثر اس کا جی چاہنے لگتا کہ رو پڑوں۔ قصبات میں اگر کسی ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے وقت کوئی حادثہ پیش آجائے تو خادم آپ سے دلچسپی کا اظہار تو کرتا ہے اور اگر کہیں اس حادثے میں کوئی ایسی بات

بھی شامل ہو جس سے آپ کے پندار کو ٹھیس لگ سکے تو وہ مزاج پرسی کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی لفظ اس قسم کا بھی کہتا رہے گا کہ آپ تلملا اُٹھیں۔ پیرس میں لوگ آپ کا اتنا لحاظ کریں گے کہ آپ پر ہنسنے سے پہلے مُنہ دوسری طرف پھیر لیں گے۔ لیکن آپ اُن کے لئے رہیں گے اجنبی ہی۔

ہم ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر چھوڑے دیتے ہیں جو لوگوں کو اس پر ہنسواتیں۔ لیکن ایک معنی میں وہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اس پر ہنسا جائے۔ اسے اپنی حرکات و سکنات کا احساس ہر وقت رہتا اور اس جنون میں اُس سے ہزاروں غلطیاں سرزد ہوتیں۔ اس کی تفریحات بھی ایک طرح کی پیش بندی تھیں وہ روز نشانے کی مشق کرتا، اور اس کا شمار شمشیر زنی کے مشہور ترین استادوں کے سب سے ہونہار شاگردوں میں ہوتا تھا۔ ایک لمحے کی بھی فرصت ملتی تو وہ پہلے کی طرح کتاب لے کر بیٹھ جانے کے بجائے سیدھا سواری کے مدرسے جاتا اور سب سے کڑوے قسم کے گھوڑے مانگتا۔ سواری سکھانے والے کے ساتھ چلتے ہوئے وہ ہر دفعہ پچھی کھاتا تھا۔

اس کی محنت، اس کی خاموش طبعی اور اس کی ذہانت کی وجہ سے مارکوئس نے اسے بالکل اپنے مطلب کا آدمی پایا اور آہستہ آہستہ جتنے پیچیدہ معاملات تھے وہ سب اس کے سپرد کر دیئے۔ اس کی جاہ طلبی اُسے کبھی مہلت دیتی تو مارکوئس اپنے کاروباری معاملات خاصی ہوشیاری سے سرانجام دیتا۔ چونکہ وہ ایسی جگہ تھا جہاں اُسے تازہ ترین خبریں بڑی آسانی سے مل جاتی تھیں۔ اس لئے وہ سٹہ بڑی کامیابی کے ساتھ کھیلتا تھا۔ وہ مکان اور جنگل کی لکڑی خریدتا رہتا۔ مگر برا بڑی جلدی مان جاتا تھا۔ یوں تو وہ سینکڑوں اشرفیاں لٹا دیتا مگر دو چار سو فرانک کے لئے کچہری میں چڑھ دوڑتا۔ مالدار لوگ جن کے خیالات بلند ہوں، ذاتی کاروبا

میں تفریحِ طبع کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، نتائج کی پروا نہیں کرتے۔ مارکوئس کو ایک ایسے مختارِ عام کی ضرورت تھی جو اس کے سارے مالی معاملات کو اس طرح ترتیب دے دے کہ وہ آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔

گو مادام دلاموَل بڑی لئے دیئے رہتی تھی مگر بعض اوقات وہ ژرولیاں کا مذاق اڑایا کرتی۔ جو بات غیر متوقع ہو وہ احساس مندی سے پیدا ہوتی ہے اور ایسی باتوں سے بلند مرتبہ خواتین سخت نفرت کرتی ہیں۔ کیونکہ رسمی آداب سے ان کا کوئی میل نہیں۔ مارکوئس نے دو تین دفعہ ژرولیاں کی حمایت کی ـــــ "تمہارے دیوان خانے میں تو وہ ضرور مہمل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دفتر میں اس کا جواب نہیں"۔ رہا ژرولیاں، تو وہ سمجھتا تھا کہ میں نے بیگم صاحب کا راز بھانپ لیا ہے۔ بیرن دلا ژرومات کے نام کا اعلان ہوتے ہی مادام دلاموَل کو کسی چیز سے دلچسپی باقی نہ رہتی تھی۔ یہ ایک برف مزاج آدمی تھا جس کے چہرے پر کوئی جذبہ، کوئی کیفیت نظر نہ آتی تھی۔ وہ چھوٹے قد کا منحنی اور بدصورت تھا مگر کپڑے بہت نفیس پہنتا تھا۔ اس کا سارا وقت یہیں محل میں گزرتا اور عام طور سے کسی چیز کے بارے میں بھی اس کی کوئی رائے نہ ہوتی۔ اس کا اندازِ نظر یہی تھا۔ اگر مادام دلاموَل اس کا گھٹ جوڑ اپنی بیٹی سے کر دیتی تو عمر میں پہلی دفعہ اسے شدید قسم کی خوشی حاصل ہوتی۔

چھٹا باب

تلفظ

اُن کی زندگی کا زبردست مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی روزانہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات پر سکون کے ساتھ غور کیا کریں۔ وہ اسنے عقل مند ہیں کہ جن چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ بھڑک اٹھیں گے یا جن واقعات کو افواہیں کچھ سے کچھ بنا دیں گی انہیں پہلے ہی سے دیکھ لیتے ہیں۔

گرایئوس

ژولیاں ایک تو یہاں نو وارد تھا، پھر اپنے غرور کی وجہ سے اوروں سے کوئی بات نہ پوچھتا تھا۔ اس کے باوجود اُس سے کوئی بڑی حماقتیں سرزد نہیں ہوئیں۔ ایک دن ریوسیں اور نورے میں اُسے اچانک بارش آجانے کی وجہ سے ایک ریسٹورنٹ میں پناہ لینی پڑی۔ وہاں ایک لمبے تڑنگے آدمی نے جو کھال کا کوٹ پہنے ہوئے تھا اس کی غزدہ نظروں پر متعجب ہو کر اس کی طرف بالکل اُسی انداز سے تکنا شروع کر دیا جیسے مدت ہوئی بساں سوں میں مادموازیل اماں دا کے عاشق نے اسے گھورا تھا۔

ژولیاں اکثر اپنے آپ کو لعنت ملامت کرتا رہا تھا کہ میں نے اُس توہین کا بدلہ کیوں

نہ لیا۔ اس مرتبہ وہ اس حرکت کو بھلا کیسے برداشت کرتا۔ اُس نے فوراً ٹوکا۔ لمبے کوٹ والے آدمی نے اُسے مغلظات سنانی شروع کر دیں۔ ریسٹورنٹ میں جتنے آدمی تھے سب ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے۔ راہ گیر دروازے کے باہر آکھڑے ہوئے قصباتیوں کی طرح ژدبیاں بھی احتیاطاً جیب میں پستول رکھتا تھا۔ اس نے اضطراری طور پر جیب میں ہاتھ ڈال کے پستول پکڑ لیا۔ تاہم اس نے سمجھ داری سے کام لیا اور بات یہیں تک رکھی کہ اپنے حریف سے بار بار کہنے لگا ــــ "جناب! اپنا پتہ بتائیے۔ مجھے آپ سے سخت نفرت ہے۔"

ان الفاظ کی ایسی تکرار سے ہجوم پر بڑا رعب پڑا۔

"قسم خدا کی، یہ دوسرا آدمی جو اپنے آپ سے باتیں کئے چلا جا رہا ہے، اسے لازم آتا ہے کہ اپنا پتہ بتائے۔" کوٹ والے آدمی نے جب یہ فیصلہ بار بار سُنا تو اپنے ملاقاتی کارڈ مٹھی بھر کے ژدبیاں کے منہ پر دے مارے۔ خوش قسمتی سے ایک بھی کارڈ اُس کے نہ لگا۔ اس نے عہد کر رکھا تھا کہ پستول سے صرف اسی وقت کام لوں گا جب کوئی مجھے ہاتھ لگائے گا۔ وہ آدمی چل دیا، مگر بار بار مڑ کے ژدبیاں کو مُکا دکھاتا اور گالیاں دیتا رہا۔

ژدبیاں پسینے میں نہا گیا تھا۔ وہ بگڑ کر دل میں بولا ــــ "یعنی رذیل سے رذیل آدمی مجھے اتنا برانگیختہ کر سکتا ہے۔ اپنے اس احساس کو کس طرح ختم کروں جس کے ہاتھوں مجھے اتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے؟"

وہ چاہتا تھا کہ اگر لڑنا ہی ہے تو یہ کام فوراً کر گزروں۔ لیکن ایک بڑی مشکل تھی۔ پیرس جیسے زبردست شہر میں وہ اپنا ساتھی کہاں سے لائے؟ یوں واقفیت تو

اس نے بہت سے آدمیوں سے پیدا کی تھی۔ مگر پانچ چھ ہفتے بعد سب اس سے الگ ہو جاتے تھے۔ وہ سوچنے لگا۔ "میں بڑا کم آمیز ہوں اور اب مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔" آخر اسے خیال آیا کہ لیئے واں سے رجوع کروں۔ یہ نمبر ۹۶ رجمنٹ کا پنشن یافتہ لفٹنٹ تھا اور بالکل مفلوک الحال۔ ژرولیاں اس کے ساتھ شمشیر زنی کی مشق کیا کرتا تھا اور اس سے بے تکلفی بھی تھی۔

لیئے واں بولا۔ "میں بڑی خوشی سے تمہارے ساتھ چلوں گا۔ مگر ایک شرط ہے۔ اگر تم نے اس آدمی کو زخمی نہ کیا تو میں مجھ سے لڑنا پڑے گا۔"

"منظور"۔ ژرولیاں نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر کہا اور وہ کارڈ والے پنتے پرموسیو بوو آزی کو ڈھونڈنے فوبورسیں ژرمین چل دیئے۔

اس وقت صبح کے سات بجے تھے۔ جب اس نے اندر اطلاع کرائی تو اس وقت ژرولیاں کو خیال آیا کہ شاید یہ مادام درینال کا وہ نوجوان رشتے دار ہے جو پہلے روم یا نیپلز میں سفارت خانے سے متعلق تھا اور جس نے اس گانے والے ژرے رونیمو کو تعارفی خط دیا تھا۔

ژرولیاں نے لمبے تڑنگے خادم کو ایک تو اپنا کارڈ دیا تھا اور دوسرے ان کارڈوں میں سے ایک جو کل اس کے منہ پر مارے گئے تھے۔

ژرولیاں اور اس کے ساتھی کو پورے پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ آخر انہیں ایک بڑے نفیس اور سجے سجائے کمرے میں بلایا گیا۔ وہاں انہیں ایک دراز قد نوجوان ملا۔ جس نے نارنجی اور سفید رنگ کا ڈریسنگ گاؤن پہن رکھا تھا اور جو اپنے حلیئے سے بالکل گڑیا کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ یونانی حسن کا نمونہ تھا جس میں ہر چیز مکمل ہوتی ہے لیکن

کوئی چیز امتیازی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس کا سر بے انتہا تپلا تھا اور حسین سنہرے بال اہرامی شکل میں اوپر اُٹھے ہوئے تھے۔ ان میں بڑی احتیاط سے گھونگر ڈالے گئے تھے اور ایک بال بھی دوسروں سے الگ نہیں تھا۔ لفٹیننٹ نے دل میں کہا ــــ "یہ ملعون اپنے بالوں کی فکر میں پڑا ہوا ہے۔ انہیں کی خاطر اس نے ہمیں اتنی دیر سکھایا"۔ اس کا ڈور رنگا ڈریسنگ گاؤن صبح کا پتلون، یہاں تک کہ کڑھی ہوئی سلیپریں، غرض ہر چیز نہایت موزوں، نہایت باقاعدہ اور صاف ستھری تھی۔ اُس کا چہرہ امیرانہ اور خالی خالی سا تھا۔ اُس کی شکل ہی سے پتہ چلتا تھا کہ یا تو اس کے ذہن میں خیالات آتے ہی نہیں یا پھر آتے ہیں تو رسمی قسم کے۔ غرض اس میں نیک نیت آدمی کی ساری علامتیں موجود تھیں ـــ سنجیدگی کی تُہمات، غیر متوقع باتوں اور تمسخر کا ڈر ـــ

ژرلیاں کو اس کے لفٹیننٹ نے بتایا تھا کہ بدتمیزی کے ساتھ منہ پر کارڈ پھینک کے مارنے کے بعد اتنی دیر انتظار کرانا ایک مزید توہین ہے۔ چنانچہ وہ اکڑتا اینٹھتا موسیو دبو دوازی کے سامنے پہنچا۔ اس کا ارادہ تھا کہ گستاخی دکھاؤں۔ لیکن ساتھ ساتھ وہ اپنی شائستگی اور خوش تمیزی کا بھی اظہار کرنا چاہتا تھا۔

وہ موسیو دبو دوازی کی شائستگی اور ملائمت سے، اس کے انداز سے جس میں تکلف، اہمیت اور خود اطمینانی سب بیک وقت موجود تھے۔ اس کے چاروں طرف ہر چیز کی نفاست سے اتنا متاثر ہوا کہ یک بیک جھجکنے میں بدتمیزی سے پیش آنے کا خیال اُس کے ذہن سے غائب ہو گیا۔ یہ وہ کل والا آدمی بھی نہیں تھا جس مبتذل آدمی سے رسٹورنٹ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس کی جگہ اتنی ممتاز ہستی کو دیکھ کر وہ ایسا بھونچکا ہوا کہ سمجھ ہی میں نہ آیا کہ کہوں کیا۔ جو کارڈ اس کے منہ پر مارے گئے تھے انہیں میں سے ایک اس نے

پیش کر دیا۔

"یہ میرا ہی نام ہے"۔ فلیش ایبل آدمی بولا۔ صبح سات بجے ژولیاں کو سیاہ کوٹ پہنے دیکھ کر اس کے دل میں احترام کا جذبہ پیدا نہ ہو سکا۔ "لیکن میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ اعزاز . . . . "

اس نے یہ آخری الفاظ جس طرح ادا کئے اس سے ژولیاں کی برہمی تھوڑی بہت پھر بیدار ہو گئی۔

"جناب، میں آپ سے لڑنے آیا ہوں"۔ اور اس نے جلدی جلدی سارا قصہ سنایا۔

موسیو شارل وبو واآزی نے ژولیاں کے سیاہ کوٹ کی تراش پر تھوڑی دیر غور کیا اور اسے اطمینان بخش پایا۔ وہ خاموشی سے اس کی باتیں سنتے ہوئے دل میں بولا۔ "یہ کوٹ استوب کے یہاں سلا ہوا ہے، صاف ظاہر ہے۔ واسکٹ سے خوش مذاقی ٹپکتی ہے، اور جوتے بھی قاعدے کے ہیں لیکن دوسری طرف صبح سویرے یہ سیاہ کوٹ پہننا کیا معنی! . . . شاید گولی روکنے کے لئے ہوگا"۔

یہ باتیں معلوم کر لینے کے بعد اس نے پھر بڑے اخلاق سے پیش آنا شروع کر دیا اور ژولیاں سے برابر والوں کی طرح بات کرنے لگا۔ بحث کافی دیر تک جاری رہی۔ بات ہی ایسی نازک تھی لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ژولیاں اپنی آنکھوں کی گواہی کو رد نہ کر سکا۔ یہ شائستہ نوجوان اس بدتمیز آدمی سے ذرا بھی مماثلت نہ رکھتا تھا۔ جس نے پرسوں اس کی توہین کی تھی۔

ژولیاں کا یہاں سے جانے کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔ وہ بات بڑھائے چلا گیا۔ اس نے

دیکھا کہ شوا لیئے دبووآزی اپنے آپ میں بُری طرح مگن ہے (ژولیاں نے جو اُسے بار بار سیدھے سادے طریقے سے "موسیو" کہا تو اُسے بُرا سا لگا اور اس نے اپنا ذکر کرتے ہوئے یہ خطاب استعمال کیا)

اُسے دبووآزی کی سنجیدگی بہت پسند آئی جس میں تھوڑی سی خود پسندی اور حماقت تو ضرور شامل تھی۔ مگر جو لمحے بھر کے لئے بھی اس سے الگ نہ ہوتی تھی۔ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس کی زبان کچھ اس طرح ہلتی تھی کہ ژولیاں کو بڑا تعجب ہوا۔ . . . لیکن بہرحال ان سب چیزوں میں ذرا سی بات بھی ایسی نہ تھی۔ جس کے سبب اس سے جھگڑا مول لیا جائے۔

آخر سفارت خانے کا یہ افسر بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ لڑنے کو راضی ہو گیا لیکن نمبر ۹۶ رجمنٹ کے پنشن یافتہ لفٹنٹ نے جو گھنٹے بھر سے ٹانگیں الگ الگ کئے، ہاتھ کولھوں پر رکھے اور کہنیاں باہر نکالے بیٹھا تھا، فیصلہ کیا کہ میرا دوست موسیو سوریل اس قسم کا آدمی ہی نہیں کہ جرمنوں کی طرح دوسرے آدمی سے محض اس لئے لڑ پڑے کہ اس کے ملاقاتی کارڈ کسی نے چرا لئے تھے۔

ژولیاں بڑی بدمزگی کے عالم میں وہاں سے نکلا۔ شولیئے کی گاڑی باہر صحن میں سیڑھیوں کے پاس اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اتفاقاً ژولیاں نے نظریں اوپر اٹھائیں تو دیکھا کہ کل والا آدمی تو یہ کوچوان ہے۔

ژولیاں نے اسے دیکھتے ہی اس کے کوٹ کا دامن پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا اور سڑا سڑ چابک اڑانے شروع کر دیئے۔ دو نوکروں نے اپنے ساتھی کو بچانے کی کوشش کی۔ ژولیاں کے دو ایک لگتے لگے۔ اس نے فوراً جیب سے پستول نکال کے ان پر

داغ دیا۔ نوکر اڑ لیئے۔ یہ سب ایک منٹ کے اندر ہو گیا۔

شوالیئے دبو وآزی اپنے امیرانہ لہجے میں "کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" کہتا بڑی دل کش سنجیدگی کے ساتھ آہستہ آہستہ نیچے اترا۔ ظاہر ہے کہ اُسے تجسس تو ہو رہا تھا مگر اس کی افسرانہ شان اُسے دلچسپی کا اظہار کرنے نہ دے رہی تھی۔ جب اسے پتہ چل گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ اس وقت بھی اُس کے چہرے پر تمکنت اور اس ہلکے سے تمسخر آمیز سکون کی جنگ جاری رہی جو ایک بڑے افسر کے چہرے پر ہر وقت موجود ہونی چاہیئے۔

لفٹننٹ سمجھ گیا کہ موسیو دبو وآزی لڑنے کی فکر میں ہے۔ اس نے مصلحتاً یہ مناسب سمجھا کہ پہل اب بھی میرے دوست کی جانب سے ہو اور اس کا یہ امتیاز برقرار رہے چنانچہ وہ بولا "اب تو لڑائی کی ایک مناسب وجہ بھی موجود ہے۔" افسر نے جواب دیا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے۔"

وہ اپنے ملازموں سے بولے "آج سے میں نے اس بدمعاش کو الگ کیا۔ گاڑی چلانے کے لیئے کسی اور کو بلا لو۔" نوکروں نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ شوالیئے نے اصرار کیا کہ ژدلیاں اور اس کا دوست پہلے بیٹھیں۔ اب وہ موسیو دبو وآزی کے ایک دوست کو ڈھونڈنے چلے جس نے ایک خاموش سی جگہ تجویز کی۔ اس طرف جاتے ہوئے بڑی اچھی اچھی باتیں ہوئیں۔ اگر کوئی انوکھی بات تھی تو یہ کہ سفارت خانے کا افسر شب خوابی کے لباس میں تھا۔

ژدلیاں سوچنے لگا "یہ لوگ ہیں تو سب سے اونچے طبقے کے، لیکن موسیو دلامول کے یہاں آنے والوں کی طرح ان سے اکتاہٹ نہیں ہوتی۔" پھر لمحے بھر بعد بولا

"ہیں اس کی وجہ بھی سمجھ گیا۔ یہ لوگ گندی باتیں کرتے ہوئے جھینپتے نہیں"۔ اس وقت اُن ناچنے والیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ جن کی کل رات تھیٹر میں بڑی تعریف ہوئی تھی۔ دونوں رئیس اپنی باتوں میں اُن چٹپٹے واقعات کی طرف اشارے کرتے جاتے تھے۔ جن سے ژولیاں اور اس کا ساتھی لفٹننٹ بالکل بے خبر تھے۔ ژولیاں نے ان باتوں سے واقفیت جتانے کی حماقت نہیں کی، بلکہ نہایت شائستگی سے اپنی لاعلمی کا اعتراف کر لیا۔ شوالیئے کے دوست کو یہ صاف گوئی بہت پسند آئی۔ اس نے یہ واقعات پوری تفصیل کے ساتھ اور بڑے مزے دار انداز میں ژولیاں کو سنائے۔

ایک بات پر تو ژولیاں کے تعجب کی کوئی حد نہ رہی۔ ایک مذہبی جلوس کے سلسلے میں سڑک کے بیچوں بیچ چبوترا بنایا جا رہا تھا جس کی وجہ سے گاڑی کو لمحے بھر کے لئے رکنا پڑا۔ دونوں رئیسوں نے فقرے بازی شروع کر دی۔ اُن کے خیال میں اس علاقے کا پادری ایک اسقف کا بیٹا تھا۔ مارکوئس دلاموُل کے یہاں جو ڈیوک بننا چاہتا تھا۔ ایسی بات کہنے کی ہمت کسی کو نہیں ہو سکتی تھی۔

ڈوئیل ایک لمحے کے اندر ختم ہو گئی۔ ژولیاں کے بازو میں گولی لگی۔ انہوں نے فوراً اپنے رومال لے کر اس کے بازو پر باندھ دیئے۔ رومالوں کو پہلے برانڈی میں بھگو لیا تھا اور شوالیئے دبووازی نے بڑے اخلاق سے کہا کہ ہم جس گاڑی میں آئے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو اُسی میں آپ کو گھر پہنچا دیں۔ جب ژولیاں نے مارکوئس دلاموُل کے محل کا پتہ دیا تو نوجوان افسر اور اس کے دوست نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہا۔ ژولیاں کی بھی گاڑی کھڑی تھی، مگر اسے ان دونوں کی باتیں اپنے مشفق لفٹننٹ کی باتوں سے کہیں زیادہ دلچسپ معلوم ہو رہی

"ہیں! ڈوئیل بس یہی ہوتی ہے"، ژولیاں سوچنے لگا۔ "یہ بڑا اچھا ہوا کہ وہ کوچوان مجھے پھر مل گیا۔ اگر مجھے یہ توہین دوبارہ کسی ریسٹورنٹ میں برداشت کرنی پڑتی تو کیسی بری بات ہوتی!"
وہ دلچسپ گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ اب ژولیاں کی سمجھ میں آیا کہ کسی سفارت خانے کے کسی افسر کی دوستی بھی کام کی چیز ہے۔

ژولیاں دل میں کہنے لگا ـــ "تو یہ ضروری نہیں کہ اونچے طبقے والوں کی گفتگو بے رنگ اور بے کیف ہی ہو! یہ لوگ مذہبی جلوس کا مذاق اڑاتے ہیں اور بڑے بڑے گندے واقعات مزے لے لے کر اور پوری تفصیلات کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اگر ان میں کسی بات کی کمی ہے تو یہ کہ سیاسی معاملات میں عقل سے کام نہیں لے سکتے۔ لیکن یہ کمی اُن کے لب لہجے کی نفاست اور اندازِ بیان کی موزونیت سے پوری ہو جاتی ہے"۔ ژولیاں کا دل ان لوگوں کی طرف کھنچنے سا لگا۔ "میرا جی چاہتا ہے کہ ان دونوں سے اکثر ملنا ہو!"

جب یہ لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے تو شوالیئے و بوُوازی فوراً معلومات فراہم کرنے چل دیا۔ اس نے جو باتیں سُنیں وہ ایسی امید افزا نہیں تھیں۔ اسے اپنے حریف سے ملاقات بڑھانے کی بڑی خواہش تھی۔ کیا اس سے ملنے جانا مناسب تھا؟ اسے دو چار باتیں معلوم ہوئیں۔ وہ کچھ ہمت افزا نہ نکلیں۔

"یہ تو بڑی بری بات ہوئی!" وہ اپنے دوست سے بولا۔ "میں لوگوں کے سامنے کبھی نہیں قبول سکتا کہ موسیو ولاموَل کے ایک معمولی سکرٹری سے ڈوئیل لڑا ہوں اور وہ بھی اتنی سی بات پر کہ ایک کوچوان نے میرے ملاقاتی کارڈ چرا لئے تھے!"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔ لوگوں کو ہنسنے کا موقع تو ضرور ملتا ہے"۔

اسی روز شام کو شوالیئے و بوُوازی نے ہر جگہ یہ خبر اڑا دی کہ یہ موسیو سورِیل (جو اتفاق

سے ویسے بھی بڑا دل کش نوجوان تھا) مارکوئس دلاموِل کے ایک گہرے دوست کی ناجائز اولاد ہے۔ افواہ بڑی آسانی سے پھیل گئی۔ جب یہ بات لوگوں نے پوری طرح تسلیم کر لی۔ تو نوجوان افسر اور اس کا دوست دونوں ازراہِ نوازش کئی دفعہ ژدلیاں کو دیکھنے کے لئے گئے جو پندرہ دن تک بستر پر پڑا رہا۔ ژدلیاں نے اُن کے سامنے اعتراف کیا کہ میں عمر بھر میں ایک دفعہ بھی اوپیرا نہیں گیا۔

"توبہ! تم بھی کیا آدمی ہو!" وہ لوگ بولے۔ "اور جانے کی کونسی جگہ ہے؟ پہلی دفعہ اوپیرا جا رہے ہو تو "کونت اوری" دیکھو۔"

اوپیرا میں شوالیئے دبووآزی نے اُسے مشہور گانے والے ژرے رونیمو سے ملایا جس کی اُن دنوں دھوم مچی ہوئی تھی۔

ژدلیاں تو شوالیئے کی درباداری سی کرنے لگا۔ عزتِ نفس، ایک پراسرار قسم کی شان اور لڑکوں کی سی سادہ دلی کے امتزاج نے اُسے گرویدہ بنا لیا تھا۔ مثلاً شوالیئے تھوڑا سا ہکلاتا تھا۔ کیونکہ اُسے اکثر ایک بہت بڑے نواب کی خدمت میں حاضر رہنے کی عزت نصیب ہوتی تھی۔ جن میں یہی کمزوری تھی۔ ژدلیاں نے ایک آدمی کے اندر ان دو چیزوں کا میل کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔ ایک طرف تو ایسی مہمل حرکتیں جن پر ہر وقت ہنسی آئے، دوسری طرف وہ نفاست اور سلیقہ کہ ایک غریب قصباتی کے لئے اس کی تقلید لازمی ہو۔

وہ اوپیرا میں اکثر شوالیئے دبووآزی کے ساتھ نظر آتا تھا۔ ان دونوں کے تعلقات کی وجہ سے اونچے طبقے میں بھی اُس کا ذکر ہونے لگا۔

ایک دن موسیو دلاموِل اُس سے بولا۔ "کہیئے جناب! تو گویا آپ فرانش کونتے کے ایک رئیس اور میرے گہرے دوست کی ناجائز اولاد ہیں!"

ژویاں نے یہ بتانا چاہا کہ اس افواہ کے پھیلانے میں میرا کوئی دخل نہیں مگر مارکوئس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"موسیو دیو دو آزی کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ایک بڑھئی کے بیٹے سے ڈوئیل لڑی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے، مجھے معلوم ہے"۔ موسیو دلاموٓل نے کہا۔ "یہ افواہ میرے مطلب کی چیز ہے۔ اب اسے قابلِ قبول بنانا میرا کام ہے۔ لیکن آپ سے میری ایک درخواست ہے اس میں آپ کا آدھ گھنٹے سے زیادہ خرچ نہیں ہوگا جس دن اوپیرا جانا ہو، ہر دفعہ ساڑھے گیارہ بجے جس وقت بڑے بڑے لوگ باہر نکل رہے ہوں ڈیوڑھی میں جا کر کھڑے ہو جائیے مجھے آپ کے اندر اب بھی بعض دفعہ قصباتی انداز نظر آتے ہیں۔ ان سے پیچھا چھڑائیے۔ اس کے علاوہ اگر آپ اہم شخصیتوں کی کم سے کم صورت ہی پہچان جائیں تو اس میں آپ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ممکن ہے کسی دن مجھے آپ کو ان لوگوں کے پاس بھیجنا پڑے۔ ذرا ٹکٹ گھر میں بھی جائیے تاکہ وہ لوگ بھی آپ کو پہچان لیں۔ انہوں نے آپ کا نام تو اپنی فہرست میں لکھ لیا ہے۔"

ساتواں باب

گٹھیا کا دورہ

اور مجھے ترقی مل گئی۔ اپنی لیاقت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لئے کہ میرے آنتاکر گٹھیا ہو گئی تھی۔

برتولوتی

اس بے تکلفانہ اور قریب دوستانہ لب و لہجے پر شاید ہمارے ناظرین کو حیرت ہوگی۔ ہم یہ بتانا بھول گئے کہ چھ ہفتے سے مارکوئس گٹھیا کے دورے کی وجہ سے گھر کے اندر بند پڑا تھا۔

مادموازیل دلاموُل اور اس کی ماں دونوں مارکوئس کی ماں سے ملنے ائی آئیرگئی ہوئی تھیں۔ کاؤنٹ نوربیر باپ کے پاس دو چار منٹ کے لئے آتا تھا۔ اُن کے تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ لیکن ایک دوسرے سے کہنے کی کوئی بات اُن کے پاس نہ تھی۔ مارکوئس دلاموُل کے لئے بس ژدلیاں ہی ژدلیاں رہ گیا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ ژدلیاں کے دماغ میں خیالات بھی ہیں۔ وہ اس سے اخبار پڑھوا کر سُنا کرتا۔ نوجوان سکرٹری کو دلچسپ چیزوں کا انتخاب کرنا بھی بڑی جلدی آگیا۔ ایک نیا اخبار نکلا

تھا جس سے مارکوئس کو بڑی نفرت تھی۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ میں اسے کبھی نہیں پڑھوں گا اور وہ روز اس کا ذکر کیا کرتا تھا۔ ژولیاں اس پر دل ہی دل میں ہنستا اور اسے حیرت ہوتی۔ کہ کسی خیال کے خلاف با اقتدار لوگوں کی مدافعت کتنی کمزور ہوتی ہے۔ اتنے بڑے آدمی کی بھی صحبت خاص میں کئی شامیں گزارنے کے بعد اُسے ڈر ہو چلا تھا کہ میری سرد مزاجی ختم ہو کے رہ جائے گی۔ لیکن مارکوئس کی اس کمزوری نے ژولیاں کو اپنی یہ خوبی برقرار رکھنے میں بڑی مدد دی۔ مارکوئس اپنے زمانے سے اتنا خفا تھا کہ اس نے ژولیاں سے لاطینی مصنف لوی کی کتاب پڑھوا کر سُنی۔ ژولیاں فوراً کے فوراً ترجمہ بھی کرجاتا تھا۔ اس سے مارکوئس بہت محظوظ ہوا۔

ایک دن مارکوئس حد سے بڑھی ہوئی خوش اخلاقی کے اسی لہجے میں جس سے ژولیاں اکثر چڑ جاتا تھا، کہنے لگا ——

"اچھا، میری طرف سے ایک نیلا کوٹ تحفے میں قبول کر لیجئے۔ جب آپ مناسب سمجھیں اسے پہن کر میرے پاس آئیے۔ میں آپ کو کاؤنٹ دِرتیز کا چھوٹا بھائی، یعنی اپنے پرانے دوست ڈیوک دِرتیز کی اولاد سمجھوں گا۔"

ژولیاں کی پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ تماشہ کیا ہے۔ بہر حال اسی روز شام کو وہ نیلا کوٹ پہن کر مارکوئس کے پاس پہنچا۔ مارکوئس نے اس سے بالکل برابر والوں کا سا سلوک کیا۔ ژولیاں میں اتنا خلوص تو تھا کہ وہ سچی خوش اخلاقی کی قدر کر سکے لیکن اس خوبی کے لطیف اور نازک پہلو اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ لیکن مارکوئس کو یہ نئی لہر آنے سے پہلے وہ قسم کھا کے کہہ سکتا تھا کہ اب یہ مجھ سے اور زیادہ عزت کے ساتھ پیش نہیں آسکتا۔ ژولیاں دل میں بولا "یہ کیسا ذہین آدمی ہے!" جب وہ چلنے لگا تو مارکوئس نے معافی مانگی کہ

میں گھٹیا کی وجہ سے دروازے تک آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔

ژدیاں کے دماغ میں ایک عجیب سا خیال گڑ کے رہ گیا اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ میرا مذاق تو نہیں اڑا رہا تھا۔ وہ پادری پی رار سے صلاح لینے گیا مگر اس میں وہ شائستگی نہیں تھی جو مارکوئس میں تھی۔ پی رار جواب دینے کے بجائے سیٹی بجانے لگا، اور کوئی دوسری بات شروع کر دی۔

اگلے دن صبح کو ژدلیاں اپنا بستہ اور دستخط کے لیئے کاغذات سنبھالے اور کالا کوٹ پہنے مارکوئس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا استقبال پرانے طریقے سے ہوا۔ لیکن شام کو جب وہ نیلے کوٹ میں پہنچا تو انداز بالکل بدلا ہوا تھا اور مارکوئس اتنی ہی خوش اخلاقی سے پیش آیا جیسے کل شام کو۔

مارکوئس کہنے لگا ــــ "چونکہ آپ کو ایک بچارے بیمار بڈھے سے اتنی دلچسپی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اسے دیکھنے چلے آتے ہیں۔ اس لئے آپ کو چاہیئے کہ اُسے اپنی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات سنائیں، لیکن پوری صاف گوئی کے ساتھ اور کسی بات کا لحاظ کئے بغیر۔ البتہ یہ خیال رہے کہ قصہ صاف اور سلجھے ہوتے انداز میں اور دلچسپ طریقے سے بیان ہو۔ کیونکہ آدمی کے لئے تفریحِ طبع ضروری ہے۔ زندگی میں یہی تو ایک اصلی چیز ہے کوئی آدمی یہ تو نہیں کر سکتا کہ روزانہ میدانِ جنگ میں میری جان بچایا کرے یا لاکھوں روپے روزانہ میری خدمت میں پیش کیا کرے۔ لیکن اگر روارول میرے بستر کے پاس موجود ہوتا تو روزانہ کم سے کم گھنٹے بھر کے لیئے تو میری اکتاہٹ اور میرا درد کچھ کم ہو جایا کرتا۔ جلاوطنی کے زمانے میں میری اس سے ہیمبرگ میں بڑی ملاقاتیں رہی ہیں۔"

اور مارکوئس نے ژدلیاں کو بہت سے قصے سنائے کہ ہیمبرگ والوں کے ساتھ

رو آرول کی کیسی گزری۔ کسی لطیفے کا مطلب سمجھنے کے لئے وہاں چار چار آدمی ایک ساتھ مل کر زور لگاتے تھے۔

اس نوجوان راہب کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی ہی نہ تھا جو موسیو دلاموٹ کے پاس بیٹھے لہٰذا اس نے چاہا کہ اسی میں تھوڑی سی زندہ دلی پیدا کروں۔ اس نے ژدلیاں کے پندار کو تھوڑی سی ٹھیس پہنچادی۔ ژدلیاں سے صاف گوئی برتنے کے لئے کہا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ارادہ کرلیا کہ میں اپنی ساری کہانی سُنا دوں گا، بس دو باتیں چھپاؤں گا۔۔۔ ایک تو اس آدمی سے اپنی مجنونانہ عقیدت جس کا نام سنتے ہی مارکوئس بگڑ اٹھتا ہے، دوسرے اپنی مکمل بے اعتقادی جو ایک ہونے والے پادری کے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ وہ شوالئے دبو وو آزی والا واقعہ بالکل ٹھیک موقع پر پیش آیا۔ نوجوان نے ریسٹورنٹ میں اُسے جس طرح مغلظات سنائی تھیں اس کا حال سُن کر مارکوئس ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ آقا اور ملازم کے تعلقات میں یہ دور مکمل بے تکلفی کا تھا۔

موسیو دلاموٹ کو اس عجیب وغریب کردار سے بڑی دلچسپی ہوگئی۔ شروع شروع میں تو اپنے تفننِ طبع کی خاطر اُس نے ژدلیاں کی بے ہنگم باتوں سے لطف لیا۔ پھر زندگی کے بارے میں اس نوجوان کے غلط نقطۂ نظر کو بڑی نرمی کے ساتھ درست کرنے میں زیادہ مزا آنے لگا۔ مارکوئس سوچا کرتا۔۔۔ "قصبات سے جو لوگ پیرس آتے ہیں وہ ہر چیز کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ لڑکا ہر چیز سے نفرت کرتا ہے۔ ان لوگوں میں مصنوعی جذبات بہت ہوتے ہیں۔ اس میں یہ بات بالکل ہے ہی نہیں۔ اور جو لوگ خود احمق ہیں وہ اسے احمق سمجھتے ہیں۔"

جاڑے کی وجہ سے گٹھیا کا دورہ طوالت پکڑ گیا، اور کئی مہینے جاری رہا۔

مارکوئس دل میں کہتا تھا ـــــ "آدمی کو تو اچھے کتے سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ اگر مجھے اس نوجوان راہب سے لگاؤ ہو گیا ہے تو اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ یہ بالکل انوکھی قسم کا آدمی ہے۔ میں اس سے بیٹے کا سا برتاؤ کرتا ہوں۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے! اگر یہ مذاق اسی طرح جاری رہا تو مجھے اپنے وصیت نامے میں اس کے نام کوئی پانچ سو اشرفی کی مالیت کا ہیرا لکھنا پڑے گا۔"

مارکوئس کو ایک دفعہ اس آدمی کے کردار کی پختگی کا اندازہ ہو گیا تو وہ روز کوئی نہ کوئی نیا کام اُس کے سپرد کرنے لگا۔

ژولیاں کو یہ دیکھ کر بڑی گھبراہٹ ہوئی کہ بعض دفعہ یہ رئیسِ اعظم ایک ہی معاملے میں بالکل متضاد قسم کی ہدایات دیتا ہے۔

اس میں خطرہ یہ تھا کہ وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ ژولیاں جب مارکوئس کے پاس کام کرنے کے لئے آتا تو ہر دفعہ ایک ڈائری ساتھ لاتا جس میں مارکوئس کے احکامات لکھ کر نیچے اُس کے دستخط کرا لیتا۔ ژولیاں نے ایک کلرک بھی رکھ لیا تھا جو ہر کام سے متعلق ایک خاص رجسٹر میں یہ احکامات نقل کر لیتا۔ اسی رجسٹر میں سارے خطوں کی نقلیں بھی رہتی تھیں۔

شروع میں تو یہ خیال بہت ہی مہمل اور بیزار کن معلوم ہوا۔ لیکن دو مہینے سے بھی کم کے عرصے میں مارکوئس کو اس کے فوائد کا اندازہ ہو گیا۔ ژولیاں نے تجویز پیش کی کہ بینک سے کسی کلرک کو بلا کر ملازم رکھ لیا جائے جو اُن زمینوں کی آمدنی اور خرچ کا حساب باقاعدہ درج کرے جن کا انتظام اُس کے سپرد تھا۔

ان سب ترکیبوں سے مارکوئس کو اپنی مالی حالت کا اتنا صحیح اندازہ ہو گیا کہ اس نے

دلال کی مدد کے بغیر ہی جو اس کی جیب کاٹتا رہا تھا، دو تین سنہرے کاروبار شروع کر دیئے۔
ایک دن اس نے اپنے نوجوان وزیر سے کہا۔ "تین ہزار فرانک تم لے لو۔"
"لیکن حضور، لوگ مجھے بدنام کریں گے۔"
"پھر تم کیا چاہتے ہو؟" مارکوئس نے جھنجلا کر کہا۔
"میری درخواست ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے رجسٹر میں لکھ دیں کہ تین ہزار فرانک مجھے انعام میں دیئے گئے۔ اس کے علاوہ حساب کتاب باقاعدہ رکھنے کا خیال تو پہلے موسیو پی رار کو آیا تھا۔" مارکوئس نے بڑی بدمزگی کے ساتھ یہ فیصلہ درج کر دیا۔
جب شام کو ژولیاں نیلا کوٹ پہن کر آتا تو کاروباری باتیں بالکل نہ ہوتیں۔ ہمارے ہیرو کے پندار کو بڑی جلدی ٹھیس لگ جاتی تھی لیکن مارکوئس کی عنائتیں اُس کے پندار کے لئے بھی ایسی تسلی بخش تھیں کہ تھوڑے ہی دن میں ژولیاں کو اپنی طبیعت کے باوجود اس خوش دل بڈھے سے ایک لگاؤ سا ہو گیا۔ پیرس میں اس لفظ کے جو معنی ہیں اس کے لحاظ سے ژولیاں حساس نہیں تھا۔ لیکن وہ بالکل جانور بھی نہ تھا اور بڈھے سرجن میجر کے مرنے کے بعد کسی نے بھی اُس سے اتنی مہربانی کے ساتھ بات نہیں کی تھی بلکہ اسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اپنی خوش اخلاقی میں مارکوئس اُس کی عزّتِ نفس کا اتنا لحاظ رکھتا ہے کہ سرجن میجر کبھی نہیں رکھتا تھا۔ آخر اُسے یہ بھی احساس ہوا کہ مارکوئس کو اپنی نوابی پر بھی اتنا فخر نہیں۔ جتنا سرجن میجر کو اپنے تمغے کے اوپر تھا۔ مارکوئس ایک بہت بڑے نواب کا بیٹا تھا۔
ایک دن صبح کو جب ژولیاں کاروباری سلسلے میں کالا کوٹ پہن کر آیا تھا، کام ختم ہو چکا تھا تو مارکوئس اس کی کسی بات پر بڑا محظوظ ہوا اور اسے دو گھنٹے کے لئے روک

دیا۔ اُس کا دلّال اسٹاک ایکسچینج سے ابھی کچھ نوٹ لے کر آیا تھا۔ اس نے مٹھی بھر نوٹ اٹھائے اور ژولیاں سے اصرار کرنے لگا کہ انہیں قبول کر لو۔

"حضور، آپ کا ادب کرنا میرا فرض ہے۔ اگر گستاخی نہ ہو تو کچھ عرض کروں۔"

"بولو، بولو۔"

"اگر حضور مجھے اس سے معاف ہی فرمائیں تو آپ کا کرم ہو گا۔ یہ بخشش کالے کوٹ والے آدمی پہ نہیں ہو رہی۔ اگر اس نے اسے قبول کر لیا تو پھر نیلے کوٹ والا آدمی وہ بے تکلفی نہیں برت سکے گا جو حضور گوارا فرما لیتے ہیں۔" اس نے ادب سے جھک کر سلام کیا اور ادھر ادھر دیکھے بغیر کمرے سے چلا گیا۔

اس رویے سے مارکوئس اور بھی خوش ہُوا، اور شام کو یہ قصہ پادری پی رار کو سنایا۔

"پادری صاحب، ایک ایسی بات ہے جسے آپ کے سامنے قبولنا ہی پڑ رہا ہے مجھے معلوم ہے کہ ژولیاں اصل میں کس کا بیٹا ہے۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ یہ بات صیغۂ راز میں نہ رکھیں۔"

مارکوئس نے دل میں کہا ——"آج صبح اُس نے بڑی شریفانہ بات کی ہے۔ میں اسے شریف ہی بنائے دیتا ہوں۔"

اس کے کچھ عرصے بعد آخر مارکوئس ٹھیک ہو گیا، اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ ژولیاں سے بولا ——"جاؤ دو ایک مہینے لندن میں گزار آؤ۔ جو خط آیا کریں گے میں اُن پر مختصر ہدائتیں لکھ کر ڈاک سے یا خاص ہرکاروں کے ذریعے تمہارے پاس بھیج دیا کروں گا۔ تم جواب لکھ کر خط سمیت مجھے واپس کر دینا۔ میں نے حساب لگا لیا ہے۔ پانچ دن سے زیادہ دیر نہیں ہوا کرے گی۔"

جب وہ ڈاک گاڑی میں کیلئے جا رہا تھا تو اسے تعجب ہو رہا تھا کہ جس مفروضہ کام پر مجھے لندن بھیجا گیا ہے وہ کتنا بے معنی ہے۔

اس کا ذکر فضول ہے کہ جب اُس نے انگلستان کی زمین پر قدم رکھا ہے تو اُسے کتنی گھن، بلکہ نفرت محسوس ہوئی۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ اُسے نپولین سے کیسی والہانہ عقیدت تھی۔ ہر انسر اُسے سر ہڈسن لو نظر آتا ، ہر نواب لارڈ باتھ ہرسٹ لگتا جس نے سینٹ ہلینا میں وہ مظالم ڈھائے تھے اور اس کے عوض دس سال کے لئے وزارت پائی تھی۔

آخر لندن میں اُسے پتہ چل گیا کہ خود پسندی اور حماقت کی انتہا کیا ہوتی ہے۔ اس کی چند نوجوان روسیوں سے دوستی ہو گئی۔ جنہوں نے اُسے ساری چیزیں دکھائیں۔

"عزیز سوریل، تمہیں قدرت نے پیدا ہی کیا ہے کامیاب ہونے کے لئے"

وہ لوگ اس سے کہتے "تمہارے چہرے سے کسی جذبے کا اظہار ہی نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے تم کسی بات سے اثر ہی نہیں لیتے۔ ہم بھی اپنے اندر یہ بات پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر ہوتی ہی نہیں"۔

"تم ابھی اپنے زمانے کو اچھی طرح نہیں سمجھے" شہزادہ کوراسوف کہتا "لوگوں کو تم سے جس بات کی توقع ہو اس کے بالکل برخلاف کرو۔ خدا کی قسم، آج کل کا بس یہی مذہب ہے۔ حماقت یا بناوٹ کی باتیں مت کرو۔ ورنہ لوگ تم سے حماقت اور بناوٹ ہی کی توقع کرنے لگیں گے اور تم اپنے اصول سے ہٹ جاؤ گے"۔

ایک دن ٹرولیاں نے ڈیوک فٹز فلک کے دیوان خانے میں بڑا معرکہ مارا۔ وہاں اُسے کوراسوف سمیت کھانے پر بلایا گیا تھا۔ لوگوں کو پورے گھنٹے بھر انتظار کرنا پڑا۔ جو بیس پچیس لوگ انتظار میں کھڑے تھے۔ ان کے درمیان ژولیاں نے اتنی خوش اسلوبی

دکھائی کہ لندن کے سفارت خانے کے نوجوان سکرٹری آج تک اس کی تعریف کرتے ہیں اس کے چہرے کا جو انداز رہا اُس کی برابری تو کوئی کر ہی نہیں سکتا۔

اپنے رنگیلے دوستوں کے استہزا کے باوجود اُسے مشہور و معروف فلپ ویَن سے ملنے کی بڑی بیتابی تھی جو لوک کے بعد انگلستان کا واحد فلسفی ہے۔ جب ژولیاں اس سے ملا تو وہ قید خانے میں اپنا ساتواں سال پورا کر رہا تھا۔ ژولیاں نے دل میں کہا ــــ" اس ملک میں امرا کا طبقہ ایسی باتوں کو ہنسی مذاق نہیں سمجھتا۔ قید کے ساتھ ساتھ بچارے ویَن کی تضحیک و تذلیل بھی ہوتی ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔

ژولیاں کو وہ آدمی بڑا زندہ دل معلوم ہوا۔ اسے امرا کے طبقے کی برافروختگی میں بھی مزا آتا تھا۔ ژولیاں قید خانے سے چلا تو دل میں بولا " انگلستان میں مجھے بس یہ ایک خوش مزاج آدمی دکھائی دیا ہے"۔

ویَن نے اس سے کہا تھا ــــ" جابر حکمرانوں کے لئے جو خیال سب سے زیادہ کارآمد ہے۔ وہ خدا کا تصور ہے"۔

چونکہ اس فلسفی کے فکری نظام میں ترشی زیادہ ہے۔ اس لئے ہم باقی باتوں کا ذکر نہیں کرتے۔

جب وہ واپس آیا تو موسیو دلاموَل نے پوچھا ــــ" تم انگلستان سے کون سا دلچسپ خیال ساتھ لائے ہو؟" ژولیاں خاموش رہا تو مارکوئس ذرا تیزی سے بولا " دلچسپ ہو یا نہ ہو۔ تم خیال کون سا لے کر آئے ہو؟"

ژولیاں نے کہا " پہلی بات تو یہ ہے کہ انگلستان کا سب سے عقلمند آدمی روزانہ گھنٹے بھر کے لئے پاگل ہو جاتا ہے۔ خودکشی کا جن اس کے سر آتا ہے۔ یہی اس ملک کا

خدا ہے۔

"دوسری بات یہ کہ انگلستان کی زمین پر قدم رکھتے ہی ذہانت اور کمال کی قیمت پچیس فی صدی کم ہو جاتی ہے۔

"تیسری بات یہ کہ دُنیا میں کوئی چیز اتنی اثر انگیز، اتنی قابلِ تعریف اور اتنی حسین نہیں جتنے انگلستان کے دیہات۔"

مارکوئس نے کہا: "اب میری باری ہے۔

"پہلی بات تو یہ کہ تم نے روسی سفارت خانے کے ناچ میں یہ کیسے کہا کہ فرانس میں پچیس سال کی عمر کے تین لاکھ نوجوان ہیں جو جنگ کے لئے بے تاب ہیں؟ تمہارے خیال میں یہ کوئی تمیز کی بات ہے؟"

ژولیاں نے کہا۔ "سفارت خانوں کے بڑے بڑے افسروں سے بات کرتے ہوئے سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ کہا کیا جائے۔ انہیں سنجیدہ گفتگو شروع کر دینے کا خبط ہوتا ہے اگر آدمی اخباروں کی گھسی پٹی باتوں تک محدود رہے تو احمق سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی سچی یا نئی بات مُنہ سے نکل جائے تو وہ لوگ سٹپٹا جاتے ہیں، اُن کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جواب کیا دیں، اور اگلے دن صبح سات بجے سفارت خانے کے سکرٹری کے ذریعے کہلوا بھیجتے ہیں کہ تم نے بدتمیزی کی ہے۔"

"بُرے نہیں رہے!" مارکوئس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "بہر حال، جناب فلسفی صاحب میں شرط لگا کے کہتا ہوں کہ آپ کو ابھی تک یہی پتہ نہیں چلا کہ آپ انگلستان کیا کرنے گئے تھے۔"

"معاف فرمائیے گا۔" ژولیاں نے جواب دیا۔ "میں وہاں اس لئے گیا تھا کہ ہفتے

میں ایک بار بادشاہ سلامت کے سفیر کے ساتھ کھانا کھاؤں ۔ وہ بے انتہا خلیق آدمی ہیں ۔"

" حضرت ! آپ وہ تمغہ حاصل کرنے کے لئے گئے تھے جو وہاں سامنے رکھا ہے۔"
مارکوئس نے اُسے بتایا " میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنا سیاہ کوٹ اتار دو، اور میں نیلے کوٹ والے آدمی سے جس پُرلطف انداز میں باتیں کرتا ہوں ۔ اس کی مجھے عادت پڑ چکی ہے ۔ جب تک تمہیں مزید احکامات نہ ملیں، بات یوں سمجھو جس وقت مجھے یہ تمغہ نظر آئے اس وقت گویا تم میرے دوست ڈیوک دِرتیز کے چھوٹے بیٹے ہو جسے یہ خبر نہیں کہ میں گذشتہ چھ مہینے سے وزارتِ خارجہ کا کام کر رہا ہوں ۔" مارکوئس نے ژولیاں کی احسان مندی کے اظہار کو وہیں روکتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا " یہ بات یاد رکھو کہ میں ذرا بھی نہیں چاہتا کہ تم اپنے درجے سے بلند تر مقام حاصل کرو ۔ یہ ہمیشہ بڑی غلط چیز ہوتی ہے اور اس طرح محسن اور احسان مند دونوں مصیبت میں پڑ جاتے ہیں جب تم میرے مقدموں سے اکتا جاؤ ، یا میں سمجھوں کہ اب تم میرے مطلب کے نہیں رہے تو ہمارے دوست پی رار کی طرح میں تمہیں بھی کسی علاقے کا پادری بنوا دوں گا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔" مارکوئس نے بڑے خشک لہجے میں اس فقرے کا اضافہ کیا ۔

تمغہ پاکر ژولیاں کا پندار مطمئن ہو گیا ۔ اب وہ پہلے سے کہیں زیادہ بے تکلفی سے باتیں کرنے لگا ۔ باتیں ذرا گرم جوشی سے ہو رہی ہوں تو بعض دفعہ کسی کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے جس کا مطلب ذرا غیر شائستہ بھی ہو سکتا ہے ۔ پہلے تو ایسے موقعوں پر ژولیاں اکثر یہی سمجھتا تھا کہ میں نشانہ بن رہا ہوں اور میری توہین ہو رہی ہے ۔

اب اس بات میں بھی کمی آگئی۔

اس تمغے کی وجہ سے ژولیاں کو بالکل غیر متوقع طور پر ایک ملاقات کا شرف حاصل ہؤا۔ یہ موسیو لا باروں دوال نو تھے جو بیرن کا خطاب پانے کے بعد وزیر کا شکریہ ادا کرنے اور اس سے کوئی سودا چکانے کے لئے پیرس تشریف لائے تھے۔ موسیو ورنیال کے برطرف ہونے کے بعد انہیں وریئیر کے میئر کی جگہ ملنے والی تھی۔ موسیو دوال نو نے اُسے بتایا کہ حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ موسیو ورنیال انقلاب پسند جماعت کا ہے۔ یہ بات سُن کر ژولیاں دل ہی دل میں خوب ہنسا۔ بات یہ تھی کہ انتخابات کی تیاری ہو رہی تھی۔ اس میں یہ نیا بیرن وزارت کی طرف سے کھڑا ہو رہا تھا۔ حلقے کے زیادہ تر لوگ شاہ پرست تھے، اور موسیو ورنیال کو آزاد خیال جماعت کی طرف سے کھڑا کیا گیا تھا۔

ژولیاں نے مادام ورنیال کی خیر خبر معلوم کرنے کی کوشش کی، مگر بے سُود۔ بیرن کو غالبًا اپنی رقابت ابھی تک یاد تھی، اور وہ ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہؤا۔ آخر میں اس نے ژولیاں سے کہا کہ اپنے باپ سے میرے حق میں رائے دلوادو۔ ژولیاں نے خط لکھنے کا وعدہ کر لیا۔

"موسیو لا شوالیئے، آپ کو مجھے مارکوئس دلامول کی خدمت میں ضرور پیش کرنا چاہیئے۔"

"واقعی، ضرور چاہیئے!" ژولیاں نے دل میں کہا "ایسے بدمعاش کو!"

اس نے جواب دیا "صاف بات یہ ہے کہ نواب صاحب کے محل میں میری حیثیت ہی کیا ہے جو میں کسی کو اُن کی خدمت میں پیش کر سکوں۔"

ژولیاں ہر بات مارکوئس سے کہا کرتا تھا۔ اس روز شام کو اس نے وال نو کی شیخیوں کا حال سنایا، اور ۱۸۱۴ء سے لے کر اب تک اپنی زندگی کے سارے واقعات بیان کیے۔

موسیو دلاموُل نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ "اس نئے بیرن کو مجھ سے کل ضرور ملاؤ، بلکہ میں اُسے پرسوں کھانے پر بھی بلاؤں گا۔ وہ ہمارے نئے ناظموں میں سے ہوگا۔"

ژولیاں نے بڑی سرد مزاجی کے ساتھ تڑ سے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو میں درخواست کرتا ہوں کہ محتاج خانے کا مہتمم میرے والد کو بنا دیا جائے۔"

"بہت خوب!" مارکوئس نے پھر پہلی سی زندہ دلی برتتے ہوئے کہا "چلو منظور۔ میرا تو خیال تھا کہ تم وعظ شروع کر دو گے۔ تم آدمی بنتے جا رہے ہو۔"

موسیو دوال نو نے ژولیاں کو بتایا کہ وِیرئیر میں لاٹری کے دفتر والا آدمی ابھی مرا ہے۔ ژولیاں کو خیال آیا کہ اگر یہ جگہ موسیو دشولین کو مل جائے تو بڑا مزا رہے۔ یہ وہی احمق بڈھا تھا جس کی درخواست ژولیاں کو اس کمرے میں ملی تھی جہاں موسیو دلاموُل آ کے ٹھیرا تھا۔ ژولیاں نے دشولین کے خط پر موسیو دلاموُل سے دستخط کراتے ہوئے وزیرِ مالیات کے نام یہ درخواست پڑھ کر سنائی۔ تو مارکوئس دل کھول کر ہنسا۔

موسیو دشولین کا تقرر ہوتے ہی ژولیاں کو پتہ چلا کہ اُس علاقے کے نمائندوں نے اس جگہ کے لئے مشہور اقلیدس داں موسیو گرو کی سفارش کی تھی۔ اس شریف دل انسان کی آمدنی صرف چودہ سو فرانک تھی، اور وہ مرنے والے کو

اُس کے خاندان کی پرورش میں امداد کے طور پر چھ سو فرانک سالانہ قرض دیا کرتا تھا۔

ژولیاں اپنی حرکت کے اس نتیجے پر حیران رہ گیا "مرنے والے کے خاندان کا گزارا اب کس طرح ہو رہا ہے ؟" یہ خیال اُس کا دل بار بار مسوسنے لگا۔

وہ اپنے آپ سے بولا " یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اگر مجھے کامیاب ہونا ہے تو ادر بہت سی بے انصافیوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ مجھے ایسی باتوں کو نفیس جذباتی الفاظ کے پردے میں چھپانے کا ڈھب سیکھنا چاہیئے، بچارا گرو! اصل میں تمغے کے لائق تو وہ تھا، اور ملا مجھے۔ یہ انعام حکومت نے دیا ہے، مجھے وہی کرنا پڑے گا جو حکومت کہے۔"

آٹھواں باب

کس خطاب سے قدر بڑھتی ہے؟

پیاسا جن بولا "تمہارا پانی پی کر مجھے سیری نہیں ہوتی، حالانکہ شہر بھر میں اس کنوئیں کا پانی سب سے ٹھنڈا ہے۔"

ببلیکو

موسیو دلاموّل کو دریائے سین کے کنارے وِیل کیٹے والی زمین سے خاصی دلچسپی تھی۔ کیونکہ اس کی ساری جائداد میں بس یہی زمین مشہور و معروف ہوئی تاس دلاموّل کی ملکیت تھی۔ ایک دن ژولیاں اس دل فریب مقام سے لوٹا تو محل میں مادام دلاموّل اور اس کی بیٹی کو موجود پایا۔ وہ ای آئیر سے واپس آگئی تھیں۔

اب ژولیاں خاصا رنگیلا بن گیا تھا اور پیرس کی زندگی کے فن سے واقف ہو چکا تھا۔ اس نے مادموازیل دلاموّل کو بالکل بے رخی کے ساتھ سلام کیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُسے وہ زمانہ سرے سے یاد ہی نہیں۔ جب وہ ہنس ہنس کر اس سے پوچھا کرتی تھی کہ آپ گھوڑے سے کس طرح گرے تھے۔

مادموازیل دلاموّل نے اُسے پہلے سے زیادہ لمبا اور زرد رو پایا۔ اس کی شکل و صورت

یا لباس میں اب قصباتیوں کی سی کوئی بات نہ رہی تھی۔ مگر اُس کی بول چال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کی باتیں ابھی تک بہت سنجیدہ اور بہت پُر اعتماد تھیں۔ اُس کے غرور کا بھلا ہو، اس گمبھیر پن کے باوجود اس کی گفتگو میں کمتری کا احساس نہیں جھلکتا تھا بس اتنا ضرور معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی تک بہت سی چیزوں کو اہم سمجھتا ہے۔ لیکن یہ بات فوراً ظاہر ہو جاتی تھی کہ وہ اس قسم کا آدمی ہے کہ جو کہتا ہے وہی کرے گا۔

"اُس میں لطافت کی تو کمی ہے، مگر ذہانت کی نہیں" مادموازیل ولاموَل نے اپنے باپ کو اُس تمغے کے سلسلے میں چھیڑتے ہوئے کہا جو اس نے ژدیاں کو دیا تھا۔ "بھائی ڈیڑھ سال سے یہی تمغہ مانگ رہے ہیں، اور وہ لاموَل خاندان کے ہیں"۔

"ہاں! مگر ژدلیاں کو ایسی چیز ملی ہے جس کی اُسے امید ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ تم جس لاموَل کا ذکر کر رہی ہو اُس کا یہ حال تھوڑا ہی ہو سکتا ہے"۔

نوکر نے ڈیوک دِرتیز کے آنے کی اطلاع دی۔

ماتیلد کو جماہی پر جماہی آنے لگی۔ اس آدمی کو دیکھتے ہی اُسے اپنے باپ کے دیوان خانے میں آنے والے پُرانے ملاقاتی اور وہاں کا قدیم آرائشی سامان یاد آگیا۔ اب پیرس میں دوبارہ جس قسم کی زندگی شروع ہونے والی تھی۔ وہ مُسے انتہائی بیزار کُن معلوم ہوئی۔ لیکن ای آیئر میں اُسے پیرس کی یاد ستاتی تھی۔

وہ سوچنے لگی ۔۔۔ "اور ابھی تو میں اُنیس سال کی ہوں! ان مُطلا احمقوں کے نزدیک یہ تو مرادوں کے دن ہیں"۔ اس نے نظموں کی نو دس نئی کتابوں کی طرف نظر ڈالی جو اس کی غیر موجودگی میں دیوان خانے کی میز پر جمع ہو گئی تھیں۔ اس کی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ دکروازنوا، دکے لو، دلوز اور اپنے باقی دوستوں سے زیادہ ذہین تھی۔ اُسے ابھی سے

معلوم تھا کہ وہ لوگ پرووانس کے حسین آسمان، شاعری اور جنوبی علاقے وغیرہ کے بارے میں کیا کیا کہیں گے۔

وہ خوبصورت آنکھیں جن میں انتہائی بے کیفی، اور اس سے بھی زیادہ بڑی چیز یہ کہ لطف کے حصول سے قطعی مایوسی جھلک رہی تھی، آ کے ژولیاں پر رکیں۔ بہرصورت وہ دوسروں کی طرح تو نہیں تھا۔

وہ تیز اور کھنک دار آواز میں بولی جس میں اس قسم کی ذرا بھی نسائیت نہیں تھی جو اونچے طبقے کی نوجوان عورتیں عام طور سے کام میں لاتی ہیں —" موسیو سوریل، آپ آج رات موسیو دِرتبز کے یہاں ناچ میں آ رہے ہیں؟"

"مادموازیل، مجھے موسیو لا دیوک سے شرفِ ملاقات حاصل نہیں ہوا" (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس مغرور قصباتی کے ہونٹ جلے جا رہے ہیں)

"انہوں نے بھائی سے کہا ہے کہ آپ کو ساتھ لے کر آئیں۔ اگر آپ وہاں گئے تو میں آپ سے وِیل کئے کا حال سنوں گی۔ بہار کے زمانے میں ہمارے وہاں جانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہاں کا مکان رہنے کے قابل بھی ہے یا نہیں اور وہاں کے مناظر کیا اتنے ہی خوبصورت ہیں جتنے لوگ کہتے ہیں۔ بعض دفعہ شہرت خواہ مخواہ ہو جاتی ہے!"

ژولیاں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بھائی کے ساتھ ناچ میں آئیے۔" وہ بڑے خشک لہجے میں بولی۔

ژولیاں نے جھک کر تعظیم دی۔" یعنی ناچ کے دوران میں بھی مجھے خاندان کے

ایک ایک فرد کو حساب کتاب دینا پڑے گا۔ میں، اُن کا مختارِ عام جو ٹھیرا۔" وہ برہم ہو کے دل میں بولا "خدا ہی جانتے ہیں اس لڑکی سے جو باتیں کہوں اُن سے باپ، بھائی، ماں سب کی تجاویز گڑبڑ نہ ہو جائیں! بالکل ایسا ہے جیسے کسی خود مختار بادشاہ کا دربار۔ آدمی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ بالکل صفر بن کے رہ جائے اور ساتھ ہی کسی کو شکایت بھی نہ پیدا ہونے پائے۔"

مادموازیل ولاتوں کو اس کی ماں نے اپنی سہیلیوں سے ملانے کے لئے بلایا جب وہ کمرے میں ایک طرف سے دوسری طرف جا رہی تھی تو ژولیاں نے دل میں کہا ــــ "مجھے یہ لمبی تڑنگی لڑکی بہت بری لگتی ہے! اپنے فیشن ہی میں مری جاتی ہے اس کا لباس دیکھو، کندھوں سے پھسلا پڑ رہا ہے . . . یہ تو پہلے سے بھی زیادہ پیلی ہو کے آئی ہے . . . اس کے بال کیسے بے رنگ ہیں! اور لوگ انہیں سنہرا بتاتے ہیں۔ بالکل ایسا لگتا ہے جیسے بالوں میں سے روشنی چھنتی ہے! سلام کرتی ہے تو اکڑ کے، لوگوں کی طرف دیکھتی ہے تو اکڑ کے! ایسے بنتی ہے جیسے کہیں کی ملکہ ہو۔"

نوربیر جا رہا تھا کہ مادموازیل ولاتوں نے بھائی کو واپس بلا لیا۔

کاؤنٹ نوربیر، ژولیاں کے پاس آیا اور کہنے لگا ــــ "میرے عزیز سوریل موسیو دریتیز کے یہاں ناچ میں چلنے کے لئے میں آدھی رات کے وقت تمہیں کہاں لینے آؤں؟ انہوں نے تمہیں لانے کے لئے خاص طور سے کہا تھا۔"

"مجھے علم ہے کہ یہ نوازش مجھ پر کس کے طفیل ہو رہی ہے۔" ژولیاں نے تعظیماً زمین تک جھکتے ہوئے جواب دیا۔

نوربیر نے جس خوش اخلاقی بلکہ ذاتی دلچسپی کے لہجے میں بات کی تھی۔ اس میں ژولیاں

کو اپنی برہمی کے باوجود کوئی نقص نہ مل سکا۔ چنانچہ اس کی خفگی کا نچوڑ خود اپنے جواب پر ہوا جس میں اس نے گراوٹ کا پہلو نکال لیا۔

اس رات جب وہ ناچ میں گیا تو ورتینز کے محل کی شان و شوکت دیکھ کر بڑا مرعوب ہوا۔ صحن کے اوپر ایک زبردست شامیانہ تان دیا گیا تھا جس پر سونے کے ستارے لگے ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ نفیس چیز مشکل ہی سے ملے گی۔ اس شامیانے کے نیچے صحن کو نارنگی اور گلاب کے پھولدار درختوں کے جھنڈ میں بدل کے رکھ دیا تھا۔ گملے زمین میں کافی نیچے گڑے ہوئے تھے۔ اس لئے معلوم ہوتا تھا کہ درخت زمین میں اُگے ہوئے ہیں۔ گاڑیوں کے راستے میں ریت بچھا دیا تھا۔

ہمارے قصباتی کو اس جگہ کا مجموعی تاثر بہت ہی غیر معمولی لگا۔ ایسی شان و شوکت اس کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھی۔ ذرا کے ذرا میں اس کا تخیل فرّاٹے بھرنے لگا تھا اور خفگی یا دل گرفتگی سے کوسوں دور پہنچ گیا۔ گاڑی میں یہاں آتے ہوئے نورتبیر تو بہت خوش تھا اور اسے ہر چیز سیاہ نظر آرہی تھی۔ جب وہ صحن میں داخل ہوئے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو گیا۔

نورتبیر صرف چند تفصیلات ہی کو دیکھ رہا تھا جو اس شان و شوکت کے درمیان بے احتیاطی کی وجہ سے یونہی رہ گئی تھیں۔ وہ ہر چیز کی قیمت کا اندازہ لگا رہا تھا اور جب مجموعی رقم بہت اونچی بیٹھی تو ژولیاں نے دیکھا کہ اُسے جلن ہونے لگی اور وہ بجھ سا گیا۔ رہا ژولیاں تو جس وقت وہ ناچ کے پہلے کمرے میں پہنچا، یہاں کی دلفریبیوں سے بالکل سحر زدہ ہو چکا تھا۔ اس کے دل میں ایسا طوفان برپا تھا کہ وہ جھینپنے سا لگا۔ ہر آدمی دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ ہلنا جلنا مشکل ہو گیا تھا

یہ زبردست کمرہ غرناطہ کے الحمراء کی شکل میں سجایا گیا تھا۔

"آج کی ملکۂ حسن یہی ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں" ایک مونچھوں والے نوجوان نے کہا جس کا کندھا ژولیاں کے سینے میں گڑا جا رہا تھا۔

اس کے ساتھی نے جواب دیا "مادموازیل فورتموں جاڑوں بھر ملکۂ حسن رہی ہے لیکن اب وہ سمجھ گئی ہے کہ نیرا نمبر دوسرا ہو گیا۔ دیکھو کیسے منہ پھلائے بیٹھی ہے۔"

"ہاں، لوگوں کو رجھانے کے پورے سامان کر رہی ہے۔ دیکھو، دیکھو۔ دیہاتی ناچ میں وہ کیسی فیاضی کے ساتھ مسکراتی ہوئی بیچ میں آئی ہے۔ خدا کی قسم، اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔"

"مادموازیل ولاموں کو اپنی فتح مندی کا پورا احساس ہے۔ اس میں اُسے بڑی لذت مل رہی ہے، مگر اپنے آپ کو بڑی اچھی طرح قابو میں رکھا ہے۔ اس کے انداز سے تو ایسا لگتا ہے جیسے ڈر رہی ہو کہ میں نے بات کی اور آدمی مجھ پہ لٹو ہوا۔"

"بالکل ٹھیک! یہی تو رجھانے کی ترکیب ہے۔"

ژولیاں اس عشوہ طراز عورت کو ایک نظر دیکھنے کی جان توڑ کوشش کر رہا تھا مگر سات آٹھ اس سے بھی لمبے آدمی سامنے کھڑے تھے اور اُسے دیکھنے نہ دے رہے تھے۔

"اس شریفانہ رکاوٹ میں بھی ایک غمزہ ہے۔" مونچھوں والے نے کہا۔

اس کا ساتھی بولا ـــــ "بعض وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی بڑی بڑی نیلی آنکھیں اس کا راز فاش کر دیں گی۔ مگر وہ ٹھیک اسی وقت آہستہ آہستہ جھکنے لگتی ہیں واللہ، یہ آنکھوں کا نظر کمینت ہے۔"

"دیکھو، اس کے سامنے حسین عورتوں کیسی معمولی سی لگتی ہے"۔ ایک تیسرے آدمی نے کہا

"اس کائرکار کا سا انداز یہ کہنا معلوم ہوتا ہے اگر تم میرے لائق ہوتے تو میں تمہیں کیسی دلفریب بن کے دکھاتی"۔

"اور اس آسمانی حُور ماتیلدہ کے لائق کون آدمی ہو سکتا ہے"، پہلے شخص نے کہا۔ "کسی تلمرو کا فرماں روا، حسین، خوش اندام، طبّاع، میدان کا مرد، اور عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال"۔

"روس کے شہنشاہ کا ناجائز بیٹا جس کے لئے اس شادی کے موقع پر کہیں سے ایک سلطنت پیدا کی جائے گی، یا پھر سیدھا سادا کاؤنٹ دِتالے جو ایسا لگتا ہے جیسے کسی دیہاتی نے تہوار کے کپڑے پہن رکھے ہوں . . . ."

لوگ دروازے میں سے ہٹ گئے تھے اور اب وہ دوسرے کمرے میں جا سکتا تھا اس نے سوچا ـــ "ان سب بنے احمقوں کی نظر میں یہ لڑکی بہت زوردار معلوم ہوتی ہے۔ اسے غور سے دیکھنا تو چاہئے۔ کم سے کم یہ تو پتہ چلے کہ ان لوگوں کے ذہن میں حُسن کا کیا تصوّر ہے"۔

ژولیاں اس فکر میں تھا کہ اُس کی نظر مجھ پر پڑ جائے۔ اتنے میں ماتیلدہ نے خود اس کی طرف دیکھا۔ ژولیاں نے دل میں کہا ـــ "اب مجھے نوکری بجانی ہے"۔ لیکن اُس کی خفگی اب صرف اس کے چہرے ہی تک محدود تھی۔ تجسّس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ خاصی لذّت محسوس کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ ماتیلدہ کے کُھلے ہوئے کندھوں نے اس لذّت میں بڑی جلدی کچھ اس قسم کا اضافہ کیا جو ماننا پڑے گا کہ ژولیاں کی عزّتِ نفس

کے لئے باعثِ فخر نہیں تھا۔ اس نے سوچا ـــ" اس لڑکی کے حُسن میں جوانی کی جاذبیت تو ضرور ہے۔" اس کے اور ماتیلد کے درمیان پانچ چھ نوجوان کھڑے تھے جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کی باتیں اس نے دروازے میں سُنی تھیں۔

وہ اس سے بولی ـــ" آپ جاڑوں بھر یہاں رہے ہیں۔ بتائیے یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں کہ اس موسم میں اس سے اچھا ناچ ابھی تک نہیں ہوا؟" اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

" وہ سامنے جو ناچ ہو رہا ہے۔ یہ مجھے بڑا نفیس معلوم ہوتا ہے، اور عورتیں ناچ بھی رہی ہیں بڑی عمدگی سے۔" نوجوانوں نے مڑ کر دیکھا کہ یہ خوش نصیب کون ہے جس سے جواب پر اتنا اصرار ہو رہا ہے۔ جواب کچھ اُمید افزا نہ نکلا۔

" مادموازیل، میں کیا اور میری رائے کیا! میرا سارا وقت تو لکھنے میں صرف ہوتا ہے۔ اتنا زبردست ناچ میں نے عمر میں پہلی دفعہ دیکھا ہے۔"

مونچھوں والے نوجوان بکتے بکتے رہ گئے۔

" موسیو سوریل، آپ دانشور قسم کے آدمی ہیں۔" وہ اور بھی زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔" آپ اس ناچ رنگ، ان دعوتوں کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی فلسفی، جیسے کوئی ژاں ژاک رُوسو۔ آپ ان حماقتوں پہ حیران تو ہوتے ہیں۔ مگر ریجھتے نہیں۔"

اس ایک لفظ نے ژولیاں کے تخیل کا گلا گھونٹ دیا اور اس کے دل سے ہر قسم کی خوش فہمی دور کر دی۔ اس کے ہونٹوں سے حقارت ٹپکنے لگی جس میں شاید مبالغے کو بھی تھوڑا سا دخل تھا۔

اس نے جواب دیا۔ "جب ژاں ژاک روسو اُونچے طبقوں پر تنقید کرنے کا دم بھرتا ہے تو میں اُسے پکا احمق سمجھتا ہوں۔ وہ ان باتوں کو سمجھتا ہی نہ تھا۔ اس معاملے میں تو اس کا رویہ ایسا ہے جیسے کسی نو دولت سائیس کا۔"

مانبلدر نے عقیدت کے لہجے میں کہا۔ "مگر اس نے "سماجی عہد نامہ" لکھا تھا۔"

"اس نے جمہوریت کے بہت گن گائے ہیں اور شاہی خطابات واپس کر دینے کی بھی بہت کچھ تلقین کی ہے۔ لیکن اگر کوئی ڈیوک رات کے کھانے کے بعد اس کے کسی دوست کے ساتھ جانے کے لئے اپنی سیر کا راستہ بدل دے تو یہ نو دولتا خوشی کے مارے دیوانہ ہو جاتا ہے۔"

"ہاں، ہاں! موں موراں سی میں ڈیوک دلوکساں بور پیرس کی سڑک پر ایک شخص مرسیو کوال دے کے ساتھ گئے تھے"۔ مادموازیل دلاموں کو پہلی دفعہ اپنی علمیت جتانے کا موقع ملا تھا۔ چنانچہ اس نے بے اختیار اس کی لذت لیتے ہوئے کہا۔ اُسے اپنے تبحر پر اتنی خوشی ہو رہی تھی جیسے اس عالم کو جس نے شاہ فیرے تریوس کے وجود کا پتہ چلایا تھا۔ ژولیاں کی آنکھوں میں ابھی تک وہی سختی اور تیزی باقی تھی۔ لمحے بھر کے لئے تو مانبلدر جوش میں آگئی۔ لیکن پھر اپنے ساتھی کی سرد مہری سے بالکل بوکھلا گئی۔ چونکہ اسے خود اوروں کو اسی طرح پریشان کرنے کی عادت تھی، اس لئے وہ اور بھی حیران ہوئی۔

اتنے میں مارکوئس دکرو دا آنوا بڑی بے چینی کے ساتھ مادموازیل دلاموں کی طرف بڑھا۔ اسے لمحے بھر کے لئے مانبلدر سے دو چار قدم کے فاصلے پر رکنا پڑا۔ کیونکہ ہجوم کی وجہ سے راستہ ہی نہ ملا۔ اس طرح پھنس کے رہ جانے پر مسکراتے ہوئے اس نے مانبلدر کی طرف دیکھا۔ مارکوئس درد ورسے کی نوجوان بیوی اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ وہ

ماتیلدکی رشتے دار تھی۔ اس کے شوہر نے اس کا بازو پکڑ رکھا تھا۔ ان دونوں کی شادی کو بس پندرہ دن ہوئے تھے۔ مارکوئس در دو ورے بھی جوان آدمی تھا اور اس کے چہرے پر وہ احمقانہ محبت برس رہی تھی جس میں ایسے لوگ گرفتار ہوتے ہیں۔ جن کی شادی خاندانی وکیلوں نے کسی منفعت کی خاطر کرائی ہو۔ لیکن بعد میں پتہ چلے کہ بیوی تو بڑی اچھی ملی ہے۔ موسیو در دو ورے ایک بہت معمر چچا کے انتقال کے بعد ڈیوک بننے والا تھا۔

مارکوئس دکرو وآزلوا کو ابھی تک راستہ نہ ملا تھا اور وہ کھڑا مسکرا کر ماتیلد کو تک رہا تھا۔ ماتیلدا اپنی بڑی بڑی اور آسمان کی طرح نیلی آنکھوں سے اُسے اور اس کے پاس والوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی۔ وہ دل میں بولی —— "یہ لوگ کتنے بے رنگ ہیں! کرو وآزلوا کو دیکھو۔ یہ مجھ سے شادی کرنے کی فکر میں ہے۔ بڑا نفیس، بڑا مہذب آدمی ہے۔ موسیو در دو ورے کی طرح نشست و برخاست کے آداب سے اچھی طرح واقف ہے۔ مجھے ان لوگوں سے اکتاہٹ ہوتی ہے، ورنہ یہ اچھے خاصے معقول آدمی ہیں۔ یہ بھی اسی دل جمعی اور خود اطمینانی کے ساتھ مجھے ناچ میں لے کر آیا کرے گا۔ ہماری شادی کے سال بھر بعد میری بگھی، میرے گھوڑے، میرے لباس، پیرس سے چالیس پچاس میل دور گاؤں میں میری کوٹھی، غرض ہر چیز لاجواب ہوگی۔ اور تو وصلتے مجھے دیکھ دیکھ کر جلا کریں گے۔ مثلاً کاؤنٹس در دو ویل، اور اس کے بعد . . . "

ماتیلد کا دماغ مستقبل کی فکر میں پڑ گیا۔ مارکوئس دکرو وآزلوا آخر کسی نہ کسی طرح اس کے پاس پہنچ ہی گیا، اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ لیکن وہ اپنے خیالوں میں ایسی مگن

تھی کہ اس کی بات سنی ہی نہیں۔ کروآزنوا کی آواز ناچ کے شوروغل میں گم ہو کر رہ گئی۔ ماتیلڈ کی نظریں اپنے آپ سے اپنے آپ نزولیاں کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ جو نہایت مردانہ، مگر کچھ بے اطمینانی اور غرور کے انداز میں اس کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ادھر سے اُدھر گھومتے ہوئے ہجوم سے بالکل الگ تھلگ، ایک کونے میں کاؤنٹ آلتامیرا بیٹھا ہے۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اس شخص کو اپنے ملک میں موت کی سزا ہوئی تھی۔ لوئی چہاردہم کے زمانے میں اُس کے خاندان کی ایک عورت نے ایک شہزادے وکونتی سے شادی کر لی تھی۔ اس بات کی یاد اُسے کسی حد تک جینرڈیٹ لوگوں کے جاسوسوں سے بچاتے ہوئے تھی۔

ماتیلڈ دل میں بولی ــــ "اگر آدمی کو واقعی امتیاز حاصل ہوتا ہے تو بس موت کی سزا سے۔ صرف یہ ایک ایسی چیز ہے جو خریدی نہیں جا سکتی"

"آہا، میں نے تو بڑا زوردار فقرہ کہہ دیا! مگر دل ہی دل میں کہا۔ افسوس یہ بات مجھے اس وقت نہ سوجھی جب میں اس سے بڑا فائدہ اٹھا سکتی تھی!" ماتیلڈ خاصی خوش مذاق تھی۔ اس سے یہ حرکت نہ ہو سکی کہ باتوں کو ایک خاص ڈھب پہ لا کر پہلے سے گھڑا گھڑایا فقرہ استعمال کر دے۔ مگر اس میں پندار بھی بہت تھا وہ یہ بھی نہ کر سکی کہ اپنی ظرافت پر خوش نہ ہو۔ اکتاہٹ کے بجائے اب اس کے چہرے سے مسرت ٹپکنے لگی۔ مارکوئس دکروآزنوا اس سے باتیں کئے چلا جا رہا تھا۔ اس نے جو کامیابی کا ایک موقع دیکھا تو اس کی بک بک اور بڑھ گئی۔

ماتیلڈ نے دل میں کہا ــــ "میرے اس فقرے میں کوئی کیا نقص نکال سکتا

ہے؟ میں اپنے معترض کو یہ جواب دوں گی کہ بیرن یا ڈائی کاؤنٹ کا خطاب تو خریدا جاسکتا ہے، تمغہ بھی خواہ مخواہ مل جاتا ہے۔ میرے بھائی کو ہی ابھی ملا ہے۔ آخر انہوں نے کون ساکارنامہ کیا ہے؟ ترقی بھی کسی نہ کسی طرح حاصل ہوجاتی ہے۔ فوج میں دس سال گزارے ہوں یا وزیر جنگ رشتے دار ہو تو نورتبیر کی طرح آدمی کمانڈر بن جاتا ہے۔ مال و دولت! اس کا حاصل کرنا سب سے مشکل ہے، چنانچہ یہ سب سے زیادہ تعریف کے قابل بات ہے۔ یہ بھی ایک رہی! کتابیں جو کچھ کہتی ہیں بات اس کے بالکل برخلاف ہے . . . مال و دولت حاصل کرنے کے لئے آدمی کسی لکھپتی کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہے۔

"میں نے واقعی بڑی گہری بات کہی ہے۔ موت کی سزا ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی درخواست کرنے کا آج تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا۔"

"آپ کاؤنٹ آلتامیرا کو جانتے ہیں؟" اس نے کروآزنوا سے پوچھا۔

وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے خیال کی نامعلوم کن بلندیوں سے ابھی زمین پر اتری ہو۔ اور بچارا مارکوئس پچھلے پانچ منٹ سے جو کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کا اس سوال سے اتنا کم تعلق تھا کہ اس کے دوستانہ جذبات کچھ درہم برہم سے ہوگئے۔ مگر وہ حاضر جواب آدمی تھا اور اس معاملے میں اُس کی بڑی شہرت تھی۔

وہ سوچنے لگا ——— "ماتیلد واقعی بڑی عجیب قسم کی لڑکی ہے۔ یہ اس میں بڑی خامی ہے، مگر اس سے شادی کرنے میں آدمی کو کتنا شاندار سماجی رتبہ حاصل ہوتا ہے! پتہ نہیں مارکوئس دلامول کس ترکیب سے کام لیتا ہے۔ اس کی ہر جماعت کے سربرآوردہ لوگوں سے دوستی ہے۔ اس آدمی کے مقدر میں زوال نہیں۔ پھر ماتیلد

کا یہ الو کھا پن ایک جوہر کامل کی علامت بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ آدمی عالی نسب ہو، اور دولت پاس ہو تو جوہر کامل بننے کی چیز نہیں رہتی، پھر یہی طرۂ امتیاز بن جاتا ہے! پھر اس لڑکی میں ایک اور بات بھی ہے۔ جب اس کا جی چاہتا ہے۔ وہ ظرافت، موزونیت اور بلند کرداری کے امتزاج کا مکمل نمونہ بن جاتی ہے، اور یہی چیز گفتگو کو دلچسپ اور دلکش بناتی ہے۔ ۔ ۔ ۔"

چونکہ دو باتیں ایک ساتھ اچھی طرح کرنا مشکل ہے، اس لئے مارکوئس نے ماتیلڈ کو خالی خالی سے انداز میں جواب دیا جیسے آموختہ دُہرا رہا ہو۔

"بیچارے آلتامیرا سے کون واقف نہیں؟" اور اس نے ماتیلڈ کو اس مہمل اور ناکامیاب سازش کا پورا قصہ سُنا دیا۔

"کیا حماقت تھی!" ماتیلڈ اس طرح بولی جیسے اپنے آپ سے کہہ رہی ہو "لیکن اس نے کچھ کیا تو ہے۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ آدمی میں جان ہو۔ ذرا اسے میرے پاس تو لائیے۔" اس نے مارکوئس سے کہا جسے یہ بات سُن کر دھکا سا لگا۔

کاؤنٹ آلتامیرا مادموازیل دلامول کی اکڑ اور ترش خوئی کے سب سے بڑے اور علانیہ مداحوں میں سے تھا۔ اس کے خیال میں وہ پیرس کی حسین ترین عورتوں میں سے تھی۔

"یہ لڑکی تختِ شاہی پر بیٹھی ہو تو کتنی حسین معلوم ہو!" وہ کروازنوا سے بولا اور چوں چرا کئے بغیر اس کے ساتھ چلا آیا۔

اونچے طبقوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو یہ اصول قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

سازش کے برابر بد مذاقی کی بات کوئی نہیں۔ اس میں انقلاب پسندی کی بُو آتی ہے اور ناکام انقلابی کے برابر کون بُرا ہو گا؟

ماتیلڈ، کرواز نوا کی طرف دیکھ دیکھ کر نظروں سے تو آلتامیرا کی آزاد خیالی کا مذاق اڑا رہی تھی، مگر اس کی باتیں بڑی دلچسپی سے سُن رہی تھی۔

وہ دل میں کہہ رہی تھی ـــــ "ایک سازشی اور ناچ ہیں! یہ تضاد بھی بڑا دلچسپ ہے۔"

اپنی کالی کالی مونچھوں کے ساتھ یہ سازشی اسے آرام کرتے ہوئے شیر کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اسے بڑی جلدی پتہ چل گیا کہ اس شخص کا بس ایک ہی نقطۂ نظر ہے ـــــ افادیت پرستی۔

اس نوجوان کاؤنٹ کو اگر دلچسپی تھی تو بس ایسی چیزوں سے جو اُس کے ملک میں دو ایوانوں والی جمہوری حکومت قائم کرنے میں مدد دے سکیں۔ باقی چیزیں اُس کی نظر میں توجہ کے قابل نہ تھیں۔ ماتیلڈ اس ناچ میں سب سے دلفریب عورت تھی، مگر وہ اسے بڑی خوشی سے چھوڑ کے چل دیا، کیونکہ اس نے پیرو کے ایک جنرل کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔

یورپ سے مایوس ہو کر بیچارا آلتامیرا اب یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ جب جنوبی امریکہ کے ملک طاقتور ہو جائیں گے تو شاید وہ یورپ کو وہی آزادی دلا سکیں گے جو مرابو نے انہیں بھجوائی تھی۔

بہت سے مونچھوں والے نوجوان ماتیلڈ کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ بیں آلتامیرا کا دل نہیں موہ سکی اور اس کے یوں چلے جانے پر کٹ کے رہ گئی

تھی۔ اس نے دیکھا کہ پیترو کے جنرل سے باتیں کرتے ہوئے آلتامیرا کی سیاہ آنکھیں چمک اٹھی ہیں۔ مادموازیل دلاموِل ان نوجوان فرانسیسوں کا جائزہ اس گہری سنجیدگی کے ساتھ لینے لگی جس کی نقل اس کی ایک بھی رقیب نہیں اتار سکتی تھی۔ وہ سوچنے لگی ــــ "اگر ان لوگوں کو سازگار حالات بھی ملیں تو بھی ان میں کون ایسا ہے جو موت کی سزا پا سکے؟"

اس نے جو اس عجیب طرح اُن کی طرف دیکھا تو جو لوگ کم عقل تھے وہ تو بہت خوش ہوئے، مگر دوسرے گھبرا گئے۔ انہیں ڈر لگا کہ اب اس نے کوئی پھبتی کسی جس کا جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔

ماتیلد دل میں کہنے لگی ــــ "اچھے حسب نسب کی وجہ سے آدمی میں بیسیوں ایسی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی غیر موجودگی مجھے بہت بری لگے۔ مثلاً ژولیاں ہی کو لو مگر ساتھ ہی دل و دماغ کی وہ خوبیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے آدمی کو موت کی سزا ملتی ہے۔"

اسی وقت اُس نے کسی کو یہ کہتے سُنا ــــ "یہ کاؤنٹ آلتامیرا سان نازار دبی منتل کا دوسرا بیٹا ہے۔ اسی خاندان کے ایک آدمی نے کونا ردین کی جان بچانے کی کوشش کی تھی جو ۱۲۶۸ء میں قتل ہوا تھا۔ یہ لوگ نیپلز کے بڑے قدیمی خاندانوں میں سے ہیں۔"

ماتیلد دل میں بولی "لو میرے مقولے کا بڑا اچھا ثبوت مل گیا۔ اچھے حسب نسب کی وجہ سے کردار کی پختگی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بغیر لوگ موت کی سزا نہیں پا سکتے۔ آج شام غلطیاں کرنا تو میرے لئے مقدر ہو گیا ہے۔ بہر حال میں بھی اوروں کی طرح

ایک عورت ہوں۔ مجھے بھی ناچنا چاہئے۔" مارکوئس دکرواآزنوا آدھ گھنٹے سے ناچنے کے لئے اصرار کر رہا تھا، وہ اس کی بات مان گئی۔ اپنی فلسفیانہ ناکامیابی کی یاد ذہن سے محو کرنے کے لئے ماتیلد ناز و انداز دکھانے لگی۔ مارکوئس دکرواآزنوا بالکل مسرت ہو گیا۔

لیکن ماتیلد کی اُلجھن نہ تو ناچ سے دور ہوئی نہ حسین درباریوں میں سے ایک کا دل موہ لینے کی خواہش سے۔ اس سے بڑی کامیابی اُسے اور کیا حاصل ہو سکتی تھی۔ وہ اس ناچ کی ملکۂ حسن قرار دی گئی تھی۔ اُسے یہ بات معلوم تھی مگر اس کا دل پھر بھی سرد پڑا تھا۔

گھنٹے بھر بعد جب مارکوئس دکرواآزنوا ماتیلد کو اس کی جگہ بٹھانے سے جا رہا تھا تو وہ دل میں کہنے لگی — "اس جیسے آدمی کے ساتھ میری زندگی کتنی بے رنگ گزرے گی" وہ افسردہ سی ہو گئی۔" چھ مہینے باہر رہنے کے بعد مجھے اس ناچ میں کوئی مزا نہیں آیا جس پر پیرس کی ساری عورتوں کو رشک ہے۔ پھر مجھے اور کہاں لطف مل سکتا ہے؟ اور اوپر سے یہ کہ جتنے بھی اچھے سے اچھے آدمی تصور میں آسکتے ہیں وہ میرے گن گا رہے ہیں۔ چند رئیسوں اور ڈولیاں جیسے دو ایک آدمیوں کو چھوڑ کر نیچے طبقے کا تو یہاں دخل ہی نہیں"۔ اس کی افسردگی بڑھتی گئی۔" قسمت نے مجھے کون سی خوبی نہیں دی؟ شرافت، مال و دولت حُسن ہر چیز موجود ہے، مگر افسوس ایک خوشی میسر نہیں۔

"میری جن خوبیوں کی روز شام کو تعریفیں ہوتی ہیں اُنہیں پر مجھے سب سے زیادہ شک ہے۔ طنز و مزاح کی صلاحیت میں جانتی ہوں مجھ میں ہے، کیونکہ ظاہر ہے سب مجھ سے ڈرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے کبھی کوئی سنجیدہ بحث چھیڑنے کی جرأت

کی بھی تو پانچ منٹ بعد اسی نتیجے پر آ پہنچتے ہیں جو میں آدھ گھنٹے سے بار بار دہرا رہی ہوں اور وہ بھی ہانپتے کانپتے اور اس طرح جیسے کوئی زبردست چیز دریافت کر کے لائے ہوں۔ میں حسین ہوں، مجھ میں وہ خوبی ہے جس کے لئے مادام دِاستائیل ہر چیز قربان کر دیتی اور پھر بھی حقیقت یہ ہے کہ میں بے کیفی کے مارے مری جا رہی ہوں اگر میرا نام دلاّمول کے بجائے دکرواَزنوا ہو گیا تو کیا اس بے لطفی میں کوئی کمی آ جائے گی؟

"لیکن خدایا!" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے "کیا یہ شخص ہر طرح سے مکمل نہیں ہے؟ اس زمانے میں آدمی کی جیسی تعلیم و تربیت ہونی چاہئے۔ یہ اس کا شاہ کار ہے۔ اس کی طرف دیکھو تو وہ فوراً کوئی نہ کوئی خوشگوار، بلکہ پھڑک دار بات ضرور کہتا ہے۔ وہ بہادر بھی ہے . . . . لیکن یہ زولیاں بھی عجیب آدمی ہے۔" اب اس کی آنکھوں میں افسردگی کے بجائے غصہ جھلکنے لگا۔ "میں نے اس سے کہا تھا کہ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں، اور اس نے یہاں واپس آنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔"

نواں باب

ناچ

لباسوں کی شان، شمعوں کی روشنی، خوشبوئیں، بھرے بھرے بازو، نفیس شانے، گلدستے، ردیشمی کی موسیقی، چی چیری کی تصویریں! میرے تو ہوش و حواس خراب ہوئے جا رہے ہیں!

لیو ذیری کا سفر نامہ

"تم کچھ چڑی ہوئی سی بیٹھی ہو" مادام دلا آمرل نے بیٹی سے کہا "میں بنائے دیتی ہوں، ناچ میں اس طرح بیٹھنا کوئی تمیز کی بات نہیں ہے"

"سر میں درد سا ہے اور کچھ نہیں" ماتیلڈ نے حقارت سے جواب دیا "یہاں گرمی بہت ہو رہی ہے"

اسی وقت گویا مادموازیل دلا آمرل کی تصدیق کرنے کے لئے بڈھا بیرن دتولی بیہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگ اسے باہر اٹھا لے گئے۔ بعضوں نے کہا۔ مرگی کا دورہ پڑا ہے۔ بہر حال یہ واقعہ بہت ناخوشگوار پیش آیا۔

ماتیلڈ نے اس واقعے کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دیا۔ یہ اس کی خاص عادت تھی کہ

وہ کسی بڈھے یا ایسے آدمی کی طرف دیکھتی تک نہ تھی جس کے بارے میں مشہور ہو کہ یہ غمناک چیزوں کے متعلق باتیں کرتا ہے۔

مرگی کے متعلق گفتگو سے بچنے کے لئے وہ ناچنے لگی۔ اصل میں بیرن کو مرگی کا دورہ پڑا ہی نہ تھا، کیونکہ وہ دو ایک دن بعد پھر نمودار ہو گیا۔

ناچ ختم کرنے کے بعد وہ دل میں بولی ـــ "لیکن یہ سوریل نظر نہیں آتا" اس کی آنکھیں ژولیاں کو تلاش کر ہی رہی تھیں کہ اتنے میں وہ ایک دوسرے کمرے میں نظر آیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت اس کا لہجہ بے حسی اور سرد مہری کا نہیں رہا تھا۔ جو اس کے لئے فطری سی چیز تھی۔ اس وقت وہ انگریز نہیں لگ رہا تھا۔

"وہ میرے سزا یافتہ آدمی کاؤنٹ آلتامیرا سے باتیں کر رہا ہے" ماتیلد دل میں کہنے لگی "اس کی آنکھوں میں ایک غمناک سی چمک ہے۔ بالکل ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بھیس بدلے ہوئے شہزادہ۔ اس کی نظروں میں غرور کی جھلک اور بڑھ گئی ہے۔"

ژولیاں ابھی تک آلتامیرا سے باتیں کرتا اسی طرف آ رہا تھا۔ جہاں وہ کھڑی تھی۔ وہ اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے اور اس کے خدوخال میں اُن زبردست خوبیوں کے نقوش ڈھونڈنے لگی۔ جن کی بدولت آدمی کو موت کی سزا پانے کا اعزاز حاصل ہوتا ہے۔

جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو آلتامیرا سے کہہ رہا تھا ـــ "ہاں، داں توں واقعی جی دار آدمی تھا!"

"خدایا! کیا یہ دوسرا داں توں بننے والا ہے" ماتیلد نے دل میں کہا "لیکن

اس کا چہرہ تو اتنا شریفانہ ہے اور وہ داں توں تو کم بخت بالکل بدصورت تھا۔ میں تو سمجھتی ہوں قصائی ہوگا۔" ژولیاں ابھی نزدیک ہی تھا۔ اس نے ذرا ہچکچائے بغیر ژولیاں کو پکار لیا۔ اُسے خوب معلوم تھا، بلکہ اس پر فخر تھا کہ ایک لڑکی کے لیئے اس قسم کی بات پوچھنا بڑی غیر معمولی چیز ہے۔

"داں توں قصائی تھا نا؟" وہ بولی۔

"ہاں، بعض لوگوں کی نظر میں۔" ژولیاں نے ایسی حقارت کے ساتھ جواب دیا جو کسی طرح چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ آنتا تیرا سے جو باتیں ہوتی تھیں اُن کی وجہ سے ژولیاں کی آنکھیں ابھی تک دہک رہی تھیں۔ "لیکن عالی نسب حضرات کی بدقسمتی ہے کہ وہ میری سوربین میں وکیل تھا۔" پھر اس کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "یعنی، مادموازیل اس کی زندگی بالکل اسی طرح شروع ہوئی تھی جیسے بعض اُن نوابوں کی جو آج مجھے یہاں نظر آرہے ہیں۔ البتہ یہ ٹھیک ہے کہ حسینوں کی نظر میں اس کے اندر ایک بہت بڑی خرابی تھی۔ وہ بدصورت بے انتہا تھا۔"

ژولیاں نے یہ آخری الفاظ بڑی تیزی سے اور ایک ایسے غیر معمولی انداز میں کہے جو شائستگی سے کوسوں دُور تھا۔

اس نے لمحہ بھر انتظار کیا۔ دھڑ ذرا سا آگے کو جھکا ہوا اور انداز ایسا جس میں اکڑ اور عاجزی دونوں شامل تھے۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا: "مجھے آپ کے سوالوں کا جواب دینے ہی کی تنخواہ ملتی ہے، اور اسی تنخواہ پر میرا گزارا ہے۔" اس نے اتنی زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ نظریں اٹھا کر ماتیلد کے چہرے کی طرف دیکھ ہی لے۔ ماتیلد کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور وہ اُسے تکتے ہوئے ایسی لگ رہی تھی جیسے

اُس کی کنیز ہو۔ آخر جب سکوت جاری ہی رہا تو ژولیاں نے اس کی طرف یوں دیکھا جیسے ملازم حکم سنتے ہوئے اپنے آقا کو دیکھتا ہے۔ ماتیلڈ ابھی تک اسی عجیب انداز سے ژولیاں کو تکے جا رہی تھی۔ ژولیاں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تو سہی، مگر تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے سرک گیا۔

ماتیلڈ آخر اپنے خوابوں سے بیدار ہو کر دل میں کہنے لگی ——" یہ بھی عجب بات ہے کہ خود اتنا حسین ہو کر یہ شخص بدصورتی کی شان میں قصیدے پڑھتا ہے! اپنے بارے میں تو کبھی سوچتا ہی نہیں۔ یہ کیسے لو یا کروازلوا کی طرح نہیں ہے۔ اس سوزیل میں کچھ کچھ وہ انداز ہے جو ناچ میں نپولین کا بھیس بھرتے وقت، والد کا ہوتا ہے۔" دانتوں کا خیال اس کے ذہن سے بالکل محو ہو چکا تھا۔ "آج شام مجھے واقعی بڑی اکتاہٹ ہو رہی ہے۔" اس نے اپنے بھائی کا بازو پکڑ لیا اور حالانکہ نوربیر کو بڑی کوفت ہوتی، مگر ماتیلڈ نے بھائی کو مجبور کیا کہ اسے سارے کمروں میں پھرائے۔ اُسے خیال آیا کہ موت کی سزا پانے والے آدمی کی باتیں ژولیاں سے کرے۔

مجمع بڑا زبردست تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح اس نے ان دونوں کو جا پکڑا۔ آلتامیرا اسی وقت، بالکل ماتیلڈ کے سامنے ایک میز کے پاس آئس کریم لینے کے لئے رُکا تھا۔ اس کا آدھا رُخ ژولیاں کی طرف تھا اور اس سے باتیں کرتا جا رہا تھا۔ اتنے میں اُسے ایک زرکار آستین والا بازو دکھائی دیا۔ جو اسی میز سے آئس کریم لینے کے لئے بڑھ رہا تھا۔ سونے کے بیل بوٹے نے اسے چونکا سا دیا اور وہ پورا گھوم کر یہ دیکھنے لگا کہ بازو ہے کس کا۔ اس کی خوبصورت سیاہ آنکھیں جن سے بلند نظری ٹپکتی تھی اور تصنع کا شائبہ تک نہ تھا۔ فوراً ہی کچھ حقارت کا انداز اختیار کر گئیں۔

"آپ نے اس آدمی کو دیکھا؟" وہ ژدلیاں سے ہلکے سے بولا۔" یہ ـــــ کا سفیر شہزادہ داراچیلی ہے۔ آج صبح اس نے فرانس کے وزیر خارجہ موسیو ونزوال سے درخواست کی ہے کہ مجھے ملک سے نکال دیا جائے۔ دیکھیے، وزیر خارجہ بھی وہ سامنے بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں۔ موسیو ونزوال مجھے ان لوگوں کے حوالے کرنے کو بالکل تیار ہیں۔ کیونکہ ہمارے ملک نے بھی ۱۸۱۶ء میں دو تین سازشی آپ کے ملک کو واپس دیئے تھے۔ اگر ان لوگوں نے مجھے میرے بادشاہ کے حوالے کردیا تو چوبیس گھنٹے کے اندر مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا اور انہیں مونچھوں والے حسین نوجوانوں میں سے کوئی مجھے گرفتار کرے گا۔"

"بدمعاش کہیں کے!" ژدلیاں نے خاصی بلند آواز سے کہا۔

ان دونوں کی گفتگو کا ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جو ماتیلڈ نے نہ سنا ہو۔ اس کی اکتاہٹ کافور ہو چکی تھی۔

"نہیں، ایسے بدمعاش بھی نہیں ہیں۔" کاؤنٹ آلتامیرا نے جواب دیا۔

"میں نے اپنا ذکر تو اس لئے کیا ہے کہ آپ کے سامنے ایک حقیقی مثال پیش کر سکوں۔ ذرا داراچیلی کو دیکھئے۔ ہر پانچ منٹ بعد وہ اپنی شہزادگی کے تمغے پر نظر ڈالتا ہے۔ اپنے سینے پر یہ کھلونا لٹکا دیکھ کر اسے اتنی خوشی ہوتی ہے جو کبھی ختم ہوتے ہی نہیں آتی۔ اس بچارے میں کوئی خرابی ہے تو بس یہ کہ اسے پرانے زمانے میں پیدا ہونا چاہیے تھا۔ سو سال پہلے یہ تمغہ بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن اس زمانے میں اس جیسے شخص کو یہ تمغہ مل ہی نہیں سکتا تھا۔ آج کل تو عالی خاندان لوگوں میں کوئی داراچیلی جیسا آدمی ہی اس پر خوش ہو سکتا ہے۔ یہ اعزاز حاصل کرنے کے لئے اس نے پورے شہر کو پھانسی پر

لٹکایا ہو گا۔"
"تو کیا واقعی اس نے یہ اعزاز اس طرح خریدا ہے؟" ژولیاں نے مضطرب ہو کر کہا۔
"نہیں، بالکل اس طرح تو نہیں۔" آلتامیرا نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "شاید اس نے اپنے ملک کے تیس امیر زمینداروں کو جنہیں آزاد خیال سمجھا جاتا تھا دریا میں پھینکوایا ہو گا۔"
"بالکل جانور ہے۔" ژولیاں بولا
مادموازیل دلاامول آگے کو جھکی بڑی دلچسپی سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ اس کے خوبصورت بال ژولیاں کے کندھے سے چھو رہے تھے
"آپ ابھی نوجوان ہیں۔" آلتامیرا نے کہا۔ "میں نے آپ کو سنایا تھا کہ میری ایک بہن کی شادی پرووانس میں ہوئی ہے۔ وہ ابھی تک خاصی خوبصورت، نیک اور نرم دل ہے۔ اپنے بچوں سے بڑا پیار کرتی ہے، اپنے سارے فرائض کا خیال رکھتی ہے۔ دیندار ہے، مگر کٹر نہیں۔"
"یہ بات کیا کہنی چاہتا ہے؟" مادموازیل دلاامول نے سوچا
"وہ خوش و خرم ہے۔" کاؤنٹ آلتامیرا کہہ رہا تھا۔ "۱۸۱۵ء میں بھی اسی طرح خوش و خرم تھی۔ ان دنوں میں آن تیبب کے پاس اس کی ریاست میں چھپا ہوا تھا۔ مارشل نے کو سزائے موت ملنے کی خبر سنتے ہی وہ خوشی کے مارے ناچنے لگی۔"
"کیا ایسی بات بھی ممکن ہے؟" ژولیاں حیران و ششدر رہ گیا۔
"یہ سیاسی تعصب کا کرشمہ ہے۔" آلتامیرا نے جواب دیا۔ "انیسویں صدی میں حقیقی

جذبات تو باقی ہی نہیں رہے۔ اسی وجہ سے تو فرانس میں لوگ اتنی بے کیفی محسوس کرتے ہیں۔ ہم سے بڑی بڑی بے رحمیاں سرزد ہوتی ہیں، مگر بیرحمی کے بغیر۔"

"تب تو اور بھی بُرا ہے"! ژولیاں نے کہا۔ "اگر ہم کوئی جرم کریں تو کم سے کم لطف کے ساتھ تو کریں۔ جُرم کے اندر کوئی اچھی بات ہے تو یہ، اور اس کا کوئی جواز ہو سکتا ہے تو یہی۔"

مادموازیل دلاموں یہ بھول ہی گئی کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں وہ آلتامیرا اور ژولیاں کے درمیان آکھڑی ہوئی۔ اس نے ابھی تک بھائی کا بازو پکڑ رکھا تھا نوربیر کو تو اُس کا کہنا ماننے کی عادت رہی تھی۔ وہ کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا اور جھینپ مٹانے کے لیے ایسا بن گیا جیسے ہجوم میں راستہ نہ مل رہا ہو۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔ آلتامیرا نے کہا۔ "ہم ہر کام بغیر کسی لطف کے کرتے ہیں اور بعد میں اسے یاد بھی نہیں رکھتے۔ ہمارے جرائم کا بھی یہی حال ہے۔ میں اسی ناچ میں آپ کو اور بھی کچھ نہیں تو دس آدمی ایسے دکھا سکتا ہوں جنہیں قتل کے جُرم میں سزا ملے گی۔ وہ خود بھی یہ بات بھول گئے ہیں اور دنیا بھی۔

"ان میں سے کئی کا یہ حال ہے کہ اگر ان کے کتے کا پیر ٹوٹ جائے تو آنکھوں میں آنسو آجائیں گے۔ جب قبرستان میں لوگ پیرس کے محاورے کے مطابق اُن کی قبروں پر پھول بکھیریں گے تو ہمیں بتایا جائے گا کہ ان میں پرانے دلاوروں کی ساری خوبیاں جمع ہو گئی تھیں اور ہنری چہارم کے زمانے میں اُن کے آبا و اجداد کے کارناموں کا حال ہمیں سنایا جائے گا۔ اگر شہزادہ دا آراچیلی کی مہربانیوں کے باوجود مجھے پھانسی پر نہ لٹکایا گیا۔ اور مجھے پیرس میں کبھی چین سے رہنا ملا تو میں اپنے یہاں

دعوت میں آپ کو نو دس قاتلوں سے ملاؤں گا جو باعزت لوگ ہوں گے اور جنہیں اپنے کئے پر ذرا بھی افسوس نہیں ہوگا۔

"دعوت میں صرف آپ اور میں دو ایسے آدمی ہوں گے جن کے ہاتھ خون سے پاک ہوں گے، لیکن لوگ مجھے خونخوار انقلابی اور وحشی سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھیں گے بلکہ نفرت کریں گے، اور آپ سے حقارت کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ نچلے طبقے کے آدمی ہیں جو بڑے لوگوں میں آگھسا ہے۔"

"واقعی بالکل درست ہے۔" مادموازیل دلاموّل نے کہا

آلتامیرا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ژولیاں نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی۔

"ہاں، ایک بات اور دیکھئے۔" کاؤنٹ آلتامیرا کہنے لگا۔ "میں جس انقلاب کی رہنمائی کر رہا تھا وہ صرف اس وجہ سے ناکامیاب رہا کہ میں تین آدمیوں کا سر کاٹنے اور اپنے ساتھیوں میں ستر اسی لاکھ روپیہ تقسیم کرنے کو راضی نہیں ہوا۔ جو اتفاق سے ایک ایسے صندوق میں رکھا تھا جس کی چابی میرے پاس تھی۔ آج کل تو میرے بادشاہ سلامت مجھے پھانسی پر لٹکانے کو بے تاب ہیں۔ لیکن بغاوت سے پہلے نہایت بے تکلفی سے مجھے "تُو" کہہ کر بات کیا کرتے تھے۔ اگر میں ان تین آدمیوں کا سر کاٹ ڈالتا اور صندوق کا روپیہ بانٹ دیتا تو وہ بڑی خوشی سے مجھے بڑے سے بڑا اعزاز عطا فرما دیتے۔ کیونکہ اس وقت مجھے تھوڑی بہت کامیابی تو حاصل ہوتی ہی، اور میرے ملک کو کچھ نہ کچھ جمہوری حقوق تو مل ہی جاتے ... تو، جناب، یہ ہے دنیا کا حال، شطرنج کا سا کھیل ہے۔"

ژولیاں کی آنکھیں دمک اُٹھیں، اور وہ بولا ــــ "اس زمانے میں تو آپ یہ کھیل نہیں جانتے تھے۔ اب . . ."

"آپ کا مطلب ہے کہ میں اُن لوگوں کے سر کاٹ ڈالوں، اور پھر بھی یہ بات دہشت پسندی میں شامل نہ ہو، جیسا آپ اس دن کہہ رہے تھے؟" آلتامیرا افسردہ ہو کر کہنے لگا۔ "جب آپ کسی کو ڈوئیل میں قتل کریں گے اُس وقت میں آپ کو جواب دوں گا۔ یہ بات بھی اتنی گندی نہیں ہے جتنا کسی کو جلّاد کے ہاتھوں قتل کرانا۔"

ژولیاں نے کہا ــــ "سنئے جناب! ذرائع کیسے بھی ہوں، اصل چیز تو مقصد ہے اب تو میں ذرۂ ناچیز ہوں۔ لیکن اگر میرے ہاتھ میں طاقت ہوتی تو میں چار آدمیوں کی جان بچانے کے لئے بھی تین آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیتا۔"

اس کی آنکھوں سے ضمیر کی آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور دنیا والوں کی بے بنیاد رائوں کی طرف سے حقارت ٹپک رہی تھی۔ اس کی نظریں مادموازیل دلاَمول کی نظروں سے ملیں جو پاس ہی کھڑی تھی، اور یہ حقارت شائستگی اور نفاست کے انداز میں تبدیل ہو جانے کے بجائے اور بڑھ گئی۔

اُسے بڑا صدمہ ہوا۔ مگر ژولیاں کو بھول جانا اب اس کے امکان سے باہر تھا۔ وہ ملول ہو کر وہاں سے ہٹ گئی اور بھائی کو بھی ساتھ لے گئی۔

"اب میں کچھ پیوں اور خوب ناچوں"۔ وہ دل میں بولی۔ "میں چاہتی ہوں کہ اس وقت ہر چیز کا لطف اٹھاؤں اور جس طرح بھی ہو لوگوں کے دل پر اپنا سکہ بٹھا دوں۔ بہت خوب! لو، وہ گستاخی کا بادشاہ کاؤنٹ دفرواک آ رہا ہے۔" ماتیلد نے اس کی دعوت قبول کر لی، اور وہ ناچنے لگے۔ اس نے سوچا ــــ "ابھی تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم دونوں میں

ـسے کون زیادہ مُنہ پھٹ نکلتا ہے۔ لیکن اس سے پوری دل لگی لینے کے لئے ضروری ہے کہ میں اسے باتیں کرنے پر اُکساؤں"۔ ذرا کے ذرا میں سارا ناچ محض ایک رسم سی بن کر رہ گیا۔ ماتیلد کے چبھتے ہوئے فقروں سے کوئی بھی محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ موسیو دفروا تک بالکل سٹپٹا گیا۔ نفیس اور شائستہ جملوں کے سوا اُس کے ذہن میں کوئی خیال آہی نہ رہا تھا، وہ کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا۔ ماتیلد کا مزاج تو بگڑا ہوا تھا ہی۔ وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اور اسے دشمن بنا لیا۔ وہ صبح ہونے تک ناچتی رہی اور آخر جب گھر چلی تو تھک کے چور ہو چکی تھی۔ لیکن جو تھوڑی بہت طاقت بچی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر اپنے آپ کو اور بھی رنجیدہ اور بے حال بنانے میں صرف ہوئی۔ ژولیاں اس سے حقارت کے ساتھ پیش آیا تھا، مگر وہ اس کا جواب حقارت سے نہ دے سکتی تھی۔

ژولیاں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ لاشعوری طور پر وہ موسیقی سے، پھولوں سے، حسین عورتوں سے، ہر چیز کی نفاست سے، اور سب سے زیادہ خود اپنے تخیل سے مسحور ہو کے رہ گیا تھا جو اپنے لئے طرح طرح کے اعزاز اور انسانیت کے لئے آزادی کا خواب دیکھ رہا تھا۔

"کیسا عمدہ ناچ ہے!" وہ کاؤنٹ سے بولا۔ "کسی بات کی بھی کمی نہیں"۔

"خیال کی کمی ہے"۔ آلتامیرا نے جواب دیا

اور اس کے چہرے سے وہ حقارت ٹپک رہی تھی جو اس وقت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ جب آدمی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُسے چھپانا فرض سمجھتا ہو۔

"آخر آپ تو موجود ہیں، نواب صاحب، چنانچہ خیال بھی ہے، اور خیال بھی وہ جو سازش کھڑی کر سکتا ہے!"

"میں تو اپنے نام کی وجہ سے یہاں ہوں۔ لیکن خیال سے تو آپ کے دیوان خانوں میں نفرت کی جاتی ہے۔ اسے مذاقیہ گانے کی سطح سے بلند ہونے کی اجازت نہیں۔ البتہ اس صورت میں انعام کا مستحق ٹھیرتا ہے۔ لیکن اگر آدمی سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس کی جملے بازی میں جدت اور قوت ہو تو اسے آدم بیزار کہا جاتا ہے۔ آپ کے ایک جج نے کوریبے کو یہی تو خطاب دیا تھا نا؟ آپ لوگوں نے اسے جیل خانے میں ڈال دیا اور بیرانژے کو بھی۔ آپ کے یہاں جو چیز بھی ذہنی اعتبار سے قابلِ قدر ہو۔ جیزوئٹ لوگ اُسے پولیس کے حوالے کر دیتے ہیں اور اونچے طبقوں میں اس پر واہ واہ ہوتی ہے۔

"اصل بات یہ ہے کہ آپ کے یہاں سب سے زیادہ رسمی چیزوں کی قدر ہوتی ہے ... آپ لوگ سپاہیانہ بانک پن کی سطح سے زیادہ بلند کبھی نہیں ہو سکتے۔ میورا جیسے آدمی تو آپ کے یہاں ہوتے رہیں گے۔ لیکن واشنگٹن کبھی پیدا نہیں ہو گا۔ فرانس میں پندار کے علاوہ مجھے تو اور کچھ نظر نہیں آتا۔ جو آدمی اپنی گفتگو میں جدت سے کام لیتا ہو۔ اُس کے منہ سے کوئی نہ کوئی اُلٹی سیدھی بات نکل ہی جاتی ہے اور اس کا میزبان یہ سمجھتا ہے کہ میری توہین ہوتی ہے۔"

اتنے میں کاؤنٹ کی گاڑی جو ژولیاں کو گھر پہنچانے جا رہی تھی، موسیو دلاموَل کے محل پر آ رکی۔ ژولیاں اس سازشی پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ آلتامیرا نے اس کے متعلق ایک بڑا عمدہ توصیفی کلمہ کہا تھا جو معلوم تو یہی ہوتا تھا کہ دل سے نکلا ہے۔ "آپ میں فرانسیسیوں کا سا سبھنوڑپن نہیں ہے، آپ افادیت کا اصول سمجھتے ہیں۔" اتفاق سے ژولیاں نے دو ہی دن پہلے کاسی میر دلاویینیہ کی ٹریجیڈی "ماری نو فالیئے رو"

دیکھی تھی۔

"کیا اُس معمولی بڑھئی اُزرا آبیل برتوچیو" کا کردار وینس کے اُن سب نوابوں سے بلند نہیں ہے" ہمارے بغاوت پسند پرولتاری نے دل میں کہا۔ "اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا خاندانی سلسلہ شارل مین سے بھی ایک صدی پہلے سنہ ۸۰۰ء تک پہنچتا ہے۔ اس کے برخلاف آج موسیو ورتیز کے یہاں جو لوگ آئے تھے اُن میں شریف سے شریف آدمی کا بھی سلسلۂ نسب تیرھویں صدی سے آگے نہیں جاتا اور وہ بھی ہزار کود پھاند کے بعد۔ اچھا یہ بھی سہی۔ مگر وینس کے اُن نوابوں کے درمیان جو خاندان کے لحاظ سے تو اتنے بڑے ہیں لیکن کردار کے لحاظ سے بے رنگ ہیں، اگر کوئی آدمی یاد رہ جاتا ہے تو برتوچیو۔

"سماجی اتفاقات کے ہاتھوں جتنے بھی خطاب ملتے ہیں اُنہیں ایک سازش ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔ ان حالات میں آدمی کے رتبے کا تعین اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ اس نے موت کا سامنا کس طرح کیا۔ ذہن کی بھی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے . . . . .

"آج والنو اور رینال جیسے لوگوں کے زمانے میں دانتوں آخر کیا ہوتا؟ سرکاری وکیل کا نائب تک نہیں . . . . .

"یہ میں کیا بک رہا ہوں؟" وہ اپنے آپ کو جیزوٹ لوگوں کے ہاتھ بیچ دیتا، اور روزیر بن جاتا۔ کیونکہ آخر اس عظیم انسان دانتوں نے چوری تو کی ہی تھی۔ مرابو نے بھی اپنے آپ کو بیچا تھا۔ نپولین نے اٹلی میں لاکھوں روپے چرائے، ورنہ پیش گرو کی طرح وہ بھی افلاس کے ہاتھوں کہیں کا نہ رہتا۔ البتہ لافائیت ایک ایسا آدمی تھا جس نے کبھی چوری نہیں کی۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ آدمی چوری کرے۔ اپنے آپ کو بیچے؟" اس سوال سے اُس کے تخیل کی روانی وہیں کی وہیں رک گئی۔ باقی رات

اُس نے انقلابِ فرانس کی تاریخ پڑھنے میں گزاری۔

اگلے دن کتب خانے میں خط نقل کرتے ہوئے اُسے کاؤنٹ آلتامیرا کی گفتگو کے سوا اور کوئی خیال آہی نہ رہا تھا۔

وہ بہت دیر اسی سوچ بچار میں محو رہنے کے بعد دل میں کہنے لگا۔ " واقعی یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اگر اسپین کے یہ آزاد خیال لوگ دو چار جرائم کے ذریعے عوام کو بھی اپنے گناہ میں شامل کر لیتے تو ان کا صفایا اتنی آسانی سے نہ ہوتا۔ یہ لوگ گپی اور بڑبولے تھے۔ لڑکے ہی جو ٹھیرے . . . جیسا میں ہوں!" ژولیاں ایک دم چونک سا گیا۔

"میں نے آج تک کون سا مشکل کام سرانجام دیا ہے کہ مجھے ان بچاروں پر حرف رکھنے کا حق حاصل ہو۔ جنہوں نے ہمت تو دکھائی ہے، عمل شروع تو کیا ہے؟ میری مثال تو اس آدمی کی سی ہے جو دسترخوان پر سے اٹھتے ہوئے کہتا ہے کہ کل میں کھانا نہیں کھاؤں گا اور اس کے باوجود میری طاقت اور پھرتی میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ مجھے کیا معلوم کہ کسی عظیم کارنامے کے دوران میں لوگ کیا محسوس کرتے ہیں؟ آخر یہ باتیں ایسی تو ہیں نہیں جیسے پستول چلا لینا۔" ان بلند خیالات کا سلسلہ مادموازیل دلاموں کے اچانک اندر آجانے سے منقطع ہو گیا۔ اس وقت ژولیاں، داں توں، مرابو، کارنو جیسے لوگوں کی عظیم صفات کی تعریف میں جنہوں نے کبھی ہار نہیں مان کے دی۔ ایسا گرمجوش تھا کہ اس کی نظریں تو مادموازیل دلاموں پر ضرور پڑیں، لیکن نہ تو ژولیاں نے اسے سلام کیا، نہ اس کے بارے میں سوچا، بلکہ شاید اسے دیکھا تک نہیں۔ آخر جب اس کی بڑی

بڑی اور ہوا کو تکتی ہوتی آنکھیں ماتیلد کے وجود سے باخبر ہوئیں تو کچھ بجھ سی گئیں۔ مادموازیل دلاموَل کو یہ بات دیکھ کر بڑی تلخی محسوس ہوئی۔

اس نے ژولیاں سے وِیلی کی "تاریخِ فرانس" مانگی۔ جو سب سے اوپر والے تختے پر تھی اور ژولیاں کو جا کر بڑی سیڑھی لانی پڑی۔ مگر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سیڑھی لے آیا، کتاب اتاری اور ماتیلد کو دے دی، لیکن اس کے بارے میں اب بھی نہ سوچ سکا۔

جب وہ اپنے خیال میں مگن سیڑھی واپس لے جا رہا تھا تو اس کی کہنی الماری کے شیشے میں لگی۔ فرش پر شیشے کے ٹکڑے گرنے کی آواز سے آخر وہ چونکا۔ اس نے جلدی جلدی مادموازیل دلاموَل سے معافی مانگی اور تہذیب سے پیش آنے کی کوشش کی۔ مگر اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہ کر سکا۔ ماتیلد نے صاف صاف دیکھ لیا کہ میں مخل ہوتی ہوں اور مجھ سے باتیں کرنے کے بجائے وہ چاہتا ہے کہ جو بات سوچ رہا تھا، وہی سوچتا رہوں۔ اس نے ژولیاں کو نظر بھر کے دیکھا، اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کمرے سے چل دی۔ جب وہ چلی تو ژولیاں اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس وقت کے لباس کی سادگی اور اس کے رات والے ٹھاٹ باٹ کا تقابل اسے بہت پسند آیا۔ ماتیلد کے چہرے میں بھی اتنا ہی فرق نظر آ رہا تھا۔ یہ لڑکی جو ڈیوک دِرتیز کے ناچ میں اتنی اکڑ رہی تھی، اس وقت منکسر مزاج سی لگ رہی تھی۔ ژولیاں دل میں کہنے لگا "سیاہ لباس میں تو اس کا حسن اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نے ماتمی لباس کیوں پہن رکھا ہے؟

" اگر میں نے کسی سے اس ماتمی لباس کی وجہ پوچھی تو ہمیشہ کی طرح خواہ مخواہ اُلّو بنوں گا۔"

اب اس کا وہ جوش وخروش ختم ہو چکا تھا اور وہ زمین پر اتر آیا تھا۔ آج میں نے جتنے خط لکھے ہیں۔ انہیں پھر سے پڑھنا چاہئے۔ خدا جانے کتنے لفظ چھوڑے ہوں گے اور کتنی غلطیاں کی ہوں گی۔"

جب وہ اپنے اوپر زور ڈال کر پہلا خط پڑھ رہا تھا تو اسے اپنے قریب ریشمی کپڑے کی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے جلدی سے مڑ کر دیکھا۔ مادموازیل دلاموول میز کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔ وہ دوسری دفعہ جو مخل ہوئی تو ژدلیاں چڑ گیا۔

رہی ماتیلد تو اُسے ابھی ابھی پوری طرح احساس ہوا تھا کہ میں اس نوجوان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مسکرانے کا مطلب یہ تھا کہ اس کی بوکھلاہٹ چھپ جائے اور اس میں وہ کامیاب رہی۔

"موسیو سوریل، معلوم ہوتا ہے آپ کسی بڑی دلچسپ چیز کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ کہیں اس سازش کا تو کوئی مزیدار قصہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کاؤنٹ آلتامیرا یہاں پیرس چلے آئے ہیں؟ بتائیے تو بھی کیا بات ہے۔ مجھے سننے کی بے چینی ہو رہی ہے۔ یہ بات مجھ ہی تک رہے گی۔ میں قسم کھا کے کہتی ہوں۔" اس نے یہ آخری جملہ کہا تو خود ہی حیران رہ گئی۔ ہیں! وہ ایک چھوٹے آدمی سے درخواست کر رہی تھی! وہ اور بوکھلا گئی اور بات ہنسی میں اڑانے کی غرض سے بولی۔

"آپ تو بڑے غیر جذباتی آدمی ہیں۔ یہ کیا ہوا کہ آپ تو اچانک شاعری کرنے لگے اور ایسے بن گئے جیسے مائیکل اینجلو کا کوئی پیغمبر؟"

یہ جسارت آمیز اور غیر محتاط سوال نشتر کی طرح ژدلیاں کے دل میں اتر گیا اور اس کا جنون پھر عود کر آیا۔

"داں توں نے چوری کی تو کیا یہ بات ٹھیک تھی؟" وہ بڑی تیزی سے بولا، اور اس کا انداز وحشیانہ ہوتا گیا۔ "کیا یہ مناسب تھا کہ پیٹے موں اور اسپین کے انقلابی اپنے جرائم سے عوام کو بھی اس گناہ میں شامل کر لیتے؟ کیا جو لوگ اس لائق نہ ہوں انہیں بھی فوجی عہدے اور خطابات بخش دینا اچھی بات ہے؟ کیا یہ خطاب یافتہ لوگ بادشاہ کی واپسی کے خیال سے نہ لرزتے؟ کیا فورین کے خزانے کو لٹوا دینا چاہئے تھا؟" وہ خوفناک شکل بنائے ماتیلد کے قریب آنے لگا۔ "تو مادموآزیل، مختصر یہ کہ جو آدمی دنیا سے جہالت اور جرم کو مٹانا چاہتا ہے۔ کیا اُسے بگولے کی طرح آکر گزر جانا چاہئے؟ کیا اُسے بُرے کام اس طرح کرنے چاہئیں جیسے اتفاقیہ سرزد ہو گئے ہوں؟"

ماتیلد کو ڈر لگنے لگا۔ وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکی اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے لحہ بھر ژولیاں کو غور سے دیکھا۔ پھر اپنے خوف پر خود ہی جھینپ کر ہلکے ہلکے قدم اٹھاتی کتب خانے سے چل دی۔

دسواں باب

ملکہ مارگریت

اے عشق! وہ کون سی حماقت ہے جس میں ہمیں تیری بدولت مزا نہ آتا ہو؟

ایک پرتگالی راہبہ کے خطوط

ژولیاں اپنے خط دوبارہ پڑھنے لگا جب کھانے کی گھنٹی بجی تو وہ دل میں بولا۔ "میں اس پیرس کی گڑیا کی نظروں میں کتنا احمق لگا ہوں گا! میں نے بھی کیا پاگل پن کیا کہ جو کچھ سوچ رہا تھا وہی اس سے کہہ دیا! لیکن شاید ایسی بری بات بھی نہیں ہوئی۔ اس موقع پر سچ بولنا ہی میرے شایانِ شان تھا۔

"آ کے میرے ذاتی معاملات کے متعلق جرح کرنے کے کیا معنی؟ اس کا سوال ہی نامعقول تھا۔ بھلا یہ کوئی تمیز کی بات تھی۔ مجھے تنخواہ یہ بتانے کی تھوڑا ہی ملتی ہے کہ میں دانتوں کے بارے میں کیا سوچتا ہوں کیا نہیں۔"

کھانے کے کمرے میں پہنچ کر اس نے مادموازیل دلامول کا ماتمی لباس دیکھا، تو اس کی خفگی ذرا کم ہوئی۔ یہ بات اس وجہ سے اور بھی نمایاں ہوگئی تھی کہ خاندان کے کسی اور آدمی نے بھی سیاہ لباس نہیں پہن رکھا تھا۔

کھانے کے بعد اس نے دیکھا کہ جوش و خروش کا وہ دورہ جو دن بھر سر پر سوار رہا ہے
اب بالکل ختم ہو چکا تھا۔ خوش قسمتی سے مجلسِ مخطوطات کا وہ رکن جو لاطینی جانتا تھا اس وقت
موجود تھا۔

"اگر مادموازیل دلامول کے ماتمی لباس کے متعلق پوچھنا بدتمیزی کی بات ہوئی تو یہ
آدمی ایسا ہے جو میرا زیادہ مذاق نہیں اڑائے گا۔"

ماتیلڈا اس کی طرف ایک عجب انداز سے دیکھ رہی تھی۔ وہ دل میں بولا "مادام
دریتال نے اس شہر کی عورتوں کے ناز و انداز کا جو حال سنایا تھا اس کی ایک مثال یہ موجود
ہے۔ آج صبح میں اس سے اچھی طرح پیش نہیں آیا۔ وہ باتیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر میں نے اس
کی ایک نہ چلنے دی۔ اس کی نظروں میں میری قدر بڑھ گئی ہے۔ غرض شیطان نے پورا
بندوبست کر لیا ہے۔ بعد میں اس کی تکبر آمیز حقارت اپنا بدلہ کسی نہ کسی طرح ضرور
لے گی۔ خیر، دیکھیں وہ کیا کرتی ہے۔ جو عورت میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے یہ اس سے
کتنی مختلف ہے! اس میں کیسی فطری جاذبیت تھی! کتنی سادگی تھی! مجھے پہلے ہی سے
پتہ چل جاتا تھا کہ وہ کیا کرنے والی ہے۔ میں یہ تک دیکھ لیتا تھا کہ اس کے دل میں کون
سے خیالات پیدا ہو رہے ہیں! میرے مقابلے پر کوئی تھا تو صرف اس کا یہ ڈر کہ بچے
نہ مر جائیں۔ یہ خوف اس کی محبت کا بالکل معقول اور فطری اظہار تھا، بلکہ مجھے بھی یہی ڈر
لگتا تھا اور اس لئے مجھے بھی یہ خوف پسند تھا۔ میں بھی
بڑا احمق نکلا۔ میں نے پیرس کا جو تصور باندھ رکھا تھا اس نے مجھے اس بلند ہستی کی پوری
طرح قدر نہ کرنے دی۔

"دونوں میں کتنا فرق ہے! اور یہاں مجھے کیا ملا ہے؟ ایک خشک قسم کا تکبر، نخوت

خود پسندی کی عجیب عجیب شکلیں اور بس۔"

لوگ کھانے کی میز پر سے اُٹھنے لگے۔ ژولیاں دل میں بولا "کہیں ایسا نہ ہو کہ اتنے میں کوئی اور مجلسِ مخطوطات کے رُکن سے الجھ جائے۔" جب لوگ باغ میں جلنے لگے تو ژولیاں جلدی سے اُس کے پاس جا پہنچا۔ مجلس کے رُکن کو وکتور یوگو کے کھیل "ایرنانی" کی کامیابی پر تاؤ آ رہا تھا۔ ژولیاں بھی مسکین صورت بنا کر اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔

"کاش ہم لوگ اس زمانے میں ہوتے جب ایسی باتوں پہ آدمی کو جیل میں ڈال دیا جاتا تھا اور اس کی داد بھی نہ فریاد!" وہ بولا۔

"ہاں، پھر اُسے ایسی چیز لکھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی۔" مجلس کے رُکن نے اداکاروں کے سے انداز میں کہا۔

کسی پھول کا ذکر کرتے ہوئے ژولیاں نے ورجل کے دو ایک شعر سنائے، اور پھر یہ رائے ظاہر کی کہ شاعری میں پادری دلیل کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ غرض اس نے مجلس کے رُکن کو ہر ممکن طریقے سے خوش کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد بڑی بے اعتنائی کا انداز اختیار کر کے بولا "غالباً مادموازیل دلا مول کو اپنے کسی چچا کا ترکہ ملا ہے اور وہ اُنہیں کا سوگ منا رہی ہیں۔"

مجلس کا رُکن چلتے چلتے ایک دم سے رُک گیا اور کہنے لگا "ہیں، آپ اسی گھر میں رہتے ہیں، اور آپ کو اس کے خبط کا علم نہیں؟ نہ معلوم اس کی والدہ ایسی باتوں کی اجازت کیسے دیتی ہیں۔ یہ بات آپ صرف اپنے ہی تک رکھئے گا۔ دراصل اس خاندان کے لوگوں کا جو رُعب داب ہے وہ کردار کی پختگی کی وجہ سے نہیں ہے۔ ان سب کے بدلے یہ خوبی مادموازیل دلا مول کے حصے میں آئی ہے، اور اس نے سب کی ناک میں

نکیل ڈال رکھی ہے۔ آج ۳۰ر اپریل ہے!"

مجلس کا رکن یہیں رُک گیا اور ژولیاں کی طرف رازدارانہ انداز سے دیکھنے لگا۔ ژولیاں نے جہاں تک بن پڑا۔ اس طرح مسکرانے کی کوشش کی جیسے سب سمجھ گیا ہو۔

"سارے خاندان کی ناک میں نکیل ڈالنے، ماتمی لباس پہننے اور ۳۰ر اپریل میں کیا تعلق ہو سکتا ہے؟" وہ دل میں بولا۔ "میں جتنا سمجھتا تھا شاید اس سے بھی زیادہ بیوقوف ہوں۔"

"میں صاف ہی کیوں نہ کہہ دوں۔" وہ مجلس کے رُکن سے بولا، اور باقی سوال اُس کی نظروں نے ادا کر دیا۔

"آیئے باغ میں ٹہلیں۔" مجلس کے رُکن نے ایک طویل اور نفیس تقریر کے موقع سے خوش ہو کر کہا۔ "ہیں، کیا واقعی آپ کو معلوم نہیں کہ ۳۰ر اپریل ۱۵۷۴ء کے دن کیا ہوا تھا؟"

"کس جگہ؟" ژولیاں حیران ہو کے بولا

"پلاس دگریو میں۔"

ژولیاں ایسا متحیر تھا کہ یہ نام سُن کر بھی اُسے کوئی بصیرت حاصل نہ ہوئی۔ اس کے مزاج میں تجسّس اور المناک واقعات سے دلچسپی تو کوٹ کوٹ کر بھری ہی تھی۔ اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ داستان گو اپنے سامعین میں یہ بات دیکھ کر بڑا خوش ہوتا ہے۔ مجلس کے رُکن کو ایک ایسا آدمی ملا جس نے یہ کہانی پہلے نہ سُنی تھی تو اُسے اور بھی مزا آیا۔ چنانچہ اس نے ژولیاں کو سارا قصہ بالتفصیل سنایا کہ ۳۰ر اپریل ۱۵۷۴ء کے دن اپنے زمانے کے حسین ترین آدمی بونی فاس دلاموَل اور اس کے دوست اینی بال دکوکوناسو کا سر پلاس دگریو میں کس طرح اڑایا گیا تھا۔ "لاموَل، نادار کی ملکہ مارگریت کا عاشق تھا جس پر وہ بھی جان چھڑکتی تھی۔ ہاں، یہ بات بھی دیکھئے کہ مادموازیل دلاموَل کا پورا نام ماتیلدا مارگریت ہے۔ لاموَل

ڈیوک والاں تسوں کا بھی مقربِ خاص اور اپنی محبوبہ کے شوہر، ناوآر کے بادشاہ کا گہرا دوست تھا جو بعد میں آں ری چہارم بنا۔ ۳۰ را پریل کے دن بدنصیب بادشاہ شارل نہم بسترِ مرگ پر پڑا تھا، اور سارا دربار اُس کے گرد جمع تھا۔ لاموِل نے چاہا کہ اپنے دوست شہزادوں کو بھگا لے جائے جنہیں ملکہ کاترین دومیدی چی نے قید کر رکھا تھا۔ وہ دو سو سوار لے کر محل کے نیچے جا پہنچا۔ ڈیوک والاں تسوں کو ڈر لگا اور اس نے لاموِل کو قتل گاہ بھجوا دیا۔

"لیکن مادموازیل ولاموِل کو اس قصے میں جو بات پسند آئی ہے وہ اس نے خود سات آٹھ سال ہوئے مجھے بتائی تھی، جب اس کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ یہ لڑکی ہے ہی اتنی ذہین۔" اور مجلس کے رُکن کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔" اس سیاسی المیہ میں وہ جس چیز سے متاثر ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ قتل کے وقت ملکہ مارگریت قریب ہی ایک مکان میں چھپی ہوئی تھی، اور اس نے ہمت سے کام لے کر جلاد سے اپنے عاشق کا سر مانگ لیا۔ پھر اُسی دن رات کو یہ سر گاڑی میں لے کر گئی اور مون مارتر کی پہاڑی کے قریب ایک گرجا میں اپنے ہاتھ سے دفن کر دیا۔"

"اچھا، ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں۔" ژولیاں نے اس کہانی سے متاثر ہو کے کہا۔

"مادموازیل ماتیلد اپنے بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ کیونکہ وہ اس قدیم تاریخی واقعے کو ذرا اہمیت نہیں دیتا اور ۳۰ را پریل کے دن ماتمی لباس نہیں پہنتا۔ کوکوناسو اطالوی تھا اور اسی لئے اس کا نام اینی بال تھا۔ چنانچہ اس مشہور و معروف قتل کے بعد سے لاموِل اور کوکوناسو کی گہری دوستی کی یاد میں اس خاندان کے سارے مردوں کے نام میں یہ لفظ شامل رہا ہے"۔ پھر مجلس کا رُکن ذرا نیچی آواز میں بولا "اور شارل نہم کے بیان کے مطابق خود کوکوناسو نے ۲۴ را گست ۱۵۷۲ء کو بہت خون بہایا ہے لیکن عزیز سوریل:

یہ کیا بات ہے، کہ آپ اس گھر میں رہتے ہیں اور ان چیزوں سے بالکل بے خبر ہیں؟
"اچھا تو یہی وجہ ہے کہ مادموازیل دلاموَل نے کھانے کے دوران میں اپنے بھائی کو دو دفعہ اپنی آبال کہہ کے پکارا تھا۔ میں سمجھا کہ میں نے غلط سُنا ہے۔"
"یہ تو ملامت کے طور پہ کہا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مادام دلاموَل بیٹی کو اس حماقت پر نہیں ٹوکتیں . . . . اس عجیب وغریب لڑکی کے میاں کو واقعی مزا آجائے گا!"
اس کے بعد اس نے پانچ چھ طنزیہ فقرے کہے کسی کا راز طشت از بام کر دینے سے اُسے اتنی خوشی ہوئی کہ آنکھوں میں چمک آگئی۔ یہ دیکھ کر ژولیاں کو دھکا سا لگا۔ وہ دل میں بولا ـــــ "ہم دونوں کی حیثیت بس ایسی ہے جیسے دو نوکر بیٹھے اپنے مالک کی بُرائی کر رہے ہوں، لیکن ان بزرگ سے ہر بات کی توقع ہو سکتی ہے۔"
ایک دن ژولیاں نے اسے مادام دلاموَل کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا دیکھ پایا تھا۔ وہ اپنے ایک بھتیجے کے لئے دیہات میں تمباکو بیچنے کے لائسنس کی درخواست کر رہا تھا۔ اُسی رات ژولیاں کو مادموازیل دلاموَل کی ایک خادمہ سے جو ایلیزا کی طرح اس سے عشق لڑا رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس کی مالکہ یہ ماتمی لباس لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے نہیں پہنتی۔ یہ خبط اس کے مزاج میں داخل تھا۔ اُسے واقعی اس زمانے کی سب سے شاندار ملکہ کے محبوب عاشق لاموَل سے محبت ہو گئی تھی۔ جس نے اپنے دوستوں کو بچانے کی کوشش میں جان دی اور دوست بھی کیسے! خاندانِ شاہی کا سب سے بڑا شہزادہ اور آں ری چہارم۔
مادام دریناَل کی ہر بات بالکل فطری ہوتی تھی۔ ژولیاں کو اس کی ایسی عادت پڑ گئی تھی کہ پیرس کی عورتوں میں اسے تصنّع کے سوا اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا اور جب افسردہ نہ ہو

تب بھی اُن سے کہنے کی کوئی بات اُسے سوجھتی ہی نہ تھی۔ بس ایک مادموازیل دلاموِل اس چیز سے مستثنیٰ تھی۔

امیرانہ رکھ رکھاؤ میں جو حُسن ہوتا ہے۔ پہلے تو وہ اُسے سخت دلی کی نشانی سمجھتا تھا لیکن اب یہ بات نہ رہی۔ اب مادموازیل دلاموِل سے اُس کی لمبی چوڑی باتیں ہونے لگیں اور بہار کے دنوں میں یہ معمول ہو گیا، کہ جب موسم اچھا ہوتا تو وہ اس کے ساتھ دیوان خانے کی کھُلی ہوئی کھڑکیوں کے سامنے ٹہلا کرتی۔ ایک دن اُس نے بتایا کہ میں اوبینیہ کی تاریخ اور براآن تومم پڑھ رہی ہوں۔ ژولیاآں نے دل میں کہا ” یہ انتخاب بھی عجیب وغریب ہے اور اس کی ماں اُسے والٹر سکاٹ کے ناول بھی نہیں پڑھنے دیتی!“

ایک دن اس نے ژولیاآں کو آں ری سوم کے عہد کی ایک نوجوان عورت کا کارنامہ سنایا جو اس نے ابھی ابھی لے توال کی کتاب میں پڑھا تھا۔ اس عورت کو پتہ چلا کہ میرے شوہر نے بے وفائی کی ہے تو اٹھا کے اس کے خنجر گھونپ دیا۔ یہ واقعہ سناتے ہوئے مادموازیل دلاموِل کی آنکھیں لطف کے احساس کی وجہ سے چمک اُٹھی تھیں۔ یہ ایسی بات ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بولنے والا واقعی خلوص کے ساتھ اس فعل کی تعریف کر رہا ہے۔

ژولیاآں کی خود پرستی کو بڑی تقویت پہنچی۔ ایک ایسی ہستی نے جس کی سب عزت کرتے تھے اور جس نے مجلس کے رُکن کے بقول گھر بھر کی ناک میں نکیل ڈال رکھی تھی۔ ازراہِ نوازش ژولیاآں سے ایسے لہجے میں بات کی تھی جو قریب قریب دوستانہ تھا۔

پھر وہ فوراً ہی دل میں بولا ” میں نے غلط سمجھا۔ یہ دوستی کی بات نہیں ہے۔ میں تو صرف ایک المناک داستان کا سامع ہوں۔ اسے تو بس باتیں کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ یہاں لوگ مجھے بڑا عالم فاضل سمجھتے ہیں۔ اب میں براآن تومم، دوبینیہ اور لے توال

کی کتابیں پڑھوں گا۔ مادموازیل دلاموں مجھے ایسے قصے سنائے گی تو میں اس کی غلطیاں نکالا کروں گا۔ اب یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ میں چپ چاپ سنتا رہوں۔"

تھوڑے دنوں میں اسں لڑکی سے جو رعب زجماتی تھی مگر ساتھ ہی ملنسار بھی تھی۔ ژولیاں کی اور بھی دلچسپ باتیں ہونے لگیں۔ اب اسے وہ بانی پر دقناری والا افسوسناک کردار یاد بھی نہ رہا۔ اُسے پتہ چلا کہ ماتیلد خاصی پڑھی لکھی اور معقول ہے۔ باغ میں وہ جن خیالات کا اظہار کرتی تھی۔ وہ دیوان خانے والے خیالات سے مختلف ہوتے تھے۔ عام طور سے تو اسں کا رویہ بڑی سرد مہری اور تکبر کا ہوتا تھا لیکن بعض وقت وہ ژولیاں کے سامنے ایسی گرم جوشی اور صاف گوئی سے کام لیتی کہ بالکل اور ہی چیز بن جاتی۔

"فرانسں کی تاریخ میں لیگ والی جنگوں کا زمانہ ولاوری کا عہد ہے"۔ ایک دن وہ اس سے بولی۔ ذہانت اور جوش کی وجہ سے اس کی آنکھیں جھمک اٹھی تھیں۔" اس زمانے میں ہر آدمی کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے لڑتا تھا اور اس میں بھی مطمح نظر یہ ہوتا تھا کہ اپنی جماعت در فتح مند رہے۔ وہ آپ کے شہنشاہ کے زمانے والی بات نہیں تھی کہ ساری جد وجہد کا مطلب صرف ایک تمغہ حاصل کرنا ہو۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ ان دنوں لوگوں میں ایسی خود غرضی اور ایسی رذالت نہیں تھی۔ مجھے تو اس زمانے سے محبت ہے۔"

"اور اس زمانے کے ہیرو تھے بونی فاش لاموں۔" ژولیاں نے کہا۔

"بہر حال کسی کو اُن سے ایسی محبت تو تھی کہ آدمی کا جی خوش ہو جائے۔ آج کون ایسی عورت ہے جو اپنے مقتول عاشق کا سر چھونے سے نہ گھبرائے؟"

مادام دلاموں نے بیٹی کو اندر بلا لیا۔ ریاکاری کا فائدہ تو جبھی ہے کہ آدمی اسے

بچپا رکھے اور جیسا ہم نے دیکھا ژولیاں نے مادموازیل ولاّمرول کو نپولین سے اپنی عقیدت کا حال تھوڑا سا بتا دیا تھا۔

وہ باغ میں اکیلا رہ گیا تو دل میں بولا ـــــ "ان لوگوں کو کم سے کم یہ بڑی فوقیت حاصل ہے ان کے آباؤ اجداد کی تاریخ انہیں عامیانہ جذبات کی سطح سے بلند کر دیتی ہے اور دال روٹی کی فکر ہر وقت نہیں ستاتی! کیا مصیبت ہے!" اس کے لہجے میں تلخی آگئی "در اصل مجھے ان سنجیدہ معاملات پر بحث کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ شاید ان چیزوں کے بارے میں میرا نقطۂ نظر ہی غلط ہے۔ میری زندگی تو بس ریاکاریوں کا ایک سلسلہ بن کر رہ گئی ہے کیونکہ میرے پاس ہزار فرانک ماہوار کی آمدنی نہیں جس سے بیٹھے بٹھائے روٹی کا بندوبست ہو جائے۔"

"کہئے، جناب، کیا سوچ رہے ہیں؟" ماتیلڈ نے پوچھا۔ اس کے سوال میں بے تکلفی کی جھلک تھی، ژولیاں کے پاس پہنچنے کی بے چینی میں وہ بھاگی بھاگی آئی تھی اور اس کا سانس پھول گیا تھا۔

ژولیاں ضبط کرتے کرتے اکتا گیا تھا۔ وہ ایسی اکڑ میں آیا کہ جو کچھ سوچ رہا تھا سچ سچ کہہ دیا۔ ایک امیر آدمی سے اپنے افلاس کا ذکر کرتے ہوئے وہ شرم کے مارے سُرخ ہو گیا۔ اس نے لہجے میں نخوت پیدا کر کے یہ جتلانے کی کوشش کی کہ میں کچھ بھیک مانگ نہیں رہا ہوں۔ ماتیلڈ کو وہ کبھی اتنا حسین نہیں لگا تھا۔ اس وقت اسے ژولیاں میں ایسی احساس مندی اور ایسی صداقت گوئی نظر آئی جو ذرا کم ہی دکھائی دیتی تھی۔

قریباً مہینے بھر بعد کا ذکر ہے کہ ژولیاں کچھ افسردہ سا محل کے باغ میں ٹہل رہا تھا مگر اب اس کے چہرے پر کسی ترش رو فلسفی کی سی کرختگی باقی نہیں رہی تھی جو اپنی

کمتری کے مستقل احساس نے پیدا کر دی تھی۔ وہ ابھی ابھی بادمراز یل ولاتول کو دیوان خانے کے دروازے تک پہنچا کے آیا تھا جس نے یہ بہانہ بنایا تھا کہ بھائی کے ساتھ دوڑتے ہوئے پیر میں موچ آگئی ہے۔

وہ دل میں کہنے لگا —— "وہ میرے بازو پہ کیسے عجیب طریقے سے جھکی ہوئی تھی۔ میں کہیں احمق تو نہیں ہوں، یا وہ مجھے واقعی پسند کرتی ہے؟ مجھے اپنے غرور کے ہاتھوں جو دُکھ جھیلنا پڑتا ہے اس کا اعتراف کروں تو بھی وہ مسکین صورت بنائے بنی رہتی ہے اور دوسروں کے سامنے اتنا اکڑتی ہے! اگر دیوان خانے میں بیٹھنے والے اُسے ایسی شکل بنائے دیکھیں تو انہیں کتنا تعجب ہو۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ میرے علاوہ کسی اور کے سامنے وہ ایسا عاجزانہ اور دوستانہ انداز اختیار نہیں کرتی۔"

ژولیاں نے اس عجیب و غریب دوستی کے متعلق مبالغے سے کام لینے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔ وہ خود اس دوستی کو مسلح غیر جانب داری سے تشبیہہ دیتا تھا۔ روز یہی ہوتا کہ جب وہ ملتے تو کل والا بے تکلفی کا لہجہ اختیار کرنے سے پہلے اپنے آپ سے پوچھتے —— "آج ہم دوست ہیں یا دشمن؟" گفتگو شروع ہوتی تو یہ نہ دیکھتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، بلکہ یہ سوچتے ہم کس طرح کہہ رہے ہیں۔ ژولیاں سمجھ گیا تھا کہ اگر ایک دفعہ بھی کان دبا کے اس اکڑباز لڑکی کے ہاتھوں اپنی توہین برداشت کر لی تو معاملہ چوپٹ ہے۔ "اگر اس سے جھگڑا ہونا ہی ہے تو میرا فائدہ اسی میں ہے کہ پھر شروع ہی سے ہو، اور میں اپنی عزتِ نفس پر آنچ نہ آنے دوں۔ اگر میرے ذاتی وقار میں ذرا سی بھی کمی ہوئی تو فوراً میری تحقیر و تذلیل شروع ہو جائے گی اور میرے روکے نہ رُک سکے گی۔"

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب دونوں میں کچھ بدمزگی پیدا ہوئی تو ماتیلڈ نے نواب زادی ژدلیاں کا سا لب و لہجہ اختیار کرنا چاہا۔ ان کوششوں میں اس نے بڑے ہنر سے کام لیا، مگر ژدلیاں ہر دفعہ بدتمیزی پر اتر آیا اور اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔

ایک دن وہ کچھ کہہ رہی تھی کہ ژدلیاں اچانک اس کی بات کاٹ کر بولا "کیا مادموازیل دلاَمول اپنے والد کے سکرٹری کو کوئی حکم دینا چاہتی ہیں؟ حکم سننا اور بصد تکریم اُسے بجا لانا تو اس کا فرضِ منصبی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ وہ اُن کی خدمت میں وہ کچھ اور عرض نہیں کر سکتا۔ اُسے اپنے خیالات بتانے کی تنخواہ نہیں ملتی۔"

اس صورتِ حال اور ژدلیاں کے عجیب و غریب شکوک نے وہ بے کیفی دور کر دی جو اس دیوان خانے میں آ کر شروع شروع میں ہوئی تھی۔ جہاں اس تمام شان و شوکت کے باوجود لوگ ہر چیز سے ڈرتے تھے اور کسی چیز کا مذاق اڑانا بدتہذیبی میں داخل تھا۔

"اگر کہیں اُسے مجھ سے محبت ہو جائے تو تب مزا ہی آ جائے! خیر، چاہے اُسے مجھ سے محبت ہو یا نہ ہو، ایک ذہین لڑکی میری محرمِ راز تو بن ہی گئی، اور لڑکی بھی وہ جس کے سامنے سارا گھر کانپتا ہے اور خصوصاً وہ مارکوئس دکروازنوا۔ یعنی وہ نوجوان جو اتنا مہذب، اتنا شریف، اتنا بہادر ہے۔ جس کے پاس حسب نسب، مال و دولت، غرض ہر وہ خوبی ہے کہ میرے پاس ان میں سے ایک بھی ہو تو چین ہی چین ہے! وہ اس کی محبت میں دیوانہ ہے یعنی جس حد تک کوئی پیرس والا محبت میں دیوانہ ہو سکتا ہے۔ وہ اس سے شادی کرنے والا ہے۔ شادی کا معاملہ طے کرانے کے لئے موسیو دلاَمول نے دونوں وکیلوں کو مجھ سے نہ معلوم کتنے خط لکھوائے ہیں! صبح کو تو میں قلم ہاتھ میں لئے گریۂ مسکین بنا دکھائی دیتا ہوں اور دو گھنٹے بعد یہاں باغ میں اس

دلکش نوجوان سے بھی بازی لے جاتا ہوں۔ کیونکہ یہ بات بہرحال ظاہر ہے کہ ماتیلد مجھے زیادہ پسند کرتی ہے۔ شاید ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ اس خیال ہی سے چڑتی ہے کہ یہ آدمی میرا شوہر بننے والا ہے۔ ماتیلد بیں نفرد رہے ہی ادنیٰ درجے کا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر جو عنایت ہوتی ہے وہ ایک محرم راز ملازم کی حیثیت سے۔

"لیکن نہیں، یا تو میرا ہی دماغ خراب ہوگیا ہے یا وہ واقعی مجھ سے عشق لڑا رہی ہے میں جتنا با ادب اور سرد مہر بنتا ہوں۔ وہ اتنا ہی میرے پیچھے پیچھے پھرتی ہے۔ ممکن ہے یہ بات ارادی اور بناوٹی ہو۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ اگر میں اچانک اس کے سامنے آجاؤں تو اس کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں۔ کیا پیرس کی عورتیں بننے میں ایسا کمال رکھتی ہیں؛ چلو اس سے ہوتا ہی کیا ہے! ظاہر میں جو کچھ دکھائی دے رہا ہے وہ تو میرے حق میں ہے۔ اسی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ خدا کی قسم، کتنی خوبصورت ہے! اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھیں جب اکثر میری طرف اٹھ جاتی ہیں تو غضب کی کتنی حسین لگتی ہیں! اس سال اور پچھلے سال میں کتنا فرق ہے۔ جب میں مصیبت کی زندگی بسر کر رہا تھا محض اپنے کردار کی پختگی کے سہارے زندہ تھا، اور میرے چاروں طرف وہ تین سو گندے، بدنہاد اور ریاکار آدمی تھے! میں بھی تقریباً انہیں جیسا بدنہاد ہوگیا تھا۔"

ژولیاں افسردہ خاطر ہوتا تو سوچا کرتا۔ "یہ لڑکی مجھے اُلّو بنا رہی ہے۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر مجھے پریشان کرنا چاہتی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اس کے مٹھس پن کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے! وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ بھائی بہادر تو ہیں، مگر اس سے زیادہ اور کچھ نہیں اور اس کی بہادری بھی بس اسپین والوں کی تلواروں کے سامنے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ پیرس میں وہ ہر چیز سے بدکتا ہے ہر جگہ اُسے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میرا مذاق نہ

اٹھے۔ اس کے دماغ میں ایک بھی تو خیال ایسا نہیں جو مروجہ خیالات سے الگ ہو ہمیشہ مجھ ہی کو ماتیلاؔ کی حمایت میں بولنا پڑتا ہے۔ اس کی عمر صرف انیس سال ہے! کیا یہ ممکن ہے کہ اس عمر کی لڑکی ریاکاری کو اپنا اصول بنا لے اور چوبیس گھنٹے اسی اصول کی پیروی کرے؟

"اس کے برخلاف جب مادموازیل دلامول کی بڑی بڑی نیلی آنکھیں ایک عجیب انداز سے مجھ پر جم جاتی ہیں تو کاؤنٹ نوربر ہمیشہ وہاں سے سرک جاتا ہے۔ اس بات سے مجھے شبہ ہوتا ہے۔ اُسے تو غصہ آنا چاہیئے کہ میری بہن نے گھر کے ایک معمولی ملازم کو چھانٹ لیا ہے۔ میں نے ڈیوک دشولن کو یہی ذکر انہیں الفاظ میں کرتے سنا ہے۔" یہ بات یاد آئی تو غصے نے باقی سب جذبات کو مٹا کے رکھ دیا۔ "یا پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ اس خبطی ڈیوک کو بس پرانے انداز میں گفتگو کرنے کا شوق ہو؟

"بہرحال وہ ہے بڑی خوبصورت"! ژولیاں کی آنکھیں ایسے دہکنے لگیں جیسے شیر کی آنکھیں۔ "میں اُسے حاصل کر کے رہوں گا اور پھر یہاں سے چل دوں گا۔ جاتے ہوئے کسی نے مجھے روکنا چاہا تو اس کی خیر نہیں!"

ژولیاں کو دن رات یہی دھن رہنے لگی۔ اب وہ ہر دوسری چیز سے غافل ہو چکا تھا۔ اُس کے دن ایسے گزر رہے تھے جیسے گھڑیاں۔

دن میں جس وقت بھی وہ کسی ضروری کام کی طرف متوجہ ہوتا۔ اس کے خیالات اپنے آپ سے اپنے آپ بھٹکنے لگتے اور وہ کھو جاتا۔ کہیں پندرہ منٹ بعد جا کر اسے ہوش آتا اور حال یہ ہوتا کہ دل دھک دھک کر رہا ہے، ذہن بالکل الجھا ہوا ہے اور رہ رہ کے بس یہی خیال آ رہا ہے ـــ "کیا وہ مجھ سے محبت کرتی ہے؟"

گیارھواں باب

مطلق العنان لڑکی

میں اس کے حسن پر جان دیتا ہوں۔ مگر اس کے دماغ سے ڈرتا ہوں۔
میری کسلے

ژولیاں کا سارا وقت ماتیلدہ کے حسن کے متعلق مبالغہ آرائیاں کرنے یا اس خاندان کی فطری نخوت پر پیچ و تاب کھانے میں گزرتا جسے وہ ژولیاں کی صحبت میں بالکل بھول ہی گئی تھی۔ لیکن اگر وہ اتنا ہی وقت یہ دیکھنے میں صرف کرتا کہ دیوان خانے میں کیا ہو رہا ہے تو اس کی سمجھ میں آجاتا کہ ماتیلدا اپنے آس پاس والوں پر کس طرح حکمرانی کرتی ہے۔ مادموازیل دلامول کسی سے خفا ہو جاتی تو اسے اپنی پھبتیوں کی باڑھ پر رکھ لیتی اور اس کی پھبتیاں اتنی نپی تلی، اتنی برجستہ، بظاہر اتنی بے ضرر، لیکن در اصل ایسی نوکیلی ہوتیں کہ آدمی جتنا غور کرتا اتنی ہی گہری اترتیں۔ آدمی کے زخم خوردہ وقار کو وہ آہستہ آہستہ بالکل کچل کے رکھ دیتی۔ باقی گھر والے جن چیزوں کی آرزو میں مرتے تھے وہ انہیں خاطر میں نہ لاتی تھی۔ چنانچہ وہ سمجھتے کہ یہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ آدمی بڑے لوگوں کے دیوان خانوں سے باہر نکلے تو وہاں کی باتیں سنانے میں بڑا مزا آتا ہے، لیکن اس سے زیادہ وہاں

اور کچھ نہیں رکھا۔ ان دیوان خانوں میں کسی چیز کا کوئی خاص مطلب نہیں ہوتا باتیں بالکل گھسی پٹی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ریاکاری کا جواب بھی اسی طرح دیا جاتا ہے۔ جب ہر بات میں اتنی شیرینی ہو تو آخر منہ پھر جاتا ہے اور طبیعت اکتا جاتی ہے۔ خالی خولی شائستگی بس دو چار دن ہی بھلی لگتی ہے۔ شروع میں تو ژولیاں بھونچکا سا ہو گیا تھا لیکن جب یہ جادو ٹوٹا تو اسے بھی اصل بات کا پتہ چل گیا۔ وہ دل میں کہنے لگا۔ "شائستگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ بدمزگی پیدا نہ ہو جو بدتمیزی کی وجہ سے ہوتی"۔ ماتیلد اکثر بے کیف رہتی۔ شاید وہ ہر حال میں ایسی ہی رہتی۔ ایسے وقت کسی چبھتے ہوئے فقرے کی نوک پلک درست کرنا اُس کے لئے تفریح کا باعث ہوتا بلکہ اس میں حقیقی لذت ملتی۔

شاید اسے اپنے ممتاز رشتے داروں، مجلس کے رُکن اور پانچ چھ دوسرے مصاحبوں سے کچھ زیادہ مزے دار شکار کی تلاش تھی۔ چنانچہ اس نے مارکوئس دکرواز نوا کاؤنٹ دکے لو اور دو تین سر برآوردہ نوجوانوں کی تھوڑی سی ہمت افزائی کر دی تھی۔ اس کی نظر میں اُن کی حیثیت تختۂ مشق سے زیادہ نہ تھی۔

چونکہ ماتیلد ہمیں بہت پسند ہے، اس لئے ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ اس کے پاس ان میں سے کئی آدمیوں کے خط آئے تھے اور اس نے بعض دفعہ جواب بھی دیا تھا۔ مگر ہمیں فوراً ہی یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ اس زمانے کے عادات و اطوار کے لحاظ سے ہماری کہانی کے اس کردار کی حیثیت ایک استثنیٰ کی ہے۔ عام طور سے اعلےٰ درجے کے مدرسوں کی طالبات پر محتاط نہ رہنے کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

ایک دن مارکوئس دکرواز نوا نے ماتیلد کو ایک خط واپس دیا جو اس نے مارکوئس کو ایک روز پہلے لکھا تھا اور جس میں ایسی باتیں تھیں۔ جن سے ماتیلد پر حرف آنے کا

اندیشہ تھا۔ مارکوس کا خیال تھا کہ اگر میں نے اتنی احتیاط برتی تو ماتیلڈ کے دل میں میری قدر بہت بڑھ جائے گی۔ لیکن ماتیلڈ کو اپنی خط و کتابت میں ناعاقبت اندیشی ہی پسند تھی۔ آگ سے کھیلنے میں اُسے بڑا مزا آتا تھا۔ اس نے مارکوئس سے چھ ہفتے بات نہیں کی۔

ان نوجوانوں کے خط پڑھ پڑھ کر وہ خوب لطف لیتی تھی۔ لیکن اس کے بقول سارے خط ایک ہی سے ہوتے تھے۔ ہر آدمی اپنی محبت کو عمیق اور غمناک بتاتا تھا۔

"یہ سب کے سب ایک ہی جیسے ہیں۔ سب نہایت شریف اور ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور فلسطین جانے کو تیار بیٹھے ہیں۔" وہ اپنی ایک رشتے کی بہن سے کہا کرتی۔ "اس سے زیادہ بے مزہ بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ ذرا سوچو تو سہی، میرے پاس عمر بھر ایسے ہی خط آتے رہیں گے! ان میں اگر کوئی تبدیلی ہوگی بھی تو ہر بیس سال بعد، اور جس زمانے میں جو پیشہ فیشن میں داخل ہوگا اُسی کے مطابق۔ نپولین کی شہنشاہی کے زمانے میں نوجوان غالباً اتنے بے رنگ نہ تھے۔ اُن دنوں اونچے طبقے کے ہر نوجوان نے ایسے کارنامے سرانجام دیئے تھے یا کم سے کم دیکھے ضرور تھے جن میں واقعی عظمت ہو۔ میرے ماموں ڈیوک ن ——— واگ راں کی جنگ میں لڑے تھے۔"

"تلوار چلانے میں کون سی عقل کی ضرورت پڑتی ہے؟ اور جب ان لوگوں کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آ جائے تو پھر اکثر اسی کا ذکر رکھتے ہیں!" ماتیلڈ کی بہن مادموازیل وسینٹ ایربرے ربتے کہتی۔

"مجھے ان کہانیوں میں بڑا مزا آتا ہے۔ کسی حقیقی جنگ، مثلاً نپولین کی کسی جنگ میں جہاں دس ہزار سپاہی کام آئیں، شامل ہونا بہادری کی نشانی ہے۔ اپنے آپ کو

خطرے میں ڈالنے سے آدمی کی رُوح میں بلندی آتی ہے اور آدمی اس بے کیفی سے بچتا ہے جس میں میرے بچارے عاشق گرفتار رہتے ہیں اور یہ بے کیفی کی بیماری اُڑ کے لگتی ہے۔ ان میں کون ایسا ہے جو کوئی غیر معمولی کارنامہ سرانجام دینے کے خواب دیکھتا ہو؟ یہ لوگ تو بس مجھ سے شادی کرنے کی فکر میں ہیں۔ یہ واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے! میں دولت مند ہوں، میرے والد اپنے داماد کی ہر طرح مدد کریں گے۔ کاش انہیں کوئی ایسا داماد ملے جو کچھ تو دلچسپ ہو!"

جیسا ہم نے دیکھا، ماتیلدہ کے بے لاگ اور جاندار نقطۂ نظر نے اس کے طرزِ گفتگو کو بھی بدل کے رکھ دیا تھا۔ بعض دفعہ اُس کی باتیں اُس کے انتہائی مہذب اور نفاست پسند دوستوں کو بُری طرح کھٹکتیں۔ اگر اونچے طبقے میں اس کا اتنا زور رسوخ نہ ہوتا تو وہ لوگ یہ بھی تسلیم کر لیتے کہ زبان و بیان کی اتنی رنگینی کسی عورت کو زیب نہیں دیتی۔

رہی ماتیلدہ، تو وہ ان حسین اور بانکے نوجوانوں سے بڑی بے انصافی برتتی تھی۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مستقبل کو خوف کی نظروں سے دیکھتی تھی۔ اس جذبے میں تو خاصی شدت ہے۔ البتہ اُسے مستقبل کے خیال سے ایسی بیزاری ہوتی جو اس عمر کی لڑکی میں شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔

ایسی چیز باقی ہی کون سی رہی تھی جس کی اُسے تمنا ہو؟ قسمت نے اسے ہر چیز فراوانی کے ساتھ بخش دی تھی — حسب نسب، مال و دولت، ذہانت، حُسن (کم سے کم لوگ تو اُسے حسین کہتے تھے اور وہ خود بھی یہی سمجھتی تھی)

جب فوبورسین ژرمین کی اس عالی خاندان اور دولت مند لڑکی کو جس پر سب کو رشک ہوتا تھا، ژولیاں کے ساتھ ٹہلنے میں لطف آنے لگا تو اس کے خیالات کچھ اس قسم کے تھے۔

اُن سے ژولیاں کی اکڑ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ اس معمولی سے آدمی کی ہنرمندی پر اس کے منہ سے بے اختیار واہ نکلتی تھی۔ وہ دل میں کہا کرتی — "پادری موتری کی طرح یہ بھی ایک نہ ایک دن اُسقف بن کے رہے گا۔"

ہمارا ہیرو کسی لاگ لپیٹ کے بغیر بڑے خلوص کے ساتھ اس کے بہت سے خیالات کو رد کر دیتا تھا۔ ماتیلڈ کو یہ بات رہ رہ کے چبھنے لگی۔ وہ اکثر اس کے بارے میں سوچا کرتی۔ وہ بہن کو اپنی گفتگو کی ذرا ذرا سی تفصیل سُناتی اور پھر بھی یہی احساس رہتا کہ بات کے سارے پہلو بیان نہیں ہو سکے۔

ایک دن اچانک اس کے ذہن میں ایک عجیب خیال آیا۔ وہ خوشی کے مارے پاگل ہو گئی اور دل میں بولی — "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے محبت ہو گئی۔ مجھے محبت ہو گئی ہے، مجھے محبت ہو گئی ہے! اب تو صاف ظاہر ہے۔ میری جیسی عمر میں کسی نوجوان، خوبصورت اور ذہین لڑکی کو محبت کے علاوہ اور کہاں خوشی مل سکتی ہے؟ چاہے میں کچھ بھی کر لوں۔ مگر کرواز نوا، کے لو اور ان جیسے لوگوں سے مجھے کبھی محبت نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ ہر اعتبار سے مکمل ہیں۔ شاید ضرورت سے زیادہ مکمل ہیں۔ غرض یہ کہ مجھے اُن سے بڑی اکتاہٹ ہوتی ہے۔"

اس نے "مانون سے لے کو" "نو ویل ایلوایز" اور "پرتگالی راہبہ کے خطوط" جیسی کتابوں میں محبت کا جو حال پڑھا تھا۔ اسے اپنے ذہن میں دہرایا۔ ایک زبردست محبت کے سوا اور کسی چیز کا خیر سوال ہی نہیں تھا۔ ہلکی پھلکی محبت تو اُس جیسی عالی خاندان اور اس کی سی عمر کی لڑکی کے لئے مناسب ہی نہیں تھی۔ محبت کا نام وہ اس دلاورانہ جذبے کو دیتی تھی۔ جو فرانس میں ہنری سوم کے عہد میں ملتا ہے۔ اس محبت میں چھوٹا پن نہ تھا۔ وہ محبت کی

رکاوٹوں کے بوجھ سے پس کے نہ رہ جاتی تھی۔ بلکہ اس کی بدولت بڑے بڑے کارنامے سرانجام پاتے تھے۔" میری کیسی بدنصیبی ہے کہ آج کل کا ترین دمیدی چی یا کوئی سینز دہم کا سا دربار موجود نہیں! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مجھ میں زبردست سے زبردست اور خطرناک سے خطرناک کام کی ہمت ہے۔ اگر کوئی سینز دہم کا سا کوئی دل والا بادشاہ میرے قدموں پر پڑا آہیں بھر رہا ہو تو میں کیا نہیں کر سکتی! جیسا بیرن دتولی ہمیشہ کہتے رہتے ہیں۔ میں اُسے واندے لے جاؤں اور وہاں بیٹھ کر وہ اپنی سلطنت دوبارہ فتح کر لے۔ پھر آزادی وازادی کی باتیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں . . . اور ژولیاں اس کام میں میری مدد کرے گا۔ اس میں کمی کس بات کی ہے؟ نام اور دولت کی؟ نام وہ خود پیدا کر لے گا اور دولت بھی۔

"مارکوئس دکرو آزنوا میں کسی بات کی بھی کمی نہیں، اور وہ عمر بھر بس ڈیوک ہی رہے گا۔ تھوڑا سا شاہ پرست، تھوڑا سا آزاد خیال، نہ ادھر میں نہ اُدھر میں، فیصلے کی قوت سے عاری، عمل کی جگہ باتیں بنانے والا، انتہا تک جانے سے خوفزدہ، لہٰذا ہر جگہ دوسری صف میں شامل۔

"ایسا کون سا بڑا کارنامہ ہے کہ جب آدمی اُسے سرانجام دے تو وہ انتہا پسندی میں داخل نہ ہو؟ جب وہ سرانجام پا چکتا ہے تو اس وقت عام لوگ اسے ممکن سمجھنے لگتے ہیں۔ ہاں، اب محبت اپنی پوری کرشمہ سازیوں کے ساتھ میرے دل پر حکومت کرے گی۔ میرے اندر ایک آگ سی سلگ رہی ہے۔ اسی سے مجھے پتہ چلتا ہے۔ بس یہی ایک نعمت باقی رہ گئی تھی جو ابھی تک مجھے نہیں ملی تھی۔ خدا نے ایک آدمی پر جو ہر قسم کے انعام واکرام کی بارش کی ہے وہ بیکار نہیں جائے گی۔ میں جو کچھ ہوں میری خوشی بھی اُسی کی مناسبت سے ہوگی۔ اب یہ بات نہیں رہے گی کہ میرا ہر دن پہلے والے دن کی طرح پھیکا سیٹھا ہو۔ اپنے

سے اتنے کم درجے کے آدمی سے محبت کرنا ہی ایک زبردست اور بڑی بہادری کی بات ہے۔ اچھا لکھوں تو سہی۔ کیا وہ ہمیشہ اسی طرح میری محبت کا مستحق رہے گا؟ اگر اس میں ذرا سی بھی کمزوری نظر آئی تو میں اسی وقت اسے چھوڑ دوں گی۔ جو لڑکی میری طرح عالی خاندان ہو۔ اور جس میں لوگ دلاورانہ کردار پاتے ہوں (یہ اس کے باپ کا قول تھا) اس سے کوئی حماقت سرزد نہیں ہونی چاہیئے۔

" اگر مجھے مارکوئس دکرواز نوا سے محبت ہوتی تو کیا میں اچھی خاصی احمق نہ بنی ہوتی ہوتی؟ میری خوشی بھی بس وہی چیز ہوتی جو میری رشتے کی بہنوں کی خوشی ہے جن سے میں سخت نفرت کرتی ہوں۔ مجھے پہلے ہی سے ہر بات معلوم ہے کہ بچارا مارکوئس مجھ سے کیا کہتا اور مجھے کیا جواب دینا پڑتا۔ ایسی محبت سے کیا فائدہ جس میں جمائیاں آنے لگیں؟ اس تو بہتر ہے کہ آدمی روزہ نماز میں لگ جائے۔ میرا نکاح نامہ لکھا جاتا تو اچھا خاصا ایک تماشا ہوتا جیسے میری سب سے چھوٹی چچازاد بہن کی شادی کے وقت ہوا تھا۔ اگر شادی سے ایک دن پہلے دوسری طرف کے وکیل نے نکاح نامے میں ایک اور شرط بڑھا کے انہیں خفا نہ کر دیا ہوتا تو میرے امیر کبیر رشتے دار چاروں طرف کھڑے ہو کے آنسو بہاتے۔"

بارھواں باب

ایک اور انقلابی ہیرو؟

ہر وقت گڑھتے رہنے کی خواہش ـــــ یہ تھا میری حسین خالہ مارگریت دویلوا" کا کردار جنہوں نے بعد میں ناروا کے اُس بادشاہ سے شادی کر لی جو آج کل "آن ری چہارم" کے نام سے فرانس کا بادشاہ ہے۔ اس دلفریب شہزادی کے کردار کا سارا رمز اس خواہش میں پنہاں ہے کہ ہر چیز کی بازی لگا دی جائے۔ سترہ سال کی عمر سے لے کر اپنے بھائیوں سے بگاڑ اور صلح دونوں کی وجہ یہی رہی۔ لیکن ایک نوجوان لڑکی کس چیز کی بازی لگا سکتی ہے ؟ اُسی چیز کی جو سب سے قیمتی ہے، یعنی اپنی عزت اور اپنی عمر بھر کا سرمایہ۔

شارل نہم کے ناجائز بیٹے ڈیوک ڈ انگولیم
کی خود نوشت سوانح عمری۔

"ژولیاں کے اور میرے درمیان کسی معاہدے پر دستخط نہیں ہوں گے۔

شادی کی رسم کے لئے کسی وکیل کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہر چیز دلاورانہ انداز سے ہوگی۔ ہر چیز کا فیصلہ قسمت کے ہاتھ ہوگا۔ وہ عالی خاندان تو واقعی نہیں ہے۔ لیکن اس بات کے سوا یہ محبت بالکل مارگریت دِویلوا اور اُس زمانے کے سب سے ممتاز آدمی نوجوان لاموِل کی سی محبت ہے۔ اگر دربار میں جانے والے نوجوان رسمیات کے ایسے پکّے پرستار ہیں اور ذرا سے بھی غیر معمولی اور خطرناک کام کا خیال آتے ہی زرد پڑ جاتے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ یونان یا افریقہ کی چھوٹی سی مہم اُن کے لئے دلاوری اور جانبازی کی انتہا ہے اور وہاں بھی وہ ایک جمِ غفیر ساتھ لے کے جاتے ہیں۔ جہاں اکیلے ہوئے، ڈر کے مارے کانپنے لگے — بدوؤں کے نیزوں کے خوف سے نہیں، بلکہ مذاق اڑنے کے خوف سے۔ یہ ڈر انہیں پاگل بنائے رکھتا ہے۔

"اس کے برخلاف میرا پیارا ژولیاں جو کام کرتا ہے تنِ تنہا۔ خدا نے اسے ایک عجیب شان عطا کی ہے۔ اسے دوسروں کی حمایت یا پسندیدگی حاصل کرنے کا خیال بھی نہیں آتا! وہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی لئے تو میں اُسے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتی۔

"اگر غریب ہونے کے ساتھ ساتھ ژولیاں عالی خاندان بھی ہوتا تو میری محبت ایک مبتذل حماقت سے زیادہ کچھ نہ ہوتی، اور نہ اس کا اور میرا جوڑ ٹھیک رہتا۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے بغیر تو میری محبت میں اس چیز کی کمی رہتی جو ایک زبردست محبت کی نشانی ہے یعنی مشکلات کی زیادتی اور نتیجے سے قطعی بے خبری۔"

مادموازیل ولاآمول اپنی ان خیال آرائیوں میں ایسی محو ہوئی کہ اگلے دن اس نے مارکوئس وکرواز لوا اور اپنے بھائی کے سامنے ژودیاں کے گن گانے شروع کر دیئے۔ ماتیلدنے وہ چرب زبانی دکھائی کہ وہ دونوں چڑ گئے۔

"اس آدمی سے خبردار رہنا۔ اس میں بڑی طراری ہے۔" اس کا بھائی بولا۔ "اگر کہیں انقلاب دوبارہ شروع ہو گیا۔ تو یہ ہم سب کو پھانسی کے تختے پر لٹکوا دے گا۔"

ماتیلدنے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور جلدی سے اپنے بھائی اور مارکوئس وکرواز لوا کو چھیڑنے لگی کہ آپ لوگ آدمی میں تیزی طراری دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔ اس کے خیال میں یہ دراصل کسی غیر متوقع چیز سے دوچار ہونے اور اُسے دیکھ کر سہم کے رہ جانے کا خوف تھا اور کچھ نہیں۔

"جناب، آپ لوگ ابھی تک ہنسی مذاق سے ڈرتے ہیں، بدقسمتی سے یہ بلا تو ۱۸۱۶ء میں ہی ختم ہو چکی ہے۔"

موسیو ولاآمول کہا کرتا تھا — "جس ملک میں دو سیاسی جماعتیں ہوں، وہاں ہنسی مذاق زندہ نہیں رہ سکتا۔"

اس کی بیٹی نے یہ خیال اُڑا لیا تھا۔

وہ ژودیاں کے دشمنوں سے بولی — "تو جناب آپ حضرات عمر بھر اسی خوف سے لرزتے رہیں گے اور آپ کے بعد لوگ کہا کریں گے کہ بھیڑیا کہاں تھا خالی ایک سایہ تھا۔"

ماتیلد جلدی ہی اُن کے پاس سے اٹھ گئی۔ اس کے بھائی کی بات نے

اُسے ڈرا دیا اور وہ بہت پریشان ہوئی۔ لیکن اگلے دن وہ اسی بات کو انتہائی تعریف کے معنوں میں لینے لگی۔

"اس زمانے میں کردار کی قوت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ یہ لوگ اس کے اندر بہ خوبی دیکھ کر ڈرتے ہیں۔ میں اسے بتاؤں گی کہ بھائی کیا کہہ رہے تھے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ جواب کیا دیتا ہے۔ لیکن میں ایسے وقت کہوں گی جب اُس کی آنکھیں دہک رہی ہوں۔ پھر وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکے گا۔"

وہ بہت دیر تک مبہم خیالوں میں غرق رہنے کے بعد بولی — "کیا یہ کوئی انقلابی ہیرو بنے گا؟ دوسرا دانتون ہوگا؟ اچھا، چلو فرض کیا کہ انقلاب شروع ہو گیا؟ میرے بھائی اور کروآزنوا کا رویہ کیا ہوگا؟ یہ تو پہلے ہی سے طے ہے۔ راضی برضا رہیں گے! ان کا حال تو بہادر بھیڑوں کا سا ہوگا۔ گلا کٹ جائے مگر مُنہ سے آواز نہ نکلے۔ مرتے وقت بھی انہیں بس یہی ڈر لگا رہے گا کہ کوئی بدمذاقی سرزد نہ ہو جائے۔ میرے پیارے ژولیاں کو بھاگ نکلنے کی ذرا سی بھی امید ہوتی تو جو انقلابی اُسے گرفتار کرنے آئے گا، وہ اسے گولی سے اُڑا دے گا۔ کم سے کم اُسے بدمذاقی کا ذرا بھی ڈر نہیں۔"

ان آخری الفاظ سے وہ پھر افسردہ خاطر ہو گئی۔ اُسے بڑی تکلیف دہ باتیں یاد آنے لگیں، اور اس کی ساری ہمت ختم ہو کے رہ گئی۔ اُسے دکے لو، دکروازنوا دلوز اور اپنے بھائی کی نقرے بازی کا خیال آ گیا۔ یہ لوگ ایک زبان ہو کر کہتے تھے کہ ژولیاں پادریوں کی طرح سکڑا سمٹا اور ریاکار لگتا ہے۔

پھر اچانک اُس کی آنکھیں خوشی کے مارے چمک اُٹھیں اور وہ بولی۔

"یہ لوگ جس کثرت اور جس تلخی کے ساتھ ژدلیاآں پر فقرے بازی کرتے ہیں اُسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان جاڑوں میں اس سے زیادہ ممتاز آدمی ہم نے نہیں دیکھا اس میں کچھ خامیاں اور کچھ بے وقوفیاں ضرور ہیں، مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟ اس میں ایک عظمت ہے اور ان لوگوں کو جو ویسے نہایت شریف اور بُردبار ہیں۔ یہی بات بُری لگتی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں غریب ہوں اور میں نے پادری بننے کے لئے تعلیم حاصل کی ہے۔ یہ لوگ فوجی افسر ہیں اور انھیں پڑھنے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان لوگوں کی زندگی زیادہ آرام کی ہے۔

"یہ تو ضرور ہے کہ وہ ہمیشہ کالا کوٹ پہنتا ہے اور پادریوں کا سا چہرہ بنائے رکھتا ہے۔ وہ مجبور ہے۔ یہ سب نہ کرے تو بھوکوں مرے۔ لیکن ان خامیوں کے باوجود یہ لوگ اُس کی لیاقت سے ڈرتے ہیں۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے اور جب ہم دونوں کو تخلیے کا موقع ملے تو دو چار منٹ بعد یہ پادریوں والا انداز بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جب یہ لوگ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جسے انوکھا یا زوردار سمجھتے ہوں تو کیا اُن کی نظر سب سے پہلے ژدلیاآں کی طرف نہیں اٹھتی؟ میں نے یہ بات صاف طور سے دیکھی ہے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ جب تک کوئی سوال نہ پوچھا جائے۔ ژدلیاآں اُن سے بات نہیں کرتا۔ وہ کسی سے بولتا ہے تو بس مجھ سے اُس کا خیال ہے کہ میں بڑی بلند مزاج ہوں۔ وہ اُن کی نکتہ چینیوں کا جواب دیتا بھی ہے تو صرف اخلاقاً۔ اس کے بعد وہ فوراً مودّب بن کے بیٹھ جاتا ہے لیکن میرے ساتھ تو وہ گھنٹوں بحث کرتا ہے۔ اگر میں ذرا سا بھی اعتراض کروں تو گڑبڑا جاتا ہے۔ اس سال جاڑوں میں ایک دفعہ بھی گولی چلنے کی نوبت نہیں آئی۔ اب کے لوگوں کو

اپنی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ یہ رہا ہے کہ آدمی باتیں اچھی کرے۔ میرے والد بڑے ممتاز آدمی ہیں۔ اُن کی وجہ سے ہمارے خاندان کی دولت اور شہرت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ وہ بھی ژرولیاں کی عزّت کرتے ہیں۔ باقی سب لوگوں کو اس سے نفرت ہے۔ لیکن والدہ کی دیندار سہیلیوں کے سوا کوئی اُسے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔"

کاؤنٹ دکّے لو کو گھوڑوں سے بڑی محبت تھی۔ کم سے کم وہ اس کا دم ضرور بھرتا تھا۔ اُس کا سارا وقت اصطبل میں گزرتا اور اکثر کھانا بھی وہیں کھاتا۔ ایک تو یہ گھوڑوں کا شوق، دوسرے کبھی نہ ہنسنے کی عادت۔ ان دو باتوں کی وجہ سے دوستوں کے دل میں اس کی قدر بہت بڑھ گئی تھی۔ اس چھوٹے سے حلقے میں اُس کی حیثیت عقاب کی سی تھی۔

اگلے دن جب یہ گروہ مادام دلاموِل کی آرام کرسی کے پیچھے جمع ہوا تو مادموازیل دلاموِل کو دیکھتے ہی موسیو دکّے لو نے بغیر کسی وجہ کے لوزنیر اور کرواآزنوا کے ساتھ مل کر ہلّہ بول دیا اور ژرولیاں کے متعلق ماتیلڈ کے حُسنِ ظن کو خاک میں ملانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ کوس بھر سے ہی سمجھ گئی کہ چال کیا ہے اور بہت محظوظ ہوئی۔

وہ دل میں بولی — "یہ سب مل کر ایک ایسے آدمی کے خلاف سازش کر رہے ہیں جس کی آمدنی دس اشرفی بھی نہیں اور جو اُن سے بات بھی صرف اس وقت کر سکتا ہے کہ جب اس سے کچھ پوچھا جائے۔ وہ بچارا کالا کوٹ پہنتا ہے اور یہ لوگ پھر بھی اس سے ڈرتے ہیں اگر کہیں اس کے کندھوں پر افسری کا نشان

ہوتا تو نہ جانے وہ کیا ہوتا؟"

ماتیلدا نے آج کی سی تیزیٔ طبع کبھی نہیں دکھائی تھی۔ اس نے پہلے ہی حملے میں پھبتیوں کے مارے کے لو اور اس کے ساتھیوں کے دانت کھٹے کر دیئے جب ان تیز طرار افسروں کی فقرے بازی دھری کی دھری رہ گئی تو وہ موسیو دکے لو سے کہنے لگی ۔

"فرض کیجئے۔ کل فرانس کو نتے کے کسی دیہاتی زمیندار کو پتہ چلے کہ ژولیاں میری ناجائز اولاد ہے ۔ اور وہ اسے اپنا بیٹا تسلیم کر کے دو چار ہزار فرانک دے دے تو چار چھ ہفتے میں وہ بھی آپ حضرات کی طرح مونچھیں بڑھا لے گا اور چھ مہینے میں آپ ہی کی طرح فوجی افسر بن جائے گا۔ پھر اس کے کردار کی عظمت ہنسنے ہنسانے کی چیز نہیں رہے گی۔ جناب نواب صاحب، مجھے معلوم ہے کہ پھر آپ اسی گھسی پٹی اور مہمل بات پر اتر آئیں گے۔ کہ درباری امرا تصباتی امرا سے بلند درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر میں آپ کو تنگ کرنے کے لیئے یہ فرض کر لوں کہ ژولیاں کا باپ اسپین کا ایک ڈیوک ہے جو نپولین کے زمانے میں جنگی قیدی کی حیثیت سے بساں سوں میں رہا تھا اور اب ضمیر کی آواز سے مجبور ہو کر مرتے وقت اسے اپنا بیٹا تسلیم کر لیتا ہے تو پھر آپ کیا جواب دیں گے؟"

ژولیاں کے ناجائز اولاد ہونے کے متعلق ان تمام مفروضات کو موسیو دکے لو اور موسیو دکروآزلوا نے سخت بد مذاقی کی بات سمجھا۔ ماتیلد کی دلیل میں انہیں بس اتنی ہی چیز نظر آئی ۔

نوربیر بہن کے سامنے بھیگی بلی بنا رہتا تھا۔ مگر ماتیلد کی باتوں کا مطلب

اتنا صاف تھا کہ اس نے سنجیدہ صورت بنالی جو اُس کے دلکش اور مسکراتے ہوئے چہرے سے لاگ نہیں کھاتی تھی۔ بڑی ہمت کر کے اس نے دو چار لفظ بھی اس سلسلے میں کہے۔

"کیا آپ کی طبیعت ناساز ہے؟" ماتیلد نے جھوٹ موٹ سنجیدہ بن کر جواب دیا "طبیعت بہت ہی خراب ہو گی، جبھی تو آپ نے ایک مذاق کے جواب میں اتنا لمبا چوڑا وعظ کہہ دیا . . . . آپ اور وعظ! کہیں آپ ناظم بننے کی فکر میں تو نہیں ہیں؟"

ماتیلد ذرا کے ذرا میں کاؤنٹ دکے لو کی خفت، نوربیر کی ناراضی اور موسیو دکروآزنوا کی خاموش مایوسی بالکل ہی بھول گئی۔ اس کے ذہن میں ایک بڑا ہی خطرناک خیال آیا جس کے بارے میں اب اُسے فیصلہ کرنا تھا۔

وہ دل میں بولی ــــ "ژولیاں مجھ سے پورا خلوص برتتا ہے۔ ایک تو اس کی یہ عمر، پھر دوسروں کا دستِ نگر، اُوپر سے اتنے اونچے اونچے حوصلے جو اُسے بے چین کیے رکھتے ہیں۔ ان حالات میں اسے غم خواری کے لیے کسی عورت کی ضرورت ہے۔ میں ایسی دوست بن سکتی ہوں۔ لیکن مجھے اس میں محبت کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ اس کے مزاج میں تو جسارت کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اگر اسے محبت ہوتی تو مجھ سے ضرور کہتا۔"

اب وہ چوبیس گھنٹے اسی تذبذب اور اسی اندرونی بحثا بحثی میں گرفتار رہنے لگی۔ ژولیاں جب کبھی اس سے بات کرتا، ماتیلد کو اس سلسلے میں کوئی نئی دلیل ضرور مل جاتی۔ چنانچہ اب وہ اضمحلال کے دورے بالکل ختم

ہو گئے جو اسے اکثر پڑتے رہتے تھے۔

مادموازیل دلاموَل ایک بڑے ذہین آدمی کی بیٹی تھی جو ممکن تھا کہ ایک دن وزیر ہو جائے اور پادریوں سے جو جنگلات چھین لئے گئے تھے وہ انہیں واپس کر دے۔ چنانچہ کلیسا کے زنانہ مدرسے میں اُس کی بے انتہا چاپلوسی ہوتی تھی۔ اس طرح آدمی کو جو نقصان پہنچتا ہے اس کا ازالہ ناممکن ہے۔ اُن لوگوں نے اُس کے دل میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ اسے حسب نسب، مال دولت وغیرہ کے جو امتیازات حاصل ہیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے اسے خوشی بھی دوسری لڑکیوں سے زیادہ ملنی چاہیئے۔ امیر لوگ جس بے کیفی کا شکار ہوتے ہیں اس کا سرچشمہ یہی ہے اور اُن کی تمام حماقتوں کا بھی۔

ماتیلدا اس خیال کے مہلک اثرات سے محفوظ نہ رہ سکی تھی۔ کوئی لڑکی کتنی بھی ذہین کیوں نہ ہو، پورے دس سال تک مدرسے بھر کی چاپلوسی کے اثر سے اپنا دامن کیسے بچا سکتی ہے، خصوصاً اس وقت کہ جب اس خوشامد کی ایک معقول وجہ بھی نظر آتی ہو۔

جب اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے ژولیاں سے محبت ہے تو اس وقت سے اُس کی بے کیفی بالکل غائب ہو گئی۔ اس نے ایک زبردست محبت کے جال میں پھنس جانے کا ارادہ کر لیا تھا اور وہ روز اپنے آپ کو اس بات پر مبارکباد دیا کرتی تھی۔ وہ سوچتی ــ " اس دل لگی میں خطرے تو بہت ہیں۔ مگر یہ تو ادنا اچھا ہے! ہزار گنا اچھا ہے!"

" ایک لڑکی کی عمر کا بہترین زمانہ سولہ اور بیس سال کے درمیان ہوتا ہے

اور میں اسی زمانے میں محبت کے بغیر بے کیفی کے ہاتھوں گھٹ گھٹ کے مری جا رہی تھی بلکہ میری عمر کے سب سے اچھے دن تو ضائع ہو ہی چکے۔ میرے لئے اگر کوئی تفریح کا سامان تھا تو بس یہ کہ بھٹی والدہ کی سہیلیوں کی بکواس سنا کروں جو سناہے کہ ۱۷۹۲ء میں اپنے اعمال کے اعتبار سے اتنی سخت گیر نہیں تھیں جتنی آج اپنے الفاظ کے اعتبار سے ہیں"۔

جس زمانے میں ماتیلدا اس تذبذب کا شکار تھی۔ ژولیاں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ مجھے اس طرح کیوں تکتی ہے۔ اُسے یہ ضرور احساس ہوا تھا کہ کاؤنٹ نوربیر کی سرد مہری اور دسکے لو، دلوز اور دکروآزلوا کی اکڑ پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ مگر ان باتوں کی اسے عادت پڑ چکی تھی۔ جس دن شام کو ژولیاں اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر چمک دمک دکھاتا۔ اُس دن بعد میں اُسے اکثر خفت اٹھانی پڑتی۔ اگر ماتیلدا خاص طور سے اُس کی پذیرائی نہ کرتی اور اس پورے جھگڑے کے بارے میں اسے تجسس نہ ہوتا تو جب رات کو کھانے کے بعد یہ مونچھوں والے تیز و طرار نوجوان مادموازیل دلامول کو لے کر باغ میں نکلتے تھے، وہ اُن کے ساتھ کبھی نہ جاتا۔

ژولیاں سوچا کرتا "ہاں، میں اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتا۔ مادموازیل دلامول ایک عجب انداز سے میری طرف تکتی رہتی ہے۔ لیکن جب وقت اس کی حسین نیلی آنکھیں بے جھجک میری طرف دیکھ رہی ہوں اُس وقت بھی مجھے ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ سرد مہری بلکہ عناد کے ساتھ میرا جائزہ لے رہی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ محبت کے آثار ہوں؟ اس کی نظروں کا انداز مادام درینال

کی نظروں کے انداز سے کتنا مختلف ہے"!

ایک دن رات کے کھانے کے بعد ژولیاں جو موسیو دلاموں کے ساتھ اُس کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا باغ میں آیا۔ جب وہ بے دھڑک ماتیلاوالے گروہ کے قریب پہنچا تو دو تین لفظ اس کے کان میں پڑے جو خاصی بلند آواز میں کہے گئے تھے۔ وہ اپنے بھائی کو چھیڑ رہی تھی۔ ژولیاں نے صاف طور سے سُنا کہ میرا نام دو مرتبہ لیا گیا ہے۔ وہ اُن لوگوں کے سامنے آگیا۔ فوراً گہرا سکوت طاری ہو گیا جسے توڑنے کی کوششیں تو ہوئیں مگر بیکار گئیں۔ مادموازیل دلاموں اور اس کا بھائی اتنے جوش میں تھے کہ انہیں گفتگو کے لئے کوئی دوسرا موضوع سوجھا ہی نہیں۔ دکے لو، دکرواز نوا، دلوز اور اُن کا ایک اور دوست، یہ سب ژولیاں سے نہایت بیرخی سے پیش آئے۔ ژولیاں وہاں سے ٹل گیا۔

تیرھواں باب

ایک سازش

تخیل پرست آدمی کے لئے بے ربط جملے اور اتفاقیہ ملاقاتیں انتہائی روشن ثبوت بن جاتی ہیں بشرطیکہ اس کے دل میں لگن ہو۔

شلر

اگلے دن اس نے پھر نور آبیرا اور اس کی بہن کو اچانک ایسے وقت جا پکڑا کہ جب وہ اسی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ کل کی طرح آج بھی یہی ہوا کہ اس کے پہنچتے ہی موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ اب تو اس کے شبہات کی کوئی انتہا نہ رہی "کہیں یہ دلکش اور نوجوان لوگ مجھے اُلو بنانے کی فکر میں تو نہیں ہیں؟ مجھے ماننا پڑے گا کہ یہ بات ایک بچارے بھتیجے سکرٹری سے نادم وازیل دلاموال کی مزعومہ محبت کی بہ نسبت کہیں زیادہ فطری اور قرین قیاس ہے۔ پھر ایک سوال یہ ہے کہ ان لوگوں میں جذبات بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان کا خاصہ تو یہ ہے کہ پُراسرار نہیں۔ مجھے زبان کے معاملے میں جو بُری بھلی فوقیت حاصل ہے، یہ لوگ اس سے جلتے ہیں۔ حسد ان لوگوں کی ایک اور کمزوری ہے۔

اب ساری بات واضح ہو گئی۔ مادموازیل ولاموَل میرے دل میں یہ بات بٹھانا چاہتی ہے کہ وہ مجھے دوسروں پر ترجیح دیتی ہے اور مقصد صرف اتنا ہے کہ اپنے ہونے والے شوہر کے سامنے میرا تماشا بنائے۔"

اس خوفناک شبہے نے ژولیاں کا اخلاقی رویہ بالکل بدل کے رکھ دیا۔ اُسے پتہ چلا کہ میرے دل میں محبت کی ایک رمق موجود ہے۔ مگر شک نے اُسے بھی کچل دیا۔ اس محبت کی بنیاد صرف ماتیلڈ کے بے مثال حُسن پر تھی۔ بلکہ اُس کے شاہانہ انداز اور اس کے لباس کی نفاست پر۔ اس معاملے میں ژولیاں ابھی تک نو دولتا تھا۔ باخبر لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی ذہین دیہاتی اُونچے طبقوں میں پہنچتا ہے تو سب سے زیادہ حیرت اُسے کسی حسین اور فیشن ایبل عورت کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ اگر ژولیاں کچھ دن سے نئے نئے خواب دیکھنے لگا تھا تو اس کی وجہ ماتیلڈ کا کردار نہیں تھا۔ اس میں اتنی بات سمجھنے کی عقل نہ تھی کہ اُسے ماتیلڈ کے کردار کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ اسے جو کچھ نظر آتا تھا۔ وہ ممکن تھا کہ دھوکا ہی دھوکا ہو۔

مثلاً ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اتوار کے دن ماتیلڈ گرجا نہ جائے۔ ویسے بھی وہ قریب قریب روز ہی ماں کے ساتھ وہاں جاتی تھی۔ ولاموَل کے دیوان خانے میں اگر کوئی گستاخ آدمی یہ بھول کر کہ میں بیٹھا کہاں ہوں۔ بادشاہت یا کلیسا کے سچے یا جھوٹے حقوق کے خلاف کسی لطیفے کی طرف دور کا بھی اشارہ کر دے تو ماتیلڈ فوراً انتہائی سخت چہرہ بنا لیتی تھی۔ یوں تو اس کی نظر دل میں ہمیشہ ایک تیزی ہوتی تھی، لیکن اُس وقت اُن میں کسی پُرانی خاندانی تصویر کا سا آہنی

غرور آجانا۔

لیکن ژولیاں کو وثوق سے معلوم تھا کہ ماتیلد کے کمرے میں والتیر کی کوئی نہ کوئی فلسفیانہ کتاب ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ کتب خانے میں والتیر کی جو شاندار جلدوں والی کتابیں رکھی تھیں۔ ژولیاں خود اکثر اُن میں سے ایک نہ ایک اڑاتا رہتا تھا جو کتاب لیتا اُس کی غیر موجودگی چھپانے کے لئے باقی کتابوں کو تختے پر ذرا ہٹا ہٹا کے رکھ دیتا۔ لیکن تھوڑے ہی دن میں اسے پتہ چلا کہ والتیر کی کتابیں کوئی اور بھی پڑھ رہا ہے۔ دارالعلوم میں اس نے ایک ترکیب سیکھی تھی۔ چنانچہ اُسی سے کام لیا اور جن کتابوں کے متعلق خیال تھا کہ ان سے مادموازیل دلاموَل کو دلچسپی ہو گی۔ اُن میں گھوڑے کے بال رکھ دیئے۔ وہ کتابیں ہفتوں غائب رہیں۔

موسیو دلاموَل کو اپنے کتب فروش پر بڑا غصہ آیا، کیونکہ وہ جتنی خود نوشت سوانح عمریاں بھیجتا تھا۔ وہ سب جعلی ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس نے ژولیاں کو حکم دیا کہ جو بھی نئی سنسنی خیز کتاب نکلے اسے فوراً خرید لو۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ زہر گھر بھر میں نہ پھیل جائے۔ سکرٹری کو ہدایت ہوئی کہ یہ کتابیں خود مارکوئس کے کمرے میں ایک الماری کے اندر رکھی جائیں۔ ژولیاں کو بڑی جلدی وثوق سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی کتاب بادشاہت یا کلیسا کے خلاف ہو تو اُسے غائب ہونے میں دیر نہیں لگتی اور یہ بات بھی یقینی تھی کہ یہ کتابیں نوربیر نہیں پڑھتا۔

ژولیاں نے اس بات کو ایک بڑی اہم دریافت سمجھا اور اسے یقین ہو گیا

کہ مادموازیل ولاموول میکیاویلی کے فلسفے کی پیرو ہے اور اس میں وہی دورنگی ہے
اسے یہ مفروضہ دغابازی بڑی دلفریب معلوم ہوئی۔ بلکہ اُسے ماتیلد میں یہی ایک
اخلاقی حُسن نظر آیا۔ ریاکاری سے پیدا ہونے والی بےلطفی اور دینداری کی باتوں
نے اسے اس حد تک پہنچا دیا تھا۔

محبت میں گرفتار ہونے کے بجائے اس نے اپنے تخیل کو ایڑ لگادی۔

پہلے تو وہ مادموازیل ولاموول کے جسم کی نفاست، لباس کی خوش مذاقی، ہاتھ
کے گورے پن، بازو کے گداز اور حرکات و سکنات کے بناؤ ہی کے خوابوں میں
کھویا رہا۔ پھر اسے پتہ چلا کہ مجھے تو محبت ہوگئی ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی
دلفریبیوں میں کوئی کسر نہ رہے۔ چنانچہ اس کے تخیل نے ماتیلد کو کاتھرین ۔ میدی چی
بناڈالا۔ اس نے ماتیلد کو ایسا کردار عطا کیا جس میں ہر قسم کی گہرائی اور ہر قسم کا
مجرمانہ رجحان موجود تھا۔ یہ کردار ماسلوی، فری لئیر اور کاستا بند جیسے لوگوں کا آدرش
تھا جنہیں وہ آغازِ شباب کے زمانے میں تعریف و تحسین کی نظروں سے دیکھتا تھا
مختصر یہ کہ اس کے خیال میں یہ پیرس ہی کا آدرش تھا

پیرس والوں کے کردار میں گہرائی یا جرائم پسندی دیکھنے سے بڑھ کر بھی
کوئی مہمل بات ہو سکتی ہے ؟

وہ سوچا کرتا ـــ "ممکن ہے یہ تینوں مجھے اُلّو بنا رہے ہوں۔" اُس کی نظریں
ماتیلد کی نظروں سے ٹکرا جاتیں تو وہ فوراً اپنے چہرے پر سنجیدگی اور خشکی طاری کر لیتا
اگر ناظرین نے یہ بات خود ہی نہیں سمجھی تو اس کا مطلب ہے وہ ابھی تک ژولیاں
کے مزاج سے واقف ہی نہیں ہوئے۔ مادموازیل ولاموول نے حیران ہو کر اُسے

آزمانے کی خاطر دو تین دفعہ دوستی کا دم بھرا۔ لیکن کڑوے کسیلے طنز نے ہر دفعہ اُسے وہیں کے وہیں روک دیا۔

یہ لڑکی فطرتاً سرد مہر تھی۔ بے کیفی اس کے مزاج میں داخل تھی، مگر ذہانت کا اس پر بڑا اثر ہوتا تھا۔ ژولیاں سے جو یہ اچانک رنگ بدلا تو اُسے تکلیف سی پہنچی۔ اور ایسی طبیعت کی لڑکی کے لئے جہاں تک بھی ممکن تھا۔ اُس کی محبت جوش میں آگئی۔ لیکن ماتیلدا کے مزاج میں غرور بھی بہت تھا۔ اس کے دل میں وہ جذبہ تو پیدا ہو گیا۔ جس کی بدولت اُس کی خوشی ایک دوسری ہستی پر منحصر ہو کے رہ گئی۔ لیکن اُس کے ساتھ ساتھ ایک تاریک افسردگی بھی آئی۔

پیرس آنے کے بعد سے ژولیاں نے خاصی ترقی کرلی تھی۔ اس نے تاڑ لیا کہ یہ اکتاہٹ سے پیدا ہونے والی خشک افسردگی نہیں ہے۔ ماتیلدا کو پہلے کی طرح دعوتوں اور کھیل تماشوں کا شوق نہ رہا بلکہ اُن سے بچنے لگی۔

فرانسیسی گانے والوں سے ماتیلدا کو بڑی کوفت ہوتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ژولیاں نے جو آپیرا میں جانا اپنا فرضِ منصبی سمجھتا تھا۔ دیکھا کہ وہ جتنی دفعہ بھی ممکن ہو سکے دوستوں کے ساتھ باصرار وہاں جاتی ہے۔ اسے یہ بھی احساس ہوا کہ ماتیلدا کی تمام حرکات و سکنات میں جو مکمل توازن تھا۔ وہ اب کچھ کم ہو گیا ہے۔ بعض دفعہ وہ اپنے دوستوں سے مذاق ہی مذاق میں ایسی باتیں کہہ جاتی جو نشتر کی طرح دل میں اُتر جاتیں۔ ژولیاں کو ایسا لگا کہ وہ مارکوئس دکروآزنو اسے چڑ گئی ہے۔ وہ دل میں کہتا "یہ شخص یقیناً پیسے پر جان دیتا ہے۔ ورنہ چاہے یہ لڑکی کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہوتی، اسے چھوڑ کے بھاگ جاتا!" رہا وہ خود، تو مردانہ وقار کی تذلیل پر اُسے

بڑا تاؤ آیا اور وہ ماتیلد سے اور بھی بے رُخی برتنے لگا۔ اکثر تو وہ اس حد تک بڑھ جاتا کہ اُسے بڑی بدتمیزی سے جواب دیتا۔

حالانکہ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ ماتیلد جتنی چاہے دوستی جتائے، میں دھوکے میں نہیں آؤں گا۔ لیکن اس کی دلچسپی کی نشانیاں بعض دن ایسی واضح ہو جاتیں اور وہ ژولیاں کو جس کی آنکھوں سے اب پردہ اٹھ رہا تھا، اتنی حسین لگتی کہ بعض دفعہ تو وہ بوکھلا جاتا۔

وہ دل میں کہتا ۔۔۔ "مجھے تجربہ کم ہے۔ آخر میں یہ فیشن ایبل نوجوان اپنی مہارت اور اپنی بردباری کے سبب بازی لے جائیں گے۔ مجھے تو چاہیئے کہ یہاں سے چل دوں اور یہ معاملہ ختم کروں۔" ابھی کچھ دن ہوئے مارکوئس نے لانگ ڈوک میں چند چھوٹی چھوٹی جائدادوں اور مکانوں کا بندوبست بھی اس کے سپرد کر دیا تھا چنانچہ اسے وہاں جانا ضروری ہو گیا۔ موسیو دلامول نے بڑی مشکل سے اجازت دی۔ اس کے بلند عزائم کا تو خیر معاملہ الگ ہے۔ ویسے ژولیاں بالکل اُس کا ہمزاد بن گیا تھا۔

ژولیاں سفر کی تیاری کرتے ہوئے سوچنے لگا ۔۔۔ "خیر کچھ بھی ہو۔ یہ لوگ مجھے پھانس نہیں سکے۔ مادموازیل دلامول جو ان لوگوں کا مذاق اڑاتی رہتی ہے چاہے اس میں اصلیت ہو چاہے محض میرے دل میں اعتبار پیدا کرنے کی نیت سے یہ باتیں کرتی ہو۔ بہرحال مجھے تو مزا ہی آیا۔

"اگر بڑھئی کے بیٹے کے خلاف سازش نہیں ہو رہی تو مادموازیل دلامول کا رویہ ناقابلِ فہم ہے۔ لیکن اگر ناقابلِ فہم ہے تو مارکوئس دکروآزنوا کے لئے بھی جس طرح

میرے لیئے۔ مثلاً کل اس کی خفگی بالکل حقیقی تھی اور مجھے یہ تماشہ دیکھنے کو ملا کہ میری تو آؤ بھگت ہوتی اور ایک ایسے نوجوان کو خفت اٹھانی پڑی جو اتنا ہی رئیس اور مالدار ہے جتنا میں کنگال اور چھوٹے درجے کا ہوں۔ یہ میری سب سے بڑی کامرانی ہے۔ لانگ ڈوک کے میدانوں میں سے گزرتے ہوئے ڈاک گاڑی میں یہ بات مجھے گرم رکھے گی۔"

اس نے اپنے سفر کی بات راز میں رکھی تھی۔ لیکن ماتیلد کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کل پیرس سے جا رہا ہے اور بہت دن کے لیئے۔ اس نے بہانہ بنایا کہ میرا سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے اور دیوان خانے کی گھٹی گھٹی فضا میں حالت اور بگڑ گئی ہے۔ وہ باغ میں گھنٹوں ٹہلی اور نوربیر، کروازنوا، کے لو، دلوز اور کئی دوسرے نوجوانوں کو جنہوں نے آج محل میں کھانا کھایا تھا۔ اس طرح اپنے زہریلے فقروں کی باڑھ پہ رکھا کہ انہیں بھاگتے ہی بن پڑی۔ اس نے ژولیاں کی طرف ایک عجب انداز سے دیکھا۔

"اس طرح دیکھنا بھی شاید ایک اداکاری ہے"۔ وہ دل میں بولا۔ "لیکن اس کا زور زور سے سانس لینا، اس کا یہ ہیجان! . . . . ہُنہہ! میں کون ہوں جو ان معاملات کے متعلق کوئی رائے دے سکوں؟ پیرس کی عورتوں میں جو تصنع اور عشوہ گری ملتی ہے یہ اُسی کا ایک نمونہ ہے۔ اسے یوں سانس لیتے دیکھ کر ضبط کا دامن میرے ہاتھ سے تو نکل چلا تھا۔ اسے وہ اداکارہ لیوں تین سے بہت پسند ہے۔ یہ انداز اسی سے سیکھا ہوگا۔"

اب یہ دونوں اکیلے رہ گئے تھے۔ گفتگو کچھ بے جان سی پڑ چلی تھی۔ ماتیلد نے

واقعی فکر مند ہو کے دل میں کہا — "نہیں! ژولیاں کو مجھ سے ذرا بھی تو لگاؤ نہیں۔"

جب وہ رخصت ہونے لگا تو ماتیلدنے اس کا بازو زور سے پکڑ لیا۔

"آج شام آپ کو میری جانب سے ایک خط ملے گا" وہ ایسی گھٹی ہوئی آواز میں بولی کہ مُشکل سے اس کی بات سُنائی دی۔

اس کا ژولیاں پر فوراً ہی اثر ہوا۔

وہ کہنے لگی "آپ نے والد کی جس طرح خدمت کی ہے۔ اس کا انھیں بڑا لحاظ ہے اور واقعی ہونا بھی چاہیئے۔ آپ کو کل نہیں جانا چاہیئے۔ کوئی بہانہ کر دیجیئے" اور وہ باغ سے بھاگ گئی۔

اُس کا جسم بڑا دلکش تھا۔ اتنا خوبصورت پیر شاید ہی کسی کا ہو۔ وہ ایسی خوش ادائی سے دوڑتی تھی کہ ژولیاں دل مسوس کے رہ گیا لیکن ذرا اندازہ لگایئے کہ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو ژولیاں نے کیا سوچا۔ ماتیلدنے "آپ کو نہیں جانا چاہیئے" بڑے تحکمانہ انداز میں کہا تھا۔ یہ بات اسے بہت بُری لگی۔ لوئی پنجدہم بستر مرگ پر تھا تو اُس کے بڑے ڈاکٹر نے بھی یہی لفظ "چاہیئے" بڑے بے ڈھنگے پن سے کہہ دیا تھا۔ حالانکہ بادشاہ کوئی نو دولتا نہیں تھا۔ لیکن اُسے بھی یہ بات بُری لگی تھی۔

گھنٹے بھر بعد ایک ملازم نے ژولیاں کو ایک خط لا کے دیا۔ اس خط میں محبت کا صاف و صریح اعلان تھا۔

"اس خط کے انداز میں زیادہ بناوٹ تو ہے نہیں" وہ دل میں بولا اور

ادبی تنقیحات کے ذریعہ اپنی خوشی کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا جو اس کا چہرہ بگاڑے دے رہی تھی اور ضبط کے باوجود اسے ہنسنے پر مجبور کر رہی تھی۔

اس کا ہیجان دبائے نہ دب سکا اور وہ اچانک بولا "اتنے بڑے گھرانے کی لڑکی نے مجھ جیسے غریب دیہاتی سے محبت کا اظہار کیا ہے"!

"اور میں بھی بُرا نہیں رہا" وہ جہاں تک بھی ممکن ہو سکا اپنی خوشی کو ضبط کرتے ہوئے کہنے لگا "میں نے بھی اپنے کردار کا وقار پوری طرح قائم رکھا۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ مجھے محبت ہے" وہ اس کے حروف کی شکل کا جائزہ لینے لگا۔ مادموازیل دلاموِل کا خط بڑا نفیس اور انگریزوں کا سا تھا۔ خوشی کے مارے ژولیاں پر تو وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اپنا دھیان اس طرف سے ہٹانے کے لئے تو اُسے کسی جسمانی مشغولیت کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔

"آپ جانے والے ہیں، اس لئے مجھے مجبوراً کہنا ہی پڑا۔ . . . یہ بات مجھ سے کس طرح برداشت ہو گی کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں"۔

اچانک ژولیاں کے ذہن میں ایک ایسا خیال آیا جو اسے ایک نئی دریافت کے برابر معلوم ہوا۔ ماتیلڈ کے خط کا جائزہ بیچ ہی میں رہ گیا اور اس کی خوشی پہلے سے چوگنی ہو گئی۔ وہ کہنے لگا "میں مارکوئس دکرواز نوا سے بازی لے گیا، یعنی مجھ جیسا آدمی جو سنجیدہ باتوں کے علاوہ کبھی کچھ کہتا ہی نہیں! اور وہ خوبصورت کتنا ہے! اُس کے مونچھیں ہیں۔ ایسی نفیس وردی پہنتا ہے، ہر موقع پر اسے کوئی نہ کوئی برمحل اور شگفتہ فقرہ سوجھ جاتا ہے"۔

لمحے بھر کے لئے تو ژولیاں کو جنّت کا مزا آ گیا۔ وہ خوشی کے مارے دیوانہ ہو کر

باغ میں ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُوپر اپنے دفتر میں گیا اور مارکوئس دلاموَل کے پاس اپنے نام کا پرچہ بھجوایا۔ خوش قسمتی سے مارکوئس ابھی باہر نہیں گیا تھا۔ ژولیاں نے اُسے کچھ کاغذات دکھائے جو نورمنڈی سے آئے تھے اور بڑی آسانی سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہاں کے مقدموں کی وجہ سے لانگ ڈوک کے لیے روانگی ملتوی کرنا ضروری ہے۔

جب کاروباری باتیں ختم ہو گئیں تو مارکوئس کہنے لگا "مجھے خوشی ہے کہ آپ کا جانا رُک گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے ہی رہیں"۔ ژولیاں کمرے سے نکل آیا۔ مارکوئس کی بات اُسے پریشان کر رہی تھی۔

"اور میں اس کی بیٹی کو خراب کرنے کی فکر میں ہوں! پھر تو شاید مارکوئس دکرواز نوا سے شادی بھی نہ ہو سکے گی۔ دلاموَل کو اپنے مستقبل میں یہی تو ایک روشن پہلو نظر آتا ہے۔ اگر وہ خود ڈیوک نہ بن سکا تو کم سے کم اُس کی بیٹی تو ایک دن تاج پہننے کی حقدار ہو گی"۔

ژولیاں نے سوچا کہ ماتیلڈ کے خط اور مارکوئس سے جو باتیں ہوئی ہیں۔ اُن کے باوجود لانگ ڈوک چل دوں۔ یہ پاکبازی کی رگ پھڑکی تو سہی مگر جلدی ہی خاموش ہو گئی۔

وہ دل میں بولا "میں بھی کتنا دریا دل ہوں! معمولی درجے کا آدمی ہو کر بھی مجھے اتنے بڑے گھرانے پر ترس آتا ہے! میں جسے ڈیوک دشولن ایک معمولی خدمتگار کہتا ہے! مارکوئس اپنی دولت کس طرح بڑھاتا ہے؟ جس دن محل میں یہ افواہ سُنتا

ہے کہ کل کوئی سیاسی ہنگامہ ہونے والا ہے نہ سرکاری ہنڈیاں بیچ ڈالتا ہے مجھ سے قسمت نے سوتیلی ماں کا سا برتاؤ کیا ہے اور مجھے سب سے رذیل طبقے میں لا ڈالا ہے۔ قسمت نے مجھے شریفانہ دل تو عطا کیا ہے۔ مگر ہزار فرانک کی آمدنی بھی میرے حصے میں نہیں آئی۔ اس میں تو روز کی روٹی نہیں چلتی۔ کیا میں اس لذت کو ٹھکرا دوں جو اپنے آپ سے اپنے آپ میرے سامنے آگئی ہے ؟ میری زندگی بھی ایک مصیبت ہے ، میں بے رنگی کے جس جلتے جھلستے ریگستان میں سے گزر رہا ہوں۔ وہاں میری پیاس بجھانے کے لئے صاف و شفاف پانی کا یہ چشمہ ابل پڑا ہے ! خدا کی قسم ، میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔ خود غرضی کے اس ریگستان میں جسے زندگی کہتے ہیں نفسی نفسی کا ہی اصول کارگر ہوتا ہے۔"

اور اسے وہ حقارت آمیز نظریں یاد آنے لگیں جو مادام دلاموں اور خصوصاً "بیگمات" یعنی مادام کی سہیلیوں نے اس کی طرف ڈالی تھیں۔

مارکوئس دکرواز نوا پر فتح پانے کی خوشی نے پاکبازی کی اس آخری رمق کو بھی ختم کر کے رکھ دیا۔

ژولیاں کہنے لگا ــ "کرواز نوا کو غصہ آجائے تو بڑا مزا ہو! اب میں کس اعتماد کے ساتھ اسے اپنی تلوار کے جوہر دکھاؤں !" اور اس نے ہوا میں ایک وار کر کے دکھایا۔" اب تک تو میں لیچڑ تھا۔ مجھ میں جو تھوڑی بہت ہمت ہے۔ اس سے رذیلوں کی طرح فائدہ اٹھاتا رہا۔ اس خط کے بعد اب میں اُس کے برابر کا ہوں۔"

"ہاں"۔ وہ مزے لے لے کر آہستہ آہستہ بولا" مارکوئس کی اور میری خوبیوں کو

کانٹے کی تول تولا گیا ہے اور میدان ژیورا کے مفلس بڑھئی کے ہاتھ رہا۔

"بہت خوب! میرا جواب تیار ہے، اور میں اُس پر دستخط بھی کئے دیتا ہوں۔ مادموازیل دلاموٗل، آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں اپنی حیثیت بھول بیٹھا۔ میں آپ کو اس بات کا احساس دلا کے چھوڑوں گا کہ آپ ایک بڑھئی کے بیٹے کی خاطر اس مشہور و معروف گی دکرواز نوا کے وارث سے بے وفائی کر رہی ہیں جو سینٹ لوئی کے ساتھ صلیبی جنگ میں شامل ہوا تھا۔"

ژولیاں خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ مگر یہ کمرہ ایسا تنگ معلوم ہونے لگا کہ سانس لینا مشکل ہو گیا اور اسے نیچے باغ میں جانا پڑا۔

وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا ــــ "میں ژیورا کا ایک غریب دیہاتی ہوں! میں ہر وقت یہ گندا سا کالا کوٹ ٹانگے رکھنے کی لعنت میں گرفتار ہوں! ہائے، بیس سال پہلے کا سا زمانہ ہوتا تو میں بھی ان لوگوں کی طرح وردی پہنتا! اُن دنوں مجھ جیسا آدمی یا تو ہلاک ہو جاتا تھا۔ ورنہ چھتیس سال کی عمر میں جنرل بن جاتا تھا؟" اس نے خط کو مٹھی میں دبا رکھا تھا اور یوں تنتا اکڑتا چل رہا تھا جیسے کوئی ہیرو ہو۔ "یہ ٹھیک ہے کہ آج کل اس کالے کوٹ کی بدولت آدمی کو چالیس سال کی عمر میں ایک لاکھ فرانک کی آمدنی ہو جاتی ہے اور کچھ خطابات مل جاتے ہیں جیسے بووے کے اُسقف کا حال ہے۔"

پھر وہ ابلیس کی طرح ہنستے ہوئے بولا "مگر مجھ میں ان لوگوں سے زیادہ سمجھ ہے۔ میں نے وہ وردی چُنی ہے جو آج کل کام دیتی ہے"۔ اس کے حوصلے

ایک دم سے بلند ہو گئے اور اپنے پادریوں والے لباس پر پیار سا آنے لگا۔
"پوپ کے کتنے ہی نائب ایسے ہوئے ہیں جو حسب نسب میں مجھ سے گئے گزرے تھے، مگر صاحبِ اقتدار ہوئے! مثلاً میرا ہم وطن گراں ویل!"
ژولیاں کا ہیجان آہستہ آہستہ مدھم پڑنے لگا۔ اس کی دور اندیشی پھر عود کر آئی۔ وہ اپنے اُستاد تارتوف کی طرح جس کا کردار اُسے زبانی یاد تھا۔ کہنے لگا۔
"ان الفاظ میں ایک سچی عشوہ گری جھلکتی ہے
نہیں، میں ایسی خوش آئند باتوں کا اعتبار نہیں کروں گا۔
جب تک کہ وہ حسینہ جس کے لئے میں تڑپتا ہوں
مجھے یقین نہ دلا دے کہ ان الفاظ کا وہی مطلب ہے، جو میں نے سمجھا ہے"
(مولئیر کا ڈراما "تارتوف")
"تارتوف کو بھی تو ایک عورت ہی نے تباہ کیا تھا اور وہ اتنا ہی ہوشیار آدمی تھا جتنا کوئی ہو سکتا ہے۔ . . . ممکن ہے کہ وہ میرا جواب کسی کو دکھا دے . . . اس کا تو ایک علاج ہو سکتا ہے"۔ وہ دبی دبی سی خونخواری کے ساتھ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا "ہم اپنے خط کے شروع ہی میں عالی جناب ماتیلڈ کے خط کے سب سے زوردار فقرے نقل کر دیں گے۔
"لیکن پھر موسیو دکرواز نوا کے تین چار خادم میرے اوپر جھپٹا مار کے اصلی خط چھین لے جائیں گے۔
"نہیں، یہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں اچھی طرح مسلح رہتا ہوں اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے خادموں پر گولی چلانے کی عادت ہے۔

"اچھا فرض کرو۔ ان میں سے ایک آدمی ذرا ہمت والا ہے۔ وہ اچانک میرے اوپر آپڑتا ہے۔ اس سے سو اشرفیوں کے انعام کا وعدہ ہو چکا ہے۔ میں اسے مار ڈالتا ہوں، یا زخمی کر دیتا ہوں۔ یہ اور بھی اچھا ہے۔ وہ لوگ یہی تو چاہتے ہیں۔ قانون کی رو سے مجھے جیل خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر عدالت میں میری پیشی ہوتی ہے اور جج پورے انصاف سے کام لیتے ہوئے مجھے پوائسی کے قید خانے بھیج دیتے ہیں۔ وہاں میں چار سو مصیبت زدہ قیدیوں کے ساتھ پیال پر گڈمڈ سوتا ہوں۔ . . . اور مجھے ان لوگوں پہ تھوڑا بہت ترس ضرور آئیگا" وہ بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ "جب عوام ان بڑے لوگوں کے ساتھ آ جاتے ہیں تو وہ کون سا رحم کھاتے ہیں؟" اپنی طبیعت کے باوجود موسیو دالامول کے لئے احسانمندی کا جذبہ اسے اب تک تکلیف دیتا رہا تھا۔ ان الفاظ کے ساتھ ساتھ وہ جذبہ بھی دم توڑ گیا۔

"نواب صاحبان آپ اتنی جلدی نہ کیجئے۔ میں یہ چال خوب سمجھتا ہوں۔ پادری ماسلون یا دارالعلوم والا کاستاینڈ بھی اتنا چالاک نہ ہوگا جتنے آپ ہیں۔ آپ مجھ سے وہ خط چھین لیں گے جس کی وجہ سے مجھے جوابی خط لکھنے کی تحریک ہوئی۔ اور مجھے بھی کرنل کاروں کی طرح سازش کے جھوٹے الزام میں پھانسی کی سزا ملےگی۔

"لیکن ذرا ٹھہریئے حضرات۔ میں یہ خطرناک خط سربمہر کر کے پادری پی راَر کے پاس رکھوا دوں گا۔ وہ ایماندار آدمی ہیں اور ان سینسٹ ہیں۔ چنانچہ روپیہ کے لالچ میں نہیں آسکتے۔ ہاں، مگر وہ خط کھول بیٹھتے ہیں . . . میں یہ خط فوکے کے پاس رکھواؤں گا۔"

یہاں یہ بات بتا دینی چاہئے کہ اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ چہرہ گھناؤنا ہو گیا تھا اور شکل سے انتہائی مجرمانہ ارادے ظاہر ہو رہے تھے۔ وہ ایک ایسا مصیبت زدہ آدمی تھا جو سارے سماج سے جنگ پر آمادہ ہو۔

"اچھا، بڑن!" ژولیاں ایک دم سے بولا اور ایک چھلانگ میں محل کی بسرطھبوں سے نیچے اتر آیا۔ وہ سیدھا سڑک کے نکڑ پر خط لکھنے والے کی دکان میں پہنچا۔ وہ آدمی اسے دیکھ کے ڈر گیا۔ ژولیاں مادموازیل دلاموَل کا خط اسے دے کر بولا "اس کی نقل کر دو۔"

وہ آدمی تو کام میں لگ گیا۔ ژولیاں نے فوکے کو خط لکھنا شروع کر دیا اور اس سے درخواست کی کہ میں ایک قیمتی چیز تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، اسے حفاظت سے رکھنا۔ پھر وہ قلم ہاتھ سے رکھ کے بولا "لیکن ڈاک خانے میں میرا خط کھول لیا جائے گا اور جس خط کی ان لوگوں کو ضرورت ہے۔ وہ انہیں بھیج دیا جائے گا۔" اس نے جا کے ایک بڑی سی انجیل خریدی۔ کتاب کی جلد میں ماتیلدا کا خط بڑی ہوشیاری سے چھپا کے رکھ دیا، اپنے خط کے ساتھ اسے بندھوایا اور اس کا پارسل ڈاک گاڑی سے چل پڑا۔ پتہ اس نے فوکے کے ایک ملازم کا لکھا جس کے نام سے پیرس میں کوئی واقف نہ تھا۔

یہ کام کر کے وہ ہنستا کھیلتا گھر واپس آیا، کمرہ اندر سے بند کر لیا اور کوٹ اتار کے پھینکتے ہوئے بولا "اب ہماری باری ہے۔"

اس نے ماتیلدا کو لکھا "ارے یہ مادموازیل دلاموَل ہیں جنہوں نے اپنے والد کے خدمت گار کے ہاتھ ژیورا کے ایک غریب بڑھئی کے پاس خط

بھجوایا ہے! اور خط بھی ایسا کہ اسے پڑھ کے آدمی عقل و خرد سے بیگانہ ہو جائے۔ غالباً مادموازیل اُس کی سادگی کا مذاق اڑانا چاہتی ہیں۔" پھر اس نے ماتیلد کے خطیں سے کھُلے کھُلے جُملے چُن کر نقل کر دیئے۔

خود ژولیاں کا خط ایسا تھا کہ اگر موسیو دلوو وآزی بھی لکھتا تو اپنی کاردانی اور مصلحت بینی پر فخر کرتا۔ ابھی صرف دس بجے تھے۔ کچھ تو خوشی، کچھ اپنی طاقت کا احساس، ژولیاں کو دس بوتلوں کا نشہ چڑھ گیا۔ اُس جیسے پھٹیچر آدمی کے لئے یہ بالکل نیا تجربہ تھا۔ وہ اطالوی اوپیرا کی طرف چل دیا۔ وہاں اس نے اپنے دوست ژیرونیمو کا گانا سُنا۔ موسیقی سے اُس کی طبیعت کو اتنی بلندی کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیوتا سمجھ رہا تھا۔

چودھواں باب

ایک لڑکی کے خیالات

کیسی پریشانی ہے! کتنی راتیں آنکھوں ہی آنکھوں میں نکل گئیں! خدایا!
کیا میں قابلِ نفرت بنتی جا رہی ہوں؟ وہ خود اپنے آپ سے نفرت
کرنے لگے گا! مگر وہ تو جا رہا ہے، وہ تو رخصت ہو رہا ہے۔

دموسے

ماتیلدے نے خط لکھا تو تھا مگر بڑی کشمکش کے بعد۔ اسے جس دن سے
اپنا ہوش آیا تھا۔ اُس کے دل پر بس ایک غرور کا تسلط رہا تھا۔ ژولیاں سے
اُس کی دلچسپی کسی طرح بھی شروع ہوئی ہو۔ بہر حال وہ اس غرور پر بڑی جلدی غالب
آگئی تھی۔ اُس کی اکڑ باز اور بے مہر طبیعت پہلی دفعہ کسی شدید جذبے سے
متاثر ہوئی تھی۔ اس جذبے نے اس کے غرور کو دبا تو لیا، مگر غرور سے جو
عادتیں پیدا ہوئی تھیں اُن کا دامن اب بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ دو مہینے کی کشمکش اور
نئے نئے احساسات نے گویا اُس کے اخلاقی مزاج ہی کو بدل کے رکھ دیا۔

ماتیلد سمجھی کہ اب مجھے خوشی حاصل ہونے والی ہے۔ جس شخص میں ہمت اور غیر معمولی ذہانت دونوں چیزیں موجود ہوں وہ ایسی اُمید کا غلام بن کے رہ جاتا ہے مگر یہاں اُسے وقار کے احساس اور عام انسانی فرائض کے ہر جذبے سے مدتوں نبرد آزمائی کرنی پڑی۔ ایک دن ماتیلد صبح سات بجے ماں کے کمرے میں پہنچی اور اس سے درخواست کی کہ مجھے ویل کیئے جانے کی اجازت دے دیجیئے۔ مادام دلاموں نے جواب دینے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی اور اس سے کہا۔ جاؤ سو جاؤ۔ یہ مسلّمہ خیالات کی عزت اور عام سوجھ بوجھ کی طرف سے ماتیلد کو روکنے کی آخری کوشش تھی۔

اسے اس بات کا ذرا بھی ڈر نہیں تھا کہ میں کوئی برا کام کر رہی ہوں۔ با جن خیالات کو کےلو، دلوز، کروازنوا جیسے لوگ مقدس سمجھتے ہیں اُن کی بے حرمتی ہو گی۔ اس کا خیال تھا کہ اس قسم کے لوگ مجھے سمجھنے کے لیئے بنے ہی نہیں ہیں۔ اگر کوئی گاڑی یا کوئی جائداد خریدنے کا معاملہ ہوتا تو وہ اُن سے ضرور مشورہ لیتی۔ اُسے کوئی ڈر تھا تو بس یہ کہ ژولیاں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

"شاید وہ بھی بس ظاہر ہی میں دوسروں سے بلند تر معلوم ہوتا ہے۔"

کردار کی ناپختگی سے ماتیلد کو بڑی نفرت تھی۔ جو حسین نوجوان اسے گھیرے رہتے تھے۔ اُن پر بس اُسے یہی اعتراض تھا۔ یہ لوگ ہر اس بات کا مذاق اڑاتے تھے جو فیشن کے خلاف ہو، یا فیشن کی پیروی کرنا چاہے مگر ٹھیک طرح ہو نہ سکے۔ وہ اپنی فقرے بازی میں جتنی تیزی دکھاتے۔ ماتیلد کی نظروں میں اتنے ہی مردود قرار پاتے۔

یہ لوگ بہادر تو تھے مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ دل میں کہا کرتی۔" پھر ان لوگوں کی بہادری کہاں ظاہر ہوتی ہے؟ ڈوئیل میں۔ لیکن ڈوئیل کی حیثیت تو اب ایک رسم کی سی رہ گئی ہے۔ ہر بات پہلے ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہ آدمی زمین پر گرنے کے بعد کیا کہے گا۔ ایسے وقت آدمی کا فرض ہے کہ گھاس پر پڑے پڑے دل پہ ہاتھ رکھے اور فیاضی برتتے ہوئے اپنے حریف کو معاف کر دے اور ساتھ ہی کسی حسینہ کے نام پیغام بھی بھجوائے جو اکثر محض خیالی ہوتی ہے، یا اس کی موت کے دن ناچ میں ضرور جاتی ہے۔ تاکہ لوگوں کو شبہ نہ ہو۔

"جگ مگ جگ مگ کرتی ہوئی بندوقوں کے ساتھ ایک پورے فوجی دستے کا سردار بن کر خطرے کا مقابلہ کر لینا آسان ہے۔ لیکن اگر اکیلے میں اچانک کوئی انوکھی قسم کا بھیانک خطرہ پیش آجائے تو؟

"ہائے! یہ بات تو آں ری سوم ہی کے دربار میں تھی کہ لوگ حسب نسب اور کردار دونوں کے لحاظ سے بڑے ہوتے تھے! اگر ژولیاں نے ژارناک یا موں کوں تور کی لڑائیاں دیکھی ہوتیں تو پھر مجھے کوئی شبہ نہ رہتا۔ وہ زمانہ قوت اور ہمت کا تھا۔ اُن دنوں فرانسیسی محض گڑیوں کی طرح نہیں تھے۔ لڑائی کے دن کسی کے ماتھے پر شکن تک نہ ہوتی تھی۔

"اُن لوگوں کی زندگی مصر کی حنوط شدہ لاشوں کی طرح ایک لفافے میں بند نہیں تھی اور لفافہ بھی وہ جو ہمیشہ ایک جیسا ہو اور سب کے اوپر وہی خول چڑھا ہو۔ ہاں آج کل الجیریا دوڑ جانے کی بہ نسبت اُن دنوں رات کے گیارہ بجے

کاترین دمیدی چی کے محل سے اکیلے نکل کر شہر میں سے گزرنا زیادہ ہمت کا کام تھا۔ آدمی کی زندگی خطرات کا ایک سلسلہ ہوتی تھی۔ آج کل تہذیب نے اور کوتوال نے خطرے کو زندگی سے نکال باہر کیا ہے۔ اب انجانی اور انوکھی چیزوں کی گنجائش نہیں رہی۔ اگر ہمارے خیالات میں کوئی ایسی بات نظر بھی آئے تو ہم اسے اپنی فقرے بازی کا نشانہ بنالیتے ہیں۔ اگر سیاسی معاملات میں نظر آئے تو ڈر کے مارے ہم بزدلانہ سے بزدلانہ حرکت سے بھی نہیں چوکتے۔ ہم اس خوف کی وجہ سے جو حماقت بھی کریں سب معاف ہو جاتی ہے۔ یہ تو اختلاط اور بے کیفی کا زمانہ ہے! اگر ۱۷۹۳ء میں بونی فاس دلامول قبر سے اپنا کٹا ہوا سر اٹھا کر دیکھتا کہ میری اولاد میں سے سترہ آدمی بھیڑوں کی طرح چپ چاپ باغیوں کے ہاتھ قید ہو گئے ہیں اور دو ایک دن بعد اُن کا سر اڑایا جانے والا ہے تو وہ کیا کہتا؟ ان لوگوں کو بہرحال مرنا تو تھا ہی، لیکن یہ بات شائستگی کے خلاف تھی کہ وہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں یا دو ایک باغیوں کو مار ہی ڈالیں! آہ! فرانس کے دلاورانہ دور میں، بونی فاس دلامول کے زمانے میں ژولیاں تو فوج کا افسر ہوتا۔ اور میرے بھائی صاحب پادری ہوتے، اپنے طور طریقوں میں نہایت شائستہ، آنکھوں میں عقلمندی کی جھلک اور منہ سے دانشوری کے پھول جھڑتے ہوئے۔"

اب سے چند مہینے پیشتر ماتیلد بالکل مایوس ہو چکی تھی اور اس نے طے کر لیا تھا کہ مجھے کوئی آدمی ایسا نہیں مل سکتا جو عام نقشے سے تھوڑا بہت مختلف ہو۔ اس نے ہمت کر کے دو چار فیشن ایبل نوجوانوں کو خط لکھے تھے اور اس میں اسے ایک قسم کی خوشی ضرور ملی تھی۔ یہ حرکت ایک نوجوان لڑکی کے لئے بڑی غیر رسمی،

بڑی جسارت آمیز اور بڑی ناعاقبت اندیشانہ تھی۔ اس میں خدشہ یہ تھا کہ موسیو دکروا آزنوا، اس کا باپ ڈیوک دشوکن اور اس کے سارے گھر والے جب منگنی ٹوٹتے دیکھیں گے تو اس کی وجہ بھی معلوم کرنا چاہیں گے اور ان کی نظروں میں ماتیلدا کی بے عزتی ہوگی۔ اس زمانے میں جس دن ماتیلدا اس قسم کا کوئی خط لکھتی۔ تو اسے رات بھر نیند نہ آتی۔ مگر یہ خط محض دوسرے لوگوں کے خطوں کا جواب ہوتے تھے۔

اب اس نے یہ کہنے کی جسارت کی تھی کہ مجھے محبت ہوگئی ہے۔ اب کے اس نے پہل کی تھی (یہ لفظ بھی کیسا خوفناک ہے!) اور وہ بھی ایک ایسے آدمی کے ساتھ جو بالکل ہی نیچے درجے کا تھا۔

اس بات کی وجہ سے ماتیلدا کو یقین ہو گیا کہ اگر خط پکڑا گیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا۔ اس کی ماں کے پاس آنے والیوں میں سے کون عورت ایسی ہوگی جو اس کی طرفداری کر سکے، دیوان خانوں میں اسے بے انتہا حقارت کی نظروں سے دیکھا جائے گا، وہ ان عورتوں کو ایسی کیا پٹی پڑھائے کہ اس نفرت میں تھوڑی سی کمی آجائے؟

کسی مرد سے بات کرنا ہی ایک ستم ہے، چہ جائیکہ خط لکھنا۔ نپولین نے بے لاں کی شکست کی خبر سُنکر کہا تھا۔ "بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں لکھنا نہیں چاہیئے" یہ قصہ ژولیاں نے ہی سنایا تھا۔ یہ تو ایسی بات ہوئی جیسے وہ اُسے پہلے ہی سے نصیحت کر رہا ہو۔

لیکن یہ ساری باتیں بھی کچھ ایسی نہ تھیں۔ ماتیلدا کی روحانی اذیت کے اور ہی

اسباب تھے۔ لوگوں پر اس حرکت کا کتنا برا اثر ہو گا۔ اس کی پیشانی پر ایسا داغ لگے گا جو مٹائے نہ مٹ سکے گا۔ اُس کی برادری کی کیسی بے عزتی ہو گی، وہ لوگ اس سے کتنی نفرت کریں گے ــــ ماتیلدہ یہ سب باتیں پس پُشت ڈال کر ایک ایسے آدمی کو خط لکھ رہی تھی جو کرواز نوا، دلوز، کیتے لو جیسے لوگوں سے بالکل مختلف تھا۔

جب وہ اس سے بالکل عام قسم کی دوستی کے تعلقات قائم کر رہی تھی۔ اس وقت بھی اسے ژولیاں کے کردار کی گہرائی اور انوکھے پن سے ڈر لگنے لگا تھا اور اب تو وہ اسے اپنا عاشق، بلکہ شاید اپنا آقا بنانے والی تھی!

"اگر اسے میرے اوپر پورا قابو حاصل ہو گیا تو وہ کیسا کیسا رعب جمائے گا! خیر کوئی بات نہیں۔ میڈیا کی طرح میں بھی دل میں کہا کروں گی کہ ان تمام خطرات کے درمیان بھی میں تو صحیح سالم موجود ہوں۔"

وہ جانتی تھی کہ ژولیاں کے دل میں حسب نسب کی ذرا عزت نہیں۔ اس سے بھی بری بات یہ کہ شاید اُسے ماتیلدہ سے کوئی لگاؤ نہ تھا!

اذیت ناک شبہات کے ان آخری لمحوں میں نسائی غرور کے تصورات اس کے سامنے آموجود ہوئے۔ وہ بے قرار ہو کر بولی "مجھ جیسی لڑکی کے مقدر میں ہر بات انوکھی ہونی چاہیئے۔" چنانچہ وہ غرور جو اس کے اندر بچپن سے پرورش پاتا رہا تھا، اب اس کی نیکی سے دست و گریباں ہونے لگا۔ اتنے میں ژولیاں کی روانگی کا خطرہ لاحق ہوا اور جو بات کل ہونی تھی۔ وہ آج ہو گئی۔

(خوش قسمتی سے اس قسم کے کردار بہت ہی کم دیکھنے میں آتے ہیں)

اُس دن رات گئے ژولیاں کو شرارت جو سوجھی تو اس نے ایک بھاری بھرکم

ٹرنک نیچے دربان کی کوٹھڑی میں بھجوا دیا اور ٹرنک لے جانے کے لئے اس خدمت گار کو بلایا جو مادموازیل دلاموّل کی خادمہ سے عشق لڑا رہا تھا۔ وہ دل میں بولا۔ ”ممکن ہے اس حرکت سے کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ لیکن اگر یہ ترکیب کارگر ہوئی تو وہ سمجھے گی کہ میں چل دیا۔“ ژولیاں اپنی چال بازی پر دل ہی دل میں خوش ہوتا سو گیا۔ ماتیلد کی آنکھ تک نہ جھپکی۔

اگلے دن صبح سویرے ژولیاں گھر سے چل دیا اور اسے کوئی دیکھ بھی نہ سکا مگر وہ آٹھ بجے سے پہلے ہی واپس آ گیا۔

وہ کتب خانے میں پہنچا ہی تھا کہ مادموازیل دلاموّل بھی دہلیز پر نمودار ہوئی۔ اس نے اپنا جوابی خط ماتیلد کو دے دیا۔ اس نے سوچا کہ اس سے بات کرنا میرا فرض ہے۔ کم سے کم شائستگی کا تقاضا یہی ہے۔ لیکن مادموازیل دلاموّل نے اس کی بات ہی نہ سنی اور فوراً چل دی۔ ژولیاں کو بڑی خوشی ہوئی اس کی سمجھ ہی میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کہوں۔

”یا تو ماتیلد اور کاؤنٹ نوربیر دونوں مل کر کوئی چال چل رہے ہیں۔ ورنہ بظاہر ہے کہ اس عالی خاندان لڑکی کو جو مجھ سے محبت کرنے کی سوجھی ہے یہ میری بے رخی کا فیضان ہے۔ اگر میں اس گوری گوری گڑیا کی محبت کے جال میں پھنس گیا تو مجھ سے بڑا بے وقوف کوئی نہ ہوگا۔“ ایک تو وہ پہلے ہی پھونک پھونک کر قدم رکھتا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر تو اس کی سرد مہری اور مصلحت بینی انتہا کو پہنچ گئی۔

وہ کہنے لگا۔ ”اب جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس کے اور میرے درمیان

حسب نسب کا غرور ایک اونچی پہاڑی کی طرح حائل ہوگا اور فوجی مورچے کی حیثیت رکھے گا۔ ساری زور آزمائی وہیں ہوگی۔ میں نے بڑی غلطی کی کہ پیرس میں ٹھیر گیا۔ اگر یہ واقعی محض کھیل ہی کھیل ہے تو میں نے روانگی ملتوی کر کے اپنی وقعت گھٹا دی ہے اور خود اُن کی زد پر آگیا ہوں۔ آخر یہاں سے چلے جانے میں کیا نقصان تھا؟ اگر وہ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں تو میں انہیں بے وقوف بنا رہا تھا۔ اگر مجھ سے ماتیلد کی دلچسپی واقعی سچی ہے تو وہ دلچسپی سوگنا بڑھ جاتی۔"

مادموازیل دلامول کے خط سے ژولیاں کے پندار کو ایسی تسکین ملی تھی کہ ان واقعات پر ہنسنے میں اُسے یہ بات بالکل یاد ہی نہ رہی کہ روانگی کے فوائد پہ سنجیدگی سے غور تو کر لے۔

اس کے کردار کی ایک کمزوری یہ تھی کہ اُسے اپنی خامیوں کا بڑا احساس رہتا تھا۔ اپنی کمزوری کی اس نئی مثال سے ژولیاں کو اتنی تکلیف پہنچی کہ وہ بھول ہی گیا کہ اس چھوٹی سی ہزیمت سے ذرا پہلے مجھے ایک زبردست فتح حاصل ہوئی ہے۔ بات یہ ہوئی تھی کہ نو بجے کے قریب مادموازیل دلامول کتب خانے کی دہلیز پر آئی اور اس کے سامنے ایک خط پھینک کے بھاگ گئی۔

وہ خط اٹھاتے ہوئے بولا ـــــ "معلوم ہوتا ہے کہ محبت کی یہ کہانی خطوں ہی میں کہی جائے گی۔ دشمن نے غلط چال چلی ہے۔ اب میں سرد مہری اور پاکبازی سے کام لوں گا۔"

خط میں صاف و صریح جواب کا مطالبہ کیا گیا تھا، مگر ایسی اکڑ کے ساتھ کہ

اُسے بڑا مزا آیا اور وہ دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اس کا جی چاہا کہ جو لوگ مجھے بے وقوف بنانے کی فکر میں ہیں۔ اُنہیں اُلجھن میں ڈال دوں۔ اور اس نے دو صفحے کا جواب لکھا۔ دل لگی ہی دل لگی میں اُسے نئی سوجھی اور خط کے آخر میں اس نے اعلان کر دیا کہ میں نے کل صبح روانہ ہو جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

خط ختم کر کے اس نے سوچا۔۔۔ "باغ ڈاک خانے کا کام دے گا" اور وہ ادھر چل دیا۔ وہاں جا کر اس نے مادموازیل دلاموّل کے کمرے کی کھڑکی کو سر اٹھا کے دیکھا۔

یہ کمرہ دوسری منزل پر اس کی ماں کے کمرے کے پاس تھا۔ لیکن اس کے نیچے کافی بڑا برآمدہ تھا۔

دوسری منزل اتنی اونچی تھی کہ جب وہ درختوں کی دو رویہ قطار کے بیچ خط ہاتھ میں لیے چل رہا تھا تو ژولیاں مادموازیل دلاموّل کی کھڑکی سے نظر نہیں آتا تھا۔ درختوں کی شاخیں ایک دوسری میں بٹی ہوئی تھیں اور ان کی چھت سی بن گئی تھی۔ چنانچہ اوپر سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ژولیاں اپنے اُوپر بگڑنے لگا۔ "لیکن یہ کیا حرکت ہے! پھر وہی ناعاقبت اندیشی! اگر ان لوگوں نے واقعی مجھے اُلّو بنانے کا ارادہ کر لیا ہے تو خط ہاتھ میں لے کے پھرنے کے معنی تو یہ ہیں کہ میں دشمن کی مدد کر رہا ہوں۔"

نوربیر کا کمرہ اپنی بہن کے کمرے کے بالکل اُوپر تھا۔ اگر وہ درختوں کی دو رویہ قطار سے باہر نکل آتا تو کاؤنٹ اور اس کے دوست ژولیاں کی ایک ایک

حرکت اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔

مادموازیل دلاموّل اپنی بند کھڑکی کے پیچھے نظر آئی۔ ژولیاں نے اسے خط تھوڑا سا دکھایا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ ژولیاں فوراً اپنے کمرے کی طرف لپکا اور اتفاق سے بڑے زینے پر ہی اُس کی مڈبھیڑ حسین ماتیلد سے ہو گئی۔ ماتیلد نے ہنستی ہوئی آنکھوں سے بڑے اطمینان کے ساتھ خط جھپٹ لیا۔

ژولیاں دل میں بولا "چھ مہینے کی دوستی کے بعد بھی بیچاری مادام دریناں کا یہ حال تھا کہ جب وہ ہمت کر کے میرے ہاتھ سے خط لیتی تو اس کی آنکھوں سے کیسی محبت ٹپکتی تھی۔ ایسا تو ایک دفعہ بھی نہیں ہوا کہ اس نے مجھے ہنسی کی نظروں سے دیکھا ہو۔"

اپنی باقی رائے تو اس نے خود اپنے دل میں بھی ایسے واضح الفاظ میں بیان نہیں کی۔ شاید اسے اپنے ارادوں کی بے حاصلی پر شرم آ رہی ہو۔ پھر وہ بولا — "لیکن دونوں میں فرق بھی تو کتنا ہے! ماتیلد صبح کو کیسا نفیس گاؤن پہنتی ہے! اس کی شکل صورت ہی سے لطافت ٹپکتی ہے! مادموازیل دلاموّل کو تیس گز دور ہی سے دیکھ کر با مذاق آدمی بتا سکتا ہے کہ وہ کس رتبے کی ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔"

ژولیاں ابھی دل لگی میں تھا۔ وہ جو کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کا ابھی دل میں بھی اعتراف نہیں کر رہا تھا۔ مادام دریناں کے پاس کوئی مارکوئس دکرواز نوا جیسا آدمی نہیں تھا جسے اُس کی خاطر قربان کر سکتی۔ اُن دنوں ژولیاں کا کوئی رقیب تھا بھی تو وہ منحوس نائب ناظم موسیو شارنو جس نے اپنا نام موژی رون رکھ لیا تھا کیونکہ یہ

خاندان تو ختم ہو ہی چکا تھا۔

پانچ بجے ژولیاں کو تیسرا خط ملا۔ یہ خط اُس کی طرف کتب خانے کے دروازے میں سے پھینکا گیا تھا۔ مادموازیل دلا مول پھر اُسی طرح بھاگ گئی۔ وہ ہنستے ہوئے دل میں بولا۔ " بات کرنا بالکل آسان ہے، لیکن اسے خط لکھنے کا ہی خبط ہو گیا ہے۔ ظاہر بات ہے۔ دشمن چاہتا ہے کہ میرے قبضے میں آجائیں، اور بہت سے!" اُسے یہ آخری خط کھولنے کی ذرا بھی جلدی نہ تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہی نفیس نفیس فقروں کی بھرمار ہوگی۔ لیکن جب خط پڑھا تو اس کا رنگ اُڑ گیا۔ اس میں صرف آٹھ سطریں تھیں۔

"میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ آج رات باتیں ضرور ہونی چاہئیں جب ایک بجے تو باغ میں پہنچ جائیے۔ کنوئیں کے پاس سے مالی کی سیڑھی اٹھا کر میری کھڑکی سے لگا دیجیے اور میرے کمرے میں آجائیے رات کو چاندنی ہوگی، مگر کوئی بات نہیں۔"

پندرھواں باب

کیا یہ سازش ہے؟

آہ! کسی بڑے کام کا ارادہ کرنے اور اسے عمل میں لانے کا درمیانی وقفہ کتنا خوفناک ہوتا ہے! کیسے کیسے مہمل خوف پیدا ہوتے ہیں ہمت کس طرح جواب دے جاتی ہے! ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے زندگی داؤ پر لگادی ہے، بلکہ زندگی سے بھی بڑی چیز — یعنی عزت۔

شلر

ڈولیاں سوچنے لگا — "اب تو معاملہ سنگین ہو چلا"۔ پھر تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد بولا "اب بات کچھ صاف بھی ہوتی جا رہی ہے۔ آخر یہ حسینۂ طناز مجھ سے کتب خانے میں بھی تو بات کر سکتی ہے۔ خدا کے فضل سے یہاں ہر طرح کی آزادی ہے۔ مارکوئش یہاں اس ڈر کے مارے نہیں آتا کہ میں حساب کتاب دکھا کر اسے پریشان نہ کروں۔ یہاں صرف دو ہی آدمی داخل ہوتے

ہیں۔ موسیو دلاموں اور کاؤنٹ نورآبیر، اور وہ قریب قریب دن بھر غائب رہتے ہیں۔ اس بات کی نگرانی بھی آسان ہے کہ وہ کس وقت گھر واپس آتے ہیں۔ اس کے باوجود عالی جناب ماتیلد جو شاہی محلوں میں راج کرنے کے لائق ہیں یہ چاہتی ہیں کہ مجھ سے کوئی سخت حماقت سرزد ہو!

"بالکل صاف بات ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں برباد ہو کے رہ جاؤں یا کم سے کم اُلّو تو بن ہی جاؤں۔ پہلے تو انہوں نے کوشش کی کہ میرے ہی خطوں کے ذریعے میری جڑ کھود دیں۔ لیکن میں نے خط بڑی احتیاط سے لکھے اچھا، اب یہ لوگ مجھ سے کوئی ایسی بات کرانا چاہتے ہیں جو روزِ روشن کی طرح عیاں ہو۔ یہ حضرات سمجھتے ہیں کہ میں بڑا سادہ لوح یا بڑا خود پسند ہوں۔ خدا ان سے سمجھے! کیا بات کہی ہے! چاندنی سے دن نکلا ہوا اور سیڑھی پر چڑھ کے زمین سے پچیس فٹ اُوپر دوسری منزل پہ پہنچنا! اتنی دیر میں تو مجھے آس پاس والے بھی دیکھ لیں گے۔ اپنی سیڑھی پہ چڑھتا ہوا میں کیسا اچھا لگوں گا!" ژولیاں نے اپنے کمرے میں جا کر سامان باندھنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ساتھ سیٹی بجانے لگا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب یہاں سے چل دوں گا اور خط کا جواب تک نہیں دوں گا۔

لیکن اس دانش مندانہ ارادے نے اس کے دل کو ذرا بھی تسکین نہیں دی۔ اپنا ٹرنک بند کرتے ہی وہ ایک دم سے بولا "لیکن فرض کرو کہ ماتیلد سچی ہوئی! پھر تو وہ مجھے نرا بزدل سمجھے گی۔ میں کسی بڑے خاندان کا تو ہوں نہیں۔ مجھ میں تو ذاتی خوبیاں ہونی چاہئیں اور وہ بھی نقد انقد۔ دل خوش

کرنے والے مفروضات سے کام نہیں چلے گا۔ مجھے تو ایسے کارنامے سرانجام دینے پڑیں گے جو زبانِ حال سے میری خوبیوں کا اعلان کریں . . . "

وہ پندرہ منٹ تک کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا، اور آخر دل میں بولا ۔۔ "انکار کرنے سے کیا فائدہ ؟ میں اس کی نظروں میں بزدل قرار پاؤں گا۔ ایک نواؤ بخے طبقے کی سب سے شاندار لڑکی میرے ہاتھ سے جائے گی (ڈیوک دریتز کے یہاں ناچ میں ہر آدمی اس کی اتنی ہی تعریف کر رہا تھا) دوسرے میں اس تماشے کی آسمانی لذت سے محروم رہ جاؤں گا کہ وہ میری خاطر مارکوئس دکروازنوا کو قربان کرے۔ اس میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو مجھ میں نہیں، حاضر جوابی، شرافت، مال و دولت . . . .

"یہ رنج عمر بھر میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ ماتیلد کی وجہ سے نہیں، محبوبائیں تو بے شمار مل جائیں گی بلکہ جیسا بڈھے ڈون ڈیگو نے کہا ہے۔ عزت ایک دفعہ جا کے پھر نہیں آتی۔ میں پہلی دفعہ خطرے سے دوچار ہوا ہوں اور صاف وصریح طور سے جان چرا رہا ہوں۔ کیونکہ وہ موسیو دبووآزی کے ساتھ ڈوئیل تو محض ایک مذاق تھا۔ یہ بات بالکل الگ ہے۔ ممکن ہے کوئی ملازم سیدھے بندوق اٹھائے میرے گولی مار دے۔ لیکن یہ خطرہ تو کچھ بھی نہیں۔ ممکن ہے مجھے اپنی عزت ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں"۔

"معاملہ سنگین ہوتا جا رہا ہے دوست !" اب وہ ذرا خوش طبعی کے ساتھ بولا "یہ عزت کا سوال ہے قسمت نے مجھے ان حالوں کو پہنچا رکھا ہے۔ مجھ جیسے پھٹیچر آدمی کو ایسا موقع پھر نہیں ملے گا۔ یوں معاشقے تو پھر بھی ہوں گے، مگر ردّی

قسم کے . . . "

وہ بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا اور کبھی کبھی ایک دم سے رُک بھی جاتا تھا۔ اس کے کمرے میں کارڈینل رشلو کا ایک بڑا شاندار سنگِ مرمر کا مجسّمہ رکھا تھا۔ اس کی نظریں بار بار مجسّمے کی طرف جاتی تھیں۔ لیمپ کی روشنی میں یہ مجسّمہ اُس کی طرف سخت نظروں سے گھورتا معلوم ہو رہا تھا جیسے ژولیاں کو ملامت کر رہا ہو کہ تم میں وہ جسارت نہیں ہے۔ جو فرانسیسی کردار میں فطری طور پر ہونی چاہیئے" اے عظیم انسان! تیرے زمانے میں کیا مجھے ذرا بھی ہچکچاہٹ ہوتی؟"

آخر وہ کہنے لگا: "اچھا چلو یہی فرض کرلو کہ یہ سازش ہے۔ لیکن ایک نوجوان لڑکی کے لئے یہ بات کتنی نامناسب ہے اور اس میں بدنامی کا خطرہ کتنا ہے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں چُپ رہنے والا آدمی نہیں۔ چنانچہ اُنھیں تو مجھے جان ہی سے مارنا پڑے گا۔ یہ بات ۱۵۷۴ء یعنی بونی فاس دلامول کے زمانے میں تو ٹھیک تھی۔ لیکن آج کل کسی لامول کو اتنی ہمّت نہیں پڑ سکتی۔ اب یہ لوگ ویسے نہیں رہے جیسے پہلے تھے۔ مادموازیل دلامول سے ہر آدمی جلتا ہے اگلے ہی دن چار سو دیوان خانوں میں اُس کی ذلّت کا ڈھنڈورا پٹ جائے گا۔ اور لوگ خوشی کے مارے تالیاں بجائیں گے!

"میرے اوپر جو خاص عنایت ہو رہی ہے۔ ملازموں میں بھی اس کا چرچا ہے مجھے معلوم ہے، میں نے اپنے کانوں سے سُنا ہے. . . .

"مگر دوسری طرف اس کے خط ہیں! . . . ممکن ہے وہ لوگ سمجھیں کہ خط میری

جیب میں ہیں۔ ماتیلڈ کے کمرے میں وہ مجھ پر ایک دم سے آپڑیں گے اور خط چھین لے جائیں گے۔ خدا جانے مجھے دو یا تین یا چار یا کتنے آدمیوں سے نپٹنا پڑے۔ مگر انھیں یہ آدمی ملیں گے کہاں سے؟ ایسے محتاط ملازم پیرس میں ہیں کہاں؟ سب قانون سے ڈرتے ہیں۔ . . . اوہو! کے لو، کروآزنوا، دلوز خود آجائیں گے۔ وہ اس خیال سے دوڑے دوڑے چلے آئیں گے کہ اچھا تماشہ رہے گا۔ اور میں اُن کے درمیان اُلّو سا لگوں گا۔ جناب سکرٹری صاحب، ابیلار کا جو حشر ہوا تھا۔ ذرا وہ یاد رہے!

"خیر، کوئی بات نہیں ہے جناب۔ مارے گھونسوں کے مُنہ نہ توڑ دوں تو میرا نام بدل دیجیے گا۔ میں ساری مار مُنہ پر ہی لگاؤں گا جیسے فارسیلیا میں سیزر کے سپاہیوں نے کیا تھا۔ . . رہے وہ خط، تو انہیں میں کسی محفوظ جگہ پہنچا دوں گا۔"

ژولیاں نے ان آخری دو خطوں کی نقل کر کے انہیں کتب خانے کے اندر ہی والتیر کی ایک کتاب میں چھپا دیا۔ اور اصلی خط جا کے ڈاک میں ڈال آیا۔

جب وہ لوٹا تو بڑے تعجب اور خوف کے ساتھ بولا "میں بھی کیا دیوانہ پن کر رہا ہوں"۔ پچھلے پندرہ منٹ سے آج رات والی مہم کے بارے میں اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

"لیکن اگر میں نے انکار کر دیا تو ہمیشہ اپنے آپ سے نفرت کرتا رہوں گا۔ اس مہم کے بارے میں عمر بھر مجھے شک ہی رہے گا اور مجھے کسی بات سے اتنی اذیت نہیں پہنچتی جتنی اس قسم کے شک سے۔ کیا اماں دا کے عاشق کے سلسلے میں بھی ایسا ہی نہیں ہوا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مجھ سے صاف صاف کوئی جُرم سرزد ہو

تو میں اپنے آپ کو آسانی سے معاف کر دوں۔ ایک دفعہ جُرم کا اعتراف کر لینے کے بعد مجھے اس کا خیال ہی نہ آئے۔

"میں، یہ کیا ہو رہا ہے! قسمت تو مجھ پہ اتنی مہربان ہے کہ مجھے پستی سے نکال کر ایک ایسے آدمی کا رقیب بنایا ہے جس کا خاندان فرانس کے سب سے بڑے خاندانوں میں سے ہے اور میں بڑی بے فکری سے یہ ثابت کرنے والا ہوں کہ میں اس کے برابر کا نہیں! اگر میں نہ گیا تو واقعی بزدلی کی بات ہو گی۔ بس اب فیصلہ ہو گیا۔" ژولیاں ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "پھر وہ حسین کتنی ہے!"

"اگر اس کا ارادہ بے ایمانی کا نہیں ہے تو وہ میری خاطر بڑی بے وقوفی پر اُتر آئی ہے!۔۔۔۔ اگر یہ محض مجھے اُلجھن میں ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہے تو جناب، یہ بات میرے ہاتھ ہے کہ اس مذاق کو سنگین معاملہ بنا دوں اور میں کروں گا بھی یہی۔

"لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب میں کمرے میں داخل ہوں تو وہ میری مشکیں کس لیں۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسی عجیب مشین لگا رکھی ہو!

"یہ تو اچھی خاصی ڈوئیل ہو رہی ہے۔" وہ ہنس کے بولا۔ "میرا شمشیر زنی کا استاد کہتا ہے کہ ہر وار کی ایک کاٹ موجود ہے۔ لیکن خدا کی یہی مرضی ہے کہ ہر چیز ختم ضرور ہو۔ چنانچہ اس کے حکم سے ایک لڑنے والا وار کو روکنا بھول جاتا ہے۔ بہر حال میرے پاس اُن کا جواب تیار رہے۔" اس نے جیب سے پستول نکالے اور حالانکہ وہ بھرے ہوئے تھے۔ لیکن اُن میں پھر سے نئی گولیاں ڈالیں۔

ابھی کئی گھنٹے انتظار کرنا تھا۔ کسی نہ کسی طرح مشغول رہنے کے لئے ژولیاں

نے فوکے کو خط لکھ ڈالا ــــ " عزیز دوست، میں ایک خط اس کے ساتھ ہی بھیج رہا ہوں۔ اسے صرف اس وقت کھولنا کہ جب کوئی حادثہ ہو جائے اور میرے بارے میں کوئی بُری خبر سننے میں آئے۔ میں جو مسوّدہ بھیج رہا ہوں اس میں سے نام تو نکال ڈالنا اور آٹھ نقلیں کر کے مارسے ای، بورڈو، لی آون، برو سیلز وغیرہ کے اخباروں کو بھیج دینا۔ دس دن بعد مسودے کو چھپوا کر ایک پرچہ تو مارکوئس ولاتول کے نام بھیجنا اور اس کے پندرہ دن بعد باقی پرچے رات کے وقت ویریئر کی سڑکوں پر بکھیر دینا۔"

یہ مسودہ جو فوکے صرف حادثے کی صورت میں کھولتا ایک مختصر صفائی نامہ تھا جو قصّے کی شکل میں لکھا گیا تھا۔ ژولیاں نے کوشش کی تھی کہ جہاں تک ہو سکے مادموازیل دلاتول پر حرف نہ آتے۔ تاہم ژولیاں کی حیثیت بالکل واضح ہو گئی تھی۔

اس نے لفافہ بند کیا ہی تھا۔ کہ رات کے کھانے کی گھنٹی بجی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کا تخیّل اس قصّے میں اُلجھا ہوا تھا جو اس نے ابھی لکھ کر ختم کیا تھا۔ اور اسے طرح طرح کے ڈراؤنے خواب نظر آرہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ملازموں نے اسے پکڑ کے گلے میں پھندا ڈال دیا ہے۔ اور مُنہ میں کپڑا ٹھونس کے تہ خانے میں لے گئے ہیں۔ وہاں ایک آدمی اس کی نگرانی کو بیٹھ گیا ہے۔ اگر اس نوابی خاندان کی عزّت کا یہی تقاضا ہُوا۔ کہ قصّے کا انجام المیہ ہو تو ایسے زہر بھی موجود ہیں۔ جن کے اثر کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور معاملہ وہیں کے وہیں ختم کر دینا بالکل آسان ہے۔ پھر وہ لوگ کہہ دیں گے کہ یہ تو اپنی موت مرا ہے اور اس کی لاش

اُس کے کمرے میں پہنچادیں گے۔

جیسے کسی ڈراما نگار کو خود اپنی لکھی ہوئی کہانی پہ یقین آ جاتا ہے۔ یہی حال ژولیاں کا ہوا۔ جب وہ کھانے کے کمرے میں داخل ہوا تو اسے واقعی ڈر لگ رہا تھا۔ اس نے سب ملازموں کو جو وردی ڈانٹے کھڑے تھے۔ بڑے غور سے دیکھا اور اُن کے چہروں کا بخوبی جائزہ لیا۔ وہ دل میں بولا ـــــ "آج رات والی مہم کے لئے ان میں سے کون کون چُنا گیا ہے؟ اس خاندان کے ذہن میں آن ری سوم کے دربار کی یادیں بالکل تازہ ہیں اور وہ داستانیں اکثر بیان ہوتی رہتی ہیں۔ اگر انہوں نے سمجھا کہ ہماری بے عزتی ہوئی ہے تو اپنے ہم رُتبہ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت ان کا فیصلہ زیادہ ناطق ہوگا۔"

ژولیاں نے مادموازیل دلاموَل کی طرف دیکھا اور اس کی نظروں سے اس کے خاندان کی تجاویز معلوم کرنی چاہیں ۔ وہ بالکل زرد ہو رہی تھی۔ ژولیاں نے سوچا کہ یہ تو از منۂ وسطیٰ کی عورتوں کی طرح لگ رہی ہے ماتیلدا سے اتنی شاندار کبھی نہیں معلوم ہوئی تھی۔ واقعی وہ بڑی حسین تھی۔ اور اسے دیکھ کر رعب سا پڑتا تھا۔ وہ اسے دل دے بیٹھا اور کہنے لگا۔

"چہرے کی زردی بتا رہی ہے کہ معاملہ بے ڈھب ہے۔"

کھانے کے بعد وہ دیر تک باغ میں ٹہلا کیا۔ مگر بے سود۔ مادموازیل دلاموَل باہر ہی نہ نکلی۔ اگر اس سے بات کرنے کا موقع مل جاتا تو ژولیاں کے دل پر سے بہت بڑا بوجھ اُتر جاتا۔

اب اعتراف ہی کیوں نہ کر لیا جائے کہ اسے ڈر لگ رہا تھا۔ چونکہ عمل کا پکّا ارادہ تو وہ کر ہی چکا تھا۔ اس لئے ژولیاں کو اس جذبے کے سامنے سپر ڈالتے ہوئے کوئی شرم نہ آئی۔ وہ دل میں بولا ــــ "اصل چیز تو یہ ہے کہ عمل کے وقت مجھ میں ہمّت ہونی چاہئے۔ اس وقت میرا کچھ بھی حال ہو، اس سے کیا؟" اس نے جا کے مورچے کا معائنہ کیا اور سیڑھی اٹھا کر اس کے وزن کا اندازہ لگایا۔

اس نے قہقہہ لگا کر کہا ــــ "میری قسمت ہی میں لکھا ہے کہ یہی آلہ میرے کام آئے گا۔ ورئیر میں بھی یہی ہوا تھا۔ یہاں بھی یہی ہو رہا ہے۔ مگر دونوں میں فرق کتنا ہے!" وہ آہ بھر کے بولا "وہاں میں جس عورت کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رہا تھا۔ مجھے اس پر شک کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور ان دونوں خطروں میں بھی بڑا فرق ہے!

"اگر میں موسیو درینال کے باغ میں گولی سے مارا جاتا تو میرے نام پر کوئی حرف نہ آتا۔ یہ بات بڑی آسانی سے مشہور کی جا سکتی تھی کہ میری موت کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ یہاں وشولن، دکے لو، درتیز کے محلوں میں بلکہ ہر جگہ کیسے کیسے مکروہ افسانے تراشے جائیں گے۔ آئندہ نسلوں کے سامنے مجھے ایک جانور بنا کے پیش کیا جائے گا۔"

"یعنی دو تین سال تک۔" اس نے خود اپنے اوپر ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن اس خیال نے اسے بڑا رنج پہنچایا "اور میں؟ میری طرف سے کون صفائی پیش کرے گا؟ فرض کرو کہ میرے مرنے کے بعد فوکے نے میرا

مسودہ چھاپ بھی دیا۔ تو یہ ایک اور بے آبروئی کی بات ہوگی۔ مجھے بڑی عزت سے ایک گھر میں رکھا گیا۔ میری خاطرداریاں ہوئیں، ہر طرح کی نوازشیں ہوئیں۔ اور میں نے یہ بدلہ دیا کہ گھر کا سارا حال چھاپ مارا! اپنے سرپرستوں کے ناموس پر حملہ کیا! اس سے تو ہزار گنا بہتر ہے کہ میں لوگوں کے جال میں پھنس ہی جاؤں!"

یہ شام بڑے عذاب میں گزری۔

سولھواں باب

رات کے ایک بجے

یہ باغ بہت زبردست تھا اور چند ہی سال ہوئے بڑی خوش مذاقی
سے ترتیب دیا گیا تھا۔ لیکن درخت سو سال سے بھی پرانے تھے
وہاں کچھ دیہات کی سی فضا تھی ۔

میتنگر

وہ فوکے کو خط لکھ کر اپنی پہلی ہدایات شروع کرنے ہی والا تھا کہ گھڑی نے
گیارہ بجائے ۔ وہ اپنے کمرے سے نکل آیا اور دروازہ بند کر کے تالے میں زور
سے کنجی گھمائی جیسے اندر سے تالا لگا رہا ہو۔ وہ دبے پاؤں سارے گھر میں یہ
دیکھتا پھرا کہ ہر جگہ کیا ہو رہا ہے۔ خصوصاً چوتھی منزل پر کوٹھریوں میں جہاں ملازم
ہوتے تھے۔ کہیں بھی کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ مادام دلاموَل کی ایک خادمہ نے
آج ایک دعوت کر رکھی تھی۔ ملازم شراب پی پی کے رنگ رلیاں منا رہے تھے۔
ژولیاں نے سوچا۔ "جو لوگ اس طرح ہنس رہے ہیں۔ انھیں رات کی مہم
سپرد نہیں ہوتی ہوگی۔ ان لوگوں کو تو ذرا سنجیدہ ہونا چاہیئے۔"

آخر باغ کے ایک اندھیرے سے کونے میں جا کے کھڑا ہو گیا۔
"اگر ان لوگوں کی تجویز یہ ہے کہ گھر کے ملازموں کو پتہ نہ چلنے پائے۔ تو جن آدمیوں کو کرائے پر بلوایا ہے وہ مجھے پکڑنے کے لئے باغ کی دیوار کے اوپر سے آئیں گے۔
"اگر موسیو دکرواز لوا نے سارے معاملے پر ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے تو اس نے یہ بات ضرور سوچی ہوگی کہ وہ جس دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر اس کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی مجھے پکڑ لیا تو اس میں اس کی بدنامی ذرا کم ہوگی۔"
اس نے بڑی احتیاط سے فوجیوں کی طرح ساری جگہ کا جائزہ لیا۔ وہ سوچنے لگا — "یہاں میری عزت کا سوال ہے۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی۔ تو خود میری نظروں میں یہ عذر درست نہیں ہوگا کہ میں نے یہ بات سوچی ہی نہ تھی۔"
آسمان اتنا صاف تھا کہ اسے دیکھ دیکھ کر ژولیاں پاگل ہوا جا رہا تھا۔ گیارہ بجے چاند نکل آیا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے باغ کے مکان کے سامنے والے حصے میں خوب چاندنی پھیل گئی۔
ژولیاں دل میں بولا — "یہ لڑکی تو پاگل ہو گئی ہے"۔ جب ایک بجا تو کاؤنٹ نوربیر کی کھڑکی میں ابھی تک روشنی نظر آ رہی تھی۔ ژولیاں کو آج تک اتنا ڈر کبھی نہیں لگا تھا۔ اس کے دل میں جوش کا پتہ بھی نہیں تھا بس خطرے ہی خطرے دکھائی دے رہے تھے۔

وہ سیڑھی لینے چل دیا اور پانچ منٹ اس انتظار میں رہا کہ شاید پہلا حکم منسوخ ہو جائے۔ ایک بج کے پانچ منٹ ہوئے تو اس نے سیڑھی ماتیلڈ کی کھڑکی سے لگا کے رکھ دی اور پستول ہاتھ میں لئے آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا اُسے تعجب ہو رہا تھا کہ ابھی تک حملہ نہیں ہوا۔ جب وہ کھڑکی تک پہنچ گیا۔ تو ماتیلڈ نے چپکے سے کواڑ کھول دیئے۔

"اچھا، تو آپ آگئے!" ماتیلڈ کے لہجے میں بڑا گداز تھا۔ "میں گھنٹے بھر سے آپ کو کھڑی دیکھ رہی ہوں"۔

ژولیاں بالکل بوکھلا گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اب کیا رویہ اختیار کروں۔ محبت کا تو اُس کے دل میں نشان تک نہ تھا۔ اپنی بوکھلاہٹ میں اس نے فیصلہ کیا کہ مجھے ہمت سے کام لینا چاہیئے اور ماتیلڈ کو گلے سے لگانا چاہا۔

"ہائیں، آپ کیا کر رہے ہیں!" وہ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے بولی۔

ماتیلڈ کے اس سلوک سے ژولیاں کو خاصی راحت ملی اور اس نے جلدی سے کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالی۔ چاندنی اتنی صاف تھی کہ مادموازیل دلامول کے کمرے میں جو سائے پڑ رہے تھے۔ وہ بالکل کالے تھے۔ وہ سوچنے لگا —— "ممکن ہے لوگ چھپے بیٹھے ہوں اور مجھے دکھائی نہ دے رہے ہوں"۔

"آپ کے کوٹ کی جیب میں کیا ہے؟" ماتیلڈ نے پوچھا۔ وہ خوش تھی کہ بات کرنے کے لئے کوئی موضوع تو ملا۔ اسے ایک عجب سی تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی بڑے خاندان کی نوجوان لڑکی میں فطری طور پر جو رکھ رکھاؤ اور حجاب ہونا چاہیئے وہ پھر اُس پر غالب آگیا تھا اور اسے اذیت پہنچا رہا تھا۔

"ہر طرح کے ہتھیار اور پستول ہیں"۔ ژولیاں نے جواب دیا۔ کہنے کی ایک بات ملی تو اُسے بھی اتنی ہی خوشی ہوئی۔

"سیڑھی کو زمین پر ڈال دیجئے"۔ ماتیلد نے کہا۔

"بہت بڑی ہے۔ نیچے والے کمرے یا برآمدے کی کھڑکیاں ٹوٹ جائیں گی"۔

"نہیں، کھڑکیاں نہیں ٹوٹنی چاہئیں"۔ ماتیلد نے عام گفتگو کا سا لب و لہجہ اختیار کرنا چاہا۔ مگر نہ ہو سکا۔ "میرا تو خیال ہے کہ اوپر والے ڈنڈے میں رسّی باندھ کر سیڑھی نیچے اتار دیجئے۔ میں ہمیشہ اپنے پاس بہت سی رسیاں رکھتی ہوں"۔

"اور سنیئے، اس عورت کو محبّت ہے"۔ ژولیاں دل میں کہنے لگا۔ "اس کی دیدہ دلیری دیکھئے، کہتی ہے مجھے محبت ہے! اس نے کیسے ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے، کس احتیاط اور عقلمندی سے پیش بندیاں کی ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ میں نے موسیو د کرواز لوا پر فتح نہیں پائی جیسا میں اپنی بے وقوفی میں سمجھا تھا بلکہ میں تو صرف اس کا جانشین بن رہا ہوں۔ خیر، اس سے ہوتا ہی کیا ہے، مجھے محبت تھوڑی ہے! میں نے مارکوئس پر ان معنوں میں فتح پائی ہے کہ اس کا ایک جانشین پیدا ہو جائے گا تو اسے بہت بُرا لگے گا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ یہ جانشین اور کوئی نہیں، میں ہوں۔ رات کیفے تورتونی میں وہ کس بدتمیزی سے مجھے گھورتا رہا اور ایسا بن گیا جیسے مجھے جانتا ہی نہ ہو! پھر جب کوئی چارہ ہی نہ رہا تو مجھے کیسی خفگی کے ساتھ سلام

کیا ہے!"

ژولیاں نے سیڑھی کے اُوپر والے ڈنڈے میں رسّی باندھ لی تھی۔ اب وہ بالکنی پر آگے کو جُھک کے اسے آہستہ آہستہ نیچے اتارنے لگا۔ تاکہ کھڑکی میں نہ لگے۔ وہ دل میں بولا ”اگر ماتیلڈ کے کمرے میں کوئی چھپا بیٹھا ہے تو اس وقت مجھے قتل کرنے کا اچھا موقع ہے۔“

لیکن ہر طرف گہری خاموشی چھائی رہی۔

سیڑھی زمین پر پہنچ گئی۔ دیوار کے ساتھ ساتھ جو جنگلی پھولوں کی کیاری تھی۔ ژولیاں نے اسے وہاں چھپا دیا۔

ماتیلڈ بولی — ”والدہ جب اپنے خوبصورت پودوں کو کچلا ہُوا دیکھیں گی تو کیا کہیں گی!“ پھر وہ بڑے اطمینان سے کہنے لگی ”رسّی نیچے پھینک دیجیے۔ اگر کسی نے اسے لٹکتے دیکھ لیا تو بہانہ بنانا مشکل ہو جائے گا۔“

”اور میں کیسے واپس جاؤں گا؟“ ژولیاں نے بھونڈے پن کے ساتھ لہجہ بگاڑ کے پُوچھا۔

”آپ دروازے سے جائیں گے۔“ یہ حل نکل آیا۔ تو ماتیلڈ بہت خوش ہوئی۔

وہ دل میں بولی — ”آہ! یہ شخص میری محبت کا کتنا مستحق ہے!“

ژولیاں نے رسّی نیچے باغ میں پھینکی ہی تھی کہ ماتیلڈ نے اس کا بازو پکڑ لیا وہ سمجھا کہ دشمن نے آ لیا اور خنجر کھینچ کے فوراً پیچھے کی طرف مڑا۔ ماتیلڈ کو خیال ہُوا کہ کہیں سے کھڑکی کھلنے کی آواز آئی ہے۔ انہوں نے سانس روک لیا اور

بالکل چپ کھڑے ہو گئے۔ چاند کی روشنی ٹھیک اُن کے اُوپر پڑ رہی تھی جب آواز دوبارہ نہ آئی تو پھر گھبرانے کی کوئی بات نہ رہی۔

بوکھلاہٹ پھر شروع ہو گئی اور دونوں کا ایک سا ہی حال بن گیا۔ ژولیاں نے دروازے کے پاس جا کے دیکھا کہ ساری چٹخنیاں لگی ہوئی ہیں یا نہیں۔ اُسے تو یہ بھی خیال آیا کہ مسہری کے نیچے جھانک کے دیکھ لوں مگر ہمت نہ پڑی۔ ممکن تھا کہ وہاں دو ایک خدمتگار چھپا رکھے ہوں۔ پھر سوچا کہ بعد میں میری دُور اندیشی مجھے ملامت ہی کرتی رہے گی اور اس نے جھانک کے دیکھ ہی لیا۔

ماتیلد کو اپنی انتہائی شرم و حیا کی بدولت ایک عذاب سہنا پڑ رہا تھا۔ اپنے آپ کو اس کیفیت میں دیکھ کر اُس کے ہوش اڑے جا رہے تھے۔

آخر وہ کہنے لگی "آپ نے میرے خطوں کا کیا کیا؟"

ژولیاں نے سوچا "اگر یہ لوگ یہاں کہیں چھپے سُن رہے ہیں تو انہیں ہراساں کرنے اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کا اچھا موقع ہے!"

"پہلا خط تو ایک موٹی سی انجیل کے اندر ہے جسے کل رات ڈاک گاڑی یہاں سے بہت دور لے بھی گئی۔"

یہ تفصیلات بتلاتے ہوئے وہ بالکل صاف صاف اور اس انداز سے بولا کہ اگر ان دو بڑی بڑی الماریوں میں جن کا جائزہ لینے کی اُسے ہمّت نہ ہوئی تھی کوئی چُھپا بیٹھا ہو تو وہ بھی سُن لے۔

"باقی دو خط بھی ڈاک میں ہیں اور اسی طرف جا رہے ہیں جہاں پہلا خط گیا ہے۔"

"توبہ! اتنی احتیاط کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" ماتیلد حیران ہو کر بولی۔

ژولیاں نے سوچا "آخر اس سے کیوں جھوٹ بولوں؟" اور اس نے اپنے تمام شکوک و شبہات کا اعتراف کر لیا۔

"اچھا، خطوں میں تم نے جو رکھائی برتی ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے!" ماتیلد پیار کے نہیں بلکہ سرمستی کے لہجے میں بولی۔

ژولیاں کو لہجے کی تبدیلی کا احساس ہی نہ ہوا۔ مگر "آپ" کے بجائے "تم" سُن کر وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ ورنہ کم سے کم اس کے شبہات تو دور ہو ہی گئے۔ خود اس کی نظروں میں اپنی وقعت بڑھ گئی۔ اس نے ہمت کر کے اس لڑکی کو بازوؤں میں بھینچ لیا جو اتنی حسین تھی اور جسے دیکھ کر اس کے دل میں اتنی عزت پیدا ہوتی تھی۔ اب کے اُسے پیچھے نہ ہٹایا گیا، مگر یونہی سا۔

جیسے بہت دن پہلے بساں سوں میں اماں د ابینے کے ساتھ ہوا تھا۔ اس نے پھر اپنے حافظے سے کام لیا اور روسو کے "ناول" "نوویل ایلوایز" میں سے کئی اچھے اچھے ٹکڑے سنا ڈالے۔

وہ اس کی باتیں سُنی ان سُنی کر کے بولی "تم نے واقعی مرد کا دل پایا ہے! لو میں بتلائے دیتی ہوں۔ میں دراصل تمہاری بہادری کا امتحان لینا چاہتی تھی۔ پہلے تو تم دُبدھا میں پڑ گئے۔ پھر یہاں آنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ یہ حال سُن کر تو پتہ چلا کہ میں جتنا سمجھ رہی تھی۔ تم اس سے بھی زیادہ ہمت والے ہو۔"

ماتیلد "تم" کہہ کر بولنے میں خاص اہتمام برت رہی تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس کا ماتیلد کو اتنا خیال نہیں جتنا اس غیر معمولی اندازِ تخاطب

کا ہے۔ لیکن اس "تم" کے باوجود لہجے میں کوئی پیار نہ تھا۔ چنانچہ لمحے بھر کے بعد ہی اس بات میں ژولیاں کے لئے کوئی مزا نہ رہا۔ اُسے تعجب ہو رہا تھا۔ کہ ہم دونوں میں خوشی کے آثار بالکل نظر نہیں آتے۔ آخر خوشی محسوس کرنے کے لئے اُسے اپنی عقل سے مدد مانگنی پڑی۔ اس نے دیکھا کہ یہ لڑکی جو اتنی مغرور ہے اور جو اگر مگر لگائے بغیر کسی کی تعریف نہیں کرتی۔ میری دل سے قدردان ہے۔ اس دلیل کے ذریعے اس نے اپنے پندار کی تسکین کر لی۔

یہ سچ ہے کہ اس وقت اُسے وہ روحانی لذت حاصل نہیں ہو سکی جو بعض دفعہ مادام دی رینال کے ساتھ مل جایا کرتی تھی۔ ان دونوں باتوں میں کتنا فرق تھا! یہ محبت کے ابتدائی لمحے تھے۔ مگر اس کے جذبات میں نرمی اور گداز نام کو نہ تھا۔ اسے جو خوشی تھی وہ اپنے حوصلے پورے ہونے کی تھی اور ژولیاں میں حوصلہ مندی ہی سب چیزوں پر غالب تھی۔ وہ پھر یہی باتیں کرنے لگا کہ مجھے کن کن آدمیوں پر شبہ تھا اور میں نے کیا کیا پیش بندیاں کی تھیں۔ باتیں کرتے ہوئے وہ سوچتا جا رہا تھا کہ اپنی اس فتح سے کس طرح فائدہ اٹھاؤں۔

ماتیلد ابھی تک بوکھلائی ہوئی تھی اور ایسی لگ رہی تھی جیسے اپنی حرکت پر مبہوت ہو کے رہ گئی ہو۔ گفتگو کا ایک موضوع ہاتھ آیا تو وہ کھل اٹھی۔ اب اُن دونوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ دوبارہ کیسے ملیں گے۔ ژولیاں نے اپنی ذہانت اور دلاوری سے پورا کام لیا اور اس گفتگو کے دوران میں ان خوبیوں کے نئے نئے ثبوت فراہم کئے۔ اُن کا سابقہ کئی بہت ہی تیز اور دوربین لوگوں سے تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہ تھا کہ نوجوان تانّ بو جاسوسی کرتا ہے لیکن

ماتیلد اور ژولیاں بھی ایسے گئے گزرے نہ تھے۔
اس سے آسان بات کیا ہوسکتی تھی کہ وہ دونوں کتب خانے میں ملیں، اور سارا معاملہ طے کرلیں؟

"میں محل کے ہر حصے میں پہنچ سکتا ہوں اور اس طرح کہ مجھ پر کسی کو شبہ بھی نہ ہو۔ ضرورت پڑے تو مادام دلاموَل کے کمرے میں بھی جا پہنچوں۔" اس کمرے میں سے گزرے بغیر اس کی بیٹی کے کمرے میں جانا قریب قریب ناممکن تھا۔ اگر ماتیلد کو یہی پسند ہو کہ وہ ہمیشہ سیڑھی کے ذریعے آئے تو ژولیاں یہ چھوٹا سا خطرہ مول لینے کو بڑی خوشی سے تیار تھا۔

اس کی باتیں سنتے ہوئے ماتیلد کو یہ فتح مندی کا لب و لہجہ بہت برا لگا۔ وہ دل میں بولی — "تو یعنی یہ میرا آقا ہے!" ندامت کے احساس نے اسے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ جو غیر معمولی حماقت اس سے ابھی سرزد ہوئی تھی اس پر اس کی عقل حیران تھی اور اسے اپنے آپ سے گھن آ رہی تھی۔ اگر یہ بات ممکن ہوتی تو وہ ژولیاں اور اپنے آپ دونوں کو وہیں کے وہیں ختم کر ڈالتی۔ اگر اس کی قوتِ ارادی لمحے بھر کے لئے بھی احساسِ ندامت پر غالب آ جاتی تو شرم و حیا اور عفت کے مجروح جذبات اسے کچوکے دینے لگتے۔ اسے پہلے خیال تک نہ آیا تھا کہ میری حالت ایسی غیر ہو جائے گی۔

آخر وہ دل میں کہنے لگی — "بہرحال مجھے اس سے بات تو کرنی چاہئے۔ یہ قاعدے میں داخل ہے۔ اپنے عاشق سے بات تو کرتے ہی ہیں۔" اور پھر اس طرح جیسے کوئی فرض بجا لا رہی ہو اور ایک ایسے پیار کے ساتھ جو اس کے الفاظ

میں تو موجود تھا مگر لب و لہجے میں غائب تھا۔ اس نے ژدلیاں کو بتایا کہ میں نے پچھلے چند دن میں تمہارے متعلق کیا کیا فیصلے کئے تھے۔

اس نے ارادہ کر لیا تھا اگر میری ہدایت کے مطابق ژدلیاں مالی کی سیڑھی کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی ہمت کر بیٹھا تو میں اُس کی ہو جاؤں گی۔ لیکن پیار کی باتیں شاید ہی کبھی ایسے خشک اور رسمی لہجے میں کہی گئی ہوں۔ اُن کی یہ ملاقات ابھی تک بدعت کی طرح رخ رہی تھی۔ اس کے بعد تو آدمی کو محبت کے خیال ہی سے نفرت ہونے لگتی۔ ایک ناعاقبت اندیش نوجوان عورت کے لئے کیسا عبرت کا مقام تھا! کیا یہ ایک لمحہ اس لائق ہے کہ اس کی خاطر اپنا مستقبل برباد کر لیا جائے؟

عورت میں جو عزتِ نفس ہونی چاہیئے اس نے ماتیلد کی سنگین قوتِ ارادی کے سامنے اتنی مشکل سے ہتھیار ڈالے کہ سطحی طور سے دیکھا جاتا تو اس کا تذبذب انتہائی سخت نفرت کا نتیجہ معلوم ہوتا۔ بہرحال دیر تک دُبدھا میں پڑے رہنے کے بعد آخر ماتیلد نے اپنے آپ کو ژدلیاں کے حوالے کر دیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ دونوں کی ہیجانی کیفیت اور سرشاری کچھ ارادی قسم کی تھی۔ شدید محبت اُن کے لئے ایک حقیقت نہیں تھی بلکہ محض ایک نمونہ جس کی وہ نقل اتار رہے تھے۔

مادموازیل دلاموِل تو یہ سمجھ رہی تھی کہ میں ایک فرض ادا کر رہی ہوں جو اپنی طرف سے اور اپنے عاشق کی طرف سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ وہ دل میں کہہ رہی تھی ”اس بے چارے لڑکے نے کمال کی جرأت دکھائی ہے۔ اب یہ اس کا

حق ہے کہ اُسے خوشی حاصل ہو۔ ورنہ میرے کردار کی کمزوری ثابت ہو گی" لیکن وہ خود اپنے ہاتھوں جس مجبوری میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لئے اُسے ابدی عذاب تک منظور تھا۔

حالانکہ وہ دل پر سخت جبر کر رہی تھی۔ لیکن اسے اپنی گفتگو پر پورا پورا قابو حاصل تھا۔

آج رات ژولیاں کو خوشی کے بجائے تعجب سا ہو رہا تھا۔ لیکن ندامت یا ملامت کے احساس نے آکے اس کا مزا کرکرا نہیں کیا۔ اس ملاقات اور دیر تک والی چوبیس گھنٹے کی آخری ملاقات میں کتنا فرق تھا! وہ بڑی بے انصافی سے کام لیتے ہوئے دل میں بولا ——" پیرس کی شائستگی نے ہر چیز، یہاں تک کہ محبت کو بھی غارت کرنے کا راز معلوم کر لیا ہے۔"

وہ کپڑوں کی لمبی چوڑی الماری میں کھڑا اس قسم کی باتیں سوچنے لگا۔ برابر والے کمرے یعنی مادام دلاموَل کی خواب گاہ میں کھٹکا ہوتے ہی اسے یہاں ٹھونس دیا گیا تھا۔ ماتیلد اپنی ماں کے ساتھ گرجا چلی گئی۔ نوکرانیاں بھی ان کمروں کو جھاڑ پونچھ کے رخصت ہوئیں، اور باقی کام ختم کرنے کے لئے اُن کے ادھر آنے سے پہلے پہلے ژولیاں چپ چاپ کھسک لیا۔

وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور میودں کے جنگل میں جو مقام سب سے زیادہ سنسان تھا۔ اس طرف پو تدمے چل پڑا۔ اب بھی اس کا وہی حال تھا کہ اتنی خوشی نہیں ہو رہی تھی جتنی حیرت۔ اس کے دل میں تھوڑی دیر بعد مسرت کا ایک طوفان سا اُمنڈ آتا۔ مگر یہ ایک نوجوان سیکنڈ لفٹنٹ کی سی خوشی تھی جس نے

کوئی زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہو اور کمانڈر ان چیف اسے ایک دم سے کرنل بنا دے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بڑی بلندی پر جا پہنچا ہو۔ جو چیزیں کل تک اس سے اونچی تھیں۔ آج اس کے برابر بلکہ اس سے بھی نیچے آگئی تھیں ژولیاں پیرس سے جتنا دور ہوتا گیا اس کی خوشی بھی آہستہ آہستہ اتنی ہی بڑھتی گئی

اگر ژولیاں کے دل میں نرمی یا گداز کا شائبہ تک نہ تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بات تو عجیب سی معلوم ہوگی لیکن شروع سے آخر تک اس کے ساتھ ماتیلد کا رویہ بالکل ایسا رہا تھا جیسے کوئی فرض انجام دے رہی ہو۔ آج کے واقعات میں اس کے لئے اگر کوئی چیز خلافِ امید تھی تو بس یہ کہ جن آسمانی مسرتوں کا ذکر ناولوں میں ہوتا ہے اُن کے بجائے اُسے رنج و ملال اور ندامت سے سابقہ پڑا۔

"کہیں میں نے اپنے آپ کو دھوکا تو نہیں دیا؟ کیا مجھے ژولیاں سے محبت نہیں؟" ماتیلد نے خود سے پوچھا۔

سترھواں باب

پُرانی تلوار

اب میں ذرا سنجیدگی اختیار کرتا ہوں، بہت دیر ہنس لیا۔ بات یہ ہے
آج کل ہنسی مذاق کو سنگین چیز سمجھا جاتا ہے۔ نیکی بدی پر ہنسے، تو
جرم قرار پاتی ہے۔

بائرن

کھانے کے وقت وہ مرے سے آئی ہی نہیں۔ شام کو دیوان خانے میں
دم بھر کے لئے آئی۔ مگر ژولیاں کی طرف دیکھا تک نہیں۔ یہ رویّہ ژولیاں کو بڑا
عجیب سا لگا۔ وہ دل میں بولا ــــ "مگر مجھے اعتراف ہے کہ میں بڑے لوگوں کے
طور طریقوں سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ یہ تو میں نے سینکڑوں دفعہ دیکھا
ہے کہ وہ روزانہ زندگی میں کیا کیا کرتے ہیں۔ اُن کے متعلق مجھے بس اتنا ہی معلوم
ہے۔ ماتیلد اس رویّے کی بھی کوئی نہ کوئی مناسب تاویل کر دے گی۔" لیکن ساتھ
ہی ساتھ تجسّس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ماتیلد کے چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ اسے
ماننا پڑا کہ ماتیلد کا انداز خشک اور معاندانہ تھا ظاہر تھا کہ یہ وہ عورت نہیں جس پر

کل رات سچ مچ یا جھوٹ موٹ خوشی کے ایسے دورے پڑ رہے تھے کہ اُن کی اصلیت پر شُبہ ہونے لگتا تھا۔

اگلے روز اور اس کے بعد والے دن بھی ماتیلد کی بے رخی کا وہی عالم رہا۔ وہ اس کی طرف دیکھتی ہی نہ تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ماتیلد اس کے وجود سے بالکل بے خبر ہو۔ ژولیاں کو فکر کھائے جا رہی تھی۔ پہلے دن تو لبس کامرانی کے احساس نے اسے گرما دیا تھا۔ لیکن آج وہ اس جذبے سے کوسوں دُور تھا۔ وہ دل میں کہنے لگا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ پھر نیکی کے راستے پر واپس چلی گئی ہو؟ لیکن متکبر مزاج ماتیلد کوئی متوسط طبقے کی تھوڑی تھی کہ اس کے بارے میں ایسی بات کہی جا سکے۔

ژولیاں سوچنے لگا۔ "عام حالات میں تو وہ مذہب پر یقین نہیں رکھتی۔ اگر وہ مذہب کی قدر کرتی ہے تو صرف اس لئے کہ اُس کے طبقے کا مفاد اس سے وابستہ ہے۔"

"لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ محض نسائی شرم وحیا کی وجہ سے اپنے آپ کو اس غلطی پر لعنت ملامت کر رہی ہو؟" ژولیاں اپنے آپ کو اُس کا پہلا عاشق سمجھ رہا تھا۔

بعض وقت وہ کہتا "لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ آج کل اس نے جو انداز اختیار کیا ہے۔ اس میں سادگی، معصومیت یا نرمی نام کو نہیں۔ آج کل تو وہ ایسی لگ رہی ہے جیسے کوئی ملکہ ابھی تخت سے اُتر کے آ رہی ہو۔ یہ بات میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے مجھ سے گھن آ رہی ہو؟ یہ بات اس سے

بعید نہیں کہ میرے لیئے اس نے جو کچھ کیا ہے۔ اس پر اپنے آپ کو صرف اس لیئے ملامت کر رہی ہو کہ میں رذیل ہوں۔"

کتابوں اور دیرینہ تجربے کی یادوں سے ژولیاں نے جو تعصبات اخذ کیئے تھے وہ اُن میں غرق ہو کے رہ گیا تھا۔ وہ اپنے خوابوں کی دنیا میں ایک ایسی پیار بھری محبوبہ کا پیچھا کر رہا تھا جو اپنے عاشق کو مسرتوں کی دولت بخش دینے کے بعد اپنی ہستی کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ اُدھر ماتیلد اپنے غرور میں اس پر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

چونکہ پچھلے دو مہینے سے بے کیفی نے ماتیلد کو ستایا ہی نہ تھا۔ اس لیئے اب وہ بے کیفی سے ڈرتی بھی نہ تھی۔ چاہے ژولیاں کو اس بات کا خیال تک نہ آسکا ہو لیکن وہ اپنی سب سے بڑی فوقیت سے محروم ہو چکا تھا۔

"اچھا تو میں نے ایک آدمی کو اپنا آقا بنا لیا!" مادموازیل دلاموُل غصے میں لال پیلی ہو کر اِدھر اُدھر ٹہلتے ہوئے کہہ رہی تھی "ممکن ہے اسے اپنی عزت کا بڑا پاس ہو۔ لیکن اگر میں نے اس کے پندار کو زیادہ چھیڑا تو وہ انتقاماً ہمارے تعلقات کو المنشرح کر دے گا۔" یہ ہمارے زمانے کی لعنت ہے۔ بڑی سے بڑی بے راہ روی سے بھی ہماری بے کیفی دور نہیں ہوتی۔ ژولیاں ماتیلد کا پہلا عاشق تھا۔ اس عمر میں خشک مزاج سے خشک مزاج آدمی کے دل میں بھی کچھ نازک نازک خوش فہمیاں ہوتی ہیں۔ لیکن ماتیلد ان زہریلے خیالات کا شکار بنی ہوئی تھی۔

"اُسے میرے اوپر بڑی زبردست طاقت حاصل ہو گئی ہے۔ ڈرا دھمکا کے

دوسروں پر حکومت کرنا اُس کا شیوہ ہے۔ اگر میں نے اسے ناراض کر دیا تو وہ مجھے بڑی خوفناک سزا دے سکتا ہے۔" صرف یہ خیال ہی ماتیلد کو اس کی تذلیل پر آمادہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ ہمت اُس کے کردار کی بنیادی صفت تھی۔ اگر کسی بات پر اسے جوش آتا تھا یا اگر کوئی چیز اس کی مستقل بے کیفی کو دور کر سکتی تھی تو یہ خیال کہ میں نے اپنی ساری ہستی کو داؤ پر لگا دیا ہے۔

تیسرے دن جب مادموازیل دلامول کی بے رُخی کا وہی عالم رہا۔ تو کھانے کے بعد ژولیاں اس کے چہرے سے جھلکتی ہوئی خفگی کے باوجود اُس کے پیچھے پیچھے بلیرڈ روم میں چلا گیا۔

وہ ایسے تاؤ میں آکر بولی جو چھپائے سے بھی نہ چھپ رہا تھا۔ "کیوں جناب، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو میرے اوپر پورا اختیار حاصل ہو گیا ہے؟ میں نے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ میں کیا چاہتی ہوں، لیکن آپ مجھ سے بولنے کی کوشش کئے چلے جا رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اتنی جسارت آج تک کوئی نہیں کر سکا؟"

ان دونوں جوان محبت کرنے والوں کے مکالمے سے بڑھ کر مزیدار چیز شاید ہی کوئی ہو۔ غیر شعوری طور پر دونوں کے دونوں ایک دوسرے سے انتہائی نفرت کر رہے تھے۔ پائیداری کسی کے مزاج میں بھی نہیں تھی۔ پھر وہ بڑے لوگوں کے طور طریقوں کے بھی عادی تھے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں دونوں نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ اب ہمارے درمیان ہمیشہ کے لئے ناچاقی ہو گئی۔

"میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ یہ راز ہمیشہ میرے دل میں محفوظ رہے گا۔"
ژولیاں بولا۔" اگر میرے رویّے میں زیادہ تبدیلی نظر آئی تو ممکن ہے آپ کے اوپر حرف آئے۔ ورنہ میں یہ بھی قسم کھا لیتا کہ آپ سے بات تک نہیں کروں گا۔"
اس نے بڑی تعظیم سے جھک کے سلام کیا اور چلا گیا۔

جس چیز کو وہ اپنا فرض سمجھ رہا تھا اسے بجالانے میں ژولیاں کو ذرا بھی دشواری پیش نہ آئی۔ اسے یہ بھی مغالطہ بالکل نہیں تھا کہ مجھے مادموازیل دلاموَل سے بڑی گہری محبت ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تین دن پہلے جب اُسے الماری میں چھپایا گیا تھا۔ تو اس وقت اُسے محبت نہیں تھی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ ماتیلد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدائی ہوگئی تو اس کا دل ایک دم سے بدل گیا۔

بے رحم یادیں اپنے کام میں لگ گئیں اور ژولیاں کو اس رات کے چھوٹے سے چھوٹے واقعات کا خیال آنے لگا۔ جنہوں نے دراصل اس کے دل پر ذرا بھی اثر نہ کیا تھا۔

ابدی علیحدگی کی قسم کھا لینے کے بعد اگلی رات کو جب ژولیاں یہ اقرار کر لینے پر مجبور ہو گیا کہ مجھے مادموازیل دلاموَل سے محبت ہے تو وہ پاگل ہوتے ہوتے بچا۔

اس دریافت کے بعد ایک خوفناک کشمکش شروع ہو گئی۔ اس کے سارے جذبات بالکل گڈمڈ ہو کے رہ گئے۔

ایک ہفتے بعد تو یہ حال ہوا کہ موسیو دکرواز نوا سے اکڑنے کی بجائے اس کا جی چاہتا تھا کہ اسے گلے لگا کے رو دوں۔

مسلسل غمگین رہنے کی وجہ سے ژولیاں میں تھوڑی سی سمجھ آئی۔ اس نے لانگ ڈوک جانے کا ارادہ کر کے سامان باندھا اور ڈاک گاڑی کے دفتر چل دیا۔ دفتر پہنچ کے اُسے پتہ چلا کہ اتفاق سے تولوز جانے والی گاڑی میں کل کے لیے ایک جگہ خالی ہے تو اسے غش آتے آتے بچا۔ اس نے کرایہ دے کر جگہ رکوائی، اور مارکوئس دلاموَل کو روانگی کی اطلاع دینے گھر واپس آیا۔

موسیو دلاموَل باہر گیا ہوا تھا۔ اس وقت ژولیاں مُردوں میں تھا نہ زندوں میں۔ بہرحال مارکوئس کا انتظار کرنے کے لیے وہ کتب خانے میں پہنچا۔ مادموازیل دلاموَل کو وہاں دیکھ کر اس کی کیا حالت ہوئی ؟

اسے آتا دیکھ کر ماتیلد نے چہرے پر ایسی نمایاں مخاصمت طاری کر لی جس کی اور کوئی تفسیر ہو ہی نہ سکتی تھی۔

ژولیاں بھونچکا رہ گیا اور اپنے غم و اندوہ سے مجبور ہو کر اس نے یہ کمزوری دکھائی کہ ماتیلد سے بڑے پیار بھرے اور دل سے نکلنے والے لہجے میں بولا۔

"اچھا، تو اب آپ کو مجھ سے محبت نہیں رہی ؟"

"مجھے اس بات سے گھن آرہی ہے کہ جو آدمی پہلے آیا میں نے اپنے آپ کو اُسی کے حوالے کر دیا۔" ماتیلد کو اپنے اوپر اتنا غصہ آیا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"جو آدمی پہلے آیا!" ژولیاں نے چیخ کے کہا اور لپک کے ایک پرانی تلوار اٹھا لی جو کتب خانے میں ایک نادر چیز کے طور پہ رکھی تھی۔

جب اس نے مادموازیل دلاموَل سے بات کی تھی۔ یوں تو اُسی وقت

اسے اپنا غم نہایت شدید معلوم ہوا تھا۔ لیکن ماتیلد کو شرم کے آنسو بہاتے دیکھ کر تو رنج سو گنا بڑھ گیا۔ اگر وہ ماتیلد کو جان سے مار سکتا تو اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہتا۔

اس نے تلوار کو ذرا دشواری کے ساتھ پُرانی نیام سے باہر نکالا ہی تھا کہ ماتیلد ایک نئے احساس کی لذت سے خوش ہو کر بڑے فخر کے ساتھ اُس کی طرف بڑھی۔ اُس کے آنسو رُک گئے تھے۔

اپنے محسن موسیو۔ لاموَل کی تصویر ژولیاں کی آنکھوں میں پھر گئی۔ وہ دل میں بولا ــــ "میں اُس کی بیٹی کو قتل کروں! کیسی بُری بات ہے!" اس نے چاہا کہ تلوار پھینک دوں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ سوچا ــــ "اس ڈرامائی حرکت پر یہ قہقہہ لگا کے ہنس پڑے گی۔"

یہ خیال آنا تھا کہ اُسے پھر اپنے اُوپر پورا قابو حاصل ہو گیا۔ وہ اس پُرانی تلوار کے پھل کو بڑے غور سے الٹ پلٹ کے دیکھنے لگا جیسے زنگ ڈھونڈ رہا ہو، پھر تلوار کو نیام میں رکھ کے اُسی سُنہری کھونٹی پر ٹانگ دیا۔ جہاں سے اُتارا تھا۔

یہ تمام حرکات جو آخر میں ارادی طور پر سُست پڑ گئی تھیں، پورے منٹ بھر جاری رہیں۔ مادموازیل دلاموَل بھونچکی ہو کر اُس کی طرف تک رہی تھی۔ وہ دل میں بولی ــــ "یعنی میرا عاشق مجھے قتل کرتے کرتے رہ گیا!"

یہ خیال اُس کے ذہن کو شارل نہم اور آں ری سوم کے دلاورانہ عہد میں اُڑا لے گیا۔

ژولیاں نے تلوار واپس رکھ دی تھی اور ماتیلد اس کے سامنے بے حس و حرکت کھڑی اسے تکے جا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چمک غائب ہو چکی تھی یہ ماننا پڑے گا کہ اس وقت وہ بڑی دلفریب لگ رہی تھی اور اس میں "پیرس کی گڑیوں" سے ذرا بھی مشابہت نہ تھی (ژولیاں کو اس شہر کی عورتوں پر سب سے بڑا اعتراض یہی تھا)

ماتیلد نے سوچا ـــــ" مجھے پھر اس پہ کچھ پیار سا آ رہا ہے۔ بس اب میری کمزوری ظاہر ہونے ہی والی ہے۔ ابھی تو میں نے اس سے اتنی سخت کلامی کی ہے کہ وہ ذرا سا دھر چلا تھا۔ مگر اب فوراً اپنے آپ کو میرا مالک اور آقا سمجھنے لگے گا۔" چنانچہ وہ بھاگ لی۔

ژولیاں نے اسے دوڑ کے باہر جاتے دیکھا تو بولا ـــــ" خدا کی قسم، کتنی حسین ہے یہ! ابھی دس پندرہ دن پہلے کی بات ہے کہ یہی بالکل سرمست ہو کے میرے بازوؤں میں آ گری تھی۔ ۔ ۔ ۔ اب وہ لمحے کبھی واپس نہیں آئیں گے! اور قصور سب میرا ہے! وہ واقعہ بھی کتنا غیر معمولی تھا اور اس کا مجھ سے کتنا گہرا تعلق تھا۔ لیکن اس وقت مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ ہو کیا رہا ہے! ۔ ۔ ۔ مجھے ماننا پڑے گا کہ میں بڑا کند ذہن اور افسردہ مزاج واقع ہوا ہوں۔"

اتنے میں مارکوئس آ گیا۔ ژولیاں نے فوراً اسے اپنی روانگی کی اطلاع دی

" کہاں جا رہے ہیں؟" موسیو دلا مول نے پوچھا

" لانگ ڈوک۔"

" نہیں جناب، ذرا ٹھیریئے۔ مجھے آپ سے ایک اور بڑا کام لینا ہے۔

اگر آپ کو جانا ہی ہے تو شمال کی طرف جائیے . . . . آپ اپنے آپ کو یہاں قید میں سمجھیے۔ اگر آپ باہر نکلیں بھی تو دو یا تین گھنٹے سے زیادہ غائب نہ رہیے۔ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ خدا جانے کس وقت آپ کی ضرورت پڑ جائے۔"

ژولیاں جھک کر آداب بجا لایا اور کچھ کہے سُنے بغیر موسیو ولاموں کو ہکا بکا چھوڑ کے چل دیا۔ اس کے مُنہ سے بات نہ نکل رہی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں بند ہو کے بیٹھ گیا۔ وہاں اُسے قسمت کے مظالم پہ رونے دھونے کی پوری آزادی تھی۔

وہ سوچنے لگا۔ "یعنی میں جا بھی نہیں سکتا! خدا جانے مارکوئس مجھے پیرس میں کتنے دن روکے رکھے۔ خدایا، میرا کیا حشر ہوگا؟ میرا کوئی دوست بھی تو نہیں کہ اس سے مشورہ ہی کرلوں۔ پادری پی رآر تو ایک فقرے سے آگے نہیں بڑھنے دے گا۔ کاؤنٹ آلتامیرا کہے گا کہ اپنا دھیان بٹانے کے لئے کسی سازش میں شریک ہو جاؤ۔

"اور یہاں میرا دماغ خراب ہوا جا رہا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے میں پاگل ہو گیا ہوں!

"مجھے کون راستہ دکھائے؟ میرا کیا حشر ہوگا؟"

اٹھارواں باب

اذیت ناک لمحے

اور وہ خود مجھ سے اقرار کرتی ہے! ذرا ذرا سی تفصیلات سناتی ہے! اُس کی حسین آنکھیں میری آنکھوں سے کہتی ہیں کہ اُسے ایک اور آدمی سے کتنی محبت ہے!

شلر

مادموازیل دلاموِل پر وجد کی حالت طاری تھی۔ اُسے رہ رہ کر بس یہی خوشی ہو رہی تھی کہ خدا نے مجھے بھی یہ دن دکھایا کہ میں قتل ہوتے ہوتے رہ جاؤں بلکہ وہ تو یہاں تک کہنے لگی ــــ "یہ واقعی میرا آقا بننے کا مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مجھے قتل کرتے کرتے رہ گیا۔ اونچے طبقے کے نہ معلوم کتنے وجیہہ نوجوانوں کو ملا کر ایک جگہ جمع کیا جائے۔ تب کہیں جا کے محبت کا ایسا شدید جذبہ پیدا ہو!

"یہ ماننا پڑے گا کہ جب وہ کرسی پر چڑھ کے تلوار کو ٹھیک اُسی جگہ ٹانگنے لگا جہاں آرائش کرنے والوں نے ٹانگا تھا تو وہ ایسا خوبصورت نہیں لگ رہا تھا! بہرحال میں اس سے محبت کرنے لگی تو کوئی ایسی بے وقوفی کی بات نہیں ہوئی!

اس وقت اگر مفاہمت کا کوئی باعزت طریقہ نکل آتا تو وہ بڑی خوشی سے قبول کر لیتی۔

ژولیاں اپنے کمرے میں مقفل پڑا مایوسی کے مارے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اپنے پاگل پن میں اس کا جی چاہا کہ جا کر ماتیلد کے قدموں پر گر پڑوں۔ اگر وہ کونے میں چھپے رہنے کے بجائے موقع پر موجود رہنے کی غرض سے مکان اور باغ میں ادھر ادھر ٹہلنے لگتا تو شاید دم بھر میں اس کا رنج والم نشاط میں تبدیل ہو جاتا۔

ہمیں ژولیاں سے یہ شکایت تو ضرور ہے کہ اس میں کاردانی مطلق نہ تھی۔ لیکن اگر اس میں یہ بات ہوتی تو پھر اضطراری طور پر ایسا علوی جذبہ کیسے پیدا ہوتا کہ وہ لپک کے تلوار اٹھا لے اور اس وقت اپنی اسی حرکت کی وجہ سے وہ مادموازیل دلاموَل کو اتنا حسین لگ رہا تھا۔ ماتیلد کو یہ عجیب سوجھی تھی۔ بہرحال ژولیاں کا نقصان نائدہ ہی تھا۔ وہ دن بھر اسی خیال میں مگن رہی۔ اسے رہ رہ کر وہ مختصر سے لمحے بڑے افسوس کے ساتھ یاد آرہے تھے کہ جب وہ ژولیاں سے محبت کرنے لگی تھی۔ وہ لمحے اسے بڑے رنگین معلوم ہو رہے تھے۔

وہ دل میں کہنے لگی ” دراصل وہ بچارا تو یہی سمجھتا ہے کہ اس سے میری محبت رات کے ایک بجے شروع ہوئی۔ یعنی جس وقت میں نے اسے پستول کوٹ کی جیب میں ڈالے سیڑھی پر چڑھ کے آتے دیکھا اور نو بجے ختم ہو گئی جب میں گرجا میں تھی تو سوا نو بجے یہ بات پہلی مرتبہ میرے ذہن میں آئی تھی کہ اب وہ اپنے آپ کو میرا آقا سمجھے گا اور شاید ڈرا دھمکا کے مجھ سے اپنی ہر بات منوالیا کرے گا۔“

کھانے کے بعد ژولیاں سے گریز کرنا تو الگ مادموازیل ولاموَل اس سے باتیں کرنے لگی اور اسے تقریباً حکم دیا کہ میرے ساتھ باغ میں چلو۔ وہ مان گیا اب ماتیلد سے ضبط نہ ہو سکا۔ اُسے پھر ژولیاں سے محبت ہو گئی اور اس نے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو جذبات کے سپرد کر دیا۔ اُسے ژولیاں کے ساتھ ٹہلنے میں بڑا مزا آیا اور وہ ذرا تجسس کے ساتھ اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگی جنہوں نے آج صبح اسے قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تھی۔

اس حرکت کے بعد اور جو کچھ ہو گزرا تھا اس کے بعد اب یہ تو ہو ہی نہ سکتا تھا کہ یہ دونوں اُسی پرانے طریقے سے باتیں کریں۔

آہستہ آہستہ ماتیلد اُسے بڑی بے تکلفی اور اعتماد کے لہجے میں اپنے دل کا حال سُنانے لگی۔ اس قسم کی باتوں میں اُسے ایک عجیب لطف ملا۔ اُس نے ژولیاں کو مفصّل طور سے سنایا کہ پہلے تو میں کچھ دن موسیو دکروازنوا پر فریفتہ رہی۔ پھر کچھ دن موسیو دکے لو پر . . . .

"ہیں! موسیو دکے لو پر بھی!" ژولیاں ایک دم سے چیخا۔ اس کے الفاظ میں ایک ٹھکرائے ہوئے عاشق کی تمام رقابت، جلن اور تلخی موجود تھی۔ ماتیلد نے بھی اس بات کا یہی مطلب لیا اور بُرا نہیں مانا۔

وہ ژولیاں کو برابر کوچتی رہی اور بڑے مفصّل طریقے سے نہایت خلوص کے ساتھ اپنے جذبات کی رُوداد سنانے لگی۔ ژولیاں نے دیکھا کہ وہ جن چیزوں کے بارے میں باتیں کر رہی ہے۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے موجود معلوم ہوتی ہیں پھر یہ دیکھ کر اسے اور بھی رنج ہوا کہ وہ بولتے بولتے اپنے دل میں نئی باتیں دریافت

کرتی جا رہی ہے۔

ژو لیاں کا ایسا بُرا حال ہُوا کہ رقابت کا جذبہ اس سے زیادہ اور اذیت نہیں پہنچا سکتا۔

یہ شبہ بھی خاصا تکلیف دہ ہے کہ محبوبہ رقیب سے محبت کرتی ہے، لیکن اس سے بڑھ کے اور کیا عذاب ہو سکتا ہے کہ محبوبہ خود اپنی زبان سے پورا حال سنائے کہ میرے دل میں اُس کی کتنی محبت ہے؟

ژو لیاں نے اپنے گھمنڈ میں خود کو کے لو اور کروازنوا سے برتر سمجھ رکھا تھا لیکن اس وقت اس غرور کی کیسی سزا مل رہی تھی! وہ کس شدید اور حقیقی رنج کے ساتھ اُن کی چھوٹی چھوٹی خوبیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا تھا! وہ کس گرم جوشی اور خلوص کے ساتھ اپنے آپ سے نفرت کر رہا تھا!

ماتیلد اُسے جنت کی حُور معلوم ہو رہی تھی۔ اُس کے جذبۂ عبودیت کی تندی اور تیزی بیان کی طاقت سے باہر ہے۔ اُس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے وہ چوری چوری اُس کے ہاتھوں، اُس کے بازوؤں اور اُس کے شاہانہ انداز کو دیکھتا جا رہا تھا۔ محبت اور غم کے مارے وہ بالکل نڈھال ہو چکا تھا اور قریب تھا کہ وہ اس کے قدموں پر گر پڑے اور چیخ چیخ کے کہے — "میرے اوپر رحم کھاؤ!"

"یہ کتنی حسین ہے، دوسری عورتوں سے کتنی بلند ہے۔ اس نے مجھ سے محبت بھی کی ہے۔ لیکن اب جلدی ہی موسیو دکے لو سے محبت کرنے والی ہے!"

ژو لیاں مادموازیل دلامول کے خلوص پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس سے صداقت ٹپکتی تھی۔ ژو لیاں کے دُکھ میں اگر کوئی کمی رہ گئی تھی

تو وہ بھی پوری ہوگئی۔ ماتیلد کا دماغ اُن جذبات سے تو معمور تھا ہی جو اس نے ایک زمانے میں موسیو دکےلو کے بارے میں محسوس کئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ وہ اس کے متعلق اس طرح باتیں کرنے لگتی جیسے اب بھی اس سے محبت ہو۔ اتنی بات تو ژولیاں کو صاف دکھائی دے رہی تھی کہ اس کے لب و لہجے سے محبت ٹپکتی ہے۔

اگر اس کے سینے میں پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا جاتا تو بھی اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ غم نے اس کا حال تباہ کر دیا تھا۔ وہ بچارا کیسے سمجھ سکتا تھا کہ مادموازیل دلامول کو گذشتہ زمانے میں موسیو دکےلو یا موسیو دکرواز نوا سے محبت کرتے ہوئے جو لطافتیں محسوس ہوئی تھیں۔ اگر وہ انہیں یوں مزے لے لے کے یاد کر رہی ہے تو صرف اس وجہ سے کہ وہ اس وقت خود اُسے اپنا حال سُنا رہی ہے ؟

ژولیاں کی اذیت کا بیان لفظوں کی طاقت سے باہر ہے۔ چند دن پہلے جن درختوں کے نیچے کھڑے ہو کر اس کا انتظار کیا تھا کہ ایک بجے تو ماتیلد کے کمرے میں جاؤں۔ آج وہ انہیں درختوں کے سامنے یہ بیان مفصّل سن رہا تھا کہ ماتیلد نے دوسرے سے کس طرح محبت کی ہے۔ اس سے زیادہ رنج برداشت کرنا انسان کے بس میں نہیں۔

یہ سنگین قسم کے راز و نیاز پورے ہفتے بھر جاری رہے۔ کبھی تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ اس سے بات کرنے کا موقع ڈھونڈ رہی ہے۔ کبھی ایسا موقع خود بخود آ جاتا۔ تو وہ دامن نہ بچاتی۔ کچھ ایسا لگتا تھا کہ دونوں کے دونوں کو ہر پھر کے اُسی ایک موضوع پر آ جانے میں عجیب خوفناک قسم کی لذت ملتی ہے اور وہ موضوع یہی تھا

کہ ماتیلد نے دوسروں کے بارے میں کیا کیا جذبات محسوس کئے۔ اس نے ژولیاں کو بتایا کہ میں نے کیسے کیسے خط لکھے۔ اُن خطوں کے الفاظ بلکہ پورے پورے جُملے سناتے۔ آخری دنوں میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک معاندانہ مسرت کے ساتھ ژولیاں کا بغور مطالعہ کر رہی ہے۔ ژولیاں کی اذیت اُس کے لئے تفریحِ طبع کا سامان تھی۔ اس سے ماتیلد کو اپنے آقا کی کمزوری کا پتہ چلتا تھا۔ چنانچہ اب وہ اپنے آپ کو اُس سے محبت کرنے کی اجازت بھی دینے کو تیار تھی۔

صاف ظاہر ہے کہ ژولیاں کو زندگی کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس نے تو ناول تک نہیں پڑھے تھے۔ اگر وہ ایسا اناڑی نہ ہوتا تو جس لڑکی سے اسے اتنی محبت تھی اور جو اس سے عجیب عجیب راز کی باتیں کیا کرتی تھی۔ وہ ذرا سرد مہری کے ساتھ اُس سے کہتا "تمہیں یہ بات ماننی پڑے گی کہ میں ان لوگوں کے برابر نہ سہی لیکن تمہیں محبت تو مجھ ہی سے ہے ۔ ۔ ۔"

شاید ماتیلد کو خوشی ہوتی کہ اس پہ میرا راز کھُل گیا۔ بہرحال ژولیاں کی کامیابی اس بات پر منحصر ہوتی کہ اس نے اپنے خیال کا اظہار کس نفاست سے کیا ہے۔ اور موقع کون سا چنا ہے۔ خیر کچھ بھی ہو۔ اصل چیز یہ ہے کہ ژولیاں اپنے آپ کو اس صورتِ حال سے بخوبی اور کچھ فائدے کے ساتھ ہی نکال لایا۔ جس سے اب ماتیلد اُکتا چلی تھی۔

ژولیاں اپنی محبت اور اپنے غم کے ہاتھوں ایسا بدحال ہو چکا تھا کہ ایک دن بڑی دیر تک ساتھ ساتھ ٹہلنے کے بعد وہ اس سے بولا "میں تو تمہیں پُوجتا ہوں اور تمہیں اب مجھ سے محبت نہیں رہی !" اس سے بڑی غلطی اور کوئی نہیں ہو سکتی

تھی۔

مادموازیل دلاموَل کو اسے اپنے دل کی باتیں سنانے میں جو مزا آتا تھا وہ یہ جملہ سنتے ہی ایک دم سے ختم ہو گیا۔ اُسے تو اب اس بات پر تعجب ہونے لگا تھا کہ ہم دونوں کے درمیان جو کچھ ہو گزرا ہے۔ اس کے بعد بھی ژولیاں کو میرے راز سن کر غصہ نہیں آتا۔ جب ژولیاں نے یہ احمقانہ جملہ کہا۔ اُس وقت ماتیلد قریب قریب یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ اب اسے مجھ سے محبت نہیں رہی۔ وہ دل میں کہہ رہی تھی "غرور نے اس کی محبت کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ وہ اس طبیعت کا آدمی ہی نہیں کہ کے لو، دلوز، دکرواز نوا جیسے لوگوں کو جنہیں وہ اپنے سے برتر تسلیم کر چکا ہے اُس پر فوقیت دی جائے اور وہ بُرا نہ مانے۔ نہیں، اب میں اسے اپنے قدموں پر پڑا ہُوا کبھی نہیں دیکھوں گی!"

غم نے ژولیاں کو ایسا سادہ دل بنا دیا تھا کہ وہ کئی دن سے بڑے خلوص کے ساتھ ان لوگوں کی بے مثال خوبیوں کے گُن گا رہا تھا۔ بلکہ اس نے تو اور مبالغے سے کام لیا تھا۔ مادموازیل دلاموَل اس تبدیلی سے غافل نہ تھی۔ اُسے تو خاصی حیرت ہوئی تھی۔ ژولیاں اپنے عشق میں ایسا دیوانہ ہو چکا تھا کہ جس رقیب کو سمجھتا کہ اس سے ماتیلد کو محبت ہے۔ اسی کی تعریف کرتے کرتے اُس کی خوش قسمتی پر خود بھی خوش ہونے لگتا۔

ژولیاں نے جو صاف مگر احمقانہ بات کہہ دی تھی۔ اس نے دم بھر میں سب کچھ بدل کے رکھ دیا۔ ماتیلد کو اس کی محبت کا یقین ہو گیا تو وہ اسے بالکل حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگی۔

جب ژولیاں نے یہ بے ڈھنگی بات کہی، تو وہ اس کے ساتھ ٹہل رہی تھی۔ ماتیلد اُسے چھوڑ کے چل دی اور جاتے ہوئے اس پر بڑی حقارت کی نظر ڈالی۔ جب وہ دیوان خانے میں واپس آئی تو اس رات اس نے ژولیاں کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اگلے دن یہ حقارت اُس کے دل پر پوری طرح قابض ہو گئی۔ اب اس جذبے کا سوال باقی ہی نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے ہفتے بھر اس نے ژولیاں کو اپنا سب سے گہرا دوست سمجھا۔ اب تو ژولیاں کو دیکھ کر اسے گھن آنے لگی۔ ماتیلد کا یہ جذبہ بڑی جلدی کراہیت کی حد تک جا پہنچا۔ اس کی نظریں اتفاق سے ژولیاں پر پڑ جاتیں تو اسے اتنی شدید حقارت محسوس ہوتی کہ بیان سے باہر ہے۔

آٹھ دن سے ماتیلد کے دل و دماغ میں جو کچھ گزر رہا تھا اس کا ژولیاں کو ذرا بھی اندازہ نہ تھا۔ لیکن اُس کے پندار کی آنکھیں بڑی تیز تھیں۔ چنانچہ اس نے ماتیلد کی حقارت ضرور تاڑ لی۔ اتنی سمجھ بوجھ تو اس میں تھی کہ جہاں تک بن پڑتا، وہ ماتیلد کے سامنے جانے سے بچتا اور اس کی طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھتا۔

اس نے اپنے آپ کو ایک حد تک ماتیلد کی مجالست سے محروم تو کر لیا مگر اس میں اذیت بھی بڑی اٹھائی۔ اسے کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اب میرا غم واقعی اور بڑھ گیا ہے۔ وہ دل میں کہہ رہا تھا ”انسان میں اس سے زیادہ غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہو سکتی۔“ اس کا سارا وقت چھت کے اوپر ایک کوٹھری میں کھڑکی کے پاس بیٹھے گزرتا۔ وہ جھلملی بڑی احتیاط سے بند کر دیتا۔ مادموازیل دلاموَل باغ میں نکلتی تو کم سے کم وہ اس کی ایک جھلک تو دیکھ ہی سکتا تھا۔

جب رات کے کھانے کے بعد وہ ماتیلد کو موسیو دکے لو، موسیو دلوز یا کسی ایسے آدمی کے ساتھ ٹہلتے دیکھتا جس سے خود اس کے بیان کے مطابق اُسے کسی زمانے میں محبت رہ چکی تھی۔ تو ژولیاں کے جذبات کیا ہوتے ؟

ژولیاں کو کبھی خیال تک نہ آیا تھا کہ ایسا دکھ بھی جھیلنا پڑے گا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کے روؤں۔ یہ مضبوط ارادے والا آدمی آخر بالکل ہی بے بس ہو کے رہ گیا تھا۔

جو خیال مادموازیل دلامول سے متعلق نہ ہوتا وہ اسے بہت ہی بُرا لگتا۔ اب تو اس سے بالکل سیدھے سادے خط بھی نہ لکھے جاتے تھے۔

ایک دن مارکوئس نے اس سے کہا — "تم تو کچھ پاگل سے ہو رہے ہو۔"

ژولیاں کو ڈر لگا کہ اب میرا بھانڈا پھوٹا۔ اس نے بیماری کا بہانہ بنا دیا۔ اور مارکوئس کو یقین بھی آ گیا۔ خوش قسمتی سے رات کو کھانے کے وقت مارکوئس نے ژولیاں کو اس کے آئندہ سفر کے سلسلے میں چھیڑا۔ ماتیلد کو پتہ چلا کہ شاید وہ کافی عرصے باہر رہے۔ ژولیاں کو اس سے بچتے ہوئے کئی دن ہو چکے تھے اور اب ماتیلد کو اس کے خوابوں کی دنیا سے باہر نکالنا ان تیز طرار نوجوانوں کے بس میں نہ رہا تھا۔ جو ہر اس خوبی سے متصف تھے۔ جن سے یہ زرد رو اور رنگ جیسی شخص خالی تھا — یہ شخص جو کچھ دن پہلے اس کا محبوب رہ چکا تھا۔

وہ دل میں بولی — "کوئی معمولی لڑکی ہو تو اپنے چاہنے والے کا انتخاب ایسے نوجوانوں میں سے کرے جن کی طرف دیوان خانوں میں ہر آدمی کی نظر اٹھتی ہے لیکن ذہانت کی ایک نشانی یہ ہے کہ اپنے خیالات کو ان راہوں پر کبھی نہ جانے دے

جنہیں عام لوگوں کے پیر روند چکے ہوں۔

"ژولیاں میں روپے کے سوا اور کسی بات کی کمی نہیں اگر روپیہ میرے پاس ہے۔ ایسے آدمی کی جیون ساتھی بن کر میں ہمیشہ لوگوں کی نظروں میں نمایاں رہوں گی میری زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ لوگ میری طرف توجہ ہی نہ کریں۔ میرے عزیز اقارب ہر وقت انقلاب کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔ انھیں عوام سے اتنا ڈر لگتا ہے کہ اگر کوچوان ٹھیک طرح گاڑی نہ چلائے تو اسے ڈانٹنے کی بھی ہمت نہیں پڑتی۔ اس طرح کانپتے رہنا تو کجا۔ میرا تو انقلاب میں ایک زبردست حصہ ہوگا۔ کیونکہ میں نے جس آدمی کو چنا ہے وہ مضبوط کردار کا مالک ہے اور اس کے حوصلوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس میں کمی کس بات کی ہے، دوستوں کی، روپیہ کی، یہ چیزیں تو میں اسے دے سکتی ہوں" لیکن وہ ژدلیاں کے متعلق کچھ اس طرح غور کر رہی تھی جیسے وہ اپنے سے نیچا ہو، جس کی قسمت کا فیصلہ اپنی مرضی کے مطابق جب جی چاہے کیا جا سکے اور جس کی محبت کے بارے میں شبہے کی بھی گنجائش نہیں۔

انیسواں باب

ناٹک

آہ، محبت کی بہار بھی اپریل کے حسین اور شاندار دن کی طرح بے بنیاد ہے
ابھی تو خوب دھوپ کھلی ہوئی ہے۔ ابھی بادل آیا اور سب غائب!
شیکسپیئر

اپنے مستقبل اور جس عظیم زندگی کی اُسے امید تھی۔ اس کے بارے میں سوچتے سوچتے ماتیلد کو بڑی حسرت کے ساتھ وہ خشک اور فلسفیانہ بحثیں یاد آنے لگیں جو ژولیاں اور اس کے درمیان ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ ان بلند خیالات سے تھک جاتی تو کبھی اُن خوشی کے لمحوں کو یاد کر کر کے آہیں بھرنے لگتی جو ژولیاں کے ساتھ گزرے تھے۔ لیکن ان یادوں میں ایک پہلو ندامت کا بھی تھا۔ جس کے ہاتھوں وہ بعض دفعہ تو بالکل نڈھال ہو جاتی تھی۔

وہ دل میں کہتی ــــ "لیکن مجھ جیسی لڑکی اگر کوئی کمزوری دکھائے تو بھی اُسے لازم ہے کہ صرف کسی ممتاز آدمی کی خاطر اپنے فرائض سے پہلوتہی کرے لوگ یہ تو نہیں کہہ سکیں گے کہ اس آدمی کی خوبصورت مونچھوں یا اس کی شہسواری

نے اس لڑکی کا دل موہ لیا۔ میں اگر متاثر ہوتی ہوں تو فرانس کے مستقبل کے بارے
میں اُس کی عالمانہ گفتگو سے، اس کے ان خیالات سے کہ ہمیں جن حالات سے
دوچار ہونا ہے۔ وہ انگلستان کے ۱۶۸۸ء والے انقلاب سے مشابہ ہوں گے"
اُس نے ندامت کی آواز کے جواب میں کہا۔" میری عزت تو گئی، میں کمزور عورت
تو ضرور ہوں، لیکن میں صرف ظاہری خوبیاں دیکھ کر کٹھ پتلی کی طرح نہیں پھسلی۔

"اگر انقلاب ہوا تو آخر ژولیاں روۤلاں کیوں نہیں بن سکتا اور میں مادام
روۤلاں کیوں نہیں بن سکتی؟ مجھے مادام دا ستائیل کے بجائے مادام روۤلاں بننا
زیادہ پسند ہے۔ ہمارے زمانے میں بدچلنی راستے کا روڑا ثابت ہوگی۔ اب
میں ایسا موقع نہیں آنے دوں گی کہ مجھ پر دوبارہ کمزوری کا الزام عائد ہو۔ اب کے
تو میں شرم کے مارے مرجاؤں گی۔"

یہ ماننا پڑے گا کہ ماتیلد جو باتیں سوچتی تھی، وہ سب کی سب ایسی سنجیدہ
نہیں ہوتی تھیں جیسی ہم نے لکھی ہیں۔

وہ ژولیاں کو چوری چوری دیکھتی رہتی اور اس کی ذرا ذرا سی حرکات میں اسے
بڑی نفاست اور بڑی دلکشی نظر آتی۔

وہ دل میں کہتی ـــــ "وہ سمجھتا تھا کہ اس کا میرے اوپر حق ہے۔ لیکن میں نے
اس قسم کا ہر خیال ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

"ہفتہ بھر ہوا اُس بچارے نے باغ میں مجھ سے وہ پیار کی بات جس غم و
اندوہ اور جس شدید جذبے کے ساتھ کہی تھی۔ اس سے قطعی ثبوت ملتا ہے۔ یہ ماننا
پڑے گا کہ میں نے بھی عجیب حرکت کی جو ایسی بات کا بُرا مان گئی جس میں عزت اور محبت

کوٹ کوٹ کر بھری تھی - کیا میں اُس کی بیوی نہیں ہوں ؟ اس کی بات بالکل فطری بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بڑی خوشگوار تھی - میں مانتی ہوں کہ میں نے بے رحمی سے کام لیا تھا اور اُسے بس یہی باتیں سُنائی تھیں کہ اپنی بے رنگ اور بے کیف زندگی سے مجبور ہو کے میں اُونچے طبقے کے اُن نوجوانوں سے کس طرح محبت کرنے لگی جن سے وہ اتنا جلتا ہے لیکن اس کے بعد بھی وہ مجھ سے محبت کرتا رہا - کاش اُسے معلوم ہوتا کہ ان لوگوں سے اسے ذرا بھی خطرہ نہیں! جب میں اُن کا مقابلہ ژولیاں سے کرتی ہوں تو وہ کتنے بے جان، مُردہ اور سارے کے سارے ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں"

ماتیلد بیٹھی یہ باتیں سوچ رہی تھی تو اس وقت اس کی ماں کی نظریں اسی طرف تھیں - اس خیال سے کہ میرے چہرے سے کہیں کوئی بات ظاہر نہ ہو جائے وہ پنسل لے کے اپنے البم کے ایک صفحے پر اُلٹی سیدھی لکیریں بنانے لگی - یونہی شکلیں بناتے بناتے اس نے جو آخری تصویر پہ نظر ڈالی تو وہ چونک پڑی اور ساتھ ہی ساتھ خوش بھی ہوئی - یہ تصویر ہو بہو ژولیاں کی شکل سے ملتی تھی - اُسے وجد سا آگیا اور وہ بولی — "یہ غیبی اشارہ ہے! یہ محبت کا کرشمہ ہے! میں نے تو اُسی کی تصویر بنا ڈالی - مجھے تو معلوم بھی نہ تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں"

وہ بھاگی بھاگی اپنے کمرے میں پہنچی اور اندر سے کنڈی چڑھا کے بیٹھ گئی - پھر بڑی محنت سے ژولیاں کی تصویر بنانے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوئی جو تصویر بے خیالی میں بن گئی تھی وہی ژولیاں سے زیادہ مشابہ تھی - ماتیلد بالکل مسحور ہو کے رہ گئی - یہ بات اسے اپنی شدید محبت کا صاف ثبوت معلوم ہوئی -

وہ اپنا البم بڑی دیر تک ہاتھ میں لئے بیٹھی رہی اور اس وقت جا کے ہاتھ سے رکھا جب مادام ولاترل نے اُسے اطالوی اوپیرا جانے کے لیئے بلوایا۔ اس کے دل میں بس ایک ہی خیال تھا۔ وہ یہ کہ اپنی نظروں سے ژودلیاں کو چاروں طرف ڈھونڈے اور وہاں سے کہہ کر اُسے بھی ساتھ چلنے کی دعوت دے سکے۔

وہ نظر ہی نہ آیا۔ اوپیرا میں ان دونوں کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بالکل ہی عامیانہ قسم کے تھے۔ پہلے ایکٹ کے دوران میں ماتیلد بیٹھی اُس آدمی کے بارے میں سوچتی رہی جس سے اُسے انتہائی شدید اور والہانہ محبت تھی۔ لیکن دوسرے ایکٹ میں ایک گانا بڑی پیاری دھن میں محبت کے متعلق گایا گیا جو اس کے دل میں کُھب رہ گیا تھا۔ ہیروئن کہہ رہی تھی —— "میں جو اُسے پُوجنے لگی ہوں تو مجھے اس کی سزا ملنی چاہیئے۔ میری محبت، تو حد سے بڑھ گئی ہے۔"

یہ آسمانی نغمہ سنتے ہی ماتیلد دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی۔ لوگوں نے اس سے بات کی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی ماں نے ڈانٹا تو ماتیلد نے بڑی مشکل سے نظر اٹھا کے اس کی طرف دیکھا اور بس۔ اس کی وجدانی کیفیت میں ایسی شدت اور عُلویت آگئی کہ ژودلیاں نے بھی پچھلے چند دنوں میں اس کے لیئے اس سے زیادہ شدید جذبات محسوس نہ کیئے ہوں گے۔ اس گیت کے الفاظ اسے بالکل اپنے حسبِ حال معلوم ہوتے تھے۔ جب وہ براہ راست ژودلیاں کے متعلق نہ سوچ رہی ہوتی تو یہ دلفریب اور الوہی نغمہ اُس کے ذہن پر چھا جاتا۔ موسیقی سے اس کی محبت کا فیضان تھا کہ آج رات اُس کی وہی حالت ہوگئی جیسی ژودلیاں کے بارے میں سوچتے ہوئے مادام دریناں کی ہمیشہ ہو جاتی تھی۔ جو محبت ذہن کی پیدا دار ہو

وہ سچی محبت سے تو واقعی زیادہ پُرزور ہوتی ہے۔ لیکن اس کا جوش و خروش بس بجلی کی چمک کے مانند ہوتا ہے۔ یہ محبت اپنے آپ سے غیر ضروری حد تک واقف ہوتی ہے۔ ہر وقت اپنے اوپر تنقید کرتی رہتی ہے۔ خیال کو بے دخل کرنا تو الگ رہا۔ یہ تو خود خیال ہی کی مدد سے تعمیر ہوتی ہے۔

گھر واپس آکے مادام ولاموول کے اصرار کے باوجود ماتیلد بخار کے بہانے سے اپنے کمرے میں چلی آئی اور رات گئے تک پیانو پہ یہ نغمہ بجاتی رہی۔ اس نے بار بار وہ مشہور گیت بھی گایا۔ جس نے اس پہ جادو سا کر دیا تھا۔۔۔

مجھے سزا ملنی چاہئے، مجھے سزا ملنی چاہئے۔

میری محبت حد سے بڑھ گئی ہے۔

یہ رات جس دیوانگی میں گزری۔ اُس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ماتیلد سمجھی ہیں نے اپنی محبت پہ قابو پالیا

(یہ صفحہ بچارے مصنف کے لئے کئی اعتبار سے نقصان دہ ثابت ہو گا جن لوگوں کے دل برف جیسے ٹھنڈے ہیں۔ وہ اس پہ ناشائستگی کا الزام لگائیں گے۔ پیرس کے دیوان خانوں میں جن ہستیوں کے دم سے رونق رہتی ہے۔ وہ ان کی توہین نہیں کر رہا اور نہ اسے یہ بدگمانی ہے کہ جن فاسد خیالات نے ماتیلد کے کردار کو اتنا پست بنا دیا تھا۔ وہ اُن ہستیوں میں سے کسی پہ اثر انداز ہوں گے۔ یہ کردار بالکل خیالی ہے۔ بلکہ اس کا اُن سماجی طور طریقوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں جن کی بدولت انیسویں صدی کی تہذیب کو انسانیت کی تاریخ میں اتنی ممتاز جگہ ملے گی۔

اس سال جاڑوں میں جن نوجوان خواتین نے رقص گاہوں کو زینت بخشی ہے۔ اُن میں دُور اندیشی کی تو مطلق کمی نہیں۔

نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اُن پر مال و دولت، گھوڑوں، بڑی بڑی جائدادوں اور اُن تمام چیزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا الزام لگایا جا سکتا ہے جن کی بدولت سماج میں ایک خوشگوار حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ان امتیازات کو بے رنگ اور بے کیف سمجھنا تو الگ، عموماً یہی چیزیں اُن کی تمناؤں کا مرکز بنی رہتی ہیں۔ اگر اُن کے دل میں جذبے کا وجود ہے تو وہ انہیں چیزوں پر صرف ہوتا ہے۔

میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن نوجوانوں میں ٹڈیاں کی طرح تھوڑا بہت جوہر ہو اُن کی دست گیری محبت ہی کرتی ہے۔ یہ لوگ تو کسی نہ کسی طرح گروہ کے ساتھ چپک جاتے ہیں اور جب وہ گروہ کامیاب ہو جاتا ہے تو اِن پر بھی دنیا کی ساری نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ جو طالب علم کسی گروہ میں شامل نہ ہو اس کی بڑی مٹی پلید ہوتی ہے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی اور غیر یقینی کامیابیاں بھی اُس کے لیے طوقِ ملامت بن جاتی ہیں۔ اپنے آپ کو نیک اور بلند و برتر سمجھنے والے لوگ اس کا حق بھی مارتے ہیں اور اسے ذلیل بھی کرتے ہیں۔ جناب ناول تو ایک آئینہ ہے۔ جسے لے کر آدمی شاہراہ پر سے گزر رہا ہو۔ کبھی تو اس میں نیلے آسمان کا عکس پڑتا ہے۔ کبھی آپ کے پیروں کے پاس والی کیچڑ کا۔ اور جو آدمی یہ آئینہ لے کے چل رہا ہے۔ اس پہ آپ بداخلاقی کا الزام لگاتے ہیں! اس کا آئینہ تو بس کیچڑ کی تصویر دکھا رہا ہے اور آپ قصور آئینے کا بتاتے ہیں! الزام تو اس سڑک کو دیجئے جس پہ کیچڑ پڑی ہے۔ بلکہ قصور تو سڑکوں کے انسپکٹر کا ہے جو پانی

جمع ہوتے اور کیچڑ پھیلتے دیکھتا ہے مگر کچھ نہیں کرتا۔

اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ہمارے جیسے پاکباز اور دور اندیش زمانے میں ماتیلد کا سا کردار ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اس دلفریب لڑکی کی حماقتوں کا حال سناتے ہوئے اب مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ لوگ ناراض ہوں گے۔)

اگلے دن صبح سے شام تک وہ اسی بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کی فکر میں رہی کہ مجھے اپنی مجنونانہ محبت پر قابو حاصل ہو گیا ہے۔ اس کا خاص مقصد یہ رہا کہ جس طرح بھی بن پڑے۔ ژولیاں کو تکلیف پہنچاتی رہوں لیکن ژولیاں نے اس کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھی۔

ژولیاں ایسا نڈھال اور ایسی ہیجانی کیفیت میں تھا کہ محبت کی ان پیچیدہ چالوں کو ذرا بھی نہ سمجھ سکا اور اس بات میں خود اُس کا جو فائدہ مضمر تھا اسے تو وہ بالکل ہی نہ دیکھ سکا۔ وہ تو بڑی آسانی سے جال میں پھنس گیا۔ اُس نے ایسا دُکھ اس سے پہلے کبھی نہیں جھیلا تھا۔ اُس کے افعال پر اس کے دماغ کا ذرا بھی قابو نہیں رہا تھا۔ اگر کوئی چڑچڑے مزاج کا فلسفی اس سے کہتا ''ماتیلد کا میلانِ طبیعت فی الحال تمہارے حق میں ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا ہے تو جلدی کرو۔ پیرس میں جو عقلی محبت نظر آتی ہے۔ اس میں ذہن دو دن سے زیادہ ایک حالت پر نہیں رہتا''۔ اگر یہ بات اس سے کہی جاتی تو ژولیاں کی سمجھ ہی میں نہ آتی۔ لیکن اس ہیجانی کیفیت کے باوجود ژولیاں میں عزت کا احساس موجود تھا۔ اس کا سب سے پہلا فرض یہ تھا کہ محتاط رہے۔ اتنی بات وہ ضرور سمجھتا تھا۔ جو آدمی سب سے پہلے نظر آئے اسی کو اپنی بپتا سنا ڈالے اور اس سے مشورہ طلب کرنے میں ژولیاں کو

وہی راحت ملتی جو تپتے ہوئے ریگستان میں کسی مصیبت زدہ مسافر کو بارش کا
ٹھنڈا پانی پاکر ہوتی ہے۔ مگر اسے خطرے کا پورا احساس تھا۔ اسے ڈر تھا، کہ اگر
وہ غیر محتاط آدمی کوئی سوال پوچھ بیٹھا تو میں کہیں آنسوؤں کے دریا نہ بہادوں۔ وہ
اپنے کمرے میں بند ہو کے بیٹھ گیا۔

اس نے دیکھا کہ ماتیلد بڑی دیر تک باغ میں ٹہلتی رہی۔ جب وہ آخر وہاں
سے چلی گئی تو ژولیاں نیچے اتر کر باغ میں پہنچا۔ وہ سیدھا اس گلاب کے درخت
کی طرف گیا جس میں سے ماتیلد نے پھول توڑا تھا۔

رات اندھیری تھی۔ وہ دل کھول کے اپنے غم و اندوہ کا مزا لے سکتا تھا اور
یہ ڈر بھی نہ تھا کہ کوئی دیکھ لے گا۔ یہ بات اس پر واضح ہو چکی تھی کہ مادموازیل دلاموِل
کو ان نوجوان افسروں میں سے کسی ایک سے محبت ہے۔ جن کے ساتھ وہ ہنس
ہنس کے باتیں کر رہی تھی۔ اسے ایک زمانے میں ژولیاں سے بھی محبت تھی۔
لیکن اب اسے پتہ چل گیا تھا کہ یہ ایسا بے نظیر آدمی نہیں جیسا میں نے سمجھا تھا۔

"اور واقعی مجھ میں کون سی ایسی بڑی خوبیاں ہیں" اس نے پورے یقین
کے ساتھ کہا "بحیثیت مجموعی میں بڑا گھٹیا آدمی ہوں اور بالکل عامیانہ قسم کا۔ دوسروں
کو مجھ سے کوفت ہوتی ہے، اور خود مجھے اپنی باتیں اچھی نہیں لگتیں" اسے اپنی
خوبیاں اور وہ ساری چیزیں زہر لگنے لگیں۔ جن سے اتنی گرم جوشی کے ساتھ
محبت کرتا رہا تھا۔ "معکوس تخیل" کی اس کیفیت میں وہ اپنے تخیل ہی کے
سہارے زندگی پر نکتہ چینی کرنے لگا۔ یہ غلطی بلند و برتر انسانوں کی خاص نشانی
ہے۔

اُسے کئی دفعہ خودکشی کا خیال آیا۔ یہ تصوّر اُسے بڑا دلکش معلوم ہوا۔ اس میں ایک عجیب راحت اور ایک عجیب مزا تھا۔ بالکل ایسا معاملہ تھا جیسے ریگستان میں کوئی بیچارا پیاس اور گرمی سے مر رہا ہو اور اسے ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس مل جائے۔

"میری موت سے ماتیلد کی نفرت اور بڑھ جائے گی!" وہ ایک دم سے بولا "میرے مرنے کے بعد وہ مجھے بھلا کن الفاظ سے یاد کرے گی!"

غم و اندوہ کی گہرائیوں میں ڈوب جانے کے بعد انسان کے لئے بس ایک ہمّت ہی کا سہارا باقی رہ جاتا ہے۔ ژولیاں میں اتنی فراست نہیں تھی کہ وہ کہتا ——— "لاؤ سب کچھ داؤ پر لگا دوں۔" لیکن آج رات اس نے جو ماتیلد کی کھڑکی کی طرف دیکھا تو جھلملی میں سے نظر آیا کہ وہ بتّی بجھا رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں وہ حسین کمرہ گھومنے لگا جو افسوس ہے کہ اس نے عمر میں صرف ایک ہی دفعہ دیکھا تھا۔ اس کا تخیّل اس سے آگے نہ جا سکا۔

اُتنے میں ایک بجا۔ یہ آواز سنتے ہی اس نے دل میں کہا ——— "لو میں سیڑھی کے اوپر چڑھتا ہوں!"

یہ بات اُسے اس طرح سوجھی جیسے الہام ہُوا ہو۔ بعد میں دلیلیں بھی بہت مل گئیں۔ وہ دل میں کہنے لگا ——— "اب اس سے بُری حالت اور کیا ہو گی؟" وہ بھاگا سیڑھی لینے گیا۔ مالی نے اسے زنجیر سے باندھ رکھا تھا۔ اس وقت ژولیاں میں نہ جانے کہاں کی طاقت آ گئی تھی۔ اس نے اپنے پستول کا گھوڑا توڑ کر اس سے زنجیر کی کڑی کھول لی۔ دو چار منٹ کے اندر سیڑھی اس کے قبضے میں آ گئی اور

اُس نے ماتیلد کی کھڑکی سے لگا کے رکھ دی۔

"اسے بڑا غصہ آئے گا۔ مجھ سے انتہائی حقارت کا برتاؤ کرے گی۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، اس کا ایک بوسہ آخری بوسہ لے کر میں اپنے کمرے میں چلا جاؤں گا اور اپنے گولی مار لوں گا . . . . مرنے سے پہلے میرے ہونٹ اس کے رخسار سے تو مس ہو جائیں گے!"

وہ چھلانگیں لگاتا سیڑھی پر چڑھ گیا اور کھڑکی کھٹکھٹائی۔ لمحے بھر بعد ماتیلد نے آواز سُن کر کھڑکی کھولنے کی کوشش کی مگر سیڑھی کی وجہ سے نہ کھل سکی۔ کواڑ کو کھُلا رکھنے کے لئے جو کنڈی لگی ہوئی تھی ژولیاں نے اسے پکڑ لیا اور گرنے کے خطرے سے بے پروا ہو کر سیڑھی کو زور سے ہلایا۔ سیڑھی تھوڑی سی ہٹ گئی اور ماتیلد نے کھڑکی کھول دی۔

ژولیاں کمرے میں کُود گیا۔ اُس کی حالت مُردوں سے بدتر تھی۔

"اچھا تم ہو!" وہ بولی اور اس کے بازوؤں میں گر پڑی۔

. . . .

ژولیاں کو جتنی خوشی ہوئی۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ ادھر ماتیلد کا بھی یہی حال تھا۔

وہ خود اپنی برائیاں کرنے لگی۔ خود اپنے اوپر الزام لگانے لگی۔

اس نے ژولیاں کو اس زور سے بھینچا کہ اس کا دم گھٹنے لگا۔ "لو مجھے میری اکڑبازی اور غرور کی سزا دے لو۔" وہ کہنے لگی "تم میرے آقا ہو، میں تمہاری کنیز ہوں۔ میں تم سے دامن چھڑانا چاہ رہی تھی۔ لو میں تمہارے قدموں پر

گر کے معافی مانگتی ہوں۔" وہ ژولیاں کی آغوش سے پھسل کے اس کے پیروں پر آ رہی "ہاں، تم میرے آقا ہو۔" وہ محبت اور خوشی کے نشے میں سرشار ہو کے بولی۔ "لو میرے اوپر ہمیشہ ہمیشہ راج کرو۔ تمہاری کنیز تم سے بھاگنا چاہے تو اسے جتنی چاہے سزا دو۔"

پھر وہ ایک دم ژولیاں کے بازوؤں میں سے نکل بھاگی اور بتی جلالی۔ وہ اپنے ایک طرف کے سارے بال کاٹ پھینکنا چاہتی تھی۔ ژولیاں نے بہزار دقت اسے روکا۔

وہ کہنے لگی — "میں یہ بات یاد رکھنی چاہتی ہوں کہ میں تمہاری باندی ہوں۔ اگر میں اپنے منحوس غرور میں کبھی یہ بات بھول جاؤں تو مجھے یہ بال دکھا کر کہو کہ اب محبت کا سوال ہی نہیں۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم اس وقت کیا محسوس کر رہی ہو، تم نے اطاعت کی قسم کھائی ہے۔ اپنی عزت کا پاس ہے تو اطاعت کرو۔"

لیکن بہتر یہی ہے کہ ایسی وحشیانہ شادمانی کے بیان کو یہیں ختم کر دیا جائے۔

ژولیاں کی شرافت بھی اس کی خوشی سے گھٹ کے نہ رہی۔ اس نے باغ کے ادھر مشرق میں مکانوں کی چھت پر اُجالا ہوتے دیکھا تو ماتیلڈ سے کہنے لگا — "اب مجھے چل دینا چاہیئے۔ تم اسی لائق ہو کہ میں تمہاری خاطر یہ قربانی کروں۔ ابھی تو میں کئی گھنٹے جنت کے مزے لوٹ سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہ محرومی گوارا ہے۔ میں تمہاری بدنامی کے ڈر سے یہ قربانی کر رہا ہوں۔ اگر تمہیں معلوم ہے کہ میرے

دل کی کیا حالت ہے تو پھر تم سمجھ جاؤ گی کہ میں اپنے اوپر کیسا ظلم توڑ رہا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک کرو گی جیسا اب کیا ہے ؟ خیر اتنی باتیں بہت ہیں، میری عزت کا تقاضا ہے کہ اب چل پڑوں۔ ہاں تمہیں ایک بات اور بتا دوں۔ ہماری پہلی ملاقات کے بعد سے شبہ صرف چوروں تک ہی محدود نہیں رہا۔ موسیو دلامول نے باغ میں پہرہ بٹھا دیا ہے۔ موسیو دکروا ز نوا کے پیچھے جاسوس لگے ہوئے ہیں ہمیں روز رات کو پتہ چل جاتا ہے کہ آج دن بھر وہ کیا کرتا رہا...“

”بہت خوب!“ ماتیلد نے زور سے قہقہہ لگا کے کہا۔ اس کی ماں اور ایک خادمہ کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے فوراً دروازے کے باہر سے ماتیلد کو پکارا۔ ژولیاں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ پیلی پڑ گئی اور خادمہ کو ڈانٹا، مگر ماں کو جواب دینے کی تکلیف تک گوارا نہ کی۔

”لیکن اگر کہیں انہیں کھڑکی کھولنے کی سوجھ گئی تو سیڑھی دیکھ لیں گے!“ ژولیاں نے کہا۔

اس نے ماتیلد کو ایک دفعہ پھر بازوؤں میں بھینچا۔ اچھل کے سیڑھی پر پہنچا اور سیدھی طرح اترنے کی بجائے پھسلتا ہوا دم بھر میں زمین پر آ رہا۔

تین سیکنڈ بعد سیڑھی درختوں کے نیچے پہنچ گئی اور ماتیلد کی عزت سلامت رہ گئی۔ ژولیاں کو ہوش آیا تو دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے اور میں نیم برہنہ ہوں۔ سیڑھی پر سے اندھا دھند پھسلنے میں اس کے چوٹ آ گئی تھی۔

خوشی کے جوش میں اسے اپنے کردار کی ساری قوت واپس مل گئی تھی۔ اگر اس وقت بیس آدمی بھی اس کے سامنے آ جاتے تو اکیلے ان کا مقابلہ کرنے میں

اُسے مزید لطف ملتا۔ خوش قسمتی سے اُس کی سپاہیانہ دلاوری کے امتحان کا موقع ہی نہ آیا۔ اس نے سیڑھی وہیں رکھ دی۔ جہاں عام طور سے رکھی رہتی تھی اور زنجیر بھی ویسی کی ویسی ہی باندھ دی۔ ماتیلد کی کھڑکی کے نیچے جنگلی پھولوں کی کیاری میں سیڑھی سے جو نشان پڑ گئے تھے۔ وہ لوٹ کے انہیں مٹانا بھی نہ بھولا۔

جب وہ اندھیرے میں زمین پہ ہاتھ پھیر پھیر کے یہ دیکھ رہا تھا کہ نشان پوری طرح مٹ گئے یا نہیں تو اُسے محسوس ہوا کہ کوئی چیز آ کے ہاتھ پہ گری ہے۔ یہ ماتیلد کے پورے ایک طرف کے بال تھے جو اس نے کاٹ کے نیچے ژولیاں کے پاس پھینک دیئے تھے۔

وہ اپنی کھڑکی میں کھڑی تھی۔

"دیکھو تمہاری کنیز نے تمہاری خدمت میں کیا چیز پیش کی ہے" وہ خاصے زور سے بولی "یہ اس بات کی نشانی ہے کہ میں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری فرمانبردار رہوں گی۔ اب میں اپنی عقل اور اپنے ارادے سے دست بردار ہوتی ہوں تم میرے آقا بن جاؤ۔"

ژولیاں اپنے جذبات سے ایسا مغلوب ہوا کہ اس کا جی چاہا بھاگ کے سیڑھی لے آؤں اور پھر اس کے کمرے میں جا پہنچوں۔ لیکن آخر عقل کی بات چل گئی۔

باغ سے مکان کے اندر جانا آسان کام نہیں تھا۔ بہر حال اس نے کسی نہ کسی طرح ایک تہہ خانے کا دروازہ کھول لیا۔ مکان کے اندر پہنچا تو اُسے بڑی خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے کا تالا توڑنا پڑا۔ اپنی گھبراہٹ میں ہر وہ چیزیں

چھوڑ آیا تھا، یہاں تک کہ نالی بھی جو کوٹ کی جیب میں تھی۔ وہ دل میں بولا۔
"خدا کرے ماتیلد کو "لاش" چھپانی یاد رہے!"
آخر تھکن شادمانی پہ غالب آگئی اور جب سورج چڑھا تو وہ گھری نیند سو گیا۔
دوپہر کے کھانے کی گھنٹی نے اسے بہزار وقت جگایا۔ وہ کھانے کے کمرے میں پہنچا۔ ذرا سی دیر بعد ماتیلد بھی آگئی۔ اس کے پندار کو یہ دیکھ کر لمحے بھر کے لئے بڑی خوشی ہوئی کہ جس حسینہ کے سامنے دنیا جھکی جاتی ہے اس کی آنکھوں میں پیار کی چمک ہے۔ لیکن پھر ایک ایسی بات ہوئی جس سے اس کی دوراندیشی بیدار ہو گئی۔

اس بہانے سے کہ مجھے سنگار کرنے کا وقت ہی نہیں ملا، ماتیلد نے بال اس طرح بنائے تھے کہ ژولیاں نے ایک نظر میں دیکھ لیا۔ رات اپنے بال کاٹ کر اس نے میرے لئے کتنی بڑی قربانی کی ہے۔ ایسی حسین صورت کسی طرح خراب ہو ہی نہیں سکتی۔ ورنہ ماتیلد نے واقعی اپنی شکل بگاڑ لی تھی۔ وہ زردی مائل سنہرے سنہرے بال جلد سے آدھ آدھ انچ اوپر تک ایک طرف سے بالکل اڑے ہوئے تھے
کھانے کے دوران میں ماتیلد کا رویہ شروع سے آخر تک اسی ابتدائی ناعاقبت بینی سے ہم آہنگ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ارادتاً ہر آدمی پر یہ بات واضح کر دینا چاہتی ہو کہ مجھے ژولیاں سے کیسی دیوانہ وار محبت ہے۔ اور خوش قسمتی سے آج موسیو اور مادام دلاموُل خطابات کی اس فہرست میں منہمک تھے جس کا عنقریب اعلان ہونے والا تھا اور جس میں موسیو دشولن کا نام نہ تھا۔ کھانے کے آخر میں ماتیلد نے ژولیاں سے باتیں کرتے ہوئے اسے "میرے آقا" کہہ کے

خطاب کیا۔ ژولیاں سر سے پیر تک سُرخ ہو گیا۔

نہ معلوم اتفاق تھا یا مادام ولاموُل کی کوشش کا نتیجہ، بہرحال اُس روز ماتیلد کو لمحے بھر کے لئے بھی تنہائی نصیب نہ ہوئی۔ لیکن شام کو جب وہ کھانے کے کمرے سے دیوان خانے میں جارہی تھی تو اس نے ژولیاں سے بات کرنے کا موقع نکال ہی لیا۔

"میری سب تجویزیں رکھی رہ گئیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ میری حرکت ہے۔ والدہ نے ابھی طے کیا ہے کہ ان کی ایک خادمہ میرے کمرے میں سویا کرے گی۔"

دن بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر گیا۔ ژولیاں بے انتہا خوش تھا۔ اگلے دن سات بجتے بجتے وہ کتب خانے میں جا بیٹھا۔ اُسے امید تھی کہ مادموازیل ولاموُل وہاں آنے کی تکلیف ضرور گوارا کرے گی۔ اس نے ماتیلد کے نام ایک لمبا چوڑا خط لکھ رکھا تھا۔

ماتیلد کئی گھنٹے بعد کہیں دوپہر کے کھانے کے وقت نظر آئی۔ اس نے اپنے بال بڑی محنت سے بنائے تھے اور کٹے ہوئے لچھوں کی وجہ سے جو جگہ خالی رہ گئی تھی اسے نہایت ہنرمندی سے چھپا لیا تھا۔ اس نے دو ایک دفعہ ژولیاں کی طرف دیکھا تو سہی مگر بڑے رکھ رکھاؤ اور شائستگی کے ساتھ۔ اب ژولیاں کو "میرے آقا" کہہ کر پکارنے کا کوئی سوال باقی نہ رہا تھا۔

حیرت کے مارے ژولیاں سے سانس نہ لیا جا رہا تھا۔ . . . ماتیلد نے اس کے لئے جو کچھ بھی کیا تھا۔ اس پر اپنے آپ کو ملامت کر رہی تھی۔

اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے بعد اس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ ژولیاں بالکل معمولی قسم کا آدمی نہ سہی۔ بہرحال اتنا ممتاز تو ہرگز نہیں کہ اس کی خاطر وہ تمام حماقتیں کی جائیں جو مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔ فی الجملہ اب اُسے محبت کا خیال ہی

نہ آرہا تھا۔ آج وہ محبت سے تھک چکی تھی۔

رہا ژولیاں، تو اس وقت اس کے دل جذبات سولہ سال کے لڑکوں جیسے تھے۔ کھانے کے دوران میں شک، تحیّر، نا امیدی باری باری سے اس پر حملہ کرتے رہے اور اسے یوں لگا کہ یہ کھانا کبھی ختم ہی نہ ہوگا۔

آدابِ محفل نے جیسے ہی اسے اٹھنے کی اجازت دی۔ وہ اصطبل کی طرف لپکا۔ خود گھوڑا کسا اور سرپٹ چل پڑا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر میں نے ذرا بھی کمزوری دکھائی تو میری بے عزّتی ہوگی۔ جنگل میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہ دل میں بولا ــــ

"میں اپنے آپ کو اتنا تھکا ڈالوں گا کہ دل خود بخود مر جائے گا . . . آخر میں نے ایسا کیا کیا ہے، ایسی کیا بات کہی ہے جو اس تذلیل کا مستحق ٹھیرا؟"

گھر واپس آتے ہوئے اس نے فیصلہ کیا ــــ "آج تو میں نہ کچھ کروں گا۔ نہ کچھ کہوں گا۔ جس طرح میری روح مرنہ ہو چکی ہے، اسی طرح جسم بھی مردہ رہے گا اب ژولیاں زندہ ہی نہیں، یہ تو اس کی لاش چل پھر رہی ہے۔"

بیسواں باب

جاپانی گلدان

شروع شروع میں تو اُس کے دل کو غم واندوہ کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔
اُس کا دماغ زیادہ پریشان ہو جاتا ہے، جذبات میں ہلچل کم ہوتی ہے۔
لیکن جیسے ہوش و حواس درست ہوتے ہیں، اپنی بدنصیبی کا احساس
بڑھنے لگتا ہے۔ زندگی کے سارے لذائذ اُس کے لئے بے حقیقت
ہو جاتے ہیں۔ اسے تو بس ایک مایوسی کے نشتروں کا احساس ہوتا
ہے۔ جو اسے ہر وقت چھیدتے رہتے ہیں۔ یہاں جسمانی تکلیف کا ذکر
فضول ہے۔ اس دُکھ کا مقابلہ کون سا جسمانی دُکھ کر سکتا ہے؟

ژاں پال

کھانے کی گھنٹی بجی تو ژولیاں جلدی جلدی کپڑے پہن کے بھاگا۔ دیوان
خانے میں اس نے دیکھا کہ ماتیلدا اپنے بھائی اور موسیو دکروازنوا پر دباؤ ڈال
رہی ہے کہ شام کو مادام دفرواک کے یہاں نہ جایا کریں۔
ان دونوں کے ساتھ اس کا سلوک نہایت ہی دلفریب اور مسحور کُن تھا۔

کھانے کے بعد موسیو دتوز، موسیو دکّے لو، اور کئی دوسرے دوست بھی آ موجود ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مادموازیل دلاموّل نے خواہرانہ محبّت کا اظہار اور رسمی طور طریقوں کی پابندی پھر سے شروع کر دی ہے۔ حالانکہ آج رات موسم بڑا خوشگوار تھا۔ لیکن اس نے اصرار کیا کہ باغ میں نہیں جائیں گے۔ ماتیلد نے مصمّم ارادہ کر لیا تھا کہ مادام دلاموّل کی آرام کرسی کے پاس سے نہیں ہٹنا۔ جاڑوں کی طرح آج بھی نیلا صوفا اس گروہ کا مرکز بن گیا۔

ماتیلد باغ سے خفا تھی۔ کم از کم اسے باغ سے اکتاہٹ ضرور ہو رہی تھی کیونکہ اس سے ژولیاں کی یادیں وابستہ تھیں۔

غم سے عقل خراب ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہیرو نے یہ حماقت کی کہ اسی بید کی کرسی سے چپکا رہا۔ جہاں پہلے اسے اتنی زبردست کامرانیاں حاصل ہوئی تھیں آج رات کسی نے اس سے بات تک نہ کی۔ لوگ اس کے وجود سے بالکل بے خبر رہے، بلکہ اس سے بھی بُرا سلوک ہوا۔ مادموازیل دلاموّل کے جو دوست اس کے پاس صوفے کے آخر میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے اسے جتلا دیا کہ ہم نے جان بوجھ کے تمہاری طرف کمر کر لی ہے۔ کم سے کم ژولیاں نے یہی سوچا۔

اس نے دل میں کہا ــــ" یہ تو ایسا ہو رہا ہے جیسے درباریوں کی تذلیل کی جاتی ہے۔" اس کا جی چاہا کہ جو لوگ مجھے اپنی حقارت کے بوجھ سے کچل دینا چاہتے ہیں۔ انہیں ذرا غور سے تو دیکھوں۔

موسیو دتوز کا چچا بادشاہ کے محل میں ایک اہم خدمت پر مامور تھا۔ اس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ جو نیا آدمی آتا اسے یہ بانکا افسر چھوٹتے ہی یہ مزیدار بات سناتا کہ میرے چچا صبح سات بجے شاہی محل گئے ہیں، اور رات کو بھی وہیں رہنے کا خیال ہے یہ خبر اس طرح سُنائی جاتی جیسے چلتے چلاتے بات نکل آئی ہو۔ لیکن سُنائی ضرور جاتی۔

ژولیاں نے غم کی سخت گیر نگاہوں سے موسیو دکرو آزنوا کو بغور دیکھا تو پتہ چلا کہ اس لائق وفائق اور دلکش نوجوان کو ہر چیز میں کسی پُراسرار قوت کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی اہم واقعے کا کوئی سیدھا سادا اور فطری سبب بتایا جائے تو وہ چڑ جاتا اور مُنہ پھلا لیتا۔ ژولیاں دل میں کہنے لگا۔ "یہ تو کچھ دیوانگی کے آثار ہیں۔ اس کا کردار رُوس کے شہنشاہ الیکساندر سے بڑی مشابہت رکھتا ہے جس کا حال مجھے شہزادے کوراسوف نے سنایا تھا" پیرس میں اپنے قیام کے پہلے سال تو ژولیاں کا یہ حال رہا کہ وہ بچارا سیدھا دارالعلوم سے آرہا تھا، ان دلکش نوجوانوں کے محاسن اس کے لئے بالکل نئی چیز تھے۔ اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں اور وہ ان لوگوں سے مرعوب ہوگیا۔ لیکن اب اُن کا اصلی کردار کچھ کچھ اُس کی سمجھ میں آنے لگا تھا۔

"یہاں بیٹھ کے میں اپنی بے عزتی کرا رہا ہوں" — اس نے ایک دم سے فیصلہ کیا۔ اب سوال یہ تھا کہ اب بید کی کرسی سے کس طرح اٹھا جائے جو یہ حرکت بدتمیزی میں شمار نہ ہو۔ اس نے اپنی قوتِ ایجاد سے کام لینا چاہا۔ اپنے تخیل کی مدد سے کوئی نئی چیز ڈھونڈ نکالنی چاہی مگر تخیل تو کہیں اور مصروف تھا۔ اسے اپنے حافظے کا سہارا لینا پڑا جو سچی بات ہے اس قسم کے ذخائر سے خالی تھا۔

یہ لڑکا ابھی بالکل اناڑی تھا چنانچہ وہ دیوان خانے سے جانے کے لئے اٹھا تو نہایت بے ڈھنگے پن سے اور ہر آدمی نے یہ بات بھی دیکھ لی۔ اس کی تمام حرکات وسکنات سے غم ٹپکتا تھا۔ پون گھنٹے سے اُس کی حیثیت ایک پریشان کُن ملازم کی رہی تھی۔ جس سے لوگ یہ چھپانے کی تکلیف بھی گوارا نہ کرتے ہوں کہ تمہارے متعلق ہماری کیا رائے ہے۔

وہ اپنے رقیبوں کو بڑی ناقدانہ نظر سے دیکھتا رہا تھا۔ چنانچہ اُسے اپنی مصیبت پر زیادہ غم کھانے کی ضرورت نہ پیش آئی۔ اپنے پندار کو تقویت پہنچانے کے لیئے اسے پرسوں رات کی باتیں خوب یاد تھیں۔ وہ اکیلا باغ میں پہنچا تو دل میں کہنے لگا ـــ " یہ لوگ ہزار طرح مجھ سے بہتر سہی، مگر ان کے لیئے ماتیلد کبھی وہ نہیں رہی جو عمر میں نو دفعہ میرے لئے رہ چکی ہے۔"

اس کی فراست اس سے آگے نہ پہنچ سکی۔ اتفاقات نے اس کی ساری خوشی جس عجیب وغریب ہستی کے سپرد کر دی تھی۔ وہ اس کے کردار کو ذرا بھی نہ سمجھ سکا۔

اگلے دن اُس کی ساری کوشش یہی رہی کہ میں اور میرا گھوڑا تھک کے چُور ہو جائیں۔ شام کو وہ اس نیلے صوفے کے پاس تک نہ پھٹکا جس پر ماتیلد حسبِ معمول جمی ہوئی تھی۔ ژولیاں نے دیکھا کہ جب کاؤنٹ نوربیر سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے میری طرف نظر تک نہ ڈالی۔ اس نے سوچا ـــ " یہ نہایت مہذب آدمی ہے، اس وقت اپنے اوپر بڑا جبر کر رہا ہو گا۔"

ژولیاں کے لئے بند ایک نعمت ثابت ہوتی۔ جسمانی خستگی کے باوجود بڑی

بڑی دلفریب باد وں نے اس کے تخیل پر ہلہ بول دیا۔ وہ اتنی بات نہ سمجھ سکا کہ پیرس کے چاروں طرف جنگلوں میں پھر پھر کے میں صرف اپنے اوپر عمل کر رہا ہوں ماتیلد کے دل یا دماغ پر عمل نہیں کر رہا، اور اس طرح اپنی قسمت بالکل اتفاقات کے ہاتھوں میں چھوڑے دے رہا ہوں۔

ژولیاں نے سوچا کہ صرف ایک چیز میرے غم کو تسکین دے سکتی ہے اور وہ یہ کہ ماتیلد سے بات ہو جائے مگر وہ اس کی جرأت کرتا بھی تو کہتا کیا؟

ایک دن صبح سات بجے وہ بیٹھا اسی سوال پر غور کر رہا تھا کہ اچانک دیکھا ماتیلد کتب خانے میں آ رہی ہے۔

"جناب، مجھے معلوم ہے کہ آپ مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے، آپ سے کس نے کہا؟"

"آپ کو اس سے کیا؟ بس مجھے معلوم ہے۔ اگر آپ میں عزت کا احساس نہ ہوا تو آپ مجھے برباد کر سکتے ہیں، یا کم از کم اس کی کوشش تو کر ہی سکتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ اس خطرے میں زیادہ جان نہیں۔ بہرحال یہ نہیں ہو سکتا کہ میں خلوص نہ برتوں۔ سنیے جناب، مجھے آپ سے محبت نہیں رہی۔ مجھے تو میرے تخیل نے دیوانہ بنا دیا تھا۔ . . . "

یہ خوفناک چوٹ پڑی تو ژولیاں محبت اور غم سے پاگل ہو کر طرح طرح کے عذر پیش کرنے لگا۔ اس سے مہمل بات اور کیا ہو سکتی تھی؟ اگر کوئی ہمیں پسند نہ کرے تو ہم اپنی کیا صفائی پیش کر سکتے ہیں؟ لیکن اب اس کے افعال پر عقل کا تو اختیار رہا ہی نہ تھا۔ کوئی اندھی طاقت اسے اندر سے مجبور کر رہی تھی کہ وہ اپنی

قسمت کا فیصلہ کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھے۔ اُسے کچھ یوں لگ رہا تھا کہ جتنی دیر بولتا رہوں گا اتنی دیر بات آخری طور پر طے نہ ہونے پائے گی۔ ماتیلد اس کی باتیں سُن ہی نہ رہی تھی۔ اُسے ژولیاں کی آواز تک بُری لگ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اس نے میری بات کاٹنے کی جرأت کیسے کی۔

آج اُسے دُہری ندامت ہو رہی تھی۔ ایک تو اپنی عصمت کے خیال سے دوسرے اپنے پندار کی وجہ سے۔ رنج کے مارے اُس کی بُری حالت ہو گئی تھی۔ یہ خوفناک خیال اسے پیسے ڈال رہا تھا کہ میں نے ایک معمولی پادری اور کسان کے بیٹے کو اپنے اوپر چند اختیارات دے دیئے۔ جب وہ اپنی مصیبت کے بارے میں مبالغے سے کام لینے لگتی تو کہتی ــــ "یہ تو کچھ ایسی بات ہے جیسے میں نے کسی خدمت گار سے دل لگا لیا ہو۔"

مغرور مزاج اور دلیر لوگوں کو اپنے اوپر بگڑتے بگڑتے دوسروں پہ برس پڑنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔ ایسے وقت غصہ بھی ایک شدید لذت بن جاتا ہے۔

دم بھر میں مادموازیل دلاَمول کی یہ حالت ہوئی کہ وہ طرح طرح سے ژولیاں کو اپنی انتہائی حقارت کا نشانہ بنانے لگی۔ وہ بڑی ذہین تھی اور دوسروں کے پندار کو تکلیف پہنچانے اور انھیں بے رحمی سے کچلنے کے فن میں یہ ذہانت اپنے جوہر خوب دکھاتی تھی۔

ژولیاں کو اپنی عمر میں پہلی دفعہ ایسا اتفاق ہوا تھا کہ اس سے بہتر دماغ رکھنے والا کوئی شخص اُس کے خلاف انتہائی شدید نفرت کے جوش میں آکے اس پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دے۔ مدافعت کا خیال آنا تو در کنار، وہ تو اس وقت خود اپنے آپ سے

نفرت کرنے لگا۔ ماتیلد جان جان کر ایسی باتیں کہہ رہی تھی کہ اگر اس کی اپنے بارے میں کوئی اچھی رائے ہو تو وہ بھی ختم ہو جائے۔ حقارت کا ایسا بے رحمانہ اظہار دیکھا تو ژولیاں کو محسوس ہوا۔ ماتیلد بالکل ٹھیک کہتی ہے۔ بلکہ جتنا چاہیئے اس سے کم ہی کہہ رہی ہے۔

رہی ماتیلد تو اس کے پندار کو اس بات میں بڑی لذت مل رہی تھی کہ میں نے چند دن پہلے جو محبت کی تھی اُس کی سزا اپنے آپ کو بھی دے رہی ہوں اور اُسے بھی۔

اُسے وہ زہریلے الفاظ ایجاد کرنے یا وقت کے وقت سوچنے کی ضرورت نہیں پڑی جو اس روانی اور اطمینان کے ساتھ اس کے مُنہ سے نکل رہے تھے۔ وہ تو بس وہی الفاظ دہرا رہی تھی جو محبت کی مخالف جماعت کا وکیل ہفتے بھر سے اُس کے دل میں کہہ رہا تھا

ماتیلد کا ایک ایک لفظ ژولیاں کے غم و اندوہ کو سوگنا بڑھا رہا تھا۔ اس نے چاہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤں، مگر مادموازیل دلاموّل نے بڑے تحکمانہ انداز سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

ژولیاں بولا ـــ "مہربانی کر کے یہ تو دیکھئے کہ آپ زور زور سے بول رہی ہیں۔ برابر والے کمرے میں لوگ سُن لیں گے۔"

"تو پھر کیا ہوگا؟" مادموازیل دلاموّل نے اکڑ کے جواب دیا۔ "اتنی ہمت کس میں ہے جو مجھ سے آکر کہے کہ میں نے آپ کی بات سُن لی ہے؟ تمہارا پندار حد سے بڑھ گیا ہے۔ تم نے نہ معلوم مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ میں آج تمہاری غلط فہمیاں

ہمیشہ کے لئے دُور کر دینا چاہتی ہوں"

جب ژدلیاں کو کُتب خانے سے چھٹکارا ملا تو وہ ایسا بھونچکا رہ گیا تھا کہ اب اپنا غم بھی اتنا محسوس نہ ہو رہا تھا۔ وہ بہ آوازِ بلند کہنے لگا جیسے اپنے آپ کو اطلاع دے رہا ہو کہ میرے حالات کیا ہیں ——" تو اب اُسے مجھ سے محبت نہیں رہی! معلوم ہوتا ہے کہ اُسے تو مجھ سے آٹھ دس دن ہی محبت رہی لیکن مجھے اس سے عمر بھر محبت رہے گی۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ اب سے چند دن پہلے وہ میرے لئے کچھ بھی نہیں تھی۔ میرے دل کے لئے کچھ بھی نہیں تھی؟"

اُس کے پندار نے تسکین پائی تو ماتیلد کے دل میں خوشی کا طوفان اُمنڈ آیا۔ یعنی اُس نے ژدلیاں سے ہمیشہ کے لئے تعلقات ختم کر ہی دیئے! ایسی زبردست محبت کے اُوپر اپنی مکمل فتح پا لینے کے خیال سے ماتیلد نہال نہال ہو رہی تھی "اب یہ حضرت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سمجھ جائیں گے کہ انہیں میرے اُوپر نہ تو کسی قسم کا اختیار حاصل ہے نہ ہو گا" وہ اتنی خوش تھی کہ اس وقت تو اُسے بالکل محبت محسوس نہ ہو رہی تھی۔

اگر کوئی ایسا آدمی ہوتا جس میں ژدلیاں کے سے تیز اور شدید جذبات نہ ہوتے تو ایسی تحقیر و تذلیل کے بعد اُسے محبت کا خیال تک نہ آتا جو وقار اُس کے لئے ضروری تھا۔ اسے چھوڑے بغیر مادموازیل دلاموَل نے خوب سوچ سمجھ کے ژدلیاں سے بعض ایسی ناخوش گوار باتیں کہی تھیں کہ اگر ٹھنڈے دل سے بھی اُن پر غور کیا جائے تو سچی معلوم ہونے لگیں۔

اس عجیب و غریب ہنگامے سے ژولیاں نے شروع میں یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ماتیلد بے انتہا مغرور ہے۔ اُسے پختہ یقین ہو گیا کہ ہم دونوں میں جو علاقہ تھا۔ وہ اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوا۔ اس کے باوجود اگلے دن دوپہر کو وہ ماتیلد کے سامنے گھبرایا اور جھینپا ہوا سا رہا۔ اب سے پہلے اس قسم کا عیب اُس میں کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا، اسے اچھی طرح معلوم رہتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور میں کیا کرنا چاہتا ہوں اور پھر اس بات پر عمل بھی کرتا تھا

اُس روز کھانے کے بعد مادام دلامول نے اس سے ایک باغیانہ اور نہایت کمیاب رسالہ مانگا جو اس علاقے کے پادری نے آج صبح چوری چھپے لاکر دیا تھا تو ایک چھوٹی میز کے اُوپر سے رسالہ اٹھاتے ہوئے ژولیاں سے چینی کا ایک نیلا اور نہایت قدیم گل دان گر پڑا جو از حد بھونڈی شکل کا تھا۔

مادام دلامول رنج کے مارے چیخ پڑی اور کمرے کے دوسری طرف سے اٹھ کر اپنے عزیز گلدان کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے دیکھنے آئی۔ وہ کہنے لگی۔ ”یہ گل دان قدیم جاپان کا تھا۔ یہ مجھے ایک رشتے کی دادی نے دیا تھا۔ ڈیوک دآرلیاں کو ہالینڈ والوں سے تحفے میں ملا۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو دیا . . . “

ماتیلد بھی اپنی ماں کے ساتھ ساتھ اٹھ کر چلی آئی تھی۔ یہ گلدان اُسے بہت ہی بدصورت لگتا تھا۔ اس کے ٹوٹ جانے سے اُسے بڑی خوشی ہوئی۔ ژولیاں خاموش کھڑا تھا۔ اُسے کچھ ایسی زیادہ پریشانی نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مادموازیل دلامول میرے پاس ہی کھڑی ہے۔

وہ اس سے کہنے لگا۔ ” یہ گلدان اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اس جذبے

کا بھی یہی حال ہوا ہے جو کچھ دن کے لئے میرے دل پر چھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں
مجھ سے بڑی بڑی حماقتیں سرزد ہوئی ہیں۔ میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں"
اور وہ کمرے سے چل دیا۔

جب وہ جا رہا تھا تو مادام دلاموُل نے کہا" واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے۔
جیسے ان ژولیاں صاحب نے جو حرکت کی ہے۔ اس پہ بہت خوش ہیں اور فخر
کر رہے ہیں"

یہ بات سُن کر ماتیلد کے دل پر چوٹ سی لگی۔ وہ سوچنے لگی۔" بالکل درست
ہے۔ اتاں نے ٹھیک سمجھا۔ یہ اسی خیال میں مگن ہے" کل والے ہنگامے پر
اُسے جو خوشی ہوئی تھی۔ وہ کہیں اب جا کے ختم ہوئی۔ اس نے بظاہر سکون کے
ساتھ اپنے دل میں کہا۔" چلو، قصّہ ختم ہوُا۔ مجھے بہت بڑا سبق ملا ہے۔
میں بھی کیسی خوفناک غلطی کر بیٹھی جس میں میری اتنی بے عزّتی ہوئی! خیر، مجھے عمر
بھر کے لئے عقل ہوئی"

"میں نے ٹھیک بات بھی کہی تھی یا نہیں؟" ژولیاں سوچ رہا تھا" مجھے
اس پاگل عورت سے جو محبت تھی۔ وہ آخر مجھے ابھی تک کیوں تنگ
کر رہی ہے؟"

اُسے امّید تھی کہ یہ محبت اپنے آپ سے اپنے آپ مر جائے گی۔
ایسا ہونا تو درکنار۔ وہ تو اُلٹی اور بڑھنے لگی۔ وہ دل میں بولا" یہ ہے
تو واقعی پگلی، مگر کیا اس وجہ سے کچھ کم پیاری لگتی ہے؟ اس سے حسین
بھی کوئی لڑکی ہوگی؟ تہذیب کی بدولت جتنی بھی نفاستیں اور لطافتیں پیدا

ہوسکتی ہیں۔ کیا وہ سب کی سب مادموازیل۔ لاموُل میں جمع نہیں ہوگئیں؟"۔
گذشتہ شادمانی سے وابستہ یادیں ژدلیاں پر غالب آگئیں اور عقل نے جتنا کچھ کام کیا تھا اُسے بڑی تیزی سے ختم کر کے رکھ دیا۔
اس قسم کی یادوں کے خلاف عقل کی ساری جدوجہد رائگاں جاتی ہے عقل کی سخت گیری سے اُن کا حُسن کچھ اور بڑھ جاتا ہے۔
جاپانی گُل دان ٹوٹنے کے چوبیس گھنٹے بعد ژدلیاں اتنا دُکھی تھا کہ مشکل ہی سے کوئی ہوگا۔

اکیسواں باب

خُفیہ رُقعہ

میں جو کچھ سُنا رہا ہوں۔ وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔
ممکن ہے دیکھتے ہوئے میں دھوکا کھا گیا ہوں لیکن سُناتے ہوئے
آپ کو دھوکا نہیں دے رہا۔

مصنّف کے نام ایک خط

مارکوئس نے ژولیاں کو بُلوایا۔ موسیو دلامول ایسا لگ رہا تھا جیسے دوبارہ جوان ہوگیا ہو۔ اُس کی آنکھوں میں ایک نئی چمک تھی۔

وہ ژولیاں، سے بولا ـــ "سُنا ہے آپ کا حافظہ بڑا شاندار ہے۔ ذرا ہم بھی تو دیکھیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ چار صفحے زبانی یاد کرلیں اور لندن جاکے انہیں دُہرا دیں؟ لیکن ایک لفظ اِدھر سے اُدھر نہ ہونے پائے!"

مارکوئس بیتابی سے اخبار کے ورق الٹ رہا تھا اور ایسی سنجیدگی برتنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا جو ژولیاں نے اس زمانے میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ جب فری لیئر والے مقدمے پر بحث ہُوا کرتی تھی۔

اس وقت تک ژولیاں کو خاصا تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ نیم مزاحیہ انداز مجھے بیوقوف بنانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے اور مجھے بھی یہی ظاہر کرنا چاہئے کہ میں بیوقوف بن گیا۔

" یہ آج کا اخبار شاید کچھ ایسا دلچسپ تو نہیں ہے۔ لیکن اگر حضور اجازت دیں تو کل صبح میں یہ اخبار شروع سے آخر تک زبانی سُنا دوں"۔

" کیا! اشتہار تک سُنا دیں گے؟"

" جی حضور، بالکل۔ ایک لفظ تک نہیں چھوٹنے پائے گا"

" اچھا آپ وعدہ کرتے ہیں؟" مارکوئس نے ایک دم سے سنجیدہ ہو کر کہا۔

" جی، حضور۔ لیکن مجھے وعدہ پورا نہ ہونے کا ڈر لگا رہے گا اس وجہ سے میرا حافظہ دغا دے جائے تو دے جائے"!

" میرا مطلب ہے کہ میں کل آپ سے یہ بات پوچھنی بھول گیا۔ میں آپ سے یہ قسم نہیں لینا کہ جو باتیں آپ سنیں گے وہ کسی سے کہیں گے نہیں۔ میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس لئے میں اس طرح آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے آپ کی طرف سے ذمّہ داری لے لی ہے۔ اب میں آپ کو ایک کمرے میں لے جاؤں گا جہاں بارہ آدمی جمع ہوں گے۔ ہر آدمی جو بات کہے آپ اسے لکھتے جائیے گا۔

" گھبرائیے نہیں۔ باتیں الّم غلّم نہیں ہوں گی۔ لوگ اپنی تقریریں تیار کر کے تو نہیں لائیں گے۔ لیکن ہر آدمی باری باری سے بولے گا"۔ مارکوئس نے پھر وہی بے فکری اور برتری کا انداز اختیار کر لیا جو اُس کی فطرتِ ثانیہ بن گیا تھا۔" ہم تو آپس میں باتیں کریں گے اور آپ کوئی بیس صفحے لکھ لیجئے گا۔ پھر ہم دونوں یہاں واپس آ کر اُن

بیس صفحوں کو کاٹ پیٹ کے چار صفحے بنا لیں گے۔ کل صبح سارا اخبار سنانے کے بجائے یہی چار صفحے مجھے سنا دیجیے گا۔ اس کے بعد فوراً روانہ ہو جائیے۔ سفر اس طرح کیجیے جیسے کوئی نوجوان سیر و تفریح کے لئے گھر سے نکلا ہو۔ اس بات کا خاص خیال رہے کہ کوئی آپ کو دیکھنے نہ پائے۔ آپ کو ایک بہت بڑے آدمی کے پاس جانا ہے۔ وہاں آپ کو اور زیادہ ہوشیاری سے کام لینا پڑے گا۔ اُن کے گرد جو لوگ ہوں۔ اُنہیں فریب میں رکھنا لازمی ہے۔ کیونکہ اُن کے سکرٹریوں میں اور ان کے ملازموں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں ہمارے دشمنوں کی طرف سے پیسے ملتے ہیں جو اس تاک میں رہتے ہیں کہ ہم جو آدمی بھیجیں اسے بیچ ہی میں روک لیں۔ آپ کو ایک تعارفی خط مل جائے گا۔ جن صاحب کے پاس آپ جا رہے ہیں تو جیب سے یہ گھڑی نکال لیجئے گا۔ میں اپنی گھڑی تھوڑے دن کے لئے آپ کو دیئے دیتا ہوں۔ آپ کو یہ کام کرنا تو ہے ہی۔ ابھی لے لیجئے اور اپنی گھڑی مجھے دے دیجئے۔

"آپ جو صفحے زبانی یاد کریں گے انہیں بولتے جائیے گا اور ڈیوک بنفسِ نفیس لکھنے جائیں گے۔

"یہ کام ختم ہونے کے بعد اگر وہ آپ سے سوال کریں تو انہیں اس جلسے کا حال سنا دیجئے گا جہاں میں آپ کو لے جا رہا ہوں، مگر خیال رہے، یہ کام ختم ہونے سے پہلے نہیں۔

"ایک بات ایسی ہے جس کی وجہ سے راستے بھر بے لطفی آپ کے پاس نہیں پھٹکے گی۔ پیرس سے لے کر ڈیوک کے محل تک بیسیوں آدمی ایسے ہوں گے جو موسیو سوریل کو گولی کا نشانہ بنانا چاہیں گے۔ پھر آپ کے سفر کا مقصد بھی غارت

ہو جائے گا اور ہمارے کام میں بھی بڑی دیر لگے گی۔ کیونکہ، میرے عزیز، ہمیں آپ کی موت کی خبر کیسے ملے گی؟ آپ کتنی ہی گرمجوشی سے کام کیوں نہ لیں، ہمیں اس واقعے کی اطلاع تو نہیں دے سکتے۔

"جائیے، جلدی جا کے ضروری سامان خرید لیجئے"۔ مارکوئس پھر سنجیدہ ہو گیا۔ "اب سے دو سال پہلے والے فیشن کے کپڑے پہنیے گا۔ آج شام آپ کا لباس کچھ اُجڑا کھسٹا سا ہونا چاہیئے۔ سفر میں وہی کپڑے پہنیے گا جیسے ہمیشہ پہنتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ کو تعجب ہوا؟ آپ شکی مزاج ہیں۔ آپ نے اس کی وجہ بھی سمجھی؟ میرے دوست، آج بحث میں جو قابلِ احترام ہستیاں شامل ہوں گی اُن میں ایک بزرگ ایسے بھی ہیں جن سے کچھ بعید نہیں کہ دوسروں کو اطلاعات بہم پہنچادیں۔ اس کا نتیجہ اور کچھ نہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ رات کو کسی اچھے خاصے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے گئے تو ممکن ہے کوئی آپ کو افیم دے دے"۔

ژولیاں نے کہا: "بہتر تو یہ ہو گا کہ میں پچاس ساٹھ میل آگے نکل جاؤں اور سیدھے راستے سے نہ جاؤں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے روم جانا ہے . . ."

مارکوئس کے چہرے سے اکڑ اور خفگی ٹپکنے لگی۔ ژولیاں نے بریئے لاؤ کے بعد سے اب تک اس کا یہ عالم کبھی نہ دیکھا تھا۔

"جناب، میں جس وقت مناسب سمجھوں گا۔ یہ بات بھی آپ کو معلوم ہو جائے گی۔ مجھے سوالات پسند نہیں"۔

"یہ سوال نہیں تھا"۔ ژولیاں نے تڑپ کے جواب دیا۔ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں حضور، میں نے تو دل کی بات زور سے کہہ دی تھی۔ میں تو دل ہی دل میں یہ سوچ

رہا تھا کہ سب سے محفوظ راستہ کون سا ہے۔"

"ہاں، یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دماغ کہیں اور تھا۔ یہ کبھی نہ بھولیے کہ سفیر کو خصوصاً آپ کی عمر کے سفیر کو ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے ظاہر ہو کہ زبردستی راز معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

ژولیاں کو بڑی تکلیف پہنچی۔ اس سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ اس کا پندار کوئی عذر ڈھونڈنا چاہتا تھا مگر مل نہ رہا تھا۔

موسیو دلاموَل نے کہا" یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب آدمی سے کوئی احمقانہ بات ہو جائے تو وہ ہمیشہ اپنے دل کا سہارا لیتا ہے۔"

گھنٹے بھر بعد ژولیاں مارکوئس کی چھوٹی نشست گاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے بالکل معمولی آدمیوں کے سے پرانے فیشن والے کپڑے پہن رکھے تھے۔ مفلر بھی صاف ستھرا نہ تھا۔ غرض ژولیاں کچھ پھٹیچر سا لگ رہا تھا۔

اُسے دیکھتے ہی مارکوئس قہقہہ لگا کے ہنس پڑا۔ اس وقت جا کے ژولیاں کی معافی ہوئی۔

موسیو دلاموَل دل میں کہنے لگا — "اگر اس لڑکے نے مجھے دھوکا دیا تو پھر میں کس پر اعتبار کر سکتا ہوں؟ لیکن جب کام آپڑے تو کسی نہ کسی کا تو اعتبار کرنا ہی ٹھیرا۔ میرا بیٹا اور اس کے تیز طرار دوست نیک دل اور ایماندار لوگ ہیں۔ ایک ایک میں ہزار ہزار آدمیوں کے برابر وفاداری ہے۔ اگر لڑنے کا معاملہ ہو تو وہ شاہی تخت کی سیڑھیوں پہ سر کٹانے کو تیار ہیں۔ انہیں سب کچھ آتا ہے . . . سوائے اس بات کے جس کی اس وقت ضرورت ہے۔ ان کم بختوں میں ایک

بھی تو ایسا نہیں جو چار صفحے زبانی یاد کرلے، اور دو چار سو میل اس طرح چلا جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ وقت آپڑے تو اپنے آباؤ اجداد کی طرح نور تیر بھی جان دے سکتا ہے۔ لیکن یہ تو کوئی بھی اناڑی سپاہی کر سکتا ہے"
مارکوئس سوچ میں پڑ گیا۔ وہ آہ بھر کے بولا —" اور جان دینے کے معاملے میں بھی یہ سوریل شاید اتنا ہی اچھا نکلے گا جتنا نور تیر . . . "

"گاڑی تیار ہے"۔ مارکوئس نے کہا جیسے کسی پریشان کن خیال کو دل سے دُور کرنا چاہتا ہو۔

ژولیاں بولا —"حضور، جب درزی میرا کوٹ ٹھیک کر رہا تھا تو میں نے بیٹھے بیٹھے آج کے اخبار کا پہلا صفحہ زبانی یاد کر لیا"۔

مارکوئس نے اخبار اپنے ہاتھ میں لے لیا، ژولیاں نے فر فر سارا صفحہ سنا ڈالا اور ایک لفظ کی غلطی نہ ہوئی۔

"بہت خوب"۔ مارکوئس نے کہا۔ آج شام وہ پکا مدبر بنا ہوا تھا "چلو اچھا ہے، ان باتوں میں لگ کے لڑکا یہ نہیں دیکھ رہا کہ ہم کن سڑکوں پر سے گزر رہے ہیں"
وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچے جو کچھ اُجاڑ سا لگتا تھا۔ ایک حصے میں تو دیواروں پر تختے لگے ہوئے ہیں۔ باقی حصے میں سبز مخمل کے پردے ٹنگے تھے۔ ایک خدمت گار ناک بھوں چڑھائے آیا اور کمرے کے بیچ میں ایک کھانے کی میز لاکے رکھ دی پھر اس پر ایک لمبا چوڑا سبز میز پوش بچھایا جس پر ہر طرف روشنائی کے دھبے تھے اور جو کسی وزارت کی یادگار تھا۔ اب یہی میز لکھنے کی میز بن گئی۔

گھر کا مالک ایک لحیم شحیم آدمی تھا۔ مگر اس کا نام نہیں بتایا گیا۔ ژولیاں نے

سوچا کہ اس کا حلیہ اور اس کی باتیں ایسی ہیں جیسے کوئی آدمی کھانا ہضم کرنے میں مصروف ہو۔

مارکوئس کا اشارہ پلکے ژولیاں میز کے آخری سرے پر ہی بیٹھا رہا۔ اپنی گھبراہٹ دور کرنے کے لیئے وہ قلم بنانے لگا۔ اس نے آنکھ کے ایک کونے سے رگن کر دیکھا کہ بولنے والے سات آدمی ہیں۔ لیکن اُسے بس اُن کی کمر دکھائی دی۔ دو آدمی موسیو ولاموَل سے برابری کے انداز میں باتیں کر رہے تھے، باقی لوگوں کا لہجہ کم و بیش تعظیمی تھا۔

بغیر کسی اطلاع کے ایک اور آدمی کمرے میں آیا۔ ژولیاں نے دل میں کہا۔ "یہ عجیب بات ہے۔ اس کمرے میں کسی کے نام کا اعلان ہی نہیں کیا جاتا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ پیش بندی میری وجہ سے ہو رہی ہو" نووارد کے استقبال کے لیے سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے بھی وہی انتہائی ممتاز قسم کا تمغہ لگا رکھا تھا۔ جیسا تین اور آدمیوں نے جو پہلے سے کمرے میں موجود تھے۔ یہ لوگ نیچی آواز سے بول رہے تھے۔ ژولیاں کو صرف شکل و صورت اور لباس ہی سے اس آدمی کا اندازہ لگانا پڑا۔ وہ پستہ قد اور دہرے بدن کا تھا۔ رنگ گہرا سُرخ، آنکھیں چمکدار جن سے اگر کوئی چیز جھلکتی تھی تو جنگلی سُوّر کی سی کینہ توزی۔

فوراً ہی ایک دوسری قسم کا آدمی اندر داخل ہوا اور ژولیاں کی توجہ ایک دم سے اُدھر منعطف ہو گئی۔ یہ آدمی لمبا تڑنگا اور انتہائی دُبلا تھا۔ اس نے تین چار واسکٹیں پہن رکھی تھیں۔ اس کی حرکات و سکنات میں ایک شائستگی اور نظروں میں ایک پیار سا تھا

ژولیاں نے دل میں کہا ۔" بساں سوں کے بڈھے اُسقف کا انداز بھی بالکل

ایسا ہی تھا" یہ آدمی بظاہر پادری ہی تھا اور پچاس پچپن سے زیادہ کا نہ لگتا تھا اس کے چہرے سے شفقت ٹپکتی تھی۔

آگدکا نوجوان اسقف بھی آیا۔ جو لوگ موجود تھے اُن کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی نظر ژولیاں پر پڑی تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ بڑے لاآو والی رسم کے بعد اب تک اُس کی ژولیاں سے کبھی بات نہ ہوئی تھی۔ یہ حیرانی کا اندازہ دیکھ کر ژولیاں سٹپٹا گیا اور اسے بُرا بھی لگا۔ وہ دل میں بولا ــــ" ہیں! کیا میری ہمیشہ یہی حالت رہے گی کہ آدمی کو جاننا میرے لئے عذابِ جان بن جائے؟ یہاں اتنے بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہیں جنہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان سے مجھے ذرا بھی ڈر نہیں لگتا۔ لیکن اس نوجوان اسقف کی نظریں دیکھ کر میری جان نکلی جا رہی ہے! یہ ماننا پڑے گا کہ میں بڑا ہی عجیب اور بڑا ہی بدنصیب آدمی ہوں"۔

اتنے میں ایک پستہ قد اور بڑے گہرے رنگ کا آدمی کھڑ بڑ کرتا اندر آیا اور دروازے ہی سے بولنا شروع کر دیا۔ اس کے رنگ میں ہلکی سی زردی تھی اور کچھ مراقی سا لگتا تھا۔ اس جھکی کے آنے کے بعد لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ گئے۔ شاید وہ اس کی بکواس سے بچنا چاہتے تھے۔

وہ لوگ آتش دان کے پاس سے ہٹے تو میز کے دوسرے کنارے کی طرف آ گئے۔ جہاں ژولیاں بیٹھا تھا۔ اُس کے چہرے پر اور بھی زیادہ سراسیمگی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ کیونکہ اب اگر وہ کوشش بھی کرتا تو بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ اُن کی باتیں نہ سُنے۔ اس کا تجربہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، باتیں ہی ایسے کھلّم کھلا ہو رہی تھیں کہ وہ ان معاملات کی پوری اہمیت سمجھ گیا اور اس کی نظروں کے سامنے یہ جو ممتاز

ہستیاں تھیں۔ وہ ان چیزوں کو صیغہ راز میں رکھنے کے لئے خدا جانے کتنی احتیاط سے کام لے رہی ہوں گی۔

حالانکہ وہ بڑے آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا۔ لیکن اس عرصے میں ژولیاں نے بیس قلم بنا لئے تھے۔ اب یہ سہارا بھی ختم ہوا چاہتا تھا۔ اس نے موسیو دلاموتول کی طرف دیکھا کہ شاید وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی حکم دے، لیکن بے سود۔ مارکوئس تو اسے بھول ہی گیا تھا۔

ژولیاں نے قلم چھیلتے ہوئے دل میں کہا "میں جو کام کر رہا ہوں۔ یہ مہمل تو ضرور ہے۔ لیکن یہ لوگ جو ظاہر میں ایسے معمولی قسم کے لگتے ہیں۔ بڑے بڑے اہم معاملات سنبھالے ہوئے ہیں یا دوسروں نے ان کے سپرد کر دیئے ہیں۔ یہ بڑے زود حس ہوں گے۔ میرے کم بخت چہرے ہی سے تجسّس ٹپکتا ہے۔ اور تعظیم کا نام و نشان تک نہیں۔ انہیں یہ بات ضرور بُری لگے گی۔ اگر میں آنکھیں زیادہ جھکا لوں تو ایسا معلوم ہوگا کہ اُن کی باتیں غور سے سُن رہا ہوں۔"

اس کی سراسیمگی انتہا کو پہنچ گئی۔ اس وقت وہ عجیب عجیب باتیں سُن رہا تھا۔

بائیسواں باب

مباحثہ

جمہوریت ـــــ اگر آج کہیں ایک ایسا آدمی ہے جو عوام کی بھلائی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو تو اس کے مقابل ہزاروں آدمی ایسے ہیں جو اپنے عیش اور اپنی خودپرستی کے علاوہ کسی چیز سے علاقہ ہی نہیں رکھتے۔ پیرس میں آدمی کی عزت اپنی گاڑی کی وجہ سے ہوتی ہے، اپنی نیکی کے سبب نہیں۔

نپولین

خادم نے ایک دم سے اندر داخل ہو کے اعلان کیا "ڈبوک دــــ"

"چُپ رہو، احمق" ڈبوک نے کمرے میں آتے ہوئے کہا۔ اس نے یہ بات ایسی نفاست اور ایسی شان کے ساتھ کہی کہ ژولیاں نے سوچا۔ اس ممتاز ہستی کو اگر کوئی چیز آتی ہے تو بس نوکروں پہ بگڑنا۔ ژولیاں نے پہلے تو نظریں اٹھائیں مگر پھر فوراً ہی نیچے کر لیں۔ وہ نووارد کی اہمیت اتنی اچھی طرح بھانپ گیا تھا کہ وہ اس ڈر سے کانپ اٹھا کہ میری نظر کہیں گستاخی میں داخل نہ ہو۔

ڈیوک کی عمر کوئی پچاس سال ہو گی۔ لباس میں ایک بانکپن تھا اور وہ چل ایسے رہا تھا جیسے پیروں میں اسپرنگ لگے ہوں۔ سر پتلا پتلا، ناک لمبی، چہرہ خم دار، اور آگے کو نکلا ہوا۔ یہ بات شاید مشکل ہی سے ملے گی کہ آدمی میں رئیسانہ شان بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ بالکل معمولی قسم کا بھی لگتا ہو۔ اس کے آتے ہی بحث شروع ہو گئی۔

ژولیاں اس قیافہ شناسی میں منہمک ہی تھا کہ موسیو دلاموَل کی آواز نے اُسے ایک دم سے جگا دیا۔ "موسیو سورَیل آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔" مارکوئس بولا "ان کا حافظہ غضب کا ہے۔ ابھی گھنٹہ بھر ہوا۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ انہیں کونسی خدمت سپرد ہونے والی ہے۔ اپنے حافظے کا ثبوت پیش کرنے کے لئے انہوں نے اخبار کا پہلا صفحہ زبانی یاد کر لیا ہے۔"

"اوہو! غیر ملکوں کی خبریں جو بچارے ن ـــــ نے بھیجی ہیں۔" مکان کا مالک بولا۔ اس نے بڑی بیتابی سے اخبار اٹھا لیا۔ اور اہم بننے کی کوشش میں ژولیاں کی طرف ظریفانہ انداز سے دیکھ کر بولا ـــ "سنائیے، صاحب۔"

گہری خاموشی چھا گئی اور لوگوں کی نظریں ژولیاں کی طرف لگ گئیں، اس نے اپنا آموختہ ایسی اچھی طرح سنایا کہ بیس سطروں کے بعد ہی ڈیوک نے کہا ـــ "بس اتنا کافی ہے۔" سوّر کی سی آنکھوں والا پستہ قد آدمی بیٹھ گیا۔ یہ صدر تھا کیونکہ اپنی جگہ بیٹھتے ہی اس نے ژولیاں کو ایک تاش کھیلنے کی میز دکھائی اور اشارہ کیا کہ اسے میرے قریب لے آؤ۔ ژولیاں لکھنے کا سامان لے کر وہاں جم گیا۔ اس نے گنا تو معلوم ہوا کہ میز کے گرد بارہ آدمی بیٹھے ہیں۔

ڈیوک نے کہا ـــ "موسیو سورَیل، آپ ذرا برابر والے کمرے میں چلے

جایئیے۔ہم آپ کو بلوالیں گے۔"

مالک مکان کے چہرے سے بے چینی ٹپکنے لگی "کواڑ بند نہیں ہیں"۔اس نے اپنے برابر والے آدمی کے کان میں کہا۔پھر بڑے احمقانہ انداز میں ژولیاں سے بولا۔"کھڑکی میں سے جھانک کے دیکھنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

ژولیاں سوچنے لگا۔

"اور کچھ نہیں تو میں کم از کم ایک سازش میں تو پھنس ہی گیا۔خدا کا شکر ہے کہ یہ سازش اُس قسم کی نہیں جو آدمی کو پھانسی کے تختے پر پہنچاتی ہے۔خطرہ تو ضرور ہے۔لیکن مجھ پر مارکوئس کا اس سے بھی زیادہ حق ہے۔میری حماقتوں کی بدولت اس بچارے کو ایک دن نہ جانے کتنا دکھ جھیلنا پڑے۔اگر میں تھوڑا سا کفارہ ہی ادا کر سکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

اپنی حماقتوں اور اپنے دکھ درد پر غور کرتے ہوئے اس نے گرد و پیش کا اتنی اچھی طرح جائزہ لیا کہ اب وہ کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔اب جا کے اُسے خیال آیا کہ میں نے یہ تو سنا ہی نہیں کہ مارکوئس نے خادم کو سڑک کا نام کیا بتایا تھا اور آج مارکوئس نے کرائے کی گاڑی منگوائی تھی ـــــ یہ ایسی بات تھی جو وہ کبھی نہ کرتا تھا۔

ژولیاں کو بڑی دیر تک فرصت رہی اور وہ بیٹھا یہی باتیں سوچتا رہا۔اس کمرے میں سبز مخمل کے پردے پڑے تھے۔جن پر سونے کی چوڑی چوڑی دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ایک چھوٹی میز پر ہاتھی دانت کی بڑی سی صلیب رکھی تھی، اور آتشدان پر موسیو دیستر کی کتاب "اسقفِ اعظم" مجلد و مطلا نظر آ رہی تھی۔ژولیاں

نے کتاب کھول لی تاکہ ایسا نہ لگے جیسے باتیں سُننے کی کوشش کر رہا ہو۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد برابر والے کمرے میں لوگ اُونچی آواز سے باتیں کرنے لگتے تھے۔ آخر دروازہ کھُلا اور اس کا نام پکارا گیا۔

صدر نے کہا — "حضرات، یہ خیال رکھیے کہ اب ہمارا خطاب ڈیوک دَ — سے ہے۔" پھر ژولیاں کی طرف اشارہ کر کے بولا — "یہ صاحب ایک نوجوان راہب ہیں۔ ہمارے مقصد کو یہ بھی اتنا ہی مقدس سمجھتے ہیں جتنا ہم۔ ان کا حافظہ اتنا حیرت انگیز ہے کہ یہ ہمارے ذرا ذرا سے الفاظ کو بڑی آسانی سے دہرا سکتے ہیں۔"

"اب آپ فرمائیے۔" صدر نے اُس آدمی کی طرف اشارہ کیا جس کا انداز بڑا مشفقانہ تھا اور جس نے تین چار واسکٹیں پہن رکھی تھیں۔ ژولیاں نے سوچا کہ اس سے بہتر تو یہی ہوتا کہ اس آدمی کو "واسکٹوں والے صاحب" کہا جاتا۔ اس نے کاغذ اُٹھایا اور صفحے کے صفحے بھرنے شروع کر دیئے۔

(مصنّف تو یہ چاہتا تھا کہ یہاں ایک پُورا صفحہ نقطوں سے بھر دے۔ لیکن ناشر صاحب کہتے ہیں — "یہ کچھ اچھا نہیں لگے گا اور ایسی ہیچ و پوچ کتاب اگر اچھی بھی نہ لگے تو اس کی موت ہے۔"

مصنّف کہتا ہے — "ادب میں سیاست کا ذکر تو ایسا ہے جیسے گلے میں پتھر باندھ دیا ہو جو اُسے چھ مہینے کے اندر اندر ڈبو کے رکھ دے گا۔ تخیّلی دلچسپیوں کے درمیان سیاست بالکل ایسی ہے جیسے گانے بجانے کی محفل میں پستول کی آواز۔ اس میں شور تو بہت ہوتا ہے۔ زور بالکل نہیں ہوتا۔ کسی بھی

ساز سے اس کی سنگت نہیں ملتی۔ سیاست کے ذکر سے میرے آدھے پڑھنے والوں کو تو سخت تکلیف پہنچے گی اور باقی لوگوں کو بے لُطفی ہو گی۔ کیونکہ وہ صبح کے اخبار میں اس سے کہیں دلچسپ اور زوردار سیاست دیکھ چکے ہوں گے"۔

ناشر صاحب جواب دیتے ہیں ــــ " اگر آپ کے کرداروں نے سیاست کے متعلق باتیں نہ کیں تو وہ ۱۸۳۰ء کے فرانسیسی نہیں لگیں گے اور جیسا آپ کا دعوےٰ ہے، آپ کی کتاب حقیقت کا آئینہ نہیں رہے گی۔ . . "

ژولیاں نے چھبیس صفحے کی رُوداد لکھی۔ اس کا ایک بے رنگ سا اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مجھے حسبِ معمول مضحکہ خیز باتوں کو خارج کرنا پڑا ہے۔ جن سے یا تو کوفت ہوتی یا پھر وہ بالکل خلافِ قیاس معلوم ہوتیں۔ (مقابلے کے لئے عدالتوں کی روداد دیکھیے)

یہ واسکٹوں اور مشفقانہ انداز والا آدمی (جو شاید کوئی اُسقف تھا) بار بار مسکرا پڑتا تھا۔ اس وقت اُس کی آنکھیں پھڑپھڑاتے ہوئے پپوٹوں کے درمیان ایک عجیب طرح چمک اُٹھتیں اور اس کی نظروں کا ابہام رخصت ہو جاتا۔ سب سے پہلے اسی شخص کو ڈیوک کے سامنے (ژولیاں دل میں سوچ رہا تھا ــــ " مگر کون سا ڈیوک ؟") بولنے، اپنی رائے ظاہر کرنے اور وکیل کے فرائض انجام دینے کی دعوت دی گئی تھی۔ ژولیاں کو ایسا لگا کہ یہ شخص کچھ مبہم سی باتیں کرتا ہے اور واضح نتائج اخذ کرنے سے بچتا ہے، یعنی وہی عیب جو وکیلوں میں اکثر ہوتا ہے بحث کے دوران میں ڈیوک کو اُسے اس بات پہ جھاڑنا پڑا۔

تھوڑی سی اخلاقیات اور وسیع القلبی کا فلسفہ بگھارنے کے بعد یہ اسکٹوں والا

آدمی کہنے لگا۔

"عالی حوصلہ انگلستان نے ایک عظیم انسان پٹؔ کی رہنمائی میں انقلاب کو کچلنے کی خاطر چالیس کروڑ فرانک خرچ کئے۔ اگر یہ مجلس مجھے اجازت دے تو میں صاف گوئی سے کام لے کر ایک ذرا افسوس ناک قسم کی بات کہوں۔ انگلستان کی پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا کہ نپولینؔ جیسے آدمی کے خلاف اگر کوئی چیز کارگر ہو سکتی تھی تو ذاتی اور شخصی قسم کی تدابیر، خصوصاً اس حالت میں کہ اس کے مقابلے کے لئے انگلستان کے پاس نیک ارادوں کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا۔ ۔ ۔"

"اوہو، قتل و غارت گری کی پھر تعریف ہو رہی ہے!" مالک مکان نے مضطرب ہو کر کہا۔

"اپنی جذباتی تقریروں سے تو ہمیں معاف ہی رکھئے۔" صدر نے بگڑ کے کہا۔ اُس کی سؤر جیسی آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک آگئی۔ "خیر آگے چلئے۔" وہ واسکٹوں والے آدمی سے بولا۔ صدر کے رُخسار اور پیشانی بالکل سُرخ ہو گئی تھی۔

مقرر کہنے لگا۔ "آج عالی حوصلہ انگلستان بالکل پس کے رہ گیا ہے کیونکہ ہر انگریز کو اپنی دال روٹی کی فکر کرنے سے پہلے اُن چالیس کروڑ فرانک کا سود ادا کرنا پڑتا ہے جو انقلابیوں کی مخالفت میں صرف ہوئے تھے۔ اب انگلستان میں کوئی پٹؔ باقی نہیں رہا۔ ۔ ۔"

"ڈیوک آف ولینگٹن جو ہے۔" ایک فوجی شخصیت نے تنتے ہوئے کہا۔

"خاموش، حضرات، خاموش۔" صدر چیخا۔ "اگر یہی بحثا بحثی جاری رہی تو پھر موسیو سوریل کو بلانے سے کیا فائدہ ہوا؟"

جو آدمی بیچ میں بول پڑا تھا وہ نپولین کا جنرل رہ چکا تھا۔ ڈیوک نے چڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں معلوم ہے کہ آپ کا دماغ کیسا زرخیز ہے؟"

ژولیاں سمجھ گیا کہ یہ اشارہ ذاتی قسم کا ہے اور اس میں کوئی ناخوشگوار بات ضرور ہے۔ لوگ مسکرا پڑے۔ مرتد جنرل غصے کے مارے دیوانہ ہو گیا۔

"اب کوئی پٹ نہیں رہا۔" مقرر کہنے لگا۔ اس کی ہمت ٹوٹ سی گئی تھی اور اس کی شکل سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اپنے سامعین کو عقل کی بات سمجھانے سے ناامید ہو چکا ہے۔ "انگلستان میں کوئی نیا پٹ نکل بھی آئے تو بھی کسی قوم کو ایک ہی چیز سے دو دفعہ بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ . . ."

"اسی وجہ سے تو فرانس میں اب کوئی دوسرا فاتح، کوئی دوسرا نپولین کامیاب نہیں ہو سکتا۔" فوجی نے پھر بات کاٹ لی۔

اس مرتبہ صدر یا ڈیوک کسی کو بھی اپنی خفگی کا اظہار کرنے کی ہمت نہ ہوئی حالانکہ ژولیاں کو اُن کی آنکھوں میں اس قسم کے ارادے کی جھلک ضرور نظر آئی۔ دونوں نے اپنی آنکھیں جھکا لیں۔ اور ڈیوک نے بس اتنا کیا کہ زور سے ٹھنڈا سانس بھرا جو سب نے سن لیا۔

لیکن مقرر بگڑ بیٹھا تھا۔

"آپ کو جلدی ہے کہ میں اپنی بات ختم کر دوں"۔ وہ گرم ہو کے بولا۔ اُس کی مسکراہٹ، اُس کی شائستگی، اس کا رکھ رکھاؤ جسے ژولیاں نے اُس کی

شخصیت کا فطری اظہار سمجھا تھا۔ اب بالکل غائب ہو چکا تھا۔" آپ کو جلدی ہے کہ میں اپنی بات ختم کر دوں۔ میں تو اس کوشش میں ہوں کہ میرے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکلے جو احمق سے احمق آدمی کو بھی گراں گزرے اور آپ مجھے داد نہیں دیتے۔ خیر حضرات، اب میں اختصار سے کام لیتا ہوں۔

" میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس نیک کام کے لئے انگلستان کے پاس ایک دھیلا نہیں ہے۔ اگر اب خود پٹ بھی واپس آجائے تو وہ اپنی تمام ذہانت کے باوجود انگلستان کے چھوٹے زمینداروں کو بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ انہیں پتہ چل گیا ہے کہ صرف ایک واٹرلو کی چھوٹی سی لڑائی میں ایک کروڑ فرانک خرچ ہوئے"۔ مقرر میں حرارت بڑھتی ہی چلی گئی۔" چونکہ آپ چاہتے ہیں کہ باتیں صاف صاف ہوں۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی مدد خود کیجئے۔ کیونکہ آپ کی اعانت کے لئے انگلستان کے پاس ایک اشرفی تک نہیں ہے اور اگر انگلستان نے روپیہ نہ دیا تو آسٹریا، روس اور جرمنی جن کے پاس ہمت ہی ہمت ہے، پیسہ ایک نہیں، فرانس کے خلاف ایک یا دو سے زیادہ حملوں کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔

" آپ کو امید ہے کہ انقلاب پسند جو نوجوان سپاہی اکٹھے کریں گے انہیں پہلے یا شاید دوسرے حملے میں ہرایا جا سکتا ہے۔ آپ لوگ مجھ سے بدگمان ہیں اور مجھے انقلابی سمجھتے ہیں۔ لیکن تیسرے حملے میں آپ دیکھ لیں گے کہ ۱۷۹۴ء والے سپاہی میدان میں آجائیں گے جو ۱۷۹۲ء کی طرح زبردستی پکڑے ہوئے دیہاتی نہیں رہے تھے"۔

اب کے تین چار آدمی ایک ساتھ بیچ میں بول پڑے۔

صدر نے ژولیاں سے کہا — "آپ نے جو رُوداد لکھی ہے اس کا شروع کا حصہ دوسرے کمرے میں جا کے صاف صاف نقل کر لیجئے۔" ژولیاں کو اس کمرے سے جاتے ہوئے بڑا دُکھ ہوا۔ مقرر نے ممکن الوقوع باتوں کی طرف اشارہ کیا تھا عام طور سے اس کے غور و فکر کا موضوع یہی ہوتا تھا۔

ژولیاں سوچنے لگا — "یہ لوگ ڈرتے ہیں کہ میں ان پر ہنسوں گا۔" جب اُسے دوبارہ بلایا گیا تو موسیو دلامول کچھ ایسی سنجیدگی سے بول رہا تھا کہ ژولیاں کو جو اُس سے خوب واقف تھا۔ یہ انداز بڑا پُر لطف معلوم ہوا۔

وہ کہہ رہا تھا — "ہاں حضرات، یہ اسی بدنصیب قوم کے لئے کہا گیا تھا۔ کہ بتاؤ، تم کون سی چیز لیتے ہو، خدا، یا میز یا پیالہ؟

"شاعر کہتا ہے کہ میں خدا لیتا ہوں۔ حضرات، یہ بلند اور گہری بات آپ کے اوپر پوری اُترتی ہے۔ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو جایئے اور ہمارا عظیم ملک پھر اُسی صورت میں جلوہ گر ہو گا جیسا ہمارے آباؤ اجداد نے اسے بنا دیا تھا یا جیسا ہم نے خود اپنی آنکھوں سے شہنشاہ لوئی کی وفات سے پہلے دیکھا ہے۔

"انگلستان، کم از کم وہاں کے امرا بھی ہماری ہی طرح اس منحوس انقلاب پسندی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ انگلستان کے روپیہ کے بغیر آسٹریا، روس اور جرمنی دو تین لڑائیوں سے زیادہ کی تاب نہیں لا سکتے۔ کیا ویسی ہی عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے کے لئے جسے ۱۸۱۷ء میں موسیو د رشلو نے اپنی حماقت سے ضائع کیا۔ اتنی بات کافی ہے؟ میرا تو خیال ہے کہ نہیں۔"

اب پھر مداخلت ہوئی۔ لیکن لوگوں نے "چ چ" کر کے اُسے دبا دیا۔ اس دفعہ بھی یہ اُسی جنرل کی حرکت تھی جو ڈیوک بننے کو بیتاب تھا اور چاہتا تھا کہ خفیہ رقعہ لکھنے والوں میں میرا بھی نام شامل ہو۔

اس گڑبڑ کے بعد موسیو دلاموَل نے پھر کہنا شروع کیا "میرا تو خیال ہے کہ نہیں"۔ اس لفظ "میرا" پر اُس نے کچھ ایسی اکڑ کے ساتھ زور دیا کہ ڑدلباں کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس کا قلم اتنا ہی تیز چلنے لگا جتنی مارکوئس کی زبان چل رہی تھی اور وہ دل میں بولا "آدمی ہو تو ایسا ہو"۔ موسیو دلاموَل نے ایک زوردار لفظ سے مرتد جنرل کے بیس معرکے ختم کر کے رکھ دیئے تھے۔

مارکوئس بڑے پتے تُلے انداز سے کہنے لگا "ایک نئی فوجی کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم صرف غیر ملکیوں ہی کا احسان لیں۔ وہ نوجوان جو "گلوب" اخبار میں گرماگرم مضامین لکھتے ہیں۔ انہیں میں سے آپ کو تین چار ہزار کپتان مل سکتے ہیں۔ ان میں ایک سے ایک بہادر پڑا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ اُن کی نیت ایسی نیک نہ ہو۔"

"ہم نے غلطی کی کہ نپولین کی شہرت برقرار نہ رکھی"۔ صدر نے کہا۔ "اسے تو دیوتا کا درجہ دے دینا چاہیئے تھا۔"

موسیو دلاموَل کہنے لگا "غرض فرانس میں دو جماعتیں ہونی چاہیئیں لیکن محض نام کی نہیں۔ یہ دو جماعتیں ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ ہوں اور صاف پہچانی جائیں۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ کچلنا کسے ہے۔ ایک طرف تو اخبار نویس، رائے دہندگان،

رائے عامہ، مختصر یہ کہ نوجوان اور وہ سب لوگ ہیں جو نوجوانوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کان تو خود اپنے ہی مہمل الفاظ کے شوروغل سے بہرے ہو گئے ہیں۔ ہم اس طرح فائدے میں ہیں کہ حکومت کا سارا روپیہ تو ہمارے قبضے میں ہے۔"

اب پھر مداخلت ہوئی۔

موسیو دلاموُل نے مداخلت کرنے والے سے ذرا اکڑ کے ساتھ نہایت سکون کے ساتھ کہا ــــ "چلئے، جناب، اگر یہ لفظ آپ کو بُرا لگتا ہے، تو روپیہ آپ کے قبضے میں نہ سہی، آپ کو حکومت کے خزانے سے چالیس ہزار فرانک تنخواہ کے اور اسّی ہزار پنشن کے تو ملتے ہیں۔

"خیر، جناب، چونکہ آپ مجھے مجبور کرتے ہیں، اس لئے میں ذرا جسارت کرکے مثال کے طور پر آپ ہی کو لیتا ہوں۔ آپ کے آباؤاجداد تو سینٹ لوئی کے ساتھ صلیبی جنگوں میں شامل ہوئے تھے۔ انہیں کی طرح اس ایک لاکھ بیس ہزار فرانک کے بدلے میں آپ کو کم از کم، ایک رجمنٹ یا ایک دستہ بلکہ آدھا دستہ تو ایسا پیش کرنا چاہئے جس میں چاہے پچاس سپاہی ہوں مگر لڑنے کے لئے تیار، جان دینے کو حاضر، ہمارے بلند مقصد پہ ایمان رکھنے والے۔ آپ کے پاس ہیں بھی تو چند خادم۔ بغاوت ہوئی تو وہ کسی اور کے لئے نہیں خود آپ ہی کے لئے عذابِ جان ثابت ہوں گے۔

"اگر آپ نے ہر ضلع میں پانچ سو جانباز آدمیوں کا دستہ تیار نہ کیا تو حضرت، شاہی تخت، کلیسا، امیر طبقہ سب کے سب دو دن میں فنا ہو جائیں گے۔

جانباز آدمیوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں فرانس کی سی دلاوری ہو اور اسپین کی سی ثابت قدمی۔

"ان دستوں میں آدھے آدمی ہمارے بیٹے، ہمارے بھتیجے ہوں گے۔ یعنی شریف طبقے کے لوگ۔ ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کوئی چرب زبان شہری نہیں ہوگا کہ اگر ۱۸۱۵ء پھر واپس آجائے تو وہ ترنگی ٹوپی سر پر رکھ کے انقلابی بن بیٹھے، بلکہ کوئی سیدھا سادا ایماندار دیہاتی۔ ہمارا بیٹا یا بھتیجا اس کی تربیت کرے گا۔ ممکن ہوا تو یہ اس کا دودھ شریک بھائی ہوگا۔ ہر ضلع میں پانچ سو جانبازوں کا دستہ تیار کرنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی آمدنی کا پانچواں حصہ قربان کر دینا چاہیئے۔ پھر آپ دوسرے ملکوں سے فوجیں بلانے کی بھی امید کر سکتے ہیں۔ باہر کا ایک سپاہی ہماری سرحد پار کر کے دی ژوں تک بھی نہیں آئے گا۔ جب تک اسے یہ یقین نہ ہو کہ ہر ضلع میں پانچ سو سپاہی میری مدد کو تیار رہیں۔

"غیر ملکوں کے بادشاہ آپ کی بات صرف اس وقت سنیں گے۔ جب آپ انہیں یہ بتا دیں کہ فرانس میں ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے بیس ہزار مسلح بیٹھے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ تو ٹیڑھی کھیر ہے۔ حضرات، یہ ہمارے سروں کی قیمت ہے۔ اگر ہمیں شریفوں کی طرح زندہ رہنا ہے تو اخباروں کی آزادی کے خلاف جنگ کرنی پڑے گی۔ چاہے اس میں جان ہی کیوں نہ جائے۔ یا تو کسان مزدور بن جائیے۔ ورنہ پھر ہتھیار سنبھال لیجئے۔ اگر آپ چاہیں تو بزدل بن جائیے، مگر احمق نہ بنیئے۔ ذرا آنکھیں کھولیئے۔

"انقلابی گیت کے الفاظ میں آپ سے بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اپنے دستے تیار کر لیجئے۔ پھر کوئی بلند حوصلہ گستاؤ آیدولف بھی پیدا ہو جائے گا جو بادشاہت کے اصول کو خطرے سے بچانے کے لئے اپنے ملک سے سینکڑوں میل دور اڑا چلا آئے گا۔ اور آپ کی وہی خدمت انجام دے گا جو گستاؤ نے پروٹسٹنٹ بادشاہوں کے لئے انجام دی تھی۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بس باتیں ہی بناتے رہیں اور عمل نہ کریں ؟ پچاس سال کے اندر یورپ میں ایک بادشاہ نہیں رہے گا۔ بس جمہوری ریاستوں کے صدر ہی صدر ہوں گے بادشاہوں کے ساتھ ساتھ پادری اور شرفا بھی ختم ہو جائیں گے۔ مجھے تو مستقبل میں اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا کہ انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدوار گندی سندی اکثریتوں کی چاپلوسی میں لگے رہا کریں گے۔

"یہ شکایت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ اس وقت فرانس میں کوئی ایسا قابلِ اعتماد جنرل موجود نہیں جس سے لوگ واقف ہوں اور محبت کرتے ہوں یا یہ کہ ہماری فوج صرف بادشاہ اور کلیسا کے مفاد کے لئے وقف ہے، یا پھر یہ کہ ہمارے یہاں سارے پرانے سپاہی فوج سے نکال دیئے گئے ہیں۔ ادھر آسٹریا اور جرمنی میں ایک ایک رجمنٹ کے اندر پچاس پچاس چھوٹے افسر ایسے ہیں جنہیں جنگ کا خوب تجربہ ہے

"اس وقت متوسط طبقے کے دو لاکھ نوجوان جنگ کے متوالے ہو رہے ہیں . . . "

"ناخوشگوار حقیقتیں بہت بیان ہو لیں!" ایک سنجیدہ قسم کے آدمی نے

رعب دار لہجے میں کہا۔ یہ شخص کلیسا میں کسی اُونچے عہدے پر معلوم ہوتا تھا، کیونکہ موسیو ولاموں چڑ جانے کے بجائے بڑے خوش آئند طریقے سے مسکرا پڑا۔ یہ بات ژولیاں کو بہت معنی خیز معلوم ہوئی۔

"ناخوشگوار حقیقتیں بہت بیان ہولیں! حضرات، ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس آدمی کی سڑی ہوئی ٹانگ کٹنی ضروری ہو وہ بڑی حماقت کرے گا۔ اگر اپنے ڈاکٹر سے کہے کہ میری ٹانگ تو بالکل ٹھیک ہے۔ حضرات، اگر آپ اجازت دیں تو میں کہوں کہ عالی جناب ڈیوک آف ——— (ولینگٹن) ہمارے ڈاکٹر ہیں۔"

"آخر وہ راز معلوم ہو ہی گیا" ژولیاں نے دل میں کہا "آج رات مجھے ——— کی طرف روانہ ہونا ہے۔"

تیئسواں باب

پادری لوگ، اُن کے جنگل، اور آزادی

ہر مخلوق کے لیئے سب سے پہلا قانون یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو صحیح سلامت رکھے، زندہ رہے۔ آپ کانٹے بو رہے ہیں اور اُمّید یہ رکھتے ہیں کہ اناج پیدا ہو گا!

میکیاویلی

اُس سنجیدہ قسم کے آدمی کی تقریر جاری رہی، صاف معلوم ہوتا تھا کہ اسے بہت کچھ معلوم ہے۔ اُس کے بیان میں بڑی فصاحت تھی مگر اعتدال اور نرمی لیئے ہوئے۔ یہ بات ژولیاں کو بہت پسند آئی۔ اُس آدمی نے مندرجۂ ذیل عظیم حقائق مجلس کے سامنے پیش کیئے

(۱) ہماری خدمت کرنے کے لیئے انگلستان کے پاس ایک دھیلا نہیں ہے۔ وہاں تو آج کل کفایت شعاری اور ہیوم کے فلسفے کا دور دورہ ہے نہیں تو خرشوں سے بھی روپیہ نہیں مل سکتا۔ بروہم مفت میں ہم پہ ہنسے گا۔

(۲) انگلستان سے روپیہ نہ ملا تو یورپ کے بادشاہ دو لڑائیوں سے زیادہ کی

ہمت نہیں کر سکیں گے اور متوسط طبقے کو شکست دینے کے لئے دو لڑائیاں کافی نہیں ہوں گی۔

(۳) فرانس میں ایک مسلح جماعت تیار کرنا لازمی ہے۔ ورنہ یورپ میں بادشاہت کا اصول اپنی حفاظت کے لئے یہ دو لڑائیاں بھی نہیں لڑ سکے گا۔

اور چوتھی بات جو میری ناچیز رائے میں کسی ثبوت کی محتاج نہیں یہ ہے "پادریوں کی مدد کے بغیر فرانس میں کوئی مسلح جماعت نہیں بنائی جا سکتی "حضرات، میں یہ بات بالکل بے خوف ہو کر کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ میں ابھی اسے ثابت کر دکھاؤں گا۔ ہمیں چاہئے کہ ہر چیز پادریوں کے سپرد کر دیں۔

(۱) کیونکہ پادری لوگ دن رات اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں اور اُن کی رہنمائی ایسے لائق و فائق آدمی کرتے ہیں جو ہر قسم کے خطرات سے دور آپ کی سرحد سے تین سو میل کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ . . ."

"آہا! روم! روم!" مالک مکان چیخا۔

"جی، جناب، روم!" پوپ کے نمائندے نے بڑے فخر سے جواب دیا۔

"آپ کی جوانی کے زمانے میں پادریوں پر جو بھی فقرے بازی ہوتی ہو، میں ۱۸۳۰ء میں صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ عوام پر کسی کا اثر ہے تو پادریوں کا ——— انہیں پادریوں کا جو روم کے پیرو ہیں۔

"پچاس ہزار پادریوں کو اُن کے رہنما جو دن بتائیں گے۔ اُسی دن یہ پادری ہر جگہ وہی ایک جیسے الفاظ دہرا دیں گے اور عوام پر جو بہرحال فوج کے لئے سپاہی مہیا کرتے ہیں، اپنے پادریوں کی آواز کا جتنا اثر ہوگا۔ اُتنا تو دنیا بھر کے کیرٹے مکوڑوں

کے چیخنے چلّانے کا بھی نہیں ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ " (اس ذاتی حملے پر لوگ بھنبھانے سے لگے)

"پادریوں میں آپ سے زیادہ ذہانت ہے"۔ یہاں پادری کی آواز بلند ہوگئی۔ "اصل چیز یعنی فرانس میں ایک مسلح جماعت تیار کرنے کے سلسلے میں جتنے اقدامات ہوئے ہیں، سب ہماری طرف سے"۔ اب اس نے چند واقعات مثال کے طور پر پیش کئے۔ "اسّی ہزار بندوقیں واں دے کس نے بھجوائی تھیں؟ وغیرہ، وغیرہ۔

"جب تک پادری اپنے جنگلوں سے محروم ہیں۔ اُن کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ لڑائی کا خطرہ پیدا ہوتے ہی وزیر مالیات اپنے کارندوں کو لکھ دیں گے کہ دیہاتی حلقوں کے پادریوں کے علاوہ اور کسی کے لئے روپیہ نہیں رہا۔ دراصل فرانس کو مذہب سے نہیں بلکہ جنگ سے محبّت ہے۔ آدمی چاہے کوئی بھی ہو، بس وہ جنگ شروع کرادے پھر وہ دُگنا ہر دلعزیز ہو گا۔ کیونکہ جنگ شروع کرانے کا مطلب ہے جیز وئٹ لوگوں کو بھوکا مارنا۔ فرانسیسی لوگ غرور کے پتلے ہیں۔ جنگ شروع ہو جائے تو وہ غیر ملکیوں کی مداخلت کے خطرے سے بچ جاتے ہیں"۔

پوپ کے نمائندے کی تقریر لوگوں نے بڑی توجہ سے سُنی۔ وہ کہنے لگا۔ "یہ ضروری ہے کہ موسیو دیرواں وزارت سے الگ ہو جائیں۔ اُس کے نام سے لوگوں کو خواہ مخواہ چڑ ہوتی ہے"۔

یہ سُن کر سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ساتھ بولنے لگے تو ژولیاں نے سوچا کہ اب مجھے پھر کمرے سے نکالا جائے گا۔ لیکن فراست مآب صدر صاحب تک کو اس کی موجودگی بلکہ اس کا وجود بھی یاد نہ رہا تھا۔

سب لوگوں کی نظریں ایک آدمی کی طرف اٹھ گئیں جسے ژوتیاں نے پہچان لیا۔ یہ وزیرِ اعلیٰ موسیو دنروال تھا جسے اس نے ڈیوک درتیز کے یہاں ناچ میں دیکھا تھا۔

قانون ساز مجلس کی کارروائی کا حال لکھتے ہوئے جیسے اخبار کہا کرتے ہیں، ہنگامہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ پورے چوتھائی گھنٹے کے بعد جا کے ذرا خاموشی ہوئی۔

پھر موسیو دنروال کھڑا ہوا۔ اور پیغمبرانہ انداز سے ایک عجیب لہجے میں بولا ــــ

"میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ دعویٰ نہیں کروں گا کہ مجھے اپنے عہدے سے محبت نہیں۔

"حضرات، مجھے یہ ثابت کر کے دکھایا گیا ہے کہ میرے نام سے اعتدال پسند بھی چڑتے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں اور اس طرح انقلابیوں کی طاقت دُگنی ہو گئی ہے۔ میں بڑی خوشی سے استعفیٰ دینے کو تیار ہوں لیکن یہ تو بس دو چار آدمی ہی سمجھ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مرضی کیا ہے۔" وہ پوپ کے نمائندے پر نظریں گاڑ کے بولا "خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے۔ خدا نے مجھ سے فرمایا ہے کہ یا تو اپنا سر کٹوا دو، یا پھر فرانس میں دوبارہ بادشاہت قائم کرو اور مجلسِ قانون ساز کی وہی حالت بنا دو جو لوئی پانزدہم کے زمانے میں پارلیمنٹ کی تھی۔ حضرات، میں یہی کرنے والا ہوں۔"

وہ بات ختم کر کے بیٹھ گیا اور ہر طرف گہری خاموشی چھا گئی۔

ژولیاں نے سوچا ـــــ "یہ بڑا اچھا اداکار ہے"۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو اصل سے کہیں زیادہ ذہین سمجھ بیٹھتا تھا۔ اس دفعہ بھی اس سے یہی غلطی ہوئی۔ ایسی گرما گرم باتیں سُن کے اور خصوصاً مباحثے کا خلوص دیکھ کر موسیو دی رنوال بھی جوش میں آگیا تھا اور اس وقت اُسے واقعی یقین ہو گیا تھا کہ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے۔ اس شخص میں ہمت تو بڑی تھی، مگر عقل کی ذرا کمی تھی۔

موسیو دی رنوال نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا تھا ـــــ "میں یہی کرنے والا ہوں" اس کے بعد جو خاموشی چھا گئی تھی۔ اُسی کے دوران میں آدھی رات کا گھنٹہ بجا۔ ژولیاں کو ایسا لگا کہ گھنٹے کی آواز کچھ مرعوب کن اور ماتمی قسم کی ہے۔ اس کے دل پر بڑا اثر ہوا۔

بحث پھر شروع ہو گئی۔ باتوں میں اور زور آتا چلا گیا۔ خصوصاً سادہ دلی کی تو انتہا ہو گئی۔ بعض دفعہ تو ژولیاں سوچنے لگتا ـــــ "یہ لوگ مجھے زہر دلوا دیں گے۔ ایک معمولی آدمی کے سامنے یہ اس قسم کی باتیں کیسے کر رہے ہیں؟"

باتیں ابھی چل ہی رہی تھیں کہ دو بج گئے۔ مالک مکان بڑی دیر سے غافل سو رہا تھا۔ موسیو دلاموں کو گھنٹی بجا کر نئی موم بتیاں منگوانی پڑیں۔ وزیر موسیو دی رنوال پونے دو بجے اٹھ کر چلا گیا تھا مگر اس سے پہلے وہ اپنے قریب لگے ہوئے آئینے میں بار بار ژولیاں کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ وہ چلا گیا تو سب نے آرام کا سانس لیا۔

جب موم بتیاں بدلی جا رہی تھیں تو واسکوٹوں والے آدمی نے اپنے برابر والے آدمی سے کہا ـــــ "خدا جانے یہ شخص جا کے بادشاہ سلامت سے کیا کیا

جڑے گا۔ یہ بات بالکل اُس کے ہاتھ میں ہے کہ ہم احمق لگنے لگیں اور ہمارا مستقبل
خراب ہوجائے۔
"آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ اس کا یہاں آنا بڑی زبردست جسارت، بلکہ
ڈھٹائی کا کام ہے۔ وزیر بننے سے پہلے وہ آیا تو کرتا تھا۔ لیکن وزارت ملتے ہی
ساری باتیں بدل جاتی ہیں، آدمی کی ساری ذاتی دلچسپیاں اسی کی نذر ہو جاتی ہیں۔
اُسے یہ بات خود بھی محسوس ہوئی ہوگی۔"
وزیر کے جاتے ہی نپولین کے جنرل نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ اپنی صحت
اور اپنے زخموں کی شکایت کرنے لگا۔ گھڑی دیکھی اور چلتا بنا۔
واسکٹوں والا آدمی کہنے لگا۔ "میں شرط لگاتا ہوں کہ جنرل وزیر کے
پیچھے پیچھے دوڑا گیا ہے۔ وہ یہاں موجود ہونے کی معافی مانگے گا اور ایسا بنے گا
جیسے ہمارا سردار ہو۔"
اونگھتے ہوئے خادم بتیاں بدل چکے تو صدر نے کہا۔۔۔ "حضرات، اب
سنجیدگی سے سوچیے، ایک دوسرے کو قائل معقول کرنے کی کوشش چھوڑیے۔
اب یہ فیصلہ کیجیے کہ جو رقعہ اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر ہمارے غیر ملکی دوستوں
کے سامنے ہوگا۔ وہ کس انداز سے لکھا جائے گا۔ ابھی ابھی وزیروں کی بات ہو رہی
تھی۔ موسیو دَ زَوال تو جا چکے ہیں، اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں وزیروں کی کیا پڑا؟
ہم اُن سے اپنی بات منوا لیں گے۔"
پوپ کے نمائندے نے ہلکے سے مسکرا کر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔
"میرے خیال میں ہماری پوری کیفیت کا خلاصہ بڑی آسانی سے بیان ہو سکتا

ہے"۔ آگد کے اسقف نے مذہبی جنون کی بھرپور حرارت کے ساتھ کہا۔ لیکن اس دیوانگی میں انتہائی علویت تھی۔ لہٰذا ایک قسم کا ٹھیراؤ بھی آگیا تھا۔ اب تک وہ بالکل خاموش رہا تھا۔ ژولیاں اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھتا رہا تھا۔ پہلے تو اُن میں نرمی اور سکون تھا۔ لیکن ایک گھنٹے کی بحث کے بعد وہ دہک اٹھی تھیں۔ اب تو اسقف اس طرح اُبل پڑا جیسے آتش فشاں پہاڑ میں سے لاوا۔

وہ کہنے لگا۔ "۱۸۰۶ء سے لے کر ۱۸۱۴ء تک انگلستان نے بس ایک غلطی کی ہے۔ وہ یہ کہ نپولین کو براہِ راست اور ذاتی طور سے ٹھکانے نہیں لگایا۔ جب اُس شخص نے ڈیوک وغیرہ کے خطابات دینے شروع کر دیئے اور بادشاہت پھر سے قائم کر دی تو خدا نے جو کام اُس کے سپرد کیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ اب تو اس کے غارت ہونے کا وقت آگیا تھا۔ انجیلِ مقدس ہی ہمیں جگہ جگہ بتایا گیا ہے کہ جابر حکمرانوں کو کس طرح ختم کیا جائے"۔ (یہاں اُس نے لاطینی میں کئی اقتباسات پڑھ کے سنائے)

"حضرات، آج ہمیں ایک آدمی کو نہیں بلکہ پیرس شہر کو غارت کرنا ہے سارا فرانس پیرس کی نقل کرتا ہے۔ ہر ضلع میں پانچ سو آدمیوں کو مسلح کرنے کیا فائدہ؟ یہ کام خطرناک بھی ہے اور کبھی ختم ہونے والا بھی نہیں۔ جو جھگڑا صرف پیرس کا ہے اس میں ملک بھر کو سانپنے کے کیا معنی؟ ساری خرابیاں صرف پیرس کی بدولت ہیں۔ اس کے اخبار ون، اس کے دیوان خانوں کی بدولت۔ برباد تو اس نئے بابل کو ہونا چاہئے۔

"اب تو کلیسا اور پیرس کے درمیان فیصلہ کن جنگ ہونی چاہئے۔ دراصل

اس آفت سے تو بادشاہ کو بڑا دُنیاوی فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ آخر نپولین کے زمانے میں پیرس کو دم مارنے کی ہمت کیوں نہ ہوئی ؟ ذرا سین رِدش کے توپ خانے والوں سے پوچھئے تو سہی"۔

* * * * *

کہیں رات کے تین بجے جا کر ژولیاں موسیو دلاموَل کے ساتھ اس مکان سے نکلا۔

مارکوئس بڑا افسردہ اور خستہ حال تھا۔ عمر میں پہلی دفعہ اس نے ژولیاں سے التجا آمیز لہجے میں بات کی۔ اُس نے ژولیاں سے کہا کہ وعدہ کرو تم نے جو اتفاق سے یہ گرم جوشی اور زور شور۔ (مارکوئس کے یہی الفاظ تھے) دیکھا ہے اس کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے"۔ تم ہمارے جس دوست کے پاس جا رہے ہو۔ اُس سے ان باتوں کا ذکر نہ کرنا۔ لیکن اگر وہ ہمارے ان جوشیلے نوجوانوں کا حال جاننا ہی چاہے تو خیر۔ اگر مُلک تہس نہس ہوتا ہے تو ہو جائے۔ ان لوگوں کی بلا سے ؟ یہ تو پوپ کے نمائندے بن جائیں گے اور روم میں جا چھپیں گے ہم البتہ اپنے دیہاتی محلوں میں کسانوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے"۔

ژولیاں نے چھبیس صفحے کی جو لمبی چوڑی رُوداد لکھی تھی۔ اس کی مدد سے مارکوئس نے خفیہ رقعہ تیار کیا جو کہیں پونے پانچ بجے جا کے پورا ہوُا۔

مارکوئس بولا "تھکن کے مارے میری تو بُری حالت ہے۔ یہ تو اس رقعے ہی سے ظاہر ہے۔ آخر میں تو مطلب بھی واضح طور سے ادا نہیں ہوُا۔ میں آج تک اپنے کسی کام سے اتنا غیر مطمئن نہیں ہوا جتنا اس رقعے سے ہوں۔ ۔ ۔ اچھا،

میرے دوست، اب جاؤ اور دو چار گھنٹے آرام لے لو۔ مجھے ڈر ہے کہ لوگ تمہیں یہاں سے نہ اٹھا لے جائیں۔ اس لئے میں تمہارے کمرے میں باہر سے تالا لگائے دیتا ہوں۔"

اگلے دن مارکوئس ژولیاں کو پیرس سے کچھ دور ایک محل میں لے گیا۔ جو بالکل ویران جگہ واقع تھا۔ وہاں انہیں کچھ عجیب ہی قسم کے لوگ ملے۔ ژولیاں نے سوچا کہ یہ پادری ہوں گے۔ اُسے ایک پاسپورٹ دیا گیا جس میں جھوٹا نام لکھا تھا۔ لیکن آخر اُسے اپنی اصل منزل تو معلوم ہو گئی جس سے وہ اب تک تجاہلِ عارفانہ برت رہا تھا۔ ژولیاں ایک گاڑی میں اکیلا بیٹھ کے روانہ ہو گیا۔

اس کے حافظے کی طرف سے تو مارکوئس کو ذرا بھی خدشہ نہیں تھا۔ ژولیاں وہ خفیہ رقعہ اسے کئی دفعہ زبانی سُنا چکا تھا۔ لیکن ڈر تھا تو یہ کہ اُسے کوئی راستے میں پکڑ نہ لے۔

ژولیاں کمرے سے چلنے لگا تو مارکوئس نے بڑے دوستانہ انداز میں کہا "اور جو چاہو کرو، بس ایک بات کا خیال رکھنا۔ تمہاری شکل سے یہ ظاہر ہو کہ کوئی شوقین مزاج آدمی ہے جو اپنا وقت برباد کرنے کے لئے سفر کر رہا ہے۔ ممکن ہے کل رات جلسے میں کئی منافق موجود رہے ہوں۔"

سفر جلدی تو کٹا مگر کوفت بہت ہوئی۔ ژولیاں مارکوئس کی نظروں سے دور بھی نہ ہونے پایا تھا کہ خفیہ رقعہ اور اپنے سفر کا مقصد سب اس کے ذہن سے اتر گیا۔ اُسے کسی بات کی فکر لگی ہوئی تھی تو ماتیلد کی حقارت کی۔

میتز سے پندرہ بیس میل آگے چل کر ایک گاؤں میں ڈاک گاڑیوں کے منشی نے

آکے اسے بتایا کہ اس وقت تازہ دم گھوڑے ہیں ہی نہیں۔ رات کے دس بج چکے تھے۔ ژولیاں بہت بدمزہ ہوا اور اس نے کھانا منگوایا۔ وہ دروازے کے باہر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا اور چپ چاپ اصطبل میں نکل گیا۔ وہاں ایک بھی گھوڑا نہ تھا۔

وہ دل میں بولا "شکل سے یہ آدمی کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ اس کی گندی گندی آنکھیں بڑے غور سے میرا جائزہ لے رہی تھیں۔"

ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اب ژولیاں چوکنّا ہو گیا تھا اور ہر آدمی کی بات پہ بھروسہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ کھانے کے بعد یہاں سے کھسک لوں گا۔ اس جگہ سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کرنے کے لئے وہ کمرے سے نکلا اور آگ تاپنے کے بہانے باورچی خانے میں جا پہنچا۔ وہاں مشہور گانے والا سینیور زیرونیمو نظر آیا تو اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔

اس اطالوی نے آرام کرسی آگ کے قریب رکھوالی تھی اور اس پہ اطمینان سے لیٹا تھا۔ پندرہ بیس جرمن کسان اُس کے گرد جمع تھے اور مُنہ پھاڑے اُسے تک رہے تھے۔ وہ خاصے زور زور سے کراہ رہا تھا اور اُن کسانوں سے زیادہ خود اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔

"یہ لوگ تو مجھے برباد کئے ڈال رہے ہیں۔" وہ چیخ کے ژولیاں سے کہنے لگا "میں نے کل مے آنس میں گانا سنانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ سات بادشاہ میرا گانا سننے کے لئے آئے بیٹھے ہیں۔ لیکن خیر، آؤ ذرا باہر ٹہلیں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا جب وہ سڑک پہ کوئی سو گز نکل گئے اور یہ خطرہ نہ رہا کہ کوئی سُن لے گا تو وہ

ژولیاں سے کہنے لگا۔" آپ کو معلوم ہے کہ تماشا کیا ہو رہا ہے؟ یہ ڈاک گاڑی کا منشی چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ میں ٹہل رہا تھا تو میں نے ایک بھک منگے کو ایک فرانک دیا۔ اس نے مجھے ساری بات بتا دی۔ گاؤں کے دوسری طرف ایک اصطبل میں دس بارہ گھوڑے موجود ہیں۔ لیکن یہ لوگ کسی ایلچی کو دیر کرانا چاہتے ہیں۔"

"واقعی؟" ژولیاں نے معصوم بن کے کہا۔

اس چال بازی کا پتہ لگا لینا کافی نہیں تھا۔ اب یہاں سے آگے بھی تو جانا تھا۔ اس کا بندوبست ژیروتیمو اور اس کے دوست سے نہ ہو سکا۔ آخر گانے والے نے کہا۔" اب تو صبح کا انتظار کرنا پڑے گا۔ یہ لوگ ہم سے بھڑک گئے ہیں۔ کل صبح ہم انہیں بڑا ٹھاٹ دار ناشتہ لانے کا حکم دیں گے۔ یہ تو ناشتے کی تیاری میں لگیں گے۔ ہم ٹہلنے نکل جائیں گے اور وہاں سے صاف اڑ لیں گے۔ پھر گھوڑے کرائے کر کے ڈاک گاڑی کو اگلے پڑاؤ پہ جا پکڑیں گے۔"

"اور آپ کا سامان؟" ژولیاں نے کہا۔ اس نے سوچا کہ شاید ژیروتیمو ہی کو مجھے پکڑنے کے لیے بھیجا گیا ہو۔ اب کھانا کھانے اور سونے کا وقت آگیا تھا۔ وہ ابھی کچی نیند میں تھا کہ ایک دم سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے کمرے میں دو آدمی نہایت بے فکری سے باتیں کر رہے تھے۔

وہ منشی کو پہچان گیا جس نے اوپر سے ڈھکی ہوئی لالٹین ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ اس کی پوری روشنی ٹرنک پہ پڑ رہی تھی جو ژولیاں نے اپنے کمرے میں ہی منگوا لیا تھا۔ منشی کے ساتھ ایک اور آدمی تھا جو بڑے اطمینان سے کھلے ہوئے

ٹرنک کی تلاشی لے رہا تھا۔ ژولیاں کو بس اُس کے کوٹ کی آستینیں دکھائی دیں جو سیاہ اور خوب چُست تھیں۔

"یہ تو پادریوں کی سی عبا ہے۔" ژولیاں نے دل میں کہا اور چپکے سے پستول نکال لئے جو اس نے تکئے کے نیچے رکھ دیئے تھے۔

منشی بولا "پادری صاحب، آپ اس کے جاگنے سے نہ ڈریئے۔ ہم نے اسے وہی شراب دی ہے جو آپ نے خود تیار کی تھی۔"

پادری نے جواب دیا "مجھے تو کاغذ کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ ٹرنک میں کپڑے، عطر، تیل اور ایسی ہی فضول چیزیں بھری پڑی ہیں۔ یہ تو کوئی رنگیلا آدمی ہے۔ اسے تو بس اپنی مزے داریوں سے غرض ہے۔ ایلچی تو وہ دوسرا آدمی ہوگا جو جان بوجھ کے اطالوی لہجے میں بولتا ہے۔"

اب وہ لوگ ژولیاں کے پاس آئے اور اُس کے کوٹ کی تلاشی لینے لگے۔ اس کا جی بڑا للچایا کہ انہیں چور کہہ کے مار ڈالوں۔ اس کے کوئی خطرناک نتائج برآمد نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر بھی اس کا جی چاہ رہا تھا کہ یہ حرکت کر ہی گزرے۔ . . . وہ دل میں بولا "یہ ہوگی بڑی بے وقوفی۔ میرا کام خطرے میں پڑ جائے گا۔"
کوٹ کی تلاشی لینے کے بعد پادری بولا۔ "یہ ایلچی نہیں ہوسکتا۔" وہ ژولیاں کے پاس سے ہٹ گیا اور اس نے واقعی عقلمندی کی۔

"اگر اس نے میرے بستر پہ آکے مجھے چھُوا تو اس کی خیر نہیں۔" ژولیاں دل میں کہہ رہا تھا "ممکن ہے آکے میرے خنجر ہی بھونک دے۔ میں ایسا تھوڑی ہونے دوں گا۔"

پادری نے سر دوسری طرف پھیرا تو ژولیاں نے تھوڑی سی آنکھیں کھولیں۔ وہ بالکل بھونچکا رہ گیا۔ یہ تو پادری کا سنا پند تھا! حالانکہ یہ دونوں آدمی ذرا نیچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ لیکن اُسے ایک آدمی کی آواز شروع ہی سے جانی پہچانی لگی تھی۔ اس کا بڑا جی چاہا کہ دُنیا کو اس کمینے اور بدمعاش آدمی سے رہائی دلا دوں۔

" لیکن میرا کام رہ جائے گا" اس نے اپنے آپ کو یاد دلایا۔

پادری اور اس کا چیلا کمرے سے چلے گئے۔ پاؤ گھنٹے بعد ژولیاں نے بہانہ بنایا کہ میری آنکھ ابھی کھلی ہے۔ اس نے لوگوں کو مدد کے لئے پکارا اور چیخ چیخ کے سارا گھر سر پہ اٹھا لیا۔

" مجھے زہر دیا ہے" وہ چلا چلا کے کہہ رہا تھا" میں درد کے مارے مرا جا رہا ہوں" اصل میں اُسے ژیرونیمو کی مدد کو جانے کے لئے کوئی بہانہ درکار تھا اس نے دیکھا کہ ژیرونیمو کی شراب میں جو افیم کا ست ملایا گیا تھا۔ اس کے اثر سے وہ نیم مردہ پڑا ہے۔

ژولیاں کو پہلے ہی سے اس قسم کے مذاق کا ڈر تھا چنانچہ اس نے کھانے کے بجائے وہ چاکلیٹ کھا کے پیٹ بھر لیا تھا جو پیرس سے اپنے ساتھ لایا تھا لیکن اس کی کوشش کے باوجود ژیرونیمو کو اتنا ہوش ہی نہ آیا کہ وہ اس کے سمجھانے بجھانے سے چلنے کو راضی ہو جاتا۔

گانے والا کہنے لگا " اس وقت تم مجھے نیپلز کی بادشاہت بھی دو تو بھی میں اپنی نیند کا مزا خراب نہیں کر سکتا۔"

"لیکن وہ سات بادشاہ جو انتظار کر رہے ہیں"۔

"انہیں انتظار کرنے دو"۔

ژولیاں اکیلا ہی چل دیا اور بغیر کسی گڑبڑ کے اس ممتاز شخصیت کے مکان پر جا پہنچا۔ صبح کا سارا وقت باریابی حاصل کرنے کی کوشش میں نکل گیا مگر بے سود۔ خوش قسمتی سے چار بجے کے قریب ڈیوک نے سیر کے لئے جانے کا فیصلہ کیا۔ ژولیاں نے اسے پیدل گھر سے نکلتے دیکھا تو بے جھجک آگے بڑھ کے اس سے بھیک مانگنے لگا۔ جب وہ اس ممتاز ہستی سے دو چار قدم کے فاصلے پر رہ گیا تو جیب سے موسیو دلامول کی گھڑی نکالی اور بڑی شیخی کے انداز میں اسے دکھائی۔ ڈیوک اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "میرے پیچھے پیچھے آیئے مگر ذرا فاصلے سے"۔

میل ڈیڑھ میل چلنے کے بعد ڈیوک دفعتاً ایک چھوٹے سے قہوہ خانے میں داخل ہو گیا۔ اس حقیر سی سرائے کے ایک کمرے میں ژولیاں کو وہ چار صفحے ڈیوک کے سامنے سنانے کی عزت نصیب ہوئی۔ جب وہ ختم کر چکا تو ڈیوک نے کہا ———

"پھر سے سنایئے مگر ذرا آہستہ آہستہ"۔

ڈیوک اس رقعے کا خلاصہ لکھتا گیا۔ "یہاں سے ڈاک گاڑی کے پڑاؤ تک پیدل جایئے۔ اپنا سامان اور گاڑی یہیں چھوڑ دیجئے۔ جس طرح بھی بن پڑے۔ اسٹراس برگ پہنچئے اور اس مہینے کی بائیسویں کو (آج دسویں تھی) ساڑھے بارہ بجے اسی قہوہ خانے میں آجایئے۔ آدھ گھنٹے تک یہاں سے نہ نکلئے گا۔ بس اب خاموش رہیئے"۔

ڈیوک نے ژولیاں سے بس اتنی بات کی۔ لیکن اتنے ہی الفاظ سن کر دم بخود ہو گیا۔

سبحان اللہ کہہ اٹھا۔ وہ دل میں بولا۔ "سیاسی معاملات طے کرنے کا یہ طریقہ ہے!
اگر یہ مُدبّر اُن جوشیلے بکو اسیوں کی تین دن پہلے والی باتیں سُنے تو کیا کہے؟"
ژدلیاں دو دن کے اندر اندر اسٹراس برگ پہنچ گیا۔ اُسے معلوم ہوتا تھا کہ
یہاں میرے کرنے کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ وہ گھوم پھر کے شہر دیکھنے لگا۔
"اگر اس شیطان کا ستایند نے مجھے پہچان لیا ہے تو وہ آسانی سے میرا
پیچھا چھوڑنے والا نہیں . . . اگر اس نے مجھے اُلّو بنایا اور میرا کام بگاڑ دیا تو اُسے
کتنی خوشی ہوگی!"
پادری کاستایند شمال کے سارے سرحدی علاقے میں جیزوئٹ لوگوں کی
پولیس کا سردار تھا۔ یہ تو بڑی خیر ہوئی کہ اس نے ژدلیاں کو پہچانا ہی نہیں۔
اسٹراس برگ کے جیزوئٹ لوگ یوں تو بڑے گرمجوش بنتے مگر انہیں
ژدلیاں کی نگرانی کرنے کا خیال ہی نہیں آیا۔ وہ لمبا سا نیلا کوٹ پہنے اور اپنا
تمغہ لگائے بالکل ایک نوجوان فوجی افسر معلوم ہوتا تھا جسے بننے سنورنے کے
سوا کسی بات کی فکر ہی نہ ہو۔

چھبیسواں باب

اسٹراس برگ

فریفتگی میں بھی وہی زور، وہی شدت، اور دکھ جھیلنے کی وہی اہلیت ہوتی ہے جو محبت میں۔ البتہ محبت کی لذتیں اور خوشیاں اُس کے دائرے میں نہیں آتیں۔ جب میں نے اس عورت کو سوتے ہوئے دیکھا تو میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ یہ اپنے حسن، اپنی معصومیت اور اپنی کمزوریوں سمیت میری ہے۔ خدا نے اسے انسانوں کا دل موہنے کے لئے ہی بنایا تھا۔ لو وہ میرے قبضے میں آگئی ہے۔

شلر

ژولیاں کو اسٹراس برگ میں ایک ہفتہ گزارنا پڑا تو وہ فوجی شان اور ملک کی خدمت کے خیالات سے اپنا دل بہلانے لگا۔ اُسے محبت تھی یا نہیں؟ یہ تو اُسے خود بھی پتہ نہ تھا لیکن اُس کا زخمی دل محسوس کر رہا تھا کہ میرے تخیل پر ماتیلد کا قبضہ ہے اور میری خوشی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ نا اُمیدی کی گہرائیوں میں ڈوب جانے سے بچنے کے لئے اُسے اپنے کردار کی پوری قوت کا سہارا لینا پڑا۔ مادموازیل دلاموَل سے ہٹ کر کسی اور چیز کے متعلق سوچنا اس کے بس میں نہ رہا تھا۔ پہلے تو وہ اپنی جاہ طلبی اور اپنے پندار کی

پے در پے تسکین کی بدولت اُن جذبات میں کھو جانے سے بچ گیا تھا جو مادام دِرینال نے اس کے دل میں پیدا کئے تھے۔ لیکن اب اُس کی ساری ہستی پر ناامیدی چھا گئی تھی۔ مستقبل میں اُسے ہر طرف ناامیدی ہی ناامیدی نظر آتی تھی۔

مستقبل میں ژولیاں کو ابھی سے ہر سمت ناکامی دکھائی دے رہی تھی۔ ویریئیر میں ہم نے اس شخص کو کتنا اکڑ باز اور خود پسند پایا تھا۔ لیکن اب اُس کا انکسار انتہا سے گزر کر بالکل مہمل بن چکا تھا۔

تین دن پہلے وہ پادری کاستاینید کو بڑی خوشی سے قتل کر سکتا تھا۔ لیکن اسٹراس برگ میں کوئی بچہ بھی اس سے لڑ پڑتا تو وہ معافی مانگ کے الگ ہو جاتا۔ زندگی میں جن حریفوں اور دشمنوں سے سابقہ پڑا تھا۔ اُن کے بارے میں سوچتے ہوئے ژولیاں کو پتہ چلا کہ غلطی ہمیشہ میری ہی رہی تھی۔

اصل بات یہ تھی کہ اس کا زوردار تخیّل پہلے تو آئندہ آنے والی کامرانیوں کی شاندار تصویریں پیش کرنے میں لگا رہتا تھا لیکن اس وقت وہی اس کا جانی دشمن بن گیا تھا۔ مسافرت کی تنہائی نے اس المناک تخیّل کا زور کچھ اور بڑھا دیا۔ اس وقت کسی دوست کی موجودگی ایک نعمت ہوتی! ژولیاں دل میں بولا۔ "لیکن دنیا میں ایک بھی دل ایسا ہے جو میرے لئے دھڑکتا ہو؟ اور اگر کوئی دوست ہوتا بھی تو کیا یہ میری عزت کا تقاضا نہیں کہ میں اپنے ہونٹ سیئے رہوں؟"

اس نے ایک گھوڑا لیا اور رنجیدگی کے عالم میں کیل کے آس پاس گھومنے لگا یہ دریائے رائن کے کنارے ایک گاؤں ہے جسے جنرل دسے اور جنرل سین سیر نے شہرتِ دوام بخش دی ہے۔ ایک جرمن کسان نے اسے وہ چھوٹے چھوٹے چشمے،

وہ سڑکیں اور دریا کے اندر وہ ٹاپو دکھائے جنہیں ان عظیم جنرلوں کی دلاوری نے دنیا بھر میں مشہور کر دیا ہے۔ ژولیاں کے بائیں ہاتھ میں تو لگام تھی اور دائیں ہاتھ میں وہ نفیس نقشہ کھلا ہوا تھا جو مارشل سین سیر کی خود نوشت سوانح عمری میں شامل ہے۔
ایک خوشی کی چیخ سن کر ژولیاں نے سر اوپر اٹھایا۔

یہ اس کا لنڈن کا دوست شہزادہ کوراسوف تھا جس نے چند مہینے ہوئے اسے بڑے لوگوں کی سادہ دلی اور حماقت کے ابتدائی اصول سکھائے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی اس نے اس فن میں اپنی مہارت کا ثبوت دے دیا۔ وہ کل ہی اسٹراس برگ پہنچا تھا۔ کیل آئے اسے مشکل سے گھنٹہ بھر ہوا تھا۔ ۱۷۹۶ء کے محاصرے کے متعلق اس نے کبھی ایک سطر تک نہ پڑھی تھی مگر ژولیاں کو سارا حال سنانا شروع کر دیا۔ جرمن کسان ہکا بکا رہ گیا۔ اسے تھوڑی بہت فرانسیسی آتی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ شہزادہ کیسی کیسی زبردست غلطیاں کر رہا ہے۔ لیکن کسان کے خیالات اور ژولیاں کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ تو اس حسین نوجوان کو بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا اور اس کی شہسواری پر دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔

"کیسا خوش مذاق آدمی ہے!" وہ دل میں کہہ رہا تھا۔ "اس کی برجس کیسی چست ہے، بال کیسی نفاست سے کٹے ہوئے ہیں! ہائے، اگر میں بھی ایسا ہی ہوتا تو وہ مجھ سے تین دن محبت کرنے کے بعد یوں بیزار نہ ہو جاتی۔"

شہزادہ محاصرے کا حال سنا چکا تو ژولیاں سے بولا — "آپ تو راہب سے لگ رہے ہیں۔ میں نے آپ کو لنڈن میں سنجیدہ بننے کا طریقہ سکھایا تھا۔ آپ اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ غمگین شکل بنائے رکھنا

شائستگی سے بعید ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ آپ کی صورت سے بے کیفی ٹپکے۔ اگر آپ کی شکل غمگین ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس کسی چیز کی کمی ہے کوئی بات ایسی ہے جس میں آپ ناکام رہے ہیں۔

" اس سے آپ کی کمتری ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ نے چہرے پر بے کیفی طاری کرلی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنی کوشش کے باوجود آپ کو خوش نہیں کرسکا، وہ آپ سے کمتر ہے۔ میرے عزیز دوست، اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ آپ کیسی زبردست غلطی کررہے ہیں۔"

ژولیاں نے اُس کسان کی طرف کچھ پیسے پھینک دیئے جو مُنہ پھاڑے اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔

" بہت ٹھیک"! شہزادہ بولا" یہ ہے شائستگی کی بات! اس سے رئیسانہ حقارت ظاہر ہوتی ہے۔ بہت خوب"! اور اس نے گھوڑے کو دُلکی دوڑا دیا۔ ژولیاں تعریف وتحسین کے جذبے سے بے وقوف بن کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

" آہ، اگر میں اس جیسا ہوتا تو وہ کروآزنوا کو مجھ پر ترجیح نہ دیتی"! شہزادے کی مہمل باتوں سے ژولیاں کی عقل کو جتنی تکلیف پہنچتی وہ اپنے آپ سے اُتنی ہی زیادہ نفرت کرتا کہ آخر مجھے یہ باتیں پسند کیوں نہیں آرہیں اور وہ اپنے آپ کو بدقسمت سمجھتا کہ یہ چیزیں مجھ میں کیوں نہیں ہیں۔ اپنے آپ سے نفرت اس سے آگے نہیں پہنچ سکتی۔

شہزادے نے اُسے واقعی غمگین پایا جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو وہ

ژولیاں سے بولا ــــ" یار، کیا مصیبت ٹوٹ پڑی ؟ سارا روپیہ غارت ہوگیا یا کسی چھوٹی موٹی ایکٹرس پہ دل آگیا ؟"

روسی لوگ فرانسیسی طور طریقوں کی نقل کرتے ہیں۔ لیکن رہتے ہیں ہمیشہ پچاس برس پیچھے۔ اب وہ لوئی پانزدہم کے زمانے تک پہنچے ہیں

محبت کے بارے میں یہ فقرے بازی ہوئی تو ژولیاں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ ایک دم سے دل میں بولا ــــ" ایسا دوستوں کا دوست موجود ہے تو اس سے کیوں نہ مشورہ لوں ؟"

وہ شہزادے سے کہنے لگا ــــ" ہاں دوست، اسٹراس برگ میں تم مجھے اسی حالت میں دیکھ رہے ہو۔ میں واقعی محبت میں گرفتار ہوں، بلکہ میں نے تو محبت میں مُنہ کی کھائی ہے۔ ایک بڑی حسین عورت ہے جو یہیں قریب کے ایک شہر میں رہتی ہے۔ تین دن مجھ سے محبت کرنے کے بعد اس نے مجھے دھتکار دیا ہے اور یہ تبدیلی مجھے مارے ڈال رہی ہے۔"

اس نے ایک فرضی نام سے ماتیلد کے افعال و اعمال اور کردار کا خاکہ شہزادے کے سامنے پیش کیا۔

" اب آگے نہ سُناؤ" کوراسوف بولا " میں تمہاری بات تو بیچ میں کاٹ رہا ہوں لیکن اپنے معالج پر بھروسہ رکھو۔ شاید اس نوجوان عورت کا شوہر بڑا مالدار ہے، یا پھر اغلب یہ ہے کہ وہ خود یہاں کے کسی نوابی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ کسی نہ کسی بات پر تو اُسے غرور ہوگا۔"

ژولیاں نے سر ہلایا۔ اب اُسے بولنے کی ہمت نہ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے" شہزادے نے کہا۔ "لو یہ تین دوائیں بتاتا ہوں۔ ہیں تو سب کی سب ذرا کڑوی۔ لیکن انہیں استعمال کرنے میں دیر نہ لگانا۔
"۱۔ تمہیں روزان صاحبہ سے ملنا چاہیئے۔ نام کیا ہے ان کا؟"
"مادام دوتلوا"
"کیسا عجیب نام ہے!" شہزادے نے قہقہہ لگا کر کہا "لیکن معاف کرنا، تمہارے لیئے تو یہ نام مقدس ہو گا۔ یہ لازمی چیز ہے کہ تم مادام دوتلوا سے روز ملو۔ لیکن نہ تو بے رخی برتو، نہ ایسے لگو جیسے چڑ گئے ہو۔ اپنے زمانے کا زریں اصول یاد رکھو لوگ تم سے جو توقع رکھتے ہوں۔ ہر بات اس کے خلاف کرو۔ اس کی عنایات سے فیض یاب ہونے سے ایک ہفتہ پہلے جیسے تم تھے بالکل ویسے ہی بن جاؤ۔"
"ارے، اُن دنوں تو میں بالکل پُر سکون تھا" ژولیاں انتہائی مایوسی کے ساتھ بولا "میں تو یہ سمجھا تھا کہ مجھے اس پر ترس آ رہا ہے . . . "
"پروانہ خود شمع کے پاس جا کے جلتا ہے" شہزادے نے کہا "یہ تشبیہہ تو پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔
"اچھا تو پہلی بات یہ ہے کہ اس سے روز ملو۔
"دوسری بات یہ کہ اس کی کسی ملنے والی پہ ڈورے ڈالو مگر اس طرح نہیں کہ معلوم ہو اُسے دل دے بیٹھے ہو۔ سمجھ گئے نا؟ میں تم سے یہ بات نہیں چھپاؤں گا کہ یہ کام ہے مشکل۔ تمہیں اچھی خاصی اداکاری دکھانی ہے۔ اگر اُسے پتہ چل گیا کہ یہ سب اداکاری ہے تو پھر تمہاری خیر نہیں۔"

"وہ بڑی ہوشیار ہے، اور میں ہوں نہیں! میری واقعی خیر نہیں"۔ زولیا نے رنجیدہ ہو کے کہا۔

"نہیں، اصل میں بات یہ ہے کہ محبت نے تمہیں پاگل بنا رکھا ہے اُن سب عورتوں کی طرح جنہیں خدا نے مرتبہ یا دولت زیادہ دے دی ہو۔ مادام دوبوا کو بھی اپنے سوا کسی اور سے غرض نہیں ہے۔ تمہاری طرف دیکھنے کے بجائے وہ بس اپنی طرف دیکھتی ہے۔ چنانچہ وہ تم سے واقف ہی نہیں ہے۔ اپنے تخیل کا پورا زور صرف کر کے اس نے دو تین دفعہ اپنے اوپر محبت تو طاری کر لی اور تمہارے اوپر مہربانیاں بھی ہوئیں۔ لیکن اس وقت وہ تمہاری شکل میں اپنے خوابوں کے ہیرو کو دیکھ رہی تھی۔ تمہیں نہیں یعنی جیسے حقیقت میں تم ہو۔ . . . .

"لیکن، برائے خدا، یہ تو بالکل ابتدائی باتیں ہیں۔ یار تم ابھی تک طفلِ مکتب ہو؟ . . . .

"آہا! ذرا اس دُکان میں تو آؤ۔ دیکھو یہ سیاہ مفلر کیسا نفیس ہے معلوم ہوتا ہے۔ لنڈن کے بہترین درزی کے ہاتھ کا ہے۔ میری خاطر اسے خرید لو، اور یہ گندی سی کالی رسی فوراً اتار پھینکو۔ جو تم نے گلے میں لٹکا رکھی ہے"۔

جب وہ اسٹراس برگ کے بہترین لباس فروش کی دکان سے نکلے تو شہزادے نے کہا ـــــ "اچھا، اب یہ بتاؤ کہ مادام دوبوا کے یہاں آنے جانے والے کون لوگ ہیں؟ خدا کی قسم، کیسا عجیب نام ہے۔

پیارے سوریل، خفا نہ ہونا۔ منہ سے بات نکل گئی . . . . تم ڈورے کس پر ڈالو گے ؟"

"ایک ایسی عورت پر جو پارساؤں کی پارسا ہے اور جرابوں کے ایک بڑے دولت مند تاجر کی بیٹی ہے۔ اُس کی آنکھیں بے انتہا حسین ہیں، اور مجھے بڑی پسند ہیں۔ وہ اس علاقے میں سب سے عالی مرتبہ سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اپنی تمام شان و شوکت کے باوجود کوئی تجارت یا دکان کا نام لے دے تو اس کا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور وہ بوکھلا جاتی ہے۔ بدقسمتی سے اُس کا باپ اسٹراس برگ کے مشہور و معروف تاجروں میں سے تھا۔"

شہزادے نے مسکرا کر کہا — "یعنی اگر اس کے سامنے صنعت و حرفت کا نام لیا جائے تو تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ میری حسینہ طناز اپنے بارے میں سوچ رہی ہے؛ میرے بارے میں نہیں۔ یہ کمزوری تو بڑی بے نظیر اور بڑی کارآمد ہے۔ اس کی وجہ سے تم اس کے سامنے کوئی بیوقوفی نہیں کرنے پاؤ گے۔ تمہاری کامیابی یقینی ہے۔"

دراصل نژولیاں کے ذہن میں مادام دفرواک کا نام تھا جو مرسیو دلاموں کے یہاں اکثر آیا کرتی تھی۔ یہ حسینہ کسی غیر ملک کی تھی اور اس نے مارشل دفرواک کے مرنے سے سال بھر پہلے اس سے شادی کی تھی۔ اس کی زندگی کا بس یہی مقصد معلوم ہوتا تھا کہ کسی طرح لوگ یہ بات بھول جائیں کہ میں ایک صنعت کار کی بیٹی ہوں۔ اس خیال سے کہ پیرس میں میرا بھی

شمار اہم لوگوں میں ہو، وہ پاکبازی کی سب سے بڑی عَلَم بردار بن بیٹھی تھی۔

ژولیاں بڑے خلوص کے ساتھ دل ہی دل میں شہزادے کی تعریف کر رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا۔ کہ ایسی مہمل اور بناوٹی باتیں مجھے بھی کرنی آجائیں۔ ان دونوں دوستوں میں بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ کوراسوف تو نہالوں نہال ہو گیا۔ آج تک کسی فرانسیسی نے اس کی باتیں اتنی دیر تک کبھی نہ سُنی تھیں۔ شہزادہ خوش ہو ہو کر دل میں کہہ رہا تھا۔ "میں اپنے اُستادوں کو سبق پڑھانے کی کوشش تو پہلے بھی کر چکا ہوں۔ لیکن آج آخر میری بات سُن ہی لی گئی"!

اس نے ژولیاں سے دسویں دفعہ کہا ــــ" تو یہ طے ہو گیا کہ جب تم مادام دوفروا کے سامنے اس حسینہ یعنی اسٹراس برگ کے جرابوں والے سوداگر کی بیٹی سے بات کرو۔ تو لہجے میں محبت کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس کے برخلاف جب خط لکھو تو گرما گرم۔ ایسی جعلی قسم کی پاکباز عورتوں کو عمدہ سا محبت نامہ پڑھنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ یہ اُن کے لئے ایک وقتی تفریح ہے۔ ایسے موقع پر انہیں بننے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور دل کی آواز سننے سے بھی انہیں ڈر نہیں لگتا۔ چنانچہ روزانہ دو خط لکھو"

"یہ کبھی نہیں ہو سکتا! کبھی نہیں ہو سکتا!" ژولیاں نے کہا۔ اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔" مجھے اوکھلی میں کٹنا قبول ہے، مگر تین جملے

لکھنا منظور نہیں۔ دوست! میں تو ایک لاش کی مانند ہوں۔ مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو۔ مجھے تو یہیں سڑک کے کنارے پر پڑے رہنے دو۔"

"برکس نے کہا کہ خود لکھو۔ میرے سامان میں لکھے لکھائے محبت ناموں کی چھ جلدیں رکھی ہیں۔ ہر قسم کی عورت کے لئے خطوں کا نمونہ موجود ہے میرے پاس انتہائی پاکباز عورت کے لئے بھی خط ہیں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ کالسکی نے لنڈن سے چھ میل کے فاصلے پر رچمنڈ ٹیرس میں انگلستان کی پارساترین عورت سے عشق لڑایا تھا؟"

رات کے دو بجے ژولیاں اپنے دوست سے رخصت ہوا تو وہ اتنا غم زدہ نہیں رہا تھا۔

اگلے روز شہزادے نے نقل نویس کو بلایا، اور دو دن بعد ژولیاں کو ترپن محبت نامے مل گئے۔ جن پر بڑی احتیاط سے نمبر پڑے ہوئے تھے اور جن کا مقصد یہ تھا کہ پاکباز سے پاکباز اور افسردہ دل عورت پر ڈورے ڈالے جائیں۔

شہزادے نے کہا —— "اصل میں تو خط چوّن ہوتے لیکن کالسکی کو گھر سے نکال دیا گیا۔ لیکن اگر جرابوں کے سوداگر کی بیٹی نے تم سے بدتمیزی کی بھی تو تمہیں کیا فکر؟ تمہیں تو مادام دوکوا کا دل اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔"

وہ دونوں روز سواری کو جاتے۔ شہزادہ ژولیاں کا گرویدہ ہو گیا تھا۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنی اس بے ساختہ محبت کا ثبوت کس طرح دوں۔ آخر اس نے ژدلیاں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ میری ایک رشتے کی بہن سے شادی کر لو جو ماسکو میں رہتی ہے اور بڑی مالدار ہے۔ "تمہیں تمغہ تو مل ہی چکا ہے۔ پھر میرا ابھی اثر رسوخ ہے۔ اس سے شادی کر لی۔ تو دو سال کے اندر اندر کرنل ہو جاؤ گے۔"

"لیکن مجھے یہ تمغہ نپولین نے تھوڑی دیا تھا۔ معاملہ تو اس کے برعکس ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟" شہزادے نے کہا۔ "آخر یہ ایجاد تو اُسی نے کیا تھا۔ اب بھی یورپ میں اس سے زیادہ عزت کسی اور تمغے کی نہیں۔"

ژدلیاں یہ تجویز منظور کرنے والا تھا کہ اُسے اپنا فریضہ یاد آ گیا اور وہ اُس ممتاز آدمی کی طرف چل دیا۔ کوراسوف سے رخصت ہوتے وقت اس نے وعدہ کیا کہ میں خط لکھوں گا۔ جو خفیہ رقعہ وہ لایا تھا۔ اس کا جواب لے کر ژدلیاں پیرس روانہ ہو گیا۔ لیکن اُسے اکیلے میں دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ فرانس اور ماتیلد سے چھٹنے کا غم ستانے لگا اور جان پر بن آئی۔ وہ دل میں بولا ——— "کوراسوف جو لاکھوں روپیہ مجھے پیش کر رہا ہے وہ تو میں قبول نہیں کروں گا۔ مگر اُس کے مشورے پر ضرور عمل کر کے دیکھوں گا۔

"آخر عورتوں کو دام میں لانے کا فن اُس کا پیشہ ہے۔ پندرہ سال سے وہ بس یہی باتیں سوچتا رہا ہے۔ کیونکہ اب اس کی عمر تیس سال کی ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں ذہانت کی کمی ہے۔ وہ بڑا معاملہ فہم اور دوربین آدمی ہے۔ اس جیسے آدمی کے یہاں جوش و خروش اور شاعری کا کوئی کام نہیں۔ وہ ہر بات پر

سمجھ کے کرتا ہے۔ اس سے اور بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہے گا غلط نہیں کہے گا۔

" اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ـــــ میں مادام زفرواک پر ڈورے ڈالوں گا۔

" شاید مجھے اس سے کچھ کوفت تو ہو گی۔ لیکن میں بیٹھا اس کی حسین آنکھوں کو تکا کروں گا جو ان آنکھوں سے مشابہ ہیں، جن سے زیادہ محبت مجھ سے آج تک کسی نے نہیں کی۔

" وہ غیر ملک کی ہے۔ اس نئی قسم کے کردار کا مطالعہ بھی کرنا چاہیئے۔

" میری قوت ماری گئی ہے۔ ہوش حواس ٹھکانے نہیں رہے۔ مجھے تو اپنے دوست کے مشورے پر عمل کرنا چاہیئے اور اپنی طرف دھیان نہیں دینا چاہیئے۔"

پچیسواں باب

پارسائی کا پیشہ

لیکن اگر لطف حاصل کرنے سے پہلے مجھے اتنی دور اندیشی اور
احتیاط سے کام لینا پڑے تو پھر وہ میرے لئے لطف ہی نہیں رہتا۔
لوپے دسے ویگا

پیرس پہنچتے ہی ژولیاں مارکوئس دلاموں کے پاس گیا وہ جو پیغامات
لایا تھا انہیں سُن کر مارکوئس بہت جز بز ہوا۔ مارکوئس کے کمرے سے
نکل کر ہمارا ہیرو سیدھا کاؤنٹ آلتامیرا کی تلاش میں چلا۔ اس خوبصورت
غیر ملکی میں ایک امتیاز تو یہ تھا کہ اُسے موت کی سزا ہو چکی تھی۔ پھر اس میں
سنجیدگی بے انتہا تھی اور خوش قسمتی سے دیندار بھی تھا۔ یہ خوبیاں اور ان
سے بھی زیادہ کاؤنٹ کی نجابت مادام دفرواک کو بہت پسند آئی اور وہ اس
سے اکثر ملنے لگی تھی۔

ژولیاں نے جاکر کاؤنٹ آلتامیرا کے سامنے بڑی سنجیدگی سے اعتراف کیا
کہ مجھے مادام دفرواک سے والہانہ محبت ہو گئی ہے۔

آلتا میرا نے جواب دیا "وہ انتہائی پاکباز اور بے داغ ہے۔ البتہ اُس کی پارسائی میں ذرا شدت اور جینز وئٹ لوگوں کا سا رنگ آ گیا ہے۔ بعض دن تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ میری سمجھ میں آجاتا ہے مگر پورے جملے کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ اکثر مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ مجھے فرانسیسی اتنی اچھی طرح نہیں آتی جتنی لوگ سمجھتے ہیں۔ اس سے شناسائی ہو گئی تو لوگوں میں آپ کا چرچا ہونے لگے گا۔ اُونچے طبقوں میں آپ کو ایک حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن خیر، چلئے بوستوس سے ملنے چلیں"۔ آلتا میرا نے کہا جس کا ذہن قاعدے قرینے کا بڑا خیال رکھتا تھا "وہ مادام دفرواک سے عشق لڑا چکا ہے"۔

ڈان دیپے گو بوستوس نے اُن سے پورا قصہ بالتفصیل سُنا اور خود ایک لفظ بھی نہ کہا، یعنی جیسے وکیل اپنے دفتروں میں کیا کرتے ہیں۔ اس کا چہرہ پھولا پھولا اور راہبوں جیسا تھا۔ اوپر سے کالی کالی مونچھیں تھیں۔ متانت میں اس کا ثانی ملنا مشکل ہے مگر ویسے وہ ہر لحاظ سے بڑا اچھا جمہوریت پسند تھا۔

آخر وہ تولیا اُن سے بولا ــــ "میں سمجھ گیا۔ مادام دفرواک کا کوئی مسئلہ عاشق رہا ہے یا نہیں رہا؟ پھر آپ کو کامیابی کی اُمید ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ ہے آپ کا سوال۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو ناکام رہا ہوں، چونکہ مجھے اب کوئی رنج باقی نہیں رہا؛ اس لئے میں نے تو اُس کے متعلق یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ اکثر غصّے کے مارے آپے سے

باہر ہو جاتی ہے اور جیسا میں ابھی ثبوت دوں گا۔ بلا کی کینہ توز ہے۔

"مجھے اس کے اندر وہ صفراوی مزاج نہیں ملا جو بڑے آدمیوں کی نشانی ہے اور اُن کے ہر کام میں ایک شدّتِ جذبات کا رنگ پیدا کر دیتا ہے اس کے برخلاف وہ تو ہالینڈ والوں کی طرح بالکل ٹھنڈے اور بلغمی مزاج کی ہے۔ اسی وجہ سے تو اُس میں یہ حُسن اور رنگ روپ آیا ہے"۔

یہ ہیپانوی ایسے سوچ سوچ کے اور اس قدر سکون کے ساتھ بول رہا تھا کہ ژولیاں کو بے چینی ہونے لگی۔ ضبط کی کوشش کے باوجود بیچ بیچ میں اس کے مُنہ سے ایک آدھ لفظ نکل ہی جاتا تھا۔

"آپ میری بات سُننا چاہتے ہیں یا نہیں؟" بوسنوس نے متانت سے پوچھا۔

ژولیاں نے کہا "میں اس فرانسیسیوں کے سے اضطراب کی معافی چاہتا ہوں۔ اب میں ہمہ تن گوش ہوں"۔

"اچھا تو ماوام وفرواک کی گھٹّی میں نفرت پڑی ہے۔ جن لوگوں کو دیکھا تک نہیں اُن کے بھی ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ چاہے وکیل ہوں، چاہے بچارے گیت لکھنے والے غریب شاعر۔ مثلاً کولے۔ اس کا وہ گیت تو سُنا ہے نا آپ نے؟"

اور ژولیاں کو پورا گیت شروع سے آخر تک سُننا پڑا۔ اس ہسپانوی کو فرانسیسی گیت گانے میں بڑا مزا آیا۔

یہ پیارا پیارا گیت شاید ہی کسی نے اس بے چینی سے سنا ہو جیسے ژولیاں

نے سُنا۔ گانا ختم ہو گیا تو بوستوس کہنے لگا ــ" مادام دفرواک اس گیت کے مصنف کو بھی برباد کر چکی ہے ــ

'ایک دن عاشق تھیٹر پہنچا'"

ژولیاں اس ڈر سے کانپ اٹھا کہ اب اس نے پھر گانا شروع کیا، مگر بات بس گیت کے تجزیئے تک ہی رہی۔ در اصل یہ گیت کچھ نازیبا قسم کا تھا۔ اور اس سے بے دینی ٹپکتی تھی۔

بوستوس کہنے لگا ــ" مادام دفرواک یہ گیت پڑھ کر نیلی پیلی ہونے لگی۔ تو میں نے اسے بتایا کہ آپ جیسی عالی مرتبہ خاتون کو جتنی احمقانہ چیزیں چھپتی ہیں سب کی سب نہیں پڑھنی چاہئیں۔ لوگوں میں پارسائی اور متانت کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے۔ فرانس میں شراب خانوں کا ادب تو ہمیشہ رہے گا۔ بچارے بیچر شاعر کو آدھی تنخواہ ملتی تھی۔ مادام دفرواک نے یہ اٹھارہ سو فرانک کی ملازمت بھی اس سے چھین لی تو میں نے مادام سے کہا کہ اب ذرا بچ کے رہئے گا۔ آپ نے اس تُک بند پر اپنے ہتھیاروں سے حملہ کیا ہے۔ وہ اس کا جواب اپنے شعروں سے دے گا اور پارسائی کے متعلق کوئی گیت لکھ مارے گا۔ زریں دیوان خانے تو ضرور آپ کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن جو لوگ ہنستے ہنسانے کے رسیا ہیں وہ اس کی پھبتیاں سُناتے پھریں گے۔ جناب، آپ کو معلوم ہے کہ مادام دفرواک نے مجھے کیا جواب دیا؟ وہ بولی کہ اپنے خدا کی خدمت بجا لانے کے سلسلے میں شہر بھر کی نظروں کے سامنے شہادت کے راستے پر چلوں گی۔ فرانس نے ایسا نظارہ کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ میں لوگوں کو نیکی کا سبق سکھاؤں گی۔ یہ میری زندگی کا سب سے

مسرت انگیز دن ہوگا۔ میں نے اس عورت کی آنکھوں کو اس طرح چمکتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اور اس کی آنکھیں ہیں بھی تو بڑے غضب کی۔" ژرولیاں بولا۔

"میں سمجھ گیا کہ آپ اس کی محبت میں گرفتار ہیں۔" پھر بوسٹوس سنجیدہ ہوگیا۔ "اچھا خیر تو اس عورت کے مزاج میں وہ تیزی نہیں جو آدمی کو انتقام لینے پر اُبھارتی ہے اُسے لوگوں کو تکلیف دینے میں مزا تو ضرور آتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ غمزدہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اندر ہی اندر کڑھتی رہتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ پارسائی کے باوجود اپنے اس پیشے سے تھک چکی ہے؟"

ہسپانوی ایک منٹ تک چُپ چاپ ژرولیاں کی طرف تکتا رہا۔

پھر متانت کے ساتھ بولا۔ "اصل سوال یہی ہے اور آپ کے لئے کچھ امید بندھتی ہے تو یہیں سے۔ میں نے دو سال تک اس کی غلامی اختیار کئے رکھی اور اس دوران میں اس بات پر بہت کچھ غور و خوض کیا۔ آپ اس کے عشق میں مبتلا ہیں۔ آپ کے سارے مستقبل کا دار و مدار اسی مسئلے پر ہے۔ کیا وہ پارسائی کے پیشے سے تھک چکی ہے اور کینہ توز بن گئی ہے تو اس وجہ سے کہ غمزدہ ہے؟"

"یا پھر وہ بات ہے جو میں نے بیسیوں دفعہ آپ سے کہی ہے؟" آخر آلتامیرا نے مُہر خاموشی توڑ کر کہا۔ "بس سیدھی سادی فرانسیسیوں والی خود پسندی ہے۔ یہ عورت مزاج کی خشک اور افسردہ خاطر ہے۔ اُسے دُکھ یہ ہے کہ میرا باپ کپڑے کا تاجر تھا۔ وہ تو بس ایک ہی طرح خوش رہ سکتی ہے۔ یعنی ٹولیڈو جاکے رہے۔ جہاں پادری اُس کے اعترافات سُنتے ہوئے اُسے روزِ جہنم کی تصویر دکھائے اور اسے خوب

اذیت پہنچلئے"۔

ژولیاں رخصت ہونے لگا تو بوستوس پہلے سے بھی زیادہ متانت کے ساتھ بولا
"آلتامیرا نے مجھے بتایا ہے کہ آپ بھی ہمارے ساتھی ہیں۔ ایک دن آپ ہماری جنگِ آزادی میں ہماری مدد کریں گے اور اسی لیئے میں اس چھوٹی سی دل لگی میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مادام دخیروداک کے طرزِ تحریر سے واقف ہو جائیں تو بہتر ہوگا۔ لیجئے یہ چار خط اسی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں"۔

ژولیاں نے خوش ہو کے کہا۔ "میں ان کی نقل کرا لوں گا اور پھر آپ کو واپس کر دوں گا"۔

"آپ کے ذریعے کسی کو یہ تو نہیں معلوم ہوگا کہ ہماری کیا باتیں ہوئی ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں"۔ ژولیاں نے کہا۔

"اچھا تو خدا آپ کی مدد کرے!" ہسپانوی بولا، اور وہ زینے تک ژولیاں اور آلتامیرا کے ساتھ چپ چاپ آیا۔

یہ تماشا دیکھ کے ہمارے ہیرو کا دل تھوڑا سا خوش ہوا اور وہ کچھ کچھ مسکرانے لگا۔ وہ دل میں بولا۔ "یہ ہیں نیک اور پرہیزگار آلتامیرا صاحب جو زناکاری کے معاملے میں میری مدد کرنے کو تیار ہیں!"

ڈان بوستوس کی سنجیدہ گفتگو کے دوران میں شروع سے آخر تک ژولیاں گھنٹہ گھر کی آواز بڑے غور سے سنتا رہا تھا۔

کھانے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ اب وہ اتنے دن کے بعد ماتیلد کو پھر دیکھنے والا تھا! وہ گھر گیا اور بڑی احتیاط سے کپڑے بدل کر سنگار کیا۔

"لو، چھوٹتے ہی غلطی ہوئی!" وہ زینے پر سے اُترنے لگا تو دل میں بولا "مجھے شہزادے کی ایک ایک ہدایت پر عمل کرنا چاہئے۔"

وہ پھر اپنے کمرے میں گیا اور بالکل سیدھا سادہ اسفر کا لباس پہن لیا۔

وہ دل میں بولا "اب یہ سوچنا ہے کہ اس کی طرف دیکھوں کس طرح۔" ابھی ساڑھے پانچ بجے تھے اور کھانے کا وقت چھ بجے تھا۔ وہ دیوان خانے میں چلا آیا۔ مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ نیلا صوفا دیکھ کر وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور اس جگہ کو چوما جہاں ماتیلد اپنا بازو رکھتی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور چہرہ جلنے لگا۔ وہ بگڑ کے دل میں بولا "اس کم بخت احساس کو آگ لگے۔ یہ مجھے کہیں کا نہ رکھے گا۔" اپنے حواس برقرار رکھنے کے لئے اس نے اخبار اٹھا لیا اور دیوان خانے سے باغ میں تین چار دفعہ آیا گیا۔

ایک درخت کے پیچھے چھپ کر اس نے لرزتے ہوئے مادمزازیل دلاموَل کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ کھڑکی بند تھی۔ وہ زمین پہ گرتے گرتے بچا اور بڑی دیر تک درخت سے لگا کھڑا رہا۔ پھر ڈگمگاتا ہوا مالی کی سیڑھی دیکھنے چلا۔

زنجیر کی وہ کڑی جو اس نے بالکل مختلف حالات میں زور لگا کے کھول لی تھی۔ اُس کی ابھی تک مرمت نہیں ہوئی تھی۔ ژولیاں ایسا دیوانہ ہو رہا تھا کہ اس نے زنجیر کو ہونٹوں سے لگا لیا۔

دیوان خانے اور باغ کے درمیان بڑی دیر تک ٹہلنے کے بعد ژولیاں نے دیکھا کہ میں تو تھک کے چور ہو گیا ہوں۔ یہ اس کی پہلی کامیابی تھی۔ اسے بڑی خوشی ہوئی اور وہ بولا "میری آنکھیں بجھی بجھی سی رہیں گی، اور میرا راز فاش نہیں ہو گا!" آہستہ

آہستہ دیوان خانے میں مہمان آنے لگے جیسے ہی دروازہ کھلتا۔ ژولیاں کا دل دھکڑ پکڑ کرنے لگتا۔

کھانا شروع ہو گیا۔ اپنے اصول کے مطابق لوگوں کو انتظار کرانے کے بعد آخر مادموازیل ولامول نمودار ہوئی۔ ژولیاں کو دیکھتے ہی وہ ایک دم سے سرخ ہو گئی۔ اسے ژولیاں کے آنے کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ کوراسوف کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ژولیاں نے اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ یہ بات دیکھ کر ژولیاں کو جو اضطراب ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ چلو، اس وقت میرے چہرے سے تھکن کے سوا اور کوئی بات ظاہر نہیں ہو رہی۔

موسیو ولاموِل نے اس کی بے انتہا تعریفیں کیں۔ تھوڑی دیر بعد مادام ولاموِل اس سے مخاطب ہوئی اور اسے تھکا ہوا دیکھ کے فکرمندی کا اظہار کیا۔ ژولیاں دل ہی دل میں کہتا رہا" مجھے مادموازیل ولاموِل کی طرف زیادہ نہیں دیکھنا چاہیئے، لیکن اس کی نظروں سے بچنا بھی غلط ہے، مجھے ایسا لگنا چاہیئے جیسا میں اپنی بدنصیبی سے ایک ہفتہ پہلے تھا۔۔۔" اُسے اپنی کامیابی دیکھ کر خاصی تسلی ہوئی اور وہ دیوان خانے میں ہی بیٹھا رہا۔ اس نے عمر میں پہلی دفعہ مکان کی مالکہ پر توجہ صرف کی اور اس کے آس پاس جو لوگ بیٹھے تھے۔ انہیں ذرا چپ نہ ہونے دیا بلکہ باتوں میں گرمی پیدا کرتا رہا۔

اُسے اپنی خوش اخلاقی کا انعام بھی مل گیا۔ آٹھ بجے کے قریب مادام دفرواک کے آنے کا اعلان ہوا۔ ژولیاں کمرے سے چل دیا اور تھوڑی دیر بعد خوب بن ٹھن کے واپس آیا۔ مادام ولاموِل اپنی اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوئی اور اپنی پسندیدگی کا ثبوت دینے کے لئے مادام دفرواک کو ژولیاں کے سفر کا حال

سنانے لگی۔ ژولیاں مادام دفرواک کے برابر اس طرح بیٹھ گیا کہ ماتیلد کو اس کی آنکھیں نظر نہ آئیں۔ اس طرح جم گئے اور اپنے فن کے تمام اصولوں پر عمل کرتے ہوئے وہ مادام دفرواک کی طرف ایسے تکنے لگا جیسے فریفتگی کے مارے منہ سے بات نہ نکل رہی ہو۔ کوراسوف نے اُسے جو ترپن خط تحفے میں دئے تھے اُن میں سے پہلا خط اسی جذبے کے متعلق ایک دھواں دھار تقریر سے شروع ہوتا تھا۔

مادام دفرواک نے بتایا کہ میں آپیرا جا رہی ہوں۔ ژولیاں بھی جلدی جلدی وہیں پہنچا۔ وہاں اُسے بوسیو دبووازی ملا جو اُسے شاہی محل کے افسروں والے بوکس میں لے گیا۔ یہ بوکس مادام دفرواک کے بوکس سے ملا ہوا تھا۔ ژولیاں برابر اُسی کو تکتا رہا۔ جب وہ گھر آیا۔ تو دل میں بولا ——— "مجھے اس محاصرے کا روزنامچہ لکھنا چاہیئے ورنہ بھول جاؤں گا کہ اب تک کتنے حملے کر چکا ہوں"۔ اس نے اس بے کیف موضوع پر زبردستی دو تین صفحے لکھے، اور تعجب تو یہ ہے کہ اس دوران میں ماد موازیل دلاموَل کا خیال تک نہ آیا۔

اُس کی غیر موجودگی میں ماتیلد اسے تقریبًا بھول چکی تھی اس نے سوچا تھا ——— "فی الجملہ وہ ایک معمولی قسم کا آدمی ہے۔ اس کا نام مجھے ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ مجھ سے کیسی زبردست غلطی ہوئی ہے۔ مجھے پورے خلوص کے ساتھ دوراندیشی اور عزت کے مسلّمہ اصولوں کو پھر سے قبول کر لینا چاہیئے۔ عورت انہیں بھول جائے تو کہیں کی نہیں رہتی"۔ مارکوئس دکروا آزنوا مدتوں سے سلسلہ جنبانی کر رہا تھا۔ آخر ماتیلد رضامند ہو گئی کہ یہ معاملہ طے ہو جانا چاہیئے۔ مارکوئس خوشی کے مارے دیوانہ ہو گیا۔ اگر کوئی اسے بتاتا کہ ماتیلد کے رویے کی یہ تبدیلی جس پر تم اتنا فخر کر رہے ہو

دراصل اس وجہ سے ہے کہ وہ راضی برضا ہو چکی ہے تو مار کوئس کو بڑا تعجب ہوتا۔

ژولیاں کو دیکھتے ہی مادموازیل دلاموٓل کے خیالات ایک دم بدل گئے۔ وہ دل میں بولی "درحقیقت میرا شوہر تو یہ ہے۔ اگر مجھے واقعی دور اندیشی مدِنظر ہے تو ظاہر ہے کہ مجھے اسی سے شادی کرنی چاہیئے۔"

اُسے توقع تھی کہ ژولیاں غمگین اور بیتاب ہو گا۔ اس نے اپنے جواب تیار کر لئے۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ دسترخوان سے اٹھ کر ژولیاں مجھ سے ایک آدھ بات کرنے کی فکر میں ہو گا۔ مگر یہ تو الگ رہا ژولیاں وہیں دیوان خانے میں جما بیٹھا رہا۔ اُس نے باغ کی طرف دیکھا تک نہیں (یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ اپنے اوپر کیسا جبر کر رہا تھا) مادموازیل دلاموٓل نے سوچا "بہتر ہو گا کہ گلے شکوے فوراً ہی ہو جائیں"۔ وہ اکیلی باغ میں نکل گئی۔ مگر ژولیاں نہ آیا۔ ماتیلد واپس آئی۔ اور دیوان خانے کی کھڑکیوں کے پاس سے ٹہلتی ہوئی گزری۔ اس نے دیکھا کہ ژولیاں مادام دفرواک سے گفتگو میں مصروف ہے اور ان شکستہ حال پرانے قلعوں کی باتیں کر رہا ہے جو رائن کے ڈھلوان کناروں پر واقع ہیں اور اس منظر کو ایک عجیب امتیاز بخش دیتے ہیں۔ وہ اس جذباتی اور شگفتہ زبان میں بول رہا تھا جسے بعض دیوان خانوں میں بذلہ سنجی کہا جاتا ہے۔ یہ انداز گو اس نے ابھی ابھی سیکھا تھا مگر خاصا چل نکلا تھا۔

شہزادہ کوراسوف پیرس میں ہوتا تو فخر محسوس کرتا۔ شام بالکل اسی طرح گزر رہی تھی جیسے اس نے پیشین گوئی کی تھی۔

اس کے بعد والے دنوں میں بھی جو رویّہ اختیار کئے رکھا۔ اُسے بھی

کوراسوف پسند کرتا۔

صاحبِ اقتدار لوگوں میں سازش ہو رہی تھی اور کچھ خطابات دیے جانے والے تھے۔ مادام دفرداک کو اصرار تھا کہ اس کے ایک رشتے کے دادا کو بھی خطاب ملے۔ مارکوئس دلاموَل یہی کوشش اپنے سُسر کے لئے کر رہا تھا۔ ان دونوں میں سازباز ہو گئی اور مادام دفرداک روزانہ مارکوئس کے یہاں آنے لگی۔ ژولیاں کو اُسی سے پتہ چلا کہ مارکوئس وزیر بننے والا ہے۔ کیونکہ اس نے شاہ پرستوں کو ایک ایسی چال سجھائی تھی جس کے ذریعے شوروشغب کے بغیر تین سال کے اندر جمہوری حقوق کو ختم کیا جا سکتا تھا۔

اگر موسیو دلاموَل وزیر بن جاتا تو ژولیاں کو بھی اُسقف بننے کی اُمید ہو سکتی تھی۔ لیکن اُس کی آنکھیں ان اہم مسائل کو دیکھ ہی نہیں رہی تھیں۔ اُن پر تو پردہ سا پڑ گیا تھا۔ اُس کے تخیل کو یہ باتیں نظر بھی آتیں تو دھندلی دُھندلی سی، جیسے کہیں دُور رہوں۔ اس کے غم نے اسے دیوانہ بنا رکھا تھا اور وہ دُنیا کی ہر چیز کو اپنے اور مادموازیل دلاموَل کے تعلقات کے نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ اگر میں پانچ چھ سال تک صبر کے ساتھ اپنی کوششوں میں لگا رہا تو شاید میں کامیاب ہو جاؤں اور وہ مجھ سے پھر محبت کرنے لگے۔

پہلے تو وہ بلا کا سرد مزاج تھا، لیکن جیسا ہم دیکھ رہے ہیں، اب وہ عقل و خرد سے بالکل بیگانہ ہو چکا تھا۔ اس میں پہلے جو خوبیاں تھیں اُن میں سے بس اب ایک تھوڑا سا استقلال باقی رہ گیا تھا۔ شہزادے کوراسوف نے عمل کا جو نقشہ بتایا تھا، وہ اس پر سختی سے قائم تھا۔ چنانچہ روز شام کو

مادام دفرواک کی آرام کرسی کے جتنا بھی قریب ممکن ہو سکتا بیٹھ جاتا، مگر بات ایک نہ سوجھتی۔

وہ دل پر بڑا جبر کر کے ماتیلد کو یہ جتانا چاہتا تھا کہ اب میرا خفقان دور ہو گیا۔ لیکن اس کی ساری روحانی قوت اسی کوشش میں صرف ہو گئی تھی۔ وہ مادام دفرواک کے پاس بیٹھا تو رہتا۔ مگر جیسے کوئی بے جان پتھر ہو۔ جیسا شدید قسم کی جسمانی تکلیف میں ہوتا ہے۔ اُس کی آنکھوں تک میں چمک باقی نہ رہی تھی۔

مادام دلاموِل کی رائے ہمیشہ اُس خاوند کی رائے کا دھندلا سا عکس ہوتی تھی جو ممکن تھا کہ اُسے ایک دن ڈچز بنا دے۔ چنانچہ کچھ دن سے وہ ژولیاں کی خوبیوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہی تھی۔

چھبّیسواں باب

اخلاقی محبّت

ایڈلین کے اندازِ گفتگو میں ایک بزرگانہ قسم کا سکون اور نفاست تھی۔
جو فطری جذبات کے اظہار سے دُور بھاگتی ہے۔ اس کا بالکل وہی
حال تھا جیسے عالم لوگ کسی چیز کو اچھا ہی نہیں سمجھتے۔ کم از کم اُن کے
انداز سے بالکل پتہ نہیں چلتا کہ انہیں کوئی چیز پسند بھی آسکتی ہے۔
بائرن

مادام دفرواک سوچ رہی تھی ــــ "اس خاندان کے سارے لوگ تھوڑے
بہت پاگل ضرور ہیں۔ ہر چیز کو عجیب ہی طریقے سے دیکھتے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنے
اس پادری پر لٹو ہیں جیسے دنیا میں کچھ نہیں آنکلیس بیٹھا ٹکر ٹکر دیکھتا رہتا ہے۔ خیر،
اس کی آنکھیں بُری نہیں!"

رہا ژولیاں، تو اُسے مادام دفرواک کے انداز میں اس بزرگانہ سکون کا مکمل نمونہ
ملتا تھا جس میں بڑی محتاط قسم کی خوش اخلاقی اور شائستگی تو ہوتی ہے، مگر شدید جذبے
کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اگر اس کے جذبات میں یکایک تلاطم برپا ہوجاتا یا اپنے

اوپر قابو نہ رہتا تو مادام دفرداک کو سخت تکلیف پہنچتی۔ اپنے سے نیچے لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں وقار کی کمی بھی اسے یوں ہی کھٹکتی۔ احساس مندی کا شائبہ تک اسے قبول نہ تھا۔ اُس کی نظروں میں یہ چیز ایک قسم کی اخلاقی بدمستی کے برابر ہوتی جس پر آدمی کو شرم آنی چاہیئے اور جس سے ایک عالی مرتبہ شخص کی حیثیت کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی اسے بادشاہ کے سیر و شکار کے تذکرے سے ہوتی تھی اور اس کی سب سے پسندیدہ کتاب تھی ڈیوک سین سیموں کی خود نوشت سوانح عمری، خصوصاً اس کا وہ حصّہ جو شجرۂ نسب سے متعلق ہے۔

ژولیاں کو دیوان خانے میں وہ جگہ معلوم تھی جہاں روشنیوں کی ترتیب کے لحاظ سے مادام دفرداک کی قسم کے حسن کو چار چاند لگ جاتے تھے۔ وہ اس کے انتظار میں پہلے سے وہاں جا پہنچتا مگر بڑی احتیاط سے کرسی اس طرح موڑ لیتا کہ ماتیلد کو نہ دیکھ سکے۔ ماتیلد کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ مجھ سے بچتا کیوں پھرتا ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ نیلے صوفے سے اٹھ کر مادام دفرداک کی آرام کرسی کے پاس ایک چھوٹی سی میز کے سامنے آ بیٹھی، اور کار ٹھنے میں لگ گئی۔ مادام دفرداک کی ٹوپی کے نیچے سے وہ ژولیاں کو بالکل پاس بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ جو آنکھیں اس کی قسمت کی مالک تھیں انہیں اتنے قریب دیکھ کر پہلے تو وہ ڈر گیا۔ لیکن پھر ایسا ہوا کہ اس پر جو مُردہ دلی طاری تھی۔ وہ ایک دم سے غائب ہو گئی۔ وہ بولنے لگا۔ اور خوب چہکا۔

باتیں تو وہ مادام دفرداک سے کر رہا تھا مگر اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ ماتیلد کے دل پر اثر ہو۔ وہ ایسے جوش میں آگیا کہ اب تو اس کی باتیں مادام دفرداک کی سمجھ ہی میں نہ آ رہی تھیں۔

یہ بڑی خوبی کی بات تھی۔ اگر وہ دو چار جملے ایسے بھی کہہ دیتا جن سے جرمنوں والی ابہام پسندی اور جینز ونسٹ لوگوں کا سا مذہبی جنون ظاہر ہوتا تو مادام دفرواک اس کا نام فوراً ان بلند و برتر ہستیوں کی فہرست میں شامل کر لیتی جو اس زمانے کو راہ راست پر لانے کے لیے مامور ہوئی تھیں۔

مادموازیل دلامول نے کہا ”یہ کتنا بد مذاق ہے! اتنی دیر سے اور ایسی گرمجوشی کے ساتھ مادام دفرواک سے باتیں کر رہا ہے۔ اب میں اس کی بالکل سنوں گی ہی نہیں“

اس روز باقی وقت وہ اپنے عہد پہ قائم رہی گو اسے دل پہ جبر تو بہت کرنا پڑا۔

آدھی رات کو جب وہ موم بتی لے کر اپنی ماں کو اس کے کمرے تک پہنچانے چلی تو مادام دلامول نے زینے پہ کھڑے ہو کے ژولیاں کی شان میں پورا قصیدہ پڑھ ڈالا۔ اب تو ماتیلد کے غصے کی حد نہ رہی۔ اس نے بہتیری کوشش کی مگر کسی طرح نیند ہی نہ آئی۔ البتہ ایک خیال نے اسے ذرا تسلی دی ”جن چیزوں کو میں حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں ممکن ہے مادام دفرواک کی نظر میں وہی چیزیں بہت بڑی خوبیاں ہوں“۔

رہا ژولیاں تو وہ اب اپنی کارروائی شروع کر چکا تھا۔ اس لئے اتنا غم زدہ نہیں تھا۔ اتفاق سے اسے وہ روسی چمڑے کا تھیلا نظر آیا جس میں رکھ کے شہزادے کوراسوف نے وہ ترپن خط اس کی نذر کئے تھے۔ ژولیاں نے پہلے خط کے نیچے یہ مختصر سی تحریر دیکھی — ”خط نمبر ۱، پہلی ملاقات کے ہفتے بھر بعد بھیجئے“۔

ژولیاں بولا ”میں نے دیر کر دی! کیونکہ مادام دفرواک سے پہلی ملاقات کو تو بہت دن ہو گئے“۔ وہ فوراً پہلے محبت نامے کی نقل میں لگ گیا۔ یہ ایک لمبا چوڑا قصیدہ تھا۔ جس میں جا بجا نیکی اور پارسائی کا ذکر تھا لیکن یہ محبت نامہ تھا بڑا خشک

اور بے رنگ۔ خوش قسمتی سے ژولیاں دوسرا صفحہ نقل کرتے کرتے ہی سو گیا۔
چند گھنٹے بعد سورج نکلا اور اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میں تو میز پر سر رکھے بیٹھا ہوں۔ اُس کی زندگی کا ایک انتہائی تکلیف دہ لمحہ وہ ہوتا تھا جب روز صبح آنکھ کھلنے پر اُسے اپنی مصیبت کا احساس شروع ہوتا۔ آج صبح اس نے خط کی نقل پوری کی تو ہنس پڑا۔ وہ دل میں بولا "کوئی ایسا نوجوان بھی ہوگا جو اس قسم کی بکواس لکھ سکے؟" اُس نے گن کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کئی جملے نو نو سطر لمبے ہیں۔ خط کے نیچے اسے پنسل کی تحریر نظر آئی۔
"یہ خط آدمی خود لے جا کر دے ـــــ گھوڑے پر سوار، کالا مفلر، نیلا کوٹ۔ دربان کو خط دیتے ہوئے چہرے پر ندامت اور نظروں میں انتہائی افسردگی آجانی چاہیئے۔ اگر کوئی خادمہ نظر آئے تو مُنہ دوسری طرف کر کے آنسو پونچھے۔ خادمہ سے دو ایک باتیں کرنا ضروری ہے۔"
ژولیاں نے ان ہدایات پر حرف بحرف عمل کیا۔
وہ واپس آتے ہوئے سوچنے لگا۔ "میں بڑی جسارت سے کام لے رہا ہوں۔ چلو، کوراسوف کی قلعی کھل جائے گی۔ محبّت نامہ لکھنا، اور وہ بھی ایک ایسی عورت کو جس کی پارسائی کا شہرہ ہے! میرے ساتھ بڑی تحقیر کا سلوک ہوگا۔ لیکن مجھے بھی اس میں بڑا مزا آئے گا۔ اگر مجھے کوئی ناٹک اچھا لگتا ہے تو بس یہ۔ ہاں، میں بڑا گھناؤنا آدمی ہوں۔ میری تضحیک ہوئی تو مجھے اس میں لطف آئے گا۔ اگر میں اپنی جبلّت کے بنائے ہوئے راستے پر چلنے لگوں تو دل لگی ہی دل لگی میں کوئی جرم کر ڈالوں۔"
مہینے بھر سے یہ عالم تھا کہ چوبیس گھنٹے میں اُس کے لئے سب سے مسرّت انگیز لمحہ

وہ ہوتا۔ جب ژولیاں گھوڑا اصطبل میں واپس لے کے آتا۔ کوراسوف نے سختی سے ممانعت کردی تھی کہ جو محبوبہ نہیں چھوڑ گئی ہے۔ اس کی طرف ہرگز ہرگز نہ دیکھنا لیکن گھوڑے کے قدموں کی آواز جن سے ماتیلد خوب واقف تھی یا سائیس کو بلانے کے لئے اصطبل کے دروازے پر ژولیاں کے چابک کی پھٹ پھٹاہٹ سن کر وہ اپنی کھڑکی کے پردے کے پیچھے آکھڑی ہوتی۔ پردہ اتنا باریک تھا کہ ژولیاں کو آر پار دکھائی دیتا تھا۔ وہ ایک خاص طریقے سے اپنی ٹوپی کے چھجے کے نیچے سے جھانکتا تو ماتیلد کے جسم کی ایک جھلک تو نظر آجاتی۔ مگر اس کی آنکھیں دکھائی نہ دیتیں۔ وہ دل میں کہتا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے بھی میری آنکھیں نظر نہیں آتیں۔ یہ اس کی طرف دیکھنا تھوڑی ہے۔"

رات کو اس کے ساتھ مادام دفرواک کا رویہ ایسا رہا جیسے وہ فلسفیانہ، متصوفانہ اور مذہبی وعظ ملاہی نہ ہو جو صبح ژولیاں نے بڑے غمناک انداز سے دربان کو دیا تھا۔ کل رات اتفاق سے ژولیاں کو فصاحت و بلاغت کے دریا بہانے کا طریقہ معلوم ہوگیا تھا۔ وہ اس طرح بیٹھ گیا کہ ماتیلد کی آنکھیں نظر آسکیں اور ماتیلد مادام دفرواک کے آتے ہی نیلے صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ اپنے ہم جلیسوں کے ساتھ غداری تھی۔ موسیو دکروازنوا یہ نئی اُچنگ دیکھ کے حیران و ششدر رہ گیا۔ اُس کے چہرے سے رنج و غم ٹپکنے لگا۔ اس سے ژولیاں کو اپنے دکھ میں بڑی راحت ملی۔

اُس کے حالات میں جو ایک دم سے تبدیلی ہوئی تو وہ بڑی پیاری پیاری باتیں کرنے لگا۔ جس دل میں نیکی اور پاکیزگی کا مسکن ہو۔ وہاں بھی خود پسندی کو

تھوڑی بہت راہ تو ہوتی ہی ہے - چنانچہ مادام دفرواک اپنی گاڑی میں بیٹھی تو سوچنے لگی ـــ " مادام دلاموں ٹھیک کہتی ہے - یہ نوجوان پادری واقعی بڑی خوبیوں کا مالک ہے - شروع شروع میں تو وہ میری موجودگی سے ڈر گیا ہوگا - اس گھر میں جو چیز دکھائی دیتی ہے - اُسی میں ایک ہلکا پن ملتا ہے - اگر کسی میں نیکی ہے بھی تو وہ بڑھاپے کی وجہ سے - جب تک خون ٹھنڈا نہ پڑ جائے - یہ لوگ نہیں سنبھلتے - اس نوجوان نے دیکھ لیا ہوگا کہ مجھ میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے - یہ لکھنا تو اچھا ہے - اس نے خط میں درخواست کی ہے کہ میں اُسے مشورہ دوں اور روشنی دکھاؤں لیکن میرا خیال ہے کہ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو ابھی اپنے آپ سے واقف نہیں ہے -

" بہر حال کتنے ہی لوگ اسی طرح راہِ راست پر آئے ہیں ! اس شخص کے بارے میں خوش فہمی مجھے اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کا اندازِ تحریر اُن نوجوانوں سے بالکل مختلف ہے جن کے خط مجھے اب تک ملتے رہے ہیں - اس نوجوان پادری کی نثر میں ایک گہرا خلوص ، یقین اور سوز و گداز ہے - اس میں یقیناً ماسی یوں کی سی پاکبازی اور ملائمت ہوگی "

ستائیسواں باب

کلیسا کے بہترین عہدے

خدمات! کمالات! خوبیاں! اہشت! کسی گروہ میں شامل ہو جاؤ۔
نیلے ماک

اس عورت کے دماغ میں جسے فرانسیسی کلیسا کے بہترین عہدے تقسیم کرنے کی طاقت جلد یا بدیر حاصل ہونے والی تھی۔ زولیاں کو اسقف بنانے کا خیال پہلی دفعہ اس طرح پیدا ہوا۔ مگر اس امتیاز کا زولیاں کے دل پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ فی الحال تو اسے اپنے رنج و غم کے علاوہ کسی بات کا خیال ہی نہیں آ رہا تھا بلکہ اس کا دکھ ہر بات سے کچھ اور بڑھ جاتا تھا مثلاً اپنے سونے کا کمرہ اب اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا جب وہ رات کو موم بتی لے کے اُدھر آتا تو میز، کرسی، آرائش کی ذرا ذرا سی چیز اُسے زبانِ حال سے اس کے دُکھوں کی کوئی نئی کہانی سُناتی۔

آج رات وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو کچھ ایسی زندہ دلی کے ساتھ جو مدت سے اس کے لئے اجنبی بن چکی تھی۔ دل میں بولا ”آج نو بیگار سر پہ آ پڑی ہے امید ہے کہ دوسرا خط نقل کرنے میں بھی اتنی ہی کوفت ہو گی جتنی پہلے خط میں ہوئی تھی“

یہ خط تو پہلے سے بھی زیادہ بے رنگ نکلا۔ ژولیاں جو کچھ نقل کر رہا تھا وہ اسے اتنا مہمل معلوم ہوا کہ اس نے سطر پہ سطر لکھنی شروع کر دی اور یہ بھی نہ دیکھا کہ مطلب کیا نکلتا ہے۔

وہ دل میں بولا "یہ تو منسٹر کے صلح نامہ کی اُس سرکاری دستاویز سے بھی زیادہ زوردار ہے جو لنڈن میں میرے بیارت کے استاد نے مجھ سے نقل کرائی تھی۔"

اب جا کے اُسے مادام دفرواک کے وہ خط یاد آئے جو وہ اس سنجیدہ مزاج ہسپانوی ڈان دیئے گو بوستوس کو واپس کرنا بھول ہی گیا تھا۔ چنانچہ انہیں ڈھونڈ نکالا۔ وہ بھی اتنے ہی مہمل اور ژولیدہ تھے جتنے اس روسی نوجوان کے خط۔ ابہام کا یہ حال تھا کہ مطلب سمجھنا مشکل تھا۔ اُن میں معنی تھے بھی اور نہیں بھی۔ ژولیاں نے سوچا "یہ اسلوب تو ایک اچھی خاصی بھول بھلیاں ہے۔ یوں تو فنا، موت اور ہستی مطلق کے بارے میں بلند سے بلند خیالات موجود ہیں۔ لیکن کام کی بات کوئی نہیں دکھائی دیتی۔ البتہ تمسخر کا خوف ضرور موجود ہے۔"

یہ خود کلامی جسے ہم نے مختصر کر دیا ہے۔ پندرہ دن تک روز رات کو دُہرائی جاتی رہی۔ وہ خط نقل کرتے کرتے سو جاتا جو بالکل انجیل کی تفسیر معلوم ہوتے تھے۔ اگلے دن غمناک چہرہ بنا کر خط دینے جانا، اصطبل میں اس امید کے ساتھ گھوڑا پہنچانا کہ شاید ماتیلد کے لباس کی ایک جھلک نظر آ جائے گی، دفتر کا کام کرنا، اگر مادام دفرواک محل میں نہ آئے تو رات کو آپیرا جا کے اپنی شکل دکھانا — یہ تھے ژولیاں کی زندگی کے یک رنگ واقعات جس دن مادام دفرواک مادام دلاموِل سے ملنے آتی، اس روز ذرا زیادہ دلچسپی پیدا ہو جاتی۔ وہ مادام دفرواک کی ٹوپی کے پیچھے سے

نیچے سے چپکے چپکے ماتیلد کو دیکھتا اور خوب چہکنے لگتا۔ اس کے رنگین اور جذباتی فقروں میں زیادہ زور، زیادہ نفاست آجاتی۔

اُسے خوب معلوم تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ وہ ماتیلد کو مہمل معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اُسے اپنی طلاقتِ بیان سے مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ وہ سوچتا تھا "میں جتنی جھوٹی باتیں کہوں گا اسے اتنی ہی زیادہ پسند آئیں گی۔" اور پھر انتہائی جسارت سے کام لے کر وہ فطرت کے بعض پہلوؤں کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگتا۔ اُسے بڑی جلدی اندازہ ہو گیا کہ اگر میں چاہتا ہوں کہ مادام دفرواک مجھے مبتذل قسم کا آدمی نہ سمجھے تو اس کے سامنے سیدھی سادی یا عقل کی بات کبھی نہیں کرنی چاہیے۔ غرض وہ اسی روش پہ چلتا رہا جن خواتین کو وہ خوش کرنا چاہتا تھا۔ اُن کی آنکھوں میں اپنی کامیابی کے آثار دکھائی دیتے تو اپنی طول طویل تقریر جاری رکھتا، بے اعتنائی نظر آتی تو بات مختصر کر دیتا۔

فی الجملہ اس کی زندگی اب اتنی تکلیف دہ نہ رہی تھی جتنی اُس زمانے میں جب وہ بے عملی کا شکار تھا۔

ایک دن شام کو وہ دل میں بولا "اب یہ کمبخت پندرھواں وعظ نقل کر رہا ہوں۔ باقی جو وہ خط پوری احتیاط کے ساتھ مادام دفرواک کے دربان کے حوالے کئے جا چکے ہیں۔ تھوڑے دن میں مادام کی میز کی ساری درازیں بھر جائیں گی۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے ایسا سلوک کرتی ہے جیسے میں نے کبھی خط لکھا ہی نہ ہو! اس کا نتیجہ آخر کیا ہو گا؟ کیا وہ بھی میرے استقلال سے اسی طرح اُکتا جائے گی جیسے میں اُکتا گیا ہوں؟ یہ ماننا پڑے گا کہ وہ روسی لیعنی کوراسوف کا دوست جو رچمنڈ کی ایک حسین

اور پارسا عورت پر عاشق تھا، اپنے زمانے میں واقعی غضب کا آدمی ہوگا۔ اتنا ذہین کسی دوسرے میں نہیں ہو سکتا!"

جس طرح معمولی ذہانت کے آدمی کو کسی بڑے سپہ سالار کی فوجی کاروائیاں دیکھنے کا موقع ملے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اسی طرح اس نوجوان روسی نے انگریز دوشیزہ کے دل پر جو حملہ کیا تھا۔ وہ ژولیاں کی ذرا سمجھ میں نہ آیا۔ پہلے چالیس خطوں کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ وہ اس خط لکھنے والے کی جسارت کو معاف کر دے۔ غالباً یہ بے چاری سیدھی سادی زندگی بسر کرتی تھی۔ چنانچہ لازمی تھا کہ اسے خط پڑھنے کا عادی بنایا جائے جو اس کی روزانہ زندگی کی بہ نسبت تھوڑے سے کم بے رنگ تھے۔

ایک دن صبح کے وقت ژولیاں کو ایک خط ملا۔ وہ مادام دفرواک کا خاندانی نشان پہچان گیا اور ایسی بیتابی سے مہر توڑی جو چند دن پہلے اسے بالکل ناممکن معلوم ہوتی۔ یہ بس ایک دعوتی رقعہ تھا۔

اس نے جلدی سے جا کے شہزادے کوراسوف کی ہدایات پڑھیں۔ ایسے موقع کے لئے اس روسی جوان کو سیدھی سادی اور سمجھ میں آنے والی باتیں لکھنی چاہئیں تھیں، مگر بدقسمتی سے وہ ہنسوڑپن پر اتر آیا تھا۔ ژولیاں کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ مادام دفرواک کی دعوت میں کس قسم کا اخلاقی رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

مادام دفرواک کا دیوان خانہ بڑا ہی شاندار تھا۔ دیواروں پر سونے کا ملمع تھا اور بیچ بیچ میں روغنی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ان تصویروں میں بعض جگہیں بالکل خالی تھیں ژولیاں کو بعد میں پتہ چلا کہ مکان کی مالکہ کو تصویروں کے موضوعات کچھ ایسے معقول نہیں معلوم ہوئے اور اس نے تصویروں میں اصلاح کرالی۔ ژولیاں نے

دل میں کہا۔ "یہ زمانہ ہے ہی اخلاقیات کا!"

یہاں اُسے تین ایسے آدمی نظر آئے جو اُس خفیہ رقعہ کی تحریر کے وقت بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک ۔۔۔ کا اُسقف تھا اور مادام دفرواآک کا چچا۔ کلیسا کے عہدے اُس کے ہاتھ میں تھے؛ اور سُنا تھا کہ وہ اپنی بھتیجی کی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔ ایک افسردگی مسکراہٹ کے ساتھ ژولیاں نے سوچا ۔۔۔ "میں نے کتنی ترقی کر لی ہے۔ لیکن مجھے اس کی ذرا بھی پروا نہیں! آج میں ۔۔۔ کے مشہور اُسقف کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں۔"

دعوت بالکل بے رنگ رہی اور باتیں تو بڑی ہی بیزار کُن تھیں۔ ژولیاں نے سوچا ۔۔۔ "یہ دعوت تو کسی بے مزہ کتاب کی فہرستِ مضامین کی طرح ہے۔ اس میں انسانی فکر کے عظیم ترین موضوعات کی نمائش بڑے فخر کے ساتھ کی گئی ہے۔ لیکن تین منٹ تک ذرا غور سے سنئے تو دل میں پوچھنا پڑے گا کہ اس میں کون سی بات زیادہ نمایاں ہے۔ بولنے والے کا زور شور یا اس کی انتہائی جہالت۔"

آپ اس بچارے ادیب تاں بو کو یقیناً بھول چکے ہوں گے جو مجلس کے رُکن کا بھتیجا تھا اور آگے چل کے پروفیسر بننے والا تھا۔ آپ کو خیال ہوگا کہ یہ شخص ہر وقت کاٹ پھانس میں لگا رہتا تھا اور اس نے موسیو دلاتول کے دیوان خانے کی فضا میں بس گھول رکھا تھا۔

اسی آدمی کے ذریعے ژولیاں کو پہلی دفعہ یہ خیال آیا کہ مادام دفرواآک خطوں کا جواب تو نہیں دے رہی۔ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ جس جذبے نے وہ خط لکھوائے ہیں اس کو قابلِ معافی سمجھ رہی ہو۔ ژولیاں کی کامیابیاں دیکھ کہ موسیو تاں بو کا سیاہ دل

ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ لیکن اس بات پر دوسرے طریقے سے غور کیا تو معلوم ہوا کہ آدمی چاہے احمق ہو یا لائق و فائق۔ بیک وقت دو جگہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ہونے والے پروفیسر نے دل میں کہا۔ "اگر ژولیاں اس بلند خیال مادام دفرواک کا عاشق بن گیا تو وہ اسے کلیسا میں کوئی اچھا عہدہ دلوا دے گی اور موسیو دلاموّل کے یہاں اس سے میری گلوخلاصی ہو جائے گی۔"

ژولیاں کو مادام دفرواک کے یہاں جو کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ ان پہ پادری پی ناّر نے بھی اُسے بڑے لمبے لمبے وعظ پلائے۔ در اصل یہ فرقہ وارانہ تعصب کا معاملہ تھا۔ پادری کٹر قسم کا ژان سینیسٹ تھا، اور پاکباز مادام دفرواک کا دیوان خانہ شاہ پرستوں، رجعت پسندوں اور جیزوئٹ لوگوں کا مرکز تھا۔

اٹھائیسواں باب

مانوں لے کو

لیکن ایک دفعہ اُسے یہ یقین آ گیا کہ یہ پادری توزاگاوڈی ادراتو ہے
تو پھر وہ بڑی آسانی سے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کہنے لگا۔
گلتاں برگ

روسی ہدایات میں سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ جس سے خط و کتابت ہو رہی ہو
باتوں میں اس کی تردید کبھی نہیں کرنی چاہیے۔ والہانہ عقیدت مندی کے رویے میں
کسی طرح بھی تبدیلی نہیں آنی چاہیے۔ سارے خطوں کی بنیاد اسی مفروضے پر تھی۔
ایک دن آپیرا میں مشہور ناول "مانوں لے کو" رقص و نغمے کی شکل میں پیش کیا
گیا۔ ژویاں مادام دفرداک کے باکس میں بیٹھا اس ناٹک کی تعریف میں زمین
آسمان کے قلابے ملا رہا تھا۔ اس تعریف کا واحد سبب یہ تھا کہ اُسے ناٹک
بالکل پھُس پھُسا معلوم ہوا تھا۔
مادام دفرداک نے کہا کہ یہ ناٹک ایبے پریوو کے ناول کو
نہیں پہنچتا۔

ژولیاں کو حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ وہ دل میں بولا ـــــ "ہیں! اتنی پارسا ہو کے ناول کی تعریف کر رہی ہے!" مادام دفرواک ہفتے میں دو تین بار ناول نگاروں کے متعلق سخت نفرت کا اظہار کیا کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ نوجوان نسل ایک تو ویسے ہی نفسانی غلط کاریوں کی طرف راغب ہے۔ اوپر سے یہ لوگ ایسی بتذل کتابیں لکھ لکھ کے اخلاق بگاڑتے ہیں۔

وہ کہنے لگی ـــــ "سنا ہے کہ ایسی مخرب اخلاق اور زہریلی کتابوں میں "مانوں سلے کو" ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں ایک مجرمانہ فطرت کی ساری کمزوریاں اور کرنی کا پھل یعنی اس کے آلام و مصائب ایسی صداقت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ ناول میں ایک گہرائی آگئی ہے۔ اس کے باوجود آپ کے نپولین نے سینٹ ہیلنا میں کہا تھا کہ یہ ناول تو خدمتگاروں کے لئے لکھا گیا ہے۔"

یہ بات سُنکر ژولیاں کا دماغ پوری طرح کام کرنے لگا۔ "اس کا مطلب ہے کہ لوگ مجھے مادام دفرواک کی نظروں میں ذلیل کرنے کی فکر میں لگے رہے ہیں۔ انہیں نے اسے بتایا ہے کہ میں نپولین کا پرستار ہوں۔ یہ بات اُسے اتنی بُری لگی ہے کہ وہ اپنی خفگی جتائے بغیر نہ رہ سکی۔" وہ باقی وقت اسی دریافت کا مزا لیتا رہا اور دوسروں کو بھی محظوظ کرتا رہا۔ جب وہ آپیرا کی ڈیوڑھی میں مادام دفرواک سے رخصت ہو رہا تھا۔ تو وہ کہنے لگی ـــــ "جناب، ایک بات یاد رکھئے۔ جن لوگوں کو مجھ سے محبت ہو انہیں نپولین سے محبت نہیں ہونی چاہئے

زیادہ سے زیادہ وہ اُسے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا قہر سمجھ سکتے ہیں۔ بہرحال اُس کی رُوح میں اتنی لچک نہیں تھی کہ عظیم فن پاروں سے لطف اندوز ہو سکے۔"

"جن لوگوں کو مجھ سے محبت ہو۔" ژو لیاں اس فقرے کو دل ہی دل میں بار بار دہراتا رہا۔ "یا تو اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ یا پھر سب کچھ کہہ دیا۔ یہ زبان و بیان کے وہ اسرار ہیں جن سے ہم بیچارے قصباتی واقف نہیں۔" اور جب وہ مادام دفرواک کو بھیجنے کے لئے ایک لمبا چوڑا خط نقل کرنے بیٹھا تو اسے مادام دُریناَل کی یاد ستانے لگی۔

اگلے دن مادام دفرواک نے ژو لیاں سے کچھ ایسی بے اعتنائی کے ساتھ جو اُسے بالکل مصنوعی معلوم ہوئی، پوچھا — "آپ نے کل رات غالباً آپیرا سے واپس آنے کے بعد مجھے ایک خط لکھا ہے۔ اس میں یہ لنڈن اور رچمنڈ کا ذکر کیسا ہے؟"

ژو لیاں بالکل بوکھلا گیا۔ اس نے خط کو سطر بہ سطر نقل کر دیا تھا اور یہ بھی نہ سوچا تھا کہ لکھ کیا رہا ہوں۔ اصل خط میں لنڈن اور رچمنڈ کا ذکر تھا۔ وہ ان کے بجائے پیرس اور سین کلو لکھنا بھول گیا تھا۔ اس نے دو تین دفعہ کوئی عذر پیش کرنا چاہا، مگر بات ایک مرتبہ بھی پوری نہ کر سکا۔ اسے یوں لگا کہ بس اب میں قہقہہ مار کے ہنس پڑوں گا۔ آخر کار مناسب الفاظ تلاش کرتے کرتے اُسے یہ بات سُوجھی — "انسانی رُوح کی رفیع ترین اور بلند ترین دلچسپیوں پر بحث کرتے کرتے میری روح میں بھی غلوبیت آ گئی تھی۔ کہیں بھٹک گئی ہو گی۔"

"میں نے تو رعب جما دیا۔" وہ دل میں بولا۔ "اب اور زیادہ بیٹھ کے

بے کیف ہوتے رہنے کی ضرورت نہیں"۔ وہ مادام دفرواک کے یہاں سے
سرپٹ اُڑ لیا۔ کل رات جس خط کی نقل کی تھی۔ آج اُسے نکال کے دیکھا تو
وہ خطرناک عبارت بڑی جلدی مل گئی۔ جہاں اُس نوجوان روسی نے لنڈن اور
رچمنڈ کا ذکر کیا تھا۔ ژولیاں کو یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ اس خط میں تو
کچھ پیار کا رنگ تھا۔

باتیں کرتے ہوئے تو ژولیاں میں ذرا اسنوبی پن آجاتا تھا۔ لیکن خطوں کا
انداز بڑا رفیع اور کچھ کچھ متصوفانہ تھا۔ اسی تضاد کی وجہ سے مادام دفرواک
کی نظروں میں اُسے ایک امتیاز حاصل ہو گیا۔ اُس کے جملوں کی طوالت مادام
کو خاص طور سے پسند آئی۔ یہ وہ روا روی والا اسلوب نہیں تھا جسے اُس
بد اخلاق انسان والٹیر نے رواج دیا ہے! ہمارے ہیرو نے ایڑی چوٹی کا زور
لگا دیا کہ میری باتوں میں سمجھ بوجھ کا شائبہ تک نہ آنے پائے، مگر شاہ
دشمنی اور بے دینی کا تھوڑا سا رنگ ابھی تک باقی تھا، اور مادام دفرواک
اس بات سے بے خبر نہ تھی۔ عام طور سے اس کے گرد ایسے لوگ
جمع ہوتے تھے جو انتہائی اخلاق پرست تو ضرور تھے۔ لیکن گھنٹوں بیٹھے
رہیں تو بھی اُن کے دماغ میں کوئی نیا خیال نہ آتا تھا۔ چنانچہ وہ ہر اُس چیز
سے بہت متاثر ہوتی تھی۔ جس میں جدت کا ذرا سا شائبہ نظر آئے۔ لیکن
ساتھ ہی ساتھ وہ اپنا فرضِ منصبی سمجھتی تھی کہ ایسی بات اُسے ناگوار بھی
گزرے۔ اس عیب کی توجیہہ وہ یوں کرتی تھی کہ آخر یہ ہلکے پن کا زمانہ ہے
اس کے اثر سے کون بچ سکتا ہے۔

لیکن ایسے دیوان خانوں میں جانا تو اُسی وقت اچھا لگتا ہے۔ جب آدمی کوئی درخواست لے کر جائے۔ ژولیاں کو جس قسم کی زندگی بسر کرنی پڑ رہی تھی۔ اُس میں کوئی دلچسپی ہی نہ تھی۔ ہمارے پڑھنے والے بھی یقیناً اسی بے کیفی سے دوچار ہوں گے۔ بہر حال یہ تو وہ بنجر میدان ہیں۔ جہاں سے ہمیں اپنے سفر کے سلسلے میں گزرنا ہے۔

ژولیاں کی زندگی کا خبنا وفت مادام دفرواک والے واقعے کی نذر ہوا اس دوران میں مادموازیل دلاموُل کو مسلسل جدوجہد کرنی پڑی۔ کہ ژولیاں کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔ اس کے اندر ایک شدید کشمکش جاری تھی۔ بعض دفعہ ماتیلد یہ سوچ کر خوش ہوا کرتی کہ مجھے اس روئی صورت کے نوجوان سے نفرت ہو گئی ہے۔ لیکن ہزار کوششوں کے باوجود ژولیاں کی باتیں اس کا دل موہ لیتیں۔ سب سے زیادہ حیرت تو اُسے ژولیاں کے پکّے جھوٹے پن پر ہوتی تھی۔ ماتیلد ہر موضوع کے متعلق اس کی رائے سے خوب واقف تھی۔ چنانچہ وہ دیکھتی کہ ژولیاں مادام دفرواک سے ایک لفظ ایسا نہیں کہتا جو قطعی جھوٹ نہ ہو یا جہاں اس نے اپنے نقطۂ نظر کو نہایت گھناؤنے طریقے سے بدل کے پیش نہ کیا ہو۔ وہ اس دو رُخے پن سے بہت متاثر ہوئی، اور دل میں کہنے لگی ــ " یہ آدمی کتنا گہرا ہے! دھواں دھار تقریریں کرنے والے احمقوں یا موسیو تان بو جیسے رذیل بدمعاشوں سے کتنا مختلف ہے! حالانکہ وہ بھی اسی زبان میں باتیں کرتے ہیں!"

بہرصورت ژولیاں کے دن بڑی مصیبت میں گزر رہے تھے۔ وہ روز رات کو مادام دفرواک کے دیوان خانے میں حاضری تو دیتا، مگر اپنا مشکل ترین فرض بجالانے کی خاطر۔ اس کی ساری روحانی طاقت اس اداکاری کی نذر ہو گئی۔ اکثر رات کے وقت جب وہ مادام دفرواک کے محل کے بلیے چوڑے صحن سے گزرتا تو ناامیدی میں ڈوب کے رہ جانے سے بچنے کے لیے اُسے اپنے کردار اور عقل کی پوری طاقتوں کا سہارا لینا پڑتا۔

وہ دل میں کہتا ___ "میں نے دارالعلوم میں تو اپنی مایوسی پر قابو پا لیا تھا اور حالانکہ اپنا مستقبل مجھے بالکل تاریک نظر آتا تھا۔ اس وقت تو یہ معاملہ تھا کہ یا تو قسمت بگڑ ہی گئی یا سنور ہی گئی۔ مجھے نظر آرہا تھا کہ دونوں ہی صورتوں میں مجھے عمر بھر انتہائی مکروہ اور گھناؤنی چیزوں سے واسطہ رہے گا۔ لیکن گیارہ ہی مہینے گزرے تھے کہ بہار کے موسم میں میری عمر کا کوئی نوجوان اتنا خوش اور شادماں نہ ہوگا جتنا میں تھا۔"

لیکن اکثر ایسا ہوتا کہ ہولناک حقیقت کے مقابلے میں ان خوشگوار دلیلوں کی ایک نہ چلتی۔ ماتیلد دوپہر اور رات کے کھانے کے وقت روز نظر آتی۔ موسیو ولاموِل اس سے اکثر خط لکھواتا رہتا تھا۔ اُن کے ذریعے اُسے پتہ چلا تھا کہ بس اب ماتیلد کی شادی موسیو دکرواز نوا سے ہونے ہی والی ہے۔ یہ دلکش نوجوان ابھی سے محل میں روز دو مرتبہ آنے لگا تھا جس عاشق کو دھتکار دیا گیا تھا اُس کی حاسد نگاہیں اس شخص کی ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لیتی رہتی تھیں۔

جب ژولیاں کو خیال گزرتا کہ آج تو مادموازیل دلاموَل اپنے منگیتر کے ساتھ بڑی اچھی طرح پیش آئی ہے تو اپنے کمرے میں واپس آکر وہ اپنے پستولوں کو پیار بھری نظروں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکتا

وہ دل میں کہتا — "یہ کتنی عقلمندی کی بات ہوگی کہ میں اپنے کپڑوں پر سے اپنے نام کے حروف مٹا دوں، اور پیرس سے کوسوں دُور کسی جنگل بیابان میں جاکے رہنے لگوں، اور وہیں میری منحوس زندگی کا خاتمہ ہو جائے! اس جنگل میں کوئی میرے نام سے بھی واقف نہ ہوگا۔ پندرہ دن تک تو میرے مرنے کا پتہ بھی نہ چلے گا۔ اور پندرہ دن گزر جانے کے بعد میرا خیال ہی کسے آئے گا؟"

یہ خیالات واقعی تھے تو بہت معقول، لیکن اگلے ہی دن ماتیلد کی آستین اور دستانے کے درمیان اُس کے بازو کی ایک جھلک نظر آجاتی اور ہمارا نوجوان فلسفی زہریلی یادوں میں کھو جاتا جو اسے پھر زندگی سے وابستہ کر دیتیں اُس وقت وہ دل میں کہتا — "اچھی بات ہے! میں اس روسی حکمتِ عملی کی آخر تک پیروی کر کے دیکھتا ہوں۔ اس کا انجام کس طرح ہوگا؟

"رہی مادام دفرواک، تو یہ ترپن خط نقل کر چکنے کے بعد میں ایک بھی خط نہیں لکھوں گا۔

"اور ماتیلد کی بات یہ ہے کہ ان چھ ہفتوں کی تکلیف دہ اداکاری کے بعد یا تو اُس کی خفگی بالکل دور ہی نہ ہوگی، یا پھر کم سے کم ایک لمحے کے لئے بدل ملا ہو جائے گا، خدا کی قسم، میں تو خوشی کے مارے مر جاؤں گا!" اور اس سے آگے

نہ سوچا جاتا۔

دیر تک ان خوابوں میں کھوئے رہنے کے بعد جب وہ اپنی عقل سے پھر کام لینے لگتا تو دل میں کہتا ـــــ " مجھے ایک دن کی خوشی تو ضرور حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اس کے بعد وہی جفائیں پھر شروع ہو جائیں گی اور وجہ یہ ہو گی کہ افسوس۔ مجھے ماتیلد کو خوش رکھنا نہیں آتا۔ پھر میرا کوئی سہارا نہیں رہے گا میں برباد ہو جاؤں گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غارت ہو جاؤں گا . . . .

"اُس نے مزاج ہی ایسا پایا ہے کہ مجھے اس کی بات کا یقین ہی نہیں آسکتا۔ ہائے، اصل جھگڑا یہ ہے کہ مجھ میں وہ خوبیاں ہی نہیں۔ غالباً میرے طور طریقوں میں نفاست کی کمی ہے، میری گفتگو بوجھل اور پھیکی سیٹھی ہے۔ خدایا میں ایسا کیوں ہوں؟"

انیسواں باب

بے کیفی

چلو، اپنے جذبات کی خاطر خود کو قربان کر دینا بھی ٹھیک ہے - مگر
اُن جذبات کی خاطر جو آدمی میں ہوں ہی نہ! ہائے، بچاری
اُنیسویں صدی!

ژرژ ثے

پہلے تو مادام دخرداک کو ژولیاں کے لمبے چوڑے خطوں میں کوئی مزا نہ آیا۔ لیکن آہستہ آہستہ دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ مگر ایک بات اُسے پریشان کر رہی تھی "کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ژولیاں درحقیقت پادری نہیں ہے! تب تو اس سے کچھ ربط و ضبط بڑھا یا بھی جا سکتا تھا۔ اس دنیاداروں کے سے لباس اور تمغے کے ساتھ تو لوگ طرح طرح کے خطرناک سوال پوچھنے لگیں گے اور اُن کا جواب کیا دیا جائے گا؟" اُس نے یہ بات آگے نہ سوچی "ممکن ہے میری کینہ ور سہیلی یہ سمجھ بیٹھے بلکہ شاید لوگوں میں مشہور بھی کر دے کہ ژولیاں میرا ایک غریب رشتے دار

اور والد کے خاندان کا ہے، کوئی معمولی دکاندار ہے۔ جسے کسی طرح تمغہ مل گیا ہے۔"

ژولیاں سے پہلی دفعہ ملاقات ہونے تک مادام دفرواک کو سب سے زیادہ خوشی اس بات سے ہوتی تھی کہ اپنے نام سے پہلے "مارے شال" (یعنی مارشل کی بیوی) لکھے۔ اس کی نو دولتوں والی خود پسندی بڑی مریضانہ قسم کی تھی جسے بات بات میں ٹھیس لگتی۔ لیکن اب جو ژولیاں سے دلچسپی پیدا ہوئی تو دونوں چیزوں میں کھینچا تانی ہونے لگی۔

وہ دل میں بولی ــــ "میں اسے برس کے قریب ہی کسی حلقے کا بڑا پادری بالکل آسانی سے بنوا سکتی ہوں! لیکن وہ خالی خولی موسیو سوریل ہے اور اوپر سے موسیو دلامول کا ایک معمولی سیکرٹری! یہ بات بڑی افسوسناک ہے۔"

اس عورت کا دل جو ہر چیز سے ڈرتی تھی پہلی دفعہ کسی ایسی بات سے متاثر ہوا جس کا سماجی برتری اور رتبے کے دعووں سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کے بڈھے دربان نے دیکھا کہ جب میں اس نوجوان کا خط لے کے آتا ہوں جو ہمیشہ غمگین سا لگتا ہے تو مادام دفرواک کے چہرے سے وہ پریشان خیالی اور چڑچڑے پن کا انداز غائب ہو جاتا ہے جو اپنے کسی خدمت گار کے اندر آتے ہی وہ ہمیشہ اختیار کر لیتی ہے۔

اس نے جو طرزِ زندگی اختیار کر رکھا تھا۔ اس میں آدمی کی بس ایک تمنا ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ دوسروں کو مرعوب کیا جائے۔ لیکن اس قسم کی کامیابی حاصل

کر لینے کے بعد در اصل کوئی خوشی بھی نہیں ہوتی۔ اس کا نتیجہ ہوتا ہے بے کیفی۔ مادام دفرواک نے جب سے ژولیاں کے بارے میں سوچنا شروع کیا تھا۔ یہ بے لطفی ایسی ناقابلِ برداشت ہوگئی تھی کہ اگر وہ رات کو ایک گھنٹہ اس عجیب وغریب نوجوان کے ساتھ گزار لیتی تو اگلے روز خادمائیں دن بھر ڈانٹ ڈپٹ سے محفوظ رہتیں۔ ژولیاں کا اعتبار بڑھتا جا رہا تھا۔ بڑی ہوشیاری سے لکھے ہوئے گمنام خط بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تاں بو نے دو تین دفعہ بڑی چالاکی سے دلوز، دکروآزنوا اور دکے لو کے سامنے تہمت طرازیاں کیں۔ ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ الزامات درست بھی ہیں یا نہیں، بس خوشی خوشی یہ بہتان پھیلانے شروع کر دیئے۔ مگر سب بے سود رہا۔ مادام دفرواک کے دماغ میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ ایسی مبتذل حرکات کا مقابلہ کر سکے۔ اس نے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار ماتیلد کے سامنے کیا اور ماتیلد نے ہر دفعہ اُسے تسلی دی۔

ایک دن مادام دفرواک کو تین مرتبہ یہ دریافت کرنا پڑا کہ میرا کوئی خط آیا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد اُس نے ایک دم سے فیصلہ کیا کہ میں خود ژولیاں کو خط لکھتی ہوں۔ یہ نخ اصل میں اکتاہٹ کی تھی۔ دوسرا خط لکھتے ہوئے مادام دفرواک یہ سوچ کر دم بخود رہ گئی کہ اپنے ہاتھ سے ایسے مبتذل قسم کا پتہ لکھنے میں کتنی سُبکی ہے ۔۔۔ یعنی "بخدمت موسیو سوریل، معرفت موسیو لامارکی دلامول"

رات کو اس نے بڑے خشک لہجے میں ژولیاں سے کہا ۔۔۔ "آپ مجھے کچھ لفافے لا دیجئے جن پر آپ کا پتہ لکھا ہو"۔

"یعنی میں عاشق بھی ہوں اور خدمت گار بھی"۔ ژولیاں نے سوچا، اور

مارکوئس کے بڈھے خادم آرستین کی طرح ناک بھوں چڑھا کے تعظیماً سر جھکایا۔

اُسی دن شام کو وہ لفافے لے آیا اور اگلے دن صبح سویرے اُسے تیسرا خط ملا۔ اُس نے پانچ چھ سطریں تو شروع کی پڑھیں اور دو تین آخر کی۔ خط چار صفحے کا تھا اور نہایت ہی باریک اور ملے ملے حرفوں میں۔

آہستہ آہستہ اُسے یہ خوشگوار عادت پڑ گئی کہ قریب قریب روزانہ خط لکھنے لگی۔ ژولیاں جواب میں وہی دُوسی خط حرف بحرف نقل کر دیتا تھا۔ خطیبانہ انداز میں ایسی خوبیاں ہیں کہ اگرچہ ژولیاں کے جواب اور مادام دفرواک کے خط میں من چہ سرائم و طنبورۂ من چہ می سرائد والا معاملہ رہتا۔ مگر مادام کو ذرا بھی حیرت نہ ہوتی۔

اگر پستہ قد تاں بو جس نے خود ہی اپنے آپ کو ژولیاں کے افعال و اعمال کی جاسوسی پر مقرر کر لیا تھا۔ مادام دفرواک کو آ کر یہ بات بتا سکتا کہ ژولیاں ان خطوں کو کھولتا تک نہیں۔ یونہی اٹھا کے اپنی دراز میں ڈال دیتا ہے تو اُس بچاری کے پندار کو کیسا شدید صدمہ پہنچتا۔

ایک دن صبح کے وقت دربان نے کتب خانے میں ژولیاں کو مادام دفرواک کا خط لا کے دیا۔ اُس آدمی کی مڈبھیڑ ماتیلد سے ہو گئی۔ اسے خط نظر آ گیا اور اس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ پتہ ژولیاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ دربان چلا گیا تو وہ کتب خانے میں آئی۔ خط ابھی تک میز کے کنارے پر پڑا ہوا تھا۔ ژولیاں اپنے کام میں ایسا منہمک تھا کہ اُسے ابھی تک دراز میں نہ ڈالا تھا۔

"یہ بات میں برداشت نہیں کر سکتی" ماتیلد نے خط اٹھا لیا اور چیخ کے کہا "تم مجھے یعنی اپنی بیوی کو تو بالکل بھول ہی رہے ہو۔ جناب آپ کی یہ حرکت بڑی نامعقول ہے"

اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کے پندار کو اپنے اس نازیبا طرزِ عمل پر اس قدر حیرت ہوئی کہ وہ دم بخود رہ گئی۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی، اور ایک لمحے بعد تو ژولیاں کو ایسا لگا۔ کہ اس سے سانس بھی نہیں لیا جا رہا۔

ژولیاں خود بھونچکا رہ گیا تھا، اور اس کے ہوش و حواس گم تھے۔ اس کی صاف صاف سمجھ ہی میں نہ آیا کہ اس تماشے سے میرے لئے کیسے نفیس اور خوشگوار نتائج برآمد ہوں گے۔ اس نے سہارا دے کے ماتیلد کو کرسی پر بٹھایا۔ وہ تو قریب قریب اس کے بازوؤں میں گر پڑی۔

جب اس نے یہ بات دیکھی تو پہلے تو اسے بے انتہا خوشی ہوئی پھر فوراً ہی کوراسوف کا خیال آیا۔ "اگر میرے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو معاملہ بگڑ جائے گا"

حکمتِ عملی کی وجہ سے ژولیاں کو اپنے اوپر ایسا جبر کرنا پڑ رہا تھا کہ اس کے بازو دکھنے لگے "اس گداز اور حسین جسم کو مجھے اپنے سینے تک سے نہیں لگانا چاہئے۔ ورنہ یہ مجھ سے نفرت کرنے لگے گی اور جان کو الگ آ جائے گی۔ اس نے کیسی خوفناک طبیعت پائی ہے!"

ماتیلد کے مزاج پر لعنت بھیجتے ہوئے وہ اسی مزاج کے سبب اس سے

اور سوگنی زیادہ محبت کرنے لگا۔ ژولیاں کو ایسا معلوم ہوا جیسے میرے بازوؤں میں کوئی ملکہ آگئی ہو۔

اپنے مجروح پندار کی بدولت مادموازیل دلاموں کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا۔ ژولیاں کی سرد مہری سے اس کا دکھ اور بڑھ گیا۔ اس کے دل کو قرار ہوتا تو وہ ژولیاں کی آنکھوں سے پتہ چلانے کی کوشش کرتی کہ اس وقت یہ میرے بارے میں کیا محسوس کر رہا ہے۔ لیکن اُسے ہوش ہی کب تھا۔ اس سے تو ژولیاں کی طرف دیکھا بھی نہ جا رہا تھا۔ اُسے ڈر یہ لگ رہا تھا کہ کہیں ژولیاں کی نگاہوں میں حقارت نظر نہ آئے۔

وہ کُتب خانے میں ایک صوفے پر گم صُم بیٹھی تھی اور ژولیاں کی طرف سے مُنہ پھیر رکھا تھا۔ محبت اور پندار انسانی دل کو جتنی بھی شدید تکلیف پہنچا سکتے ہیں وہ اس میں مبتلا تھی۔ بھلا وہ کیا کر بیٹھی!

"میں بڑی بد نصیب ہوں۔ میری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ میں ایسی بے حیائی سے پیش قدمی کروں اور مجھے دھتکار دیا جائے اور دھتکارے بھی کون؟ اپنے پندار کے ہاتھوں دُکھ سہتے سہتے وہ بالکل پاگل ہو چلی تھی" میرے والد کا ایک ملازم!"

"میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتی" وہ بلند آواز سے بولی۔

نتیجے میں آکر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ژولیاں کی میز کی دراز کھولی جو اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ اندر نو دس بے کھُلے خط پڑے تھے جو ہو بہو اس خط کی طرح تھے جو دربان ابھی ابھی لایا تھا۔ یہ دیکھتے ہی وہ سراسیمگی کے مارے

پتھرا کے رہ گئی۔ اس نے پہچانا کہ سب لفافوں پر ژولیاں کے ہاتھ کی تحریر ہے گو ذرا بدلی ہوئی۔

وہ غصے کے مارے آپے سے باہر ہو کے بولی ــ "یعنی تم نے اُس بچاری کو پرچا بھی لیا ہے اور اسے حقیر بھی سمجھتے ہو! تم ٹکے کے آدمی، اور مادام دفرواک کو حقیر سمجھو!"

پھر وہ اس کے قدموں پر گر پڑی "پیارے، مجھے معاف کر دو۔ حقیر جتنا چاہو سمجھو، مگر مجھ سے محبت کرو۔ میں اب تمہاری محبت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔" اور وہ بے ہوش ہو کے زمین پر لڑھک گئی۔

"یعنی یہ مغرور لڑکی آخر میرے قدموں پر آ گری!" ژولیاں نے دل میں کہا۔

تیسواں باب

آپیرائیں

باول جتنے کالے ہوں گے اتنا ہی زبردست طوفان آئے گا۔

بائرن

اس ہنگامے کے دوران میں ژدلیاں کو خوشی تو ہوئی ہوگی، مگر اصل میں تو وہ مبہوت ہو کے رہ گیا تھا۔ اُسے ماتبلد کی گالیوں سے اندازہ ہُوا کہ روسی حکمت عملی کتنی درست نکلی ۔" میری نجات کا بس یہی طریقہ ہے کہ نہ کچھ کہوں، نہ کچھ کروں ۔"

اس نے ماتبلد کو اٹھایا اور کچھ کہے بغیر اُسے پھر صوفے پر بٹھادیا۔ آہستہ آہستہ وہ پھر رونے لگی۔

اپنے ہوش وحواس برقرار رکھنے کے لئے اس نے مادام دفرواک کے ہاتھ کی تحریر پہچانی تو ایک دم سے اُچھل پڑی۔ وہ انہیں پڑھ نہ رہی تھی بلکہ یونہی ورق الٹ رہی تھی۔ خط زیادہ تر چھ چھ صفحے کے تھے۔

ماتبلد کو اس کی طرف دیکھنے کی جرأت تو نہ ہوئی مگر آخر وہ بڑے التجا آمیز

لہجے میں بولی — "کم سے کم ایک بات مجھے بتادو۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں مغرور ہوں۔ بدنصیبی سے میری حیثیت ہی کچھ اس قسم کی ہے۔ بلکہ میں مانتی ہوں کہ یہ میرے مزاج ہی کا قصور ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ مادام دفرواک نے تمہارا دل مجھ سے چھین لیا ہے . . . کیا اُس نے بھی تمہارے لئے وہی قربانیاں کی ہیں جو اس کم بخت محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کے مجھے کرنی پڑیں؟"

ژولیاں نے جواب میں ایک گمبھیر قسم کی خاموشی اختیار کر لی۔ وہ دل میں بولا — "اسے ایک شریف آدمی سے ایسی نامناسب بات پوچھنے کا کیا حق ہے؟"

ماتیلد خط پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن آنکھوں میں تو آنسو بھرے ہوئے تھے، پڑھتی کیسے؟

مہینے بھر سے اس کی حالت بہت خراب تھی۔ لیکن اُس کا مغرور دل اپنے جذبات خود اپنے آپ سے بھی قبول لینے کو راضی نہ ہوتا تھا۔ یہ تو محض اتفاق تھا کہ اس کے جذبات اس طرح پھوٹ پڑے۔ لمحے بھر کے لئے رقابت اور محبت اس کے غرور پر غالب آگئی تھی۔ وہ صوفے پر ژولیاں سے بالکل لگی ہوئی بیٹھی تھی۔ ژولیاں کو اُس کے بال اور اس کی بلوریں گردن نظر آئی۔ تو وہ لمحے بھر کے لئے اپنا فرضِ منصبی بھول بیٹھا۔ اُس نے ماتیلد کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے قریب قریب سینے سے لگا لیا۔

ماتیلد نے آہستہ آہستہ اپنا چہرہ اس کی طرف پھیر لیا۔ ژولیاں کو

اُس کی آنکھوں میں ایسا شدید رنج جھلکتا نظر آیا کہ وہ حیران رہ گیا۔ یہ آنکھیں ماتیلد کی آنکھیں معلوم ہی نہ ہو رہی تھیں۔

ژولیاں بڑی ہمت سے کام لے رہا تھا۔ اس میں اسے اپنے اُوپر اتنا جبر کرنا پڑ رہا تھا کہ اُس کی طاقت جواب دینے لگی۔

وہ دل میں بولا —— "اس سے محبت کر کے مجھے خوشی تو ہوگی۔ لیکن اگر میں اس رو میں بہہ گیا۔ تو انہیں آنکھوں سے انتہائی حقارت اور سرد مہری ٹپکنے لگے گی۔"

اس وقت ماتیلد ایسی مُردہ آواز میں کہ لفظ حلق سے نہ نکل رہے تھے۔ ژولیاں سے بار بار کہہ رہی تھی کہ اپنے غرور کے ہاتھوں مجبور ہو کے میں نے جو حرکت کی ہے۔ اس پر مجھے بڑا افسوس ہے۔

"مجھ میں کون سا کم غرور ہے۔" ژولیاں نے ایسی آواز میں کہا کہ بات مشکل ہی سے سُنائی دی۔ اس کے چہرے سے انتہا درجے کی جسمانی خستگی ٹپک رہی تھی۔

ماتیلد جلدی سے اس کی طرف مڑی۔ اُسے تو یہ اُمید ہی نہ رہی تھی کہ یہ مجھ سے بولے گا بھی۔ چنانچہ اُس کی آواز سُن کر ماتیلد کو بڑی مسرت ہوئی۔ اس وقت اسے اپنا غرور بھی یاد آ رہا تھا تو اپنے آپ کو لعنت ملامت کرنے کے لیئے۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کوئی ایسی غیر معمولی اور انوکھی بات کروں جس سے ژولیاں پر ثابت ہو جائے کہ مجھے اس سے کتنی محبت ہے، اور اپنے آپ سے کیسی نفرت۔

ژولیاں کہنے لگا ـــ " شاید اسی غرور کے سبب تم ایک لمحے کے لئے پھر میری طرف مائل ہو گئی ہو ۔ دلبری اور سخت مزاجی مرد کو زیب دیتی ہے اسی لئے تم اس وقت میری عزت کر رہی ہو ۔ ہو سکتا ہے کہ میرا دل مادام دفرداک پر آگیا ہو . . . . "

ماتیلد لرز اٹھی ۔ اس کی آنکھیں عجیب سی ہو گئیں ۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے موت کا حکم سُنایا جانے والا ہو ۔ یہ بات ژولیاں نے بھی دیکھی اور اس کی ہمت جواب دینے لگی ۔

اُس کے ہونٹوں سے جو بے معنی لفظ نکل رہے تھے ۔ وہ انہیں اس طرح سُن رہا تھا جیسے کہیں باہر سے آواز آ رہی ہو ۔ وہ دل میں بولا ۔ ـــ " آہ ، کاش ان زرد زرد رخساروں کو خوب چُوموں اور اسے پتہ بھی نہ چلے ! "

وہ ماتیلد سے کہنے لگا ـــ " ہو سکتا ہے کہ میرا دل مادام دفرداک پر آگیا ہو ۔ لیکن اسے بھی مجھ سے دلچسپی ہے یا نہیں ، اس کا میرے پاس کوئی قطعی ثبوت تو نہیں ہے . . . . "

ماتیلد اس کی طرف تکنے لگی ۔ ژولیاں نے بھی اس سے نظریں ملا دیں ۔ وہ دعا مانگ رہا تھا کہ خدا کرے میرے چہرے سے میرے دل کا راز ظاہر نہ ہو گیا ہو ۔ اُسے یوں معلوم ہوا جیسے محبت اس کے دل کے کونے کونے میں سما گئی ہو ۔ وہ ماتیلد پر اس بُری طرح کبھی فریفتہ نہیں ہوا تھا ۔ وہ بھی ماتیلد کے برابر دیوانہ ہو رہا تھا ۔ ماتیلد میں اتنی ہمت اور اپنے اوپر اتنا قابو ہوتا

کہ وہ حکمتِ عملی سے کام لے سکتی تو ژولیاں اپنی مہمل اداکاری چھوڑ چھاڑ کے اُس کے قدموں پر آ گرتا۔ بہرحال ابھی ژولیاں میں بات کرنے کی طاقت باقی تھی۔ وہ دل ہی دل میں بولا ـــــ" ہائے! اس وقت کو راسوف یہاں نہ ہُوا! مجھے اس وقت رہبری کی بڑی ضرورت تھی!" ساتھ ہی ساتھ اس کی آواز کہہ رہی تھی ـــــ

"کوئی اور جذبہ نہ ہو تو بھی احسان مندی کا تقاضا ہے کہ مجھے مادام دفرواک سے ایک لگاؤ ہو۔ اس نے میرے ساتھ بڑی رعایت سے کام لیا ہے۔ جن دنوں اور لوگ مجھے حقیر سمجھ رہے تھے۔ میرے دل کو تسلّی دی ہے . . . . یہ ٹھیک ہے کہ میں اُن آثار و قرائن پر زیادہ بھروسہ نہیں کر سکتا جو انتہائی خوش آئند تو ضرور ہیں، لیکن شاید دیرپا ثابت نہیں ہوں گے"

"ہائے! خدایا!" ماتیلد نے چیخ کے کہا

"اچھا! تم کیا ضمانت دیتی ہو؟" ژولیاں نے تیز اور سخت لہجے میں کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ لمحے بھر کے لئے اس نے اپنی دور اندیشی اور سیاست بازی ترک کر دی ہے۔ "اس بات کی کیا ضمانت ہے اور مجھے کس طرح یقین آئے کہ تم اس وقت جو حیثیت مجھے دوبارہ دے رہی ہو۔ وہ دو دن سے زیادہ برقرار رہے گی؟"

"میری شدید محبت اور اگر تمہیں مجھ سے پیار نہیں رہا تو میرا غم و اندوہ اس بات کا ضامن ہے۔" وہ ژولیاں کی طرف منہ پھیر کے اُس کے ہاتھ دباتے ہوئے بولی۔

وہ جو زور سے ہلی تو اس کی شال تھوڑی سی سرک گئی۔ ژولیاں کو اُس کے حسین کندھوں کی ایک جھلک نظر آئی، اور اس کے بکھرے بکھرے بال دیکھ کر ایک نہایت دلفریب منظر یاد آ گیا۔ . . .

وہ بس ہتھیار ڈالنے ہی والا تھا کہ دل میں بولا ــــ "ذرا کوئی بے احتیاطی کی بات مُنہ سے نکلی اور وہی شب و روز پھر شروع ہو جائیں گے۔ جو میں نے مایوسی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے گزارے ہیں۔ مادام دریںال اپنے دل کے "کہنے" پر چلتی تھیں اور دلیلیں بعد میں ڈھونڈتی تھی۔ یہ لڑکی ذرا بڑی آدمی ہے۔ اس کا دل اس وقت پگھلتا ہے جب نہایت مدلّل طریقے سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ ہاں، اب دل پگھل جانا چاہیئے۔"

ژولیاں یہ حقیقت آنکھ جھپکتے ہیں سمجھ گیا، اور آنکھ جھپکتے میں اُس کی ہمّت پھر مضبوط ہو گئی۔

اُس نے اپنے ہاتھ چھڑا لئے جو ابھی تک ماتیلد کے ہاتھوں میں تھے، اور نہایت ادب کے ساتھ اُس سے کچھ دُور ہٹ گیا۔ انسان میں اس سے زیادہ اور کیا ہمّت ہو سکتی ہے؟ پھر وہ مادام دفرواک کے خط چُننے لگا جو صوفے پر بکھرے پڑے تھے اور انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ جو اُس وقت بڑی ظالمانہ حرکت تھی، بولا ــــ

"مادموازیل دلاموَل مجھے اجازت دیں تو میں ان سب باتوں پر ذرا غور کر لوں۔"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور کتب خانے سے چل دیا۔ ماتیلد کو آواز آئی کہ وہ ایک ایک کر کے سارے دروازے بند کرتا جا رہا ہے۔

"اس وحشی کو تو ذرا بھی پریشانی نہیں ہوئی"۔ وہ دل میں بولی۔ "لیکن میں یہ کیا کہہ رہی ہوں؟ وحشی! وہ تو بڑا عقلمند، بڑا دوراندیش، بڑا نیک ہے۔ غلطی تو سب میری ہے"۔

یہ خیال اُس کے دل میں جم کے رہ گیا۔ اُس دن ماتیلد اچھی خاصی خوش رہی۔ کیونکہ وہ سر تا پا محبت میں مبتلا تھی۔ پہلے اُس کے غرور کا کچھ ہی حال کیوں نہ رہا ہو۔ آج تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا دل غرور سے تو واقف ہی نہیں ہے۔

رات کو دیوان خانے میں خادم نے مادام دفرواک کے آنے کا اعلان کیا تو ماتیلد ڈر کے مارے کانپنے لگی۔ اس آدمی کی آواز ہی اُسے بڑی دہشت ناک معلوم ہوئی۔ اس سے مادام دفرواک کو دیکھا نہ جا سکا اور وہ فوراً کمرے سے چل دی۔ ژولیاں کو یہ فتح ایسی مشکل سے نصیب ہوئی تھی کہ اُسے ذرا بھی فخر نہ تھا بلکہ اُلٹا ڈر لگ رہا تھا کہ میری آنکھیں میرا بھانڈا نہ پھوڑ دیں۔ اُس نے آج محل میں کھانا ہی نہ کھایا۔

اس جنگ کے بعد جتنا وقت گزرتا گیا۔ ژولیاں کی محبت اور خوشی اتنی ہی تیزی سے بڑھتی گئی۔ بلکہ وہ تو ابھی سے اپنے اُوپر نکتہ چینی کرنے لگا۔ وہ دل میں کہہ رہا تھا — "اس کے ساتھ مجھ سے بے رُخی کیسے برتی گئی؟ اور جو اُس کی محبت وہیں کے وہیں ختم ہو جاتی! وہ تو ایسی مغرور ہے کہ

دم بھر میں بدل جاتی ہے۔ مجھے ماننا پڑے گا کہ میں نے اس کے ساتھ بڑا بُرا سلوک کیا ہے۔"

شام کو اُس نے دیکھا کہ مجھے آپیرا میں مادام دفرداک کے باکس میں پہنچنا لازمی ہے۔ اس نے ژولیاں کو خاص طور سے دعوت دی تھی۔ اُس کی موجودگی یا کج خُلقانہ غیر موجودگی کا پتہ ماتیلد کو ضرور چل جائے گا۔ یہ بات کسی ثبوت کی محتاج نہ تھی، مگر شام کو شروع میں اُسے محفل میں جانے کی ہمت نہ ہوئی، اگر وہ لوگوں سے بات کرتا تو آدھی خوشی تو یوں ہی غائب ہو جاتی۔

دس بجے تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ محفل میں جا کے اپنی شکل دکھائے۔

خوش قسمتی سے مادام دفرداک کے باکس میں عورتیں بھری ہوئی تھیں، اُسے بالکل دروازے کے پاس جگہ ملی اور وہ اُن کی ٹوپیوں سے بالکل چھُپ کے رہ گیا۔ یہ جگہ ہی ایسی تھی کہ وہ بے وقوف بننے سے بچ گیا۔ کسی ایکٹرس نے سُریلی آواز میں ایک درد بھرا گیت گایا۔ تو اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مادام دفرداک نے یہ آنسو دیکھ لئے۔ عموماً ژولیاں کے چہرے پر ایک سختی اور مردانگی طاری رہتی تھی۔ اس انداز کا آنسوؤں کے ساتھ ذرا بھی جوڑ نہ تھا۔ حالانکہ نو دولت لوگوں والے غرور کا سارا زہر اس عورت کی رگ رگ میں سما چکا تھا۔ مگر یہ آنسو دیکھ کے تو اس کا دل بھی پگھل گیا۔ مادام دفرداک کچھ بھی سہی، آخر عورت تھی۔ وہ بولے بغیر نہ رہ سکی۔ اس وقت تو وہ خود

اپنی آواز سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی۔

"آپ نے موسیو دلاموٓل کے یہاں کی بیگمات کو دیکھا؟" وہ ژدلیاں سے بولی۔ "دیکھئے، وہ تیسری منزل میں ہیں۔" ژدلیاں فوراً نیچے جھانکنے لگا اور ذرا بدتمیزی سے باکس کے کنارے پر لٹک گیا۔ سامنے ماتیلد نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

"یہ دن تو ان لوگوں کے آپیرا آنے کا نہیں تھا۔" ژدلیاں نے سوچا۔ "بڑی بیتاب ہو رہی ہے۔"

اُن کے یہاں آنے والے خوشامدیوں میں سے ایک نے اپنا باکس جلدی سے پیش تو کر دیا تھا، مگر یہ ذرا خراب سی جگہ تھی۔ اس کے باوجود ماتیلد اپنی ماں کو آپیرا گھسیٹ لائی تھی۔ وہ دیکھنا یہ چاہتی تھی کہ ژدلیاں رات کا وقت مادام دفرواَک کے ساتھ گزارتا ہے یا نہیں۔

اکتیسواں باب
تخویف

یہ ہے آپ کی تہذیب کا کرشمہ! محبت کو تو آپ نے ایک
معمولی چیز بنا کے رکھ دیا ہے۔

بارناؤ

ژولیاں جلدی سے مادام دلاموَل کے باکس میں پہنچا۔ چھوٹتے ہی اُس کی نظریں ماتیلد کی نظروں سے ملیں۔ وہ بڑی بے فکری سے رو رہی تھی۔ وہاں بس ایک تو وہ دوست تھا جس نے اپنا باکس دیا تھا اور تین چار دوسرے ملاقاتی، غرض کوئی اہم آدمی موجود نہ تھا۔ ماتیلد نے ژولیاں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت اُسے ماں کا ذرا بھی خوف نہیں رہا۔ سسکیاں لیتے لیتے اُس کا گلا رُندھ گیا تھا۔ اس کے مُنہ سے بس ایک لفظ نکلا — "ضمانت!"

"اور چاہے جو کروں، لیکن مجھے اس سے بات نہیں کرنی چاہیئے۔" ژولیاں نے سوچا۔ اُس کے دل میں ہیجان برپا ہو گیا تھا۔ وہ ہاتھ سے اپنی آنکھیں چھپانے

کی اُلٹی سیدھی کوشش کرنے لگا جیسے قندیل کی روشنی سے بچ رہا ہو۔" اگر میں بول پڑا تو میری محبت پر شک نہیں رہے گا۔ میری آواز سے بھانڈا پھوٹ جائے گا اور ممکن ہے کہ پھر سب معاملہ بگڑ جائے۔"

اس وقت کی کشمکش میں صبح سے بھی زیادہ اذیت ہوئی۔ اس وقفے میں اُس کی رُوح کو پریشان ہونے کی مہلت مل گئی تھی اُسے ڈر تھا کہ کہیں ماتیلد کے پندار کو پھر ٹھیس نہ لگ جائے۔ محبت اور خواہش کے نشے میں سرشار ہو کے اس نے عہد کر لیا کہ ماتیلد سے نہیں بولوں گا۔

میرے خیال میں یہ اُس کے کردار کی ایک بہت بڑی خوبی ہے جو آدمی اپنے اوپر اتنا جبر کر سکے۔ وہ بہت ترقی کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ قسمت یاوری کرے۔

مادموازیل دلاموَل نے اصرار کیا کہ ژولیاں ہمارے ساتھ گھر چلے۔ خوش قسمتی سے اس وقت چھاجوں پانی برس رہا تھا۔ لیکن مادام دلاموَل نے ژولیاں کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور اس سے اتنی باتیں کیں کہ اُسے بیٹی سے ایک لفظ نہ کہنے دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مادام دلاموَل کو ژولیاں کی خوشی کا بڑا خیال ہو۔ ژولیاں کو اب یہ ڈر تو نہ رہا تھا کہ میرے جذبات کی شدت سے معاملہ خراب ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اندر ہی اندر محبت کی لہروں میں جھکولے کھانے لگا۔

کیا میں یہ بات بتا دوں کہ ژولیاں اپنے کمرے میں پہنچا تو گھٹنوں کے بل گر پڑا اور شہزادے کوراسوف کے دیئے ہوئے خطوں کو تڑا تڑ چومنے لگا؟

"تو کتنا عظیم آدمی ہے! مجھ پر تیرا کتنا احسان ہے!" وہ اپنے پاگل پن میں بولا۔

آہستہ آہستہ اس کے دماغ میں ذرا ٹھنڈک آئی۔ وہ اپنا مقابلہ ایک سپہ سالار سے کرنے لگا۔ جس نے کسی بڑی لڑائی میں آدھی فتح حاصل کر لی ہو۔ اور بولا — "مجھے کامیابی تو واقعی ہوئی ہے، اور بڑی زبردست، لیکن کل کیا ہونے والا ہے؟ دم بھر میں سب کچھ تہس نہس ہو سکتا ہے۔"

اُسے جو لہر آئی تو ایک دم سے نپولین کی سینٹ ہیلنا والی خود نوشت سوانح عمری اٹھالی اور پورے دو گھنٹے زبردستی اسے پڑھتا رہا۔ پڑھ تو بس آنکھیں ہی رہی تھیں مگر بہر حال وہ دل پر جبر کئے بیٹھا رہا۔ اس عجیب و غریب مشغولیت کے دوران میں اس کا دل اور دماغ دونوں عظیم ترین کارناموں کی سطح پر جا پہنچے تھے اور گو اُسے کچھ پتہ نہ تھا۔ مگر برابر کام کئے جا رہے تھے۔ "اس لڑکی کا دل مادام دریتال کے دل سے بالکل مختلف ہے۔" وہ بولا۔ مگر اس سے آگے نہ سوچا۔

"اسے ڈرانا چاہیئے۔" وہ ایک دم سے کتاب الگ پھینک کے بولا۔ "دشمن میری اطاعت اُسی وقت تک کرے گا۔ جب تک میں اُسے ڈراتا رہوں۔ پھر اسے یہ ہمت نہ ہوگی کہ مجھے حقیر سمجھے۔"

وہ خوشی کے مارے دیوانہ ہو کے اپنے کمرے میں ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ خوشی غرور کی وجہ سے تھی۔ محبت کی وجہ سے نہیں۔

"اسے ڈرانا چاہیئے۔" وہ بڑے غرور کے ساتھ بار بار دل میں کہہ رہا تھا اور اس کا غرور تھا بھی درست۔ "مادام دریتال جس وقت حد سے زیادہ خوش ہوتی اُس وقت بھی اُسے یہی خیال لگا رہتا تھا کہ میری محبت اُس کی محبت کے برابر ہے

یا نہیں۔ یہاں تو مجھے ایک جن کو قابو میں لانا ہے۔ چنانچہ اُسے قابو میں لا کر ہی ہٹنا چاہیئے"۔

اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ کل صبح آٹھ بجے تک ماتیلد کتب خانے میں ضرور آئے گی۔ وہ نو بجے سے پہلے وہاں نہیں گیا۔ اُس کے دل میں محبت کی آگ تو ضرور سُلگ رہی تھی، مگر اس وقت دل دماغ کے قبضے میں تھا۔ شاید ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ جب اُس نے دل میں یہ نہ کہا ہو ــــ "اس کے دماغ کو ہر وقت اسی شبہے میں ڈالے رکھو کہ اسے مجھ سے محبت ہے بھی یا نہیں۔ ایک تو بڑے گھرانے کی لڑکی، پھر ہر آدمی اس کی خوشامد میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ اس کی خود اعتمادی ذرا حد سے بڑھ چلی ہے"۔

اس نے دیکھا کہ ماتیلد پیلی پڑ گئی ہے اور خاصے سکون کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہے، لیکن کچھ ایسا لگتا ہے جیسے ہلنے جُلنے کی سکت نہ رہی ہو۔ اُس نے ژولیاں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"پیارے، میں نے واقعی تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔ شاید تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو؟"

ژولیاں کو ایسے سیدھے سادے لب و لہجے کی توقع نہ تھی۔ اس کا راز فاش ہوتے ہوتے بچا۔

تھوڑی دیر تو وہ خاموش رہی۔ اُسے امید تھی کہ ژولیاں کچھ کہے گا، لیکن وہ چپ چاپ رہا تو بولی ــــ "تمہیں کوئی ضمانت چاہیئے پیارے۔ ہاں بالکل ٹھیک بات ہے۔ مجھے لے بھاگو۔ چلو، لندن چلیں، پھر میری عزت خاک میں

مل جائے گی، میں کہیں کی نہ رہوں گی . . . " اس نے ذرا ہمت کر کے اپنا ہاتھ ژولیاں سے چھڑا لیا، اور آنکھوں پر رکھ لیا۔ اُسے شرم و حیا اور عصمت و عفت کا خیال پھر آ گیا تھا . . . " اچھا ٹھیک ہے! میری عزت خاک میں ملا دو۔" آخر وہ آہ بھر کے بولی "یہی ضمانت ہے۔"

"دل میں خوش رہا، کیونکہ میں نے ہمت سے کام لے کے اپنے اوپر جبر کر ڈالا تھا۔" ژولیاں نے سوچا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے سے اُسے دل پر اتنا قابو آ گیا کہ وہ بڑی سرد مہری کے لہجے میں بولا ـــ

"ہم لنڈن چل بھی پڑے، اور جیسا تم کہتی ہو تمہاری عزت خاک میں مل بھی گئی تو بھی کیا یقین ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی رہو گی؟ کون کہہ سکتا ہے کہ مجھے ڈاک گاڑی میں ساتھ بیٹھا دیکھ کر تمہیں اُلجھن نہیں ہوگی؟ میں کوئی جانور تو ہوں نہیں، تمہاری عزت خاک میں ملا کے مجھے رنج ہی ہوگا۔ جو چیز ہمارے درمیان حائل ہے وہ تمہارا سماجی رتبہ نہیں بلکہ بدقسمتی سے تمہارا مزاج ہے۔ تمہیں بتاؤ، کیا تم وعدہ کر سکتی ہو کہ ہفتے بھر بھی مجھ سے محبت کرو گی؟"

(آہ کاش یہ مجھ سے ہفتہ بھر محبت کر لے، صرف ہفتہ بھر!" ژولیاں دل میں بولا۔" میں تو شادیٔ مرگ ہو جاؤں گی۔ مجھے مستقبل کی کیا پروا ہے۔ خود زندگی کی کیا پروا ہے؟ اگر میں چاہوں تو جنت کے دروازے ابھی کھل سکتے ہیں۔ یہ تو بس میرے اوپر ہے!")

ماتیلد نے دیکھا کہ وہ غمگین سا ہو گیا۔

"یعنی میں تمہارے لائق بالکل نہیں ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ دبا کے بولی

ژولیاں نے ماتیلد کو گلے لگا لیا، مگر فرض کے آہنی ہاتھ نے اسے فوراً آ دبوچا۔ "اگر اس نے دیکھ لیا کہ مجھے اس سے کتنی محبت ہے تو بس پھر گئی۔" ماتیلد کے بازوؤں سے الگ ہونے سے پہلے ژولیاں نے پھر وہی وقار کا انداز اختیار کر لیا جو مرد کے شایانِ شان ہے۔

اس روز اور کئی دن بعد تک اس نے اپنی شادمانی چھپائے رکھی۔ بعض وقت تو اسے یہ بھی منظور نہ ہوا کہ ماتیلد کو بازوؤں ہی میں لے لے۔

بعض دفعہ خوشی کا جوش دیوانگی کی حد تک پہنچ جاتا اور ساری دوراندیشی دھری رہ جاتی۔

سیڑھی کو چھپانے کے لئے پھول دار پیڑوں کا ایک کنج سا بنا ہوا تھا۔ وہ اس کنج کے پاس کھڑے ہو کر دور سے ماتیلد کی بند کھڑکی کو تکتا رہتا اور اس کی بے وفائی پر آہیں بھرتا۔ قریب ہی ایک شاہ بلوط کا اونچا درخت تھا۔ غیر محتاط لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے وہ اس کے پیچھے چھپ جاتا۔

ایک دن وہ ماتیلد کے ساتھ اس جگہ سے گزرا تو اسے اپنا غم واندوہ بری طرح یاد آنے لگا۔ پچھلی ناامیدی اور اس وقت کی شادمانی کا تقابل اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے اور وہ محبوبہ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا کے بولا ـــــ

"میں یہاں کھڑا ہو کے تمہارے بارے میں سوچا کرتا ہوں۔ میری نظریں تمہاری کھڑکی پر لگی رہتی ہیں، میں نے گھنٹوں اس خوش نصیب لمحے کا انتظار کیا ہے کہ جب اس ہاتھ کو کھڑکی کھولتے دیکھ سکوں . . . "

وہ بالکل ڈھے گیا۔ اُس نے ماتیلد کو پورے خلوص اور صداقت کے ساتھ اُس وقت کی ناامیدی کا حال سُنایا۔ پھر اضطرار کے لہجے میں اپنی موجودہ خوشی کا ذکر کیا جس نے وہ اذیت ختم کر دی تھی . . . .

"ارے، میں کیا کر رہا ہوں؟" ژولیاں نے ایک دم سے ہوش میں آ کے کہا۔ "میں تو اپنی جڑ اپنے ہاتھ سے کاٹ رہا ہوں"۔

اپنی گھبراہٹ میں اُسے خیال ہوا کہ مادموازیل دلامول کی آنکھوں میں تو محبت ابھی سے کم نظر آ رہی ہے۔ یہ محض فریب تھا۔ مگر ژولیاں کے چہرے کا رنگ فوراً بدل گیا اور موت کی سی زردی چھا گئی۔ دم بھر کے لئے اُس کی آنکھیں بجھ سی گئیں، اور انتہائی پُرجوش اور سچی محبت کے بجائے اکڑ کا انداز آ گیا جس میں تھوڑا سا کینہ بھی شامل تھا۔

"کیوں پیارے، کیا ہُوا؟" ماتیلد بے چین ہو کر بڑے پیار سے بولی۔

"میں صاف جھوٹ بول رہا تھا" ژولیاں نے بگڑ کے کہا۔ "اور وہ بھی تم سے۔ اب میں اپنے آپ کو اس بات پر لعنت ملامت کر رہا ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ میرے دل میں تمہاری عزت ہے، اور میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ تم مجھ پر جان چھڑکتی ہو۔ تمہارا دل خوش کرنے کے لئے مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ لچھے دار تقریریں کروں"۔

"خدایا! تو یہ دس منٹ سے جو تم پیاری پیاری باتیں کر رہے تھے۔ یہ سب لچھے دار تقریریں تھیں؟"

"اور میں اپنے آپ کو اس پر سخت لعنت ملامت کر رہا ہوں۔ یہ تقریریں میں

سے عرصہ ہوا ایک عورت کے لئے تیار کی تھیں جو مجھ سے محبت کرتی تھی اور مجھے
اس سے کوفت ہوتی تھی۔۔۔ میرے کردار میں بھی کمزوری ہے۔ میں تمہارے
سامنے اپنی بُرائی اپنے آپ کر رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دینا۔"
ماتیلد کے رخساروں پر تلخ آنسو ڈھلکنے لگے۔

ژولیاں کہنے لگا۔"مجھے کسی چھوٹی سی بات سے صدمہ پہنچے اور میں لمحے
بھر کے لئے بھی خوابوں میں کھو جاؤں تو میری منحوس یادیں جنہیں میں اس وقت کوس
رہا ہوں، میرے کام آتی ہیں اور میں انہیں بڑی بُری طرح استعمال کرتا ہوں۔"
"کیا مجھ سے بھول میں کوئی ایسی بات ہو گئی جو تمہیں ناگوار گزری؟" ماتیلد نے
بڑی دلفریب سادہ دلی کے ساتھ کہا
"مجھے یاد ہے کہ ایک دن ان کیاریوں کے پاس سے گزرتے ہوئے تم نے
ایک پھول توڑا۔ موسیو دلوز نے وہ تمہارے ہاتھ سے لے لیا، اور تم نے انہیں کے
پاس رہنے دیا۔ میں اس وقت تم سے دو قدم پیچھے تھا۔"
"موسیو دلوز؟ ناممکن بات ہے۔" ماتیلد نے اس وقار کے ساتھ کہا جو اس
کے لئے فطری چیز بن گیا تھا۔"میں ایسی باتیں کبھی نہیں کرتی۔"
"میں پورے وثوق سے کہتا ہوں۔" ژولیاں نے جھٹ سے جواب دیا۔
"اچھا خیر! چلو، پیارے، پھر ٹھیک ہی ہو گا۔" ماتیلد نے افسردگی کے ساتھ
نظریں نیچی کر کے کہا۔ اسے پورا الیقین تھا کہ میں نے موسیو دلوز کو مہینوں سے
ایسی بے تکلفی کی اجازت نہیں دی۔
ژولیاں بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ دل میں بولا — "نہیں، اس کی محبت کم نہیں ہوئی"۔

شام کو ماتیلد نے قہقہہ لگا کر اُسے جھڑکا کہ "تمہیں مادام دفرواک کیسے پسند آگئی ۔ متوسط طبقے کا آدمی اور ایک نو دولت سے پیار! بس ایک شاید اسی طبقے کی عورتوں کا دل ایسا ہے جسے میر اژولیاں اپنی محبت میں گرفتار نہیں کر سکتا اس نے تو تمہیں اچھا خاصا رنگیلا بنا دیا" وہ اس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔

جس زمانے میں ژولیاں کو خیال تھا کہ ماتیلد مجھے حقیر سمجھتی ہے۔ اس نے اتنے اچھے کپڑے پہننے شروع کر دیئے تھے کہ پیرس میں کم ہی لوگ ایسے ہوں گے لیکن اُسے اس قسم کے لوگوں پر ایک اور امتیاز حاصل تھا۔ ایک دفعہ سنگار کر چکنے کے بعد وہ اس کی بالکل فکر ہی نہ کرتا تھا۔

ایک بات ماتیلد کو اب بھی کھٹک رہی تھی۔ ژولیاں روسی خطوں کی نقل کر کر کے مادام دفرواک کو برابر بھیجے جا رہا تھا۔

تینتیسواں باب

شیر

ہائے! یہی بات کیوں ہوئی، کوئی اور بات کیوں نہ ہوئی!

لومارشے

ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ اس نے ایک شیر سے دوستی کرلی۔ شیر کو اس نے بچپن سے پالا تھا اور اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ لیکن بھرا ہوا پستول ہر وقت میز پر رکھتا تھا۔

ژولیاں اپنے آپ کو پوری طرح خوش ہونے کی اجازت صرف اس وقت دیتا جب اُسے یقین ہوتا کہ ماتیلد میری آنکھوں میں خوشی کے آثار نہیں دیکھ سکے گی۔ یہ فرض وہ بڑی پابندی سے سرانجام دے رہا تھا کہ وقتاً فوقتاً ماتیلد سے ایک آدھ کڑوی کسیلی بات کہہ دیتا تھا۔

جب ماتیلد کی عاجزی جس پر اُسے بڑی حیرت ہوتی تھی اور اُس کی محبت اس قدر حد سے بڑھ جاتی کہ ژولیاں کا ضبط ختم ہونے لگتا تو وہ ہمت سے کام لے کر فوراً وہاں سے چل دیتا۔

ماتیلد کو پہلی دفعہ اس سے محبت ہوئی تھی۔
اُس کی زندگی پہلے کچھوے کی چال چلتی تھی، مگر اب قلانچیں بھرنے لگی۔
لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری تھا کہ اس کا غرور کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو۔ چنانچہ اس کی محبت اُسے جتنے بھی خطروں میں ڈال سکتی تھی۔ وہ جان بوجھ کے یہ خطرے مول لیتی۔ اور بالکل بے فکری کے ساتھ۔ اس کے برخلاف ژولیاں دوراندیشی سے کام لے رہا تھا۔ اگر وہ کبھی ژولیاں کی بات نہ سنتی تو صرف اُس وقت جب خطرے میں پڑنے کا سوال ہوتا۔ اس کے سامنے تو وہ بھیگی بلی بنی رہتی، بلکہ عاجزی برتتی، لیکن کوئی اور اُس کے قریب آتا تو پہلے سے بھی زیادہ اکڑ دکھاتی، چاہے رشتے دار ہو چاہے خدمت گار۔
رات کو دیوان خانے میں پچاس ساٹھ آدمیوں کے درمیان وہ ژولیاں کو الگ بُلا لیتی اور گھنٹوں اس سے باتیں کرتی رہتی۔
ایک دن پستہ قد تاں بو آن دونوں کے پاس آبیٹھا۔ ماتیلد نے اس سے کہا کہ مجھے کتب خانے میں سے اسمولٹ کی وہ کتاب لادیجئے۔ جس میں ۱۶۸۸ء کے انقلاب کا ذکر ہے۔ وہ ہچکچانے سا لگا تو ماتیلد بڑی ہتک آمیز نخوت کے ساتھ بولی — "ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔" یہ بات سُن کر ژولیاں کا دل باغ باغ ہوگیا۔
"تم نے اس وحشی کی نظروں کا انداز دیکھا؟" ژولیاں نے پوچھا۔
"اس کے چچا نے دس بارہ سال ہماری خدمت کی ہے۔ ورنہ میں اسے

کھڑے کھڑے نکلوا دیتی"۔

دکروازلوا، دلوز وغیرہ کے ساتھ ماتیلد کا رویہ بظاہر میں تو بڑی خوش اخلاقی کا تھا، لیکن دراصل تھا ویسا ہی ناخوشگوار۔ ماتیلد اپنے آپ کو بڑی طرح سے لعنت ملامت کر رہی تھی کہ میں نے اُن دنوں ژولیاں کو اپنے راز کیوں بتا دیئے۔ اُسے خاص طور سے افسوس یُوں تھا کہ اب ژولیاں کے سامنے یہ اعتراف بھی نہ کر سکتی تھی کہ اُن لوگوں سے میری دلچسپی تو بالکل معصومانہ قسم کی تھی۔ البتہ میں نے بات ذرا بڑھا چڑھا کے بیان کی تھی۔

اس نے ارادے تو بڑے اچھے اچھے کیئے۔ لیکن اس کا نسائی غرور اسے روز ژولیاں سے یہ بات نہ کہنے دیتا تھا ــــ "دراصل میں تم سے باتیں کر رہی تھی۔ اسی لیئے اپنی اس کمزوری کا حال سُنانے میں مزا آیا کہ موسیو دکروازلوا نے سنگِ مرمر کی میز پر جو اپنا ہاتھ رکھا تو میرے ہاتھ سے چھُو گیا۔ لیکن میں نے ہاتھ نہ ہٹایا"۔

آج کل تو یہ حال ہو گیا تھا کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی دو چار منٹ بھی اس سے بات کرتا تو اُسے فوراً یاد آ جاتا کہ مجھے تو ژولیاں سے کچھ پوچھنا ہے۔ اور اس بہانے وہ اسے اپنے پاس بٹھائے رکھتی۔

اُسے پتہ چلا کہ میں پیٹ سے ہوں اور ژولیاں کو یہ خبر بڑے خوش ہو کے سنائی۔

"اب بھی میرے اوپر شک رہے گا؟ یہ ضمانت ہے یا نہیں؟ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے تمہاری بیوی بن گئی"۔

یہ خبر سُن کے ژولیاں کو سخت حیرت ہُوئی۔ اُس نے عمل کے جو اُصول بنائے تھے۔ وہ انہیں بھُولنے سا لگا۔ "یہ لڑکی میری خاطر اپنے آپ کو برباد کر رہی ہے میں جان بُوجھ کے اس سے بے رُخی کیسے برتوں اور اس کا دل کیسے دکھاؤں ؟" اگر اس کی طبیعت ذرا بھی خراب نظر آتی تو عقل مندی چاہے کتنا ہی کیوں نہ چیخے چلّائے ژولیاں اس سے وہ بے رحمی کی باتیں نہ کر سکتا جو اُس کے تجربے کے مطابق اُن کی محبت کو زندہ رکھنے کے لئے ناگزیر تھیں۔

ایک دن ماتیلد بولی ــــ "میں والد کو خط لکھنے والی ہوں۔ وہ میرے لئے باپ سے بھی کچھ زیادہ ہیں، یعنی میرے دوست ہیں۔ چنانچہ یہ بات تمہارے اور میرے دونوں کے لئے نامناسب ہے کہ انہیں لمحے بھر کے لئے بھی دھوکے میں رکھا جائے۔"

"خدا کے لئے یہ کیا کر رہی ہو ؟" ژولیاں نے گھبرا کے کہا۔

"اپنا فرض بجا لا رہی ہوں۔" وہ بولی۔ اس کی آنکھیں خوشی کے مارے چمک اُٹھی تھیں۔ اُسے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ میں اپنے عاشق سے زیادہ بلند حوصلہ ہوں۔

"لیکن وہ مجھے ذلیل کر کے گھر سے نکال دیں گے !"

"اس کا تو انہیں پُورا اختیار ہے۔ ہمیں اُن کا یہ حق تسلیم کرنا چاہیئے۔ میں تمہارا ہاتھ پکڑ لوں گی، اور ہم روزِ روشن میں سامنے کے دروازے سے رُخصت ہو جائیں گے۔"

ژولیاں بھونچکا رہ گیا۔ اس نے ماتیلد سے درخواست کی کہ ایک ہفتہ اور ٹھہرو۔

"یہ نہیں ہوسکتا" اس نے جواب دیا "میری عزت مجھے مجبور کررہی ہے میں سمجھ گئی ہوں کہ میرا فرض کیا ہے۔ مجھے اپنا فرض بجا لانا ہے اور فوراً۔"

"اچھا، یہ بات ہے تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ابھی ٹھیرو۔" آخر ژولیاں نے کہا۔ "تمہاری عزت کا نگہبان تو میں ہوں۔ کیونکہ میں تمہارا شوہر ہوں۔ اس خطرناک اقدام سے ہم دونوں کی حیثیت بدل جائے گی۔ آخر مجھے بھی تو کچھ حق پہنچتا ہے۔ آج منگل ہے اگلے منگل کو ڈیوک ورتیز کے یہاں دعوت ہے۔ اس دن موسیو دلاموِل گھر واپس آئیں تو دربان انھیں یہ ہلاکت انگیز خط دے دے . . . . انہیں تو بس یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ تم کسی طرح ڈچز بن جاؤ۔ اتنی بات کا تو مجھے یقین ہے۔ ذرا سوچو تو سہی انہیں کتنا سخت رنج ہوگا!"

"کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ انتقام کتنا سخت لیں گے؟"

"مجھے اپنے محسن پر رحم تو آسکتا ہے۔ انہیں تکلیف پہنچانے کے خیال سے دکھ بھی ہوسکتا ہے، لیکن میں ڈرتا کسی سے نہیں اور نہ کبھی ڈروں گا۔"

ماتیلد نے کہنا مان لیا۔ اس نے ژولیاں کو جب سے اپنی حالت بتائی تھی۔ ژولیاں نے آج پہلی دفعہ تحکمانہ لہجے میں بات کی تھی۔ اسے ماتیلد سے ایسی محبت کبھی نہیں رہی تھی۔ اس کے دل میں تھوڑی بہت نرمی تو تھی ہی، چنانچہ اس نے ماتیلد کی حالت کو خوشی خوشی بہانہ بنا کر اس سے دوچار بیرحمی کی باتیں کہنے کا فریضہ ترک کر دیا۔ موسیو دلاموِل کے سامنے اعتراف کرنے کے خیال سے اسے بڑی پریشانی ہوتی۔ کیا وہ ماتیلد سے جدا ہونے والا تھا؟ ژولیاں کی رخصت کے وقت اسے کتنا ہی رنج کیوں نہ ہو۔ لیکن مہینے بھر بعد کیا اسے کبھی ژولیاں کا خیال بھی آئے گا؟

ژولیاں کو اتنا ہی ڈر اس بات کا تھا کہ مارکوسس واقعی بجا طور پہ اسے کتنی لعنت ملامت کرے گا۔

رات کو اُس نے ماتیلد کے سامنے اپنی اس دوسری پریشانی کا اعتراف کر لیا پھر محبت کے جوش میں آکے پہلی بات بھی کہہ ڈالی۔

ماتیلد کا چہرہ ایک دم سے چمک اٹھا۔

وہ بولی — "جو تمہیں مجھ سے جُدا رہنے تو واقعی تمہیں دکھ ہوگا!"

"بہت زیادہ۔ مجھے دنیا میں کسی چیز کا ڈر ہے تو بس اسی کا۔"

ماتیلد نہالوں نہال ہوگئی۔ ژولیاں نے اداکاری کا وہ کمال دکھایا تھا کہ ماتیلد واقعی یہی سمجھنے لگی کہ ہم دونوں میں مجھ ہی کو محبت زیادہ ہے۔

وہ خطرناک منگل بھی جلدی ہی آگیا۔ مارکوئس آدھی رات کو گھر آیا تو اُسے ایک خط ملا جس پر پتہ اس انداز سے لکھا تھا کہ ظاہر ہوتا تھا۔ یہ خط خود اسی کو کھولنا چاہیے اور اکیلے میں۔

جناب والد صاحب!

"ہم دونوں کے درمیان جتنے سماجی رشتے تھے سب منقطع ہو چکے ہیں اب صرف خون کا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ شوہر کے بعد دنیا میں مجھے کوئی اتنا عزیز نہیں جتنے آپ ہیں اور رہیں گے۔ میری آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں آپ کو کتنی سخت تکلیف پہنچا رہی ہوں لیکن اس خیال سے کہ میری بے حیائی دنیا پر ظاہر نہ ہو اور آپ کو سوچنے سمجھنے اور کچھ کرنے کا وقت مل جائے۔ اب میں اس اعتراف میں دیر نہیں کر سکتی

جو مجھ پر واجب ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ اگر آپ کی محبت اس بات کو روا رکھے تو مجھے گزارے کے لئے تھوڑا بہت وظیفہ دے دیجئے۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ یہاں سے چلی جاؤں گی اور آپ جہاں فرمائیں گے۔ وہیں جا رہوں گی۔ مثلاً سوئٹزرلینڈ میں۔

میرے شوہر کا نام ایسا غیر معروف ہے کہ ویرییر کے ایک بڑھئی کی بہو مادام سوریل کو آپ کی بیٹی کون سمجھے گا؟ یہ ہے وہ نام جو میں نے اتنی مشکل سے لکھا ہے۔ ژولیاں کی خاطر مجھے آپ کے غصے سے ڈر لگ رہا ہے، اور آپ کا غصہ واقعی ہوگا بھی ٹھیک۔ والد صاحب؛ میں اب ڈچیز نہیں بنوں گی۔ لیکن یہ تو مجھے اسی وقت معلوم تھا جب مجھے اس سے محبت ہوئی۔ کیونکہ محبت تو میں نے شروع کی، میں نے ہی اُسے ورغلایا۔ آپ سے اور اپنے آبا و اجداد سے مجھے ایک ایسی بلند روح ورثے میں ملی ہے کہ اُن چیزوں پر میں اپنی توجہ صرف کر ہی نہیں سکتی جو عامیانہ ہوں یا کم سے کم عامیانہ معلوم ہوتی ہوں۔ آپ کو خوش کرنے کے خیال سے میں نے موسیو دکرواز نوا کے بارے میں بہتیرا سوچا، مگر بے سود۔ آپ نے ایسے آدمی کو میری نظروں کے سامنے رکھا ہی کیوں جس میں واقعی جوہر ہے؟ میں ای ایبر سے واپس آئی تھی تو خود آپ ہی نے کہا تھا کہ بس یہ سوریل ہی ایک ایسا آدمی ہے جسے دیکھ کے میرا دل خوش ہوتا ہے۔ اس خط سے آپ کو جتنا رنج ہوگا۔ اس کے خیال سے اس بچارے لڑکے کو بھی اتنی ہی پریشانی ہو رہی ہے

جتنی مجھے۔ باپ کی حیثیت سے تو آپ مجھ پر جتنا چاہیں بگڑ لیں۔
اس سے میں آپ کو نہیں روک سکتی۔ لیکن دوست کی حیثیت سے
تو مجھے نہ بھولیئے۔

"ژرولیاں میری بڑی عزت کرتا تھا۔ اگر وہ مجھ سے کبھی بات
بھی کرتا تو صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کا بڑا احسان مند ہے۔ کیونکہ
اُس کے مزاج میں غرور بہت ہے اور جس شخص کا درجہ اُس سے
اتنا بلند ہو، وہ ایسے آدمی سے کاروباری معاملات کے علاوہ اور
کوئی بات نہیں کرتا۔ سماجی حیثیت کے اختلافات کا اسے بڑا گہرا
اور فطری احساس ہے۔ میں یہ بات کسی اور سے حشر تک نہیں کہوں گی
لیکن آپ کے سامنے یہ اعتراف کرتے ہوئے شرم کے مارے زمین میں
گڑی جا رہی ہوں کہ میں نے ہی ایک دن باغ میں اُس کا بازو
دبایا تھا۔

"اب سے چوبیس گھنٹے بعد آپ کو اس سے خفا ہونے کی کیا ضرورت
باقی رہے گی؟ مجھ سے جو قصور ہوا ہے اُس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ اگر
آپ اجازت دیں تو میں اس کی طرف سے عرض کروں کہ وہ آپ کی
بے انتہا عزت کرتا ہے، اور آپ کی خفگی کا اُسے بڑا رنج ہے۔ اب
آپ اُسے کبھی نہیں دیکھیں گے۔ لیکن میں چلی جاؤں گی اور جہاں وہ کہے گا
وہیں اس سے جا ملوں گی۔ یہ اس کا حق اور میرا فرض ہے۔ وہ میرے بچے
کا باپ ہے۔ اگر آپ دریا دلی سے کام لے کر ہمیں گزارے کے لئے کچھ بڑا

فرانک دے دیں تو میں آپ کا یہ عطیہ بصد شکریہ قبول کرلوں گی۔ ورنہ
ژولیاں کا ارادہ ہے کہ بساں سوں میں جا رہے اور لاطینی اور ادب پڑھانے
کا پیشہ اختیار کرے۔ وہ کتنا ہی کم رتبہ سہی، مگر مجھے یقین ہے کہ وہ بڑی
ترقی کرے گا۔ اُس کے ساتھ رہ کر مجھے گمنامی کا ذرا بھی خوف نہیں۔ اگر
انقلاب ہوا تو وہ اس میں یقیناً بڑا نمایاں حصہ لے گا۔ جتنے لوگ مجھ سے
شادی کے طلب گار رہے ہیں اُن میں ایک بھی ایسا آدمی ہے جس کے
بارے میں یہ بات کہی جا سکے ؟ اُن کے پاس بڑی بڑی جائدادیں
ہیں؟ یہ خوبی تو ضرور ہے، لیکن مجھے تو اس میں کوئی ایسی بات نظر نہیں
آتی جس پہ آدمی مر مٹے۔ میرے ژولیاں کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو
اور میرے والد کی سرپرستی شاملِ حال ہو تو وہ موجودہ نظامِ حکومت کے
ماتحت بھی کوئی اونچا عہدہ حاصل کر سکتا ہے . . . . . "

ماتیلد کو معلوم تھا کہ مارکوئس کے دل میں جو بات پہلے پہل بیٹھ گئی وہ بیٹھ گئی
چنانچہ اس نے آٹھ صفحے لکھے تھے۔

جس وقت موسیو دلامول یہ خط پڑھ رہا تھا۔ اس وقت ژولیاں باغ میں
ٹہل ٹہل کے یہ سوچ رہا تھا ـــــ "اب کیا کیا جائے ؟ ۱ـ میرا فرض کیا
کہتا ہے ؟ ۲ـ میرا فائدہ کس بات میں ہے ؟ میرے اُوپر اُس کا بڑا احسان ہے
اُس کی مدد کے بغیر میں آج ایک لفنگا ہوتا۔ بلکہ میری حیثیت تو اتنی بھی نہ ہوتی
کہ کوئی مجھ سے نفرت کرے اور ایذا پہنچائے۔ اسی نے مجھے بھلا آدمی بنایا ہے۔
میرے مزاج میں جتنا لفنگ پن ہے۔ وہ ایک تو کم ہو گیا ہے۔ دوسرے اُس میں

اتنی ذلالت نہیں رہی۔ یہ تو لاکھ روپیہ دینے سے بھی زیادہ ہے۔ اُسی کی بدولت مجھے یہ تمغہ ملا ہے، اور اُسی کے طفیل وہ سیاسی خدمات میرے نام لکھی گئیں۔ جن کی وجہ سے ہم چشموں میں میرا مرتبہ بڑھا۔

"اگر وہ قلم اٹھا کے اس معاملے میں میرے لئے ہدایات لکھنا چاہے تو کیا لکھے گا؟"

ڈولیاں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ بیچ میں موسیو ولاموِل کا خدمت گار آ وارد ہوا۔

"نواب صاحب، آپ کو اسی وقت یاد فرماتے ہیں، چاہے آپ ٹھیک طرح کپڑے پہنے ہوں یا نہ ہوں۔"

خدمت گار اُس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آہستہ سے بولا "نواب صاحب بڑے جلال میں ہیں، ہوشیار رہیئے گا۔"

تینتیسواں باب

عذاب

اناڑی جوہری نے اس ہیرے کو تراشتے ہوئے اس کی چمک دمک ختم کر کے رکھ دی ہے۔ ازمنۂ متوسطہ کا تو کیا ذکر، رشلو کے زمانے میں بھی فرانسیسیوں کے اندر اتنا زور موجود تھا کہ اپنی قوتِ ارادی سے کام لے سکیں۔

مرآبو

ژدلیاں نے دیکھا کہ مارکوئس بڑے طیش میں ہے۔ اس نواب نے عمر میں پہلی دفعہ بدمذاقی کا مظاہرہ کیا، اور جو مُنہ میں آیا بکتا چلا گیا۔ ہمارے ہیرو کو حیرت بھی ہوئی اور غصّہ بھی آیا، مگر احسان مندی کے احساس میں کوئی کمی نہیں آئی۔

"یہ بچارا مدتوں سے دل ہی دل میں کیسے کیسے منصوبے گانٹھ رہا تھا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے خاک میں مل گئے۔ لیکن میرا فرض ہے کہ میں اسے جواب دوں خاموش رہا تو اس کا غصّہ اور بڑھ جائے گا۔" جواب دیتے ہوئے اس نے موتیبر

کے کردار تار نوٹ سے استفادہ کیا۔

"میں کوئی فرشتہ تو ہوں نہیں . . . . میں نے دل وجان سے آپ کی خدمت کی ہے، آپ نے بھی اس کا صلہ مجھے بڑی فیاضی سے دیا ہے . . . میں ہمیشہ آپ کا احسان مند رہا ہوں، لیکن میری عمر بائیس سال ہے . . . . اس گھر میں اگر کوئی میری بات سمجھتا تھا تو آپ یا وہ عزیز ہستی . . . ."

"جانور کہیں کا!" مارکوئس نے چیخ کے کہا "عزیز! عزیز! جس دن وہ تمہیں عزیز معلوم ہوتی۔ اسی دن تمہیں یہاں سے چل دینا چاہئے تھا"

"میں نے کوشش تو کی تھی۔ میں نے تو آپ سے عرض کیا تھا کہ لانگ ڈوک چلا جاؤں"

غصے میں ادھر سے ادھر ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا تو مارکوئس غم کی تاب نہ لا کے آرام کرسی پر گر پڑا۔ ژولیاں نے سنا کہ وہ زیر لب کہہ رہا ہے — "یہ آدمی بدمعاش نہیں معلوم ہوتا"

"نہیں، میں آپ کے ساتھ کوئی بدمعاشی نہیں کر سکتا" ژولیاں نے اس کے قدموں پہ گر کے کہا۔ لیکن اس اضطراری حرکت پر اسے بڑی شرم آئی اور وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

مارکوئس واقعی دیوانہ ہو رہا تھا۔ یہ حرکت دیکھ کر وہ ژولیاں کو پھر گاڑیبانوں کی سی گالیاں سنانے لگا۔ شاید ان گالیوں کے نئے پن میں اسے تھوڑی سی تسکین مل رہی تھی۔

"میں ، میری بیٹی مادام سوریل کہلائے گی! ہیں! میری بیٹی ڈچز نہیں بن

سکے گی!"

جب یہ دو خیالات ایسی واضح شکل میں اس کے سامنے آتے تو اس کی حالت غیر ہونے لگتی۔ اسے اپنے اُوپر قابو نہیں رہا تھا بلکہ جو کچھ کر رہا تھا اضطراری کیفیت میں۔

ژولیاں کو ڈر لگا کہ اب مار پڑی۔

مارکوئس کو تھوڑی دیر کے لئے سکون آتا اور وہ اپنی بے عزتی کے خیال کو قبول کرنے لگتا تو اس کی ڈانٹ ڈپٹ میں بھی ذرا معقولیت آجاتی۔

"حضرت، آپ کو یہاں سے چلے جانا چاہیئے تھا" وہ بولا "یہ تمہارا فرض تھا کہ یہاں سے چل دیتے... تم انتہائی ذلیل آدمی ہو..."

ژولیاں میز کے پاس گیا اور ایک کاغذ پہ لکھا ــــ

"مدت ہوئی۔ میں اپنی زندگی سے تنگ آچکا ہوں۔ اب میں اسے ختم کئے لیتا ہوں۔ میں آپ کا اتنا احسان مند ہوں کہ بیان سے باہر ہے۔ میں آپ کے محل میں جان دوں گا تو حضور کو پریشانی تو ضرور ہوگی۔ لیکن میں التجا کرتا ہوں کہ میری معذرت قبول فرمایئے۔"

اس کے بعد مارکوئس سے کہنے لگا ــــ "حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر یہ کاغذ ملاحظہ فرمایئے... یا تو اپنے دستِ مبارک سے میری جان لے لیجیئے، یا اپنے کسی خادم کو میرے قتل کا حکم دے دیجئے۔ ایک بجے رات کا وقت ہے، میں باغ کے آخر میں دیوار کے پاس جا کے ٹہلتا ہوں۔"

"جہنم میں جاؤ۔" وہ کمرے سے نکلنے لگا تو مارکوئس نے چیخ کے کہا۔

ژولیاں نے سوچا— "میں سمجھ گیا۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے قتل کی ذمہ داری اُس کے خادم کے سر نہ آئے . . . تو پھر خود ہی مجھے مار ڈالے۔ میں تو خوش ہوں، بلکہ میں تو خود اُسے یہ راحت پہنچانا چاہتا ہوں . . . . لیکن خدا کی قسم مجھے زندگی سے بڑی محبت ہے . . . میرا فرض ہے کہ اپنے بیٹے کی خاطر زندہ رہوں۔"

چنانچہ یہ خیال اُس کے ذہن میں پہلی دفعہ واضح طور پر آ گیا۔ لیکن جب اس نے دو چار منٹ باغ میں ٹہل ٹہل کے خطرے پر غور کیا تو پھر یہ بات اُس کے دل میں جم کے رہ گئی۔

اس نئے خیال نے اسے پھر ویسا ہی دُور اندیش بنا دیا۔" اس غضب ناک شخص سے نبٹنے کے لئے مجھے کسی کے مشورے اور رہنمائی کی ضرورت ہے . . . . اس وقت وہ عقل سے خارج ہو رہا ہے، خدا جانے کیا کر بیٹھے۔ فوکے یہاں سے بہت دور ہے۔ پھر وہ مارکوئس جیسے آدمی کے جذبات نہیں سمجھ سکتا۔

"کاؤنٹ آلتامیرا . . . کیا وہ میرا راز اپنے سینے میں ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکتا ہے؟ میں کسی سے مشورہ طلب کروں تو ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ یہ بات خود ایک اقدام بن جائے اور معاملہ پہلے سے بھی زیادہ اُلجھ جائے! افسوس! اب تو اس کھرے مزاج والے پادری پی رار کے سوا اور کوئی باقی ہی نہیں رہا . . . . وہ ژان سینسٹ ہے اس وجہ سے بڑا تنگ نظر ہو گیا ہے . . . کوئی عیار جیزوئٹ ہوتا تو اُسے دنیا سے واقفیت بھی زیادہ ہوتی اور میرے کام بھی زیادہ آتا . . . . موسیو پی رار تو اس قسم کا آدمی ہے کہ میرے جرم کا نام سنتے ہی مجھے مار بیٹھے گا۔"

تارتوف کی زرح نے ژولیاں کی مدد کی۔" اچھا خیر، میں اس کے پاس اعتراف

کی غرض سے جاؤں گا۔" یہ تھی وہ بات جو اس نے دو گھنٹے تک باغ میں ٹہلنے کے بعد طے کی۔ اب اُسے خیال بھی نہیں آ رہا تھا کہ ممکن ہے ایک دم سے گولی چل جائے اُس پر تو نیند کا غلبہ ہو رہا تھا۔

اگلے دن صبح سویرے ژولیاں پیرس سے کوسوں دور اُس سخت گیر ژاں سینیت کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اُسے سخت حیرت ہوئی کہ پادری کو اُس کے اعتراف پر کچھ ایسا تعجب نہیں ہُوا۔

پادری کو اتنا غصہ نہیں آیا جتنی پریشانی ہوئی۔ وہ دل میں بولا۔" شاید قصور میرا ہی ہے۔ مجھے شُبہ تو ہُوا تھا کہ معاشقہ چل رہا ہے۔ بدبخت، مجھے تجھ سے ایسی محبت ہے کہ میں نے باپ کو خبردار نہیں کیا۔ ۔ ۔ ۔"

"اب وہ کریں گے کیا؟" ژولیاں نے دلبری سے پوچھا

(اس وقت اُسے پادری سے محبت ہوگئی تھی اور اگر تُو تُو میں میں ہو پڑتی تو اُسے بڑی تکلیف پہنچتی)

ژولیاں کہنے لگا۔" میری سمجھ میں تو تین باتیں آتی ہیں۔ ۱ ممکن ہے موسیو دلاموِل مجھے قتل کرادیں۔" اور اس نے پادری کو بتایا کہ میں مارکوئس کے پاس ایک خط چھوڑ آیا ہوں جس میں لکھ دیا ہے کہ میں خودکشی کر رہا ہوں۔" ۲۔ شاید اُن کے حکم سے کاؤنٹ نوربیر مجھ سے ڈوئیل لڑے اور مجھے گولی سے اُڑا دے۔"

"اور تم ڈوئیل لڑو گے؟" پادری نے کہا اور تاؤ میں آکے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پہلے پوری بات تو سن لیجئے۔ میں اپنے محسن کے بیٹے پر گولی نہیں چلا سکتا۔"

"۳۔ شاید وہ مجھے یہاں سے چلتا کر دے۔ اگر اس نے مجھ سے ایڈنبرا یا نیویارک

جانے کو کہا تو میں اس کا حکم بجا لاؤں گا۔ پھر مادموازیل دلاموٓل کی حالت پردہ راز میں رکھنا آسان ہوگا۔ لیکن میں اپنے بچے کو ہلاک کرنے کی اجازت کبھی نہیں دے سکتا۔"

"یقین رکھو کہ اُس بے ایمان کو سب سے پہلی بات یہی سوجھے گی۔"

پیرس میں ماتیلد بالکل نااُمید ہو چکی تھی۔ وہ سات بجے کے قریب باپ سے ملی تھی۔ مارکوئس نے اُسے ژولیاں کا خط دکھا دیا تھا اور وہ اس ڈر سے کانپ رہی تھی کہ اس نے کہیں شرافت کے جوش میں آکے اپنی زندگی کا خاتمہ نہ کر لیا ہو۔

"اور میری اجازت کے بغیر؟" وہ دل ہی دل میں بڑے رنج کے ساتھ بولی۔ جس میں غصہ بھی شامل تھا۔

"اور اگر وہ مر گیا ہے تو میں بھی جان دے دوں گی۔" وہ باپ سے بولی۔ "میرا خون آپ کی گردن پر ہوگا۔ . . . شاید آپ کو تو میرے مرنے سے خوشی ہوگی . . . لیکن میں ژولیاں کی روح کے سامنے قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں فوراً ماتمی لباس پہن لوں گی اور لوگوں کے سامنے ژولیاں سوریل کی بیوہ بن کے آؤں گی، اور اخباروں میں حسبِ دستور اعلان کرا دوں گی۔ آپ میری ایک ایک بات سچ سمجھیے، آپ مجھے کمزور یا بزدل کبھی نہیں پائیں گے۔"

اس کی محبت دیوانگی کی حد تک جا پہنچی تھی۔ اب کے موسیو دلاموٓل ہکا بکا رہ گیا اُس نے ان واقعات پر ذرا معقولیت کے ساتھ غور کرنا شروع کیا۔ دوپہر کے کھانے کے وقت ماتیلد آئی ہی نہیں۔ مارکوئس کو پتہ چلا کہ ماتیلد نے ماں سے ایک لفظ نہیں کہا تو اُس کے سر سے ایک بوجھ سا اتر گیا اور اس میں اپنی تعریف بھی محسوس ہوئی۔

دوپہر کے وقت ژولیاں آگیا۔ وہ گھوڑے سے اترا ہی تھا کہ ماتیلد نے اُسے بلوایا اور تقریباً اپنی خادمہ کی نظروں کے سامنے اُس کے بازوؤں میں گر پڑی۔ یہ وارفتگی دیکھ کر ژولیاں کا دل کچھ ایسا خوش نہیں ہوا۔ پادری پی رار سے اتنی لمبی چوڑی گفتگو کرنے کے بعد وہ بڑا اتزکیبیا اور اونچ نیچ دیکھ کے بات کرنے والا بن کر لوٹا تھا۔ مختلف امکانات کا جائزہ لیتے لیتے اس کا تخیل تھک کے بیٹھ گیا تھا۔ ماتیلد نے آب دیدہ ہو کے بتایا کہ میں نے وہ خط دیکھ لیا ہے جس میں تم نے خودکشی کا اعلان کیا تھا۔

"ممکن ہے والد کا ارادہ بدل جائے۔ مہربانی کر کے فوراً ویل کئے چلے جاؤ۔ لوگوں کے کھانے کی میز سے اُٹھنے سے پہلے پہلے گھوڑے پر چڑھ کے روانہ ہو جاؤ۔"

ژولیاں کے چہرے سے تعجب اور بے اعتنائی ٹپک رہی تھی۔ اس میں اب بھی کوئی فرق نہ پڑا تو ماتیلد پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

"ہمارے معاملات کا سارا انتظام میرے ہاتھ میں چھوڑ دو" وہ خود رفتہ ہو کے چلائی اور ژولیاں کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم سے خود اپنی مرضی سے تھوڑی جدا ہو رہی ہوں۔ مجھے میری خادمہ کے نام سے خط بھیجنا اور پتہ کسی اور سے لکھوانا۔ اور میں تو تمہیں دفتر کے دفتر لکھوں گی۔ اچھا، خدا حافظ، جاؤ بھاگ جاؤ۔"

اِس آخری لفظ سے ژولیاں کو بڑا دکھ پہنچا۔ بہرحال وہ کہنا مان گیا۔ وہ سوچنے لگا ـــ "یہ تو مقدّر ہو ہی چکا ہے کہ یہ لوگ نیک گھڑی میں ہوں گے تو بھی کسی نہ کسی طرح مجھے تکلیف ضرور پہنچائیں گے۔"

مارکوئس نے دور اندیشی کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بہت سی ترکیبیں سوچیں

مگر ماتیلڈ نے باپ کی ایک نہ سُنی۔ وہ اپنی بات پہ اڑی رہی۔ اور یہی کہے گئی کہ اگر معاملہ طے ہوگا تو صرف ایک شرط پر۔ وہ مادام سوریل کہلائے گی اور اپنے شوہر کے ساتھ سوئٹزر لینڈ میں غربت کی زندگی بسر کرے گی یا پھر باپ کے ساتھ پیرس میں رہے گی۔ زچگی کا زمانہ چھپے چوری گزارنے کی تجویز بھی اس نے رد کر دی "اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ لوگوں کو تہمتیں تراشنے اور میری بے عزتی کرنے کا موقع مل جائے۔ ہماری شادی ہو جائے تو میں دو مہینے بعد اپنے شوہر کے ساتھ کسی غیر ملک کی سیر کو چلی جاؤں گی۔ پھر ہم آسانی سے کہہ سکیں گے کہ بچہ ٹھیک وقت پہ ہوا ہے"

ماتیلڈ کی اس ضد پر پہلے تو مارکوئس کو بڑا غصہ آیا۔ لیکن آخر اُسے خود اپنی بات پر شک ہونے لگا۔

ایک دفعہ تو اس کا دل کچھ ایسا پگھلا کہ وہ بیٹی سے کہنے لگا ــــ "لو یہ میں دس ہزار لیور کی ہنڈی لکھے دیتا ہوں۔ اسے اپنے ژولیاں کو بھیج دو اور اس سے کہہ دو کہ جلدی سے بھنا لے تاکہ میں اسے منسوخ نہ کر سکوں"۔

ژولیاں کو معلوم تھا کہ ماتیلڈ کو احکامات صادر کرنے کا بڑا شوق ہے۔ اس کا حکم بجا لانے کی خاطر ژولیاں کو مفت میں ساٹھ ستر میل کا سفر طے کرنا پڑا۔ وہ ویل کئے میں بیٹھا کارندوں کے حساب کی جانچ پڑتال کر رہا تھا۔ مارکوئس کی اس دریا دلی نے اسے واپس کھینچ بلایا۔ اس نے پادری پی رار کے یہاں جا کے پناہ لی جو اُس کی غیر موجودگی میں ماتیلڈ کا سب سے کار آمد حلیف بن چکا تھا۔ مارکوئس نے جب بھی اس سے پوچھا۔ اُس نے ہر دفعہ یہی ثابت کر دکھایا کہ خدا کی نظروں میں کھلم کھلا شادی کے سوا ہر دوسری بات گناہ میں داخل ہوگی۔

پادری کہنے لگا۔ "خوش قسمتی سے اس معاملے میں دنیاوی مصلحت کا بھی وہی تقاضا ہے جو مذہب کا۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ مادموازیل دلاموَل کے مزاج میں کتنی تیزی ہے۔ کیا آپ اُن سے ذرا بھی توقع کر سکتے ہیں کہ جس چیز کو وہ خود راز میں نہ رکھنا چاہتی ہوں اُسے چھپائیں گی؟ سیدھی سادی بات تو یہ ہے کہ کھلے بندوں شادی کر دی جائے۔ لیکن اگر آپ نے اس کی اجازت نہ دی تو لوگ اس عجیب و غریب گٹھ جوڑ پر مدتوں باتیں بنائیں گے۔ گول مول باتیں کرنے کے بجائے سب کچھ ایک ساتھ کہہ دینا چاہیئے۔"

مارکوئس نے افسردہ ہو کے کہا۔ "یہ تو ٹھیک ہے۔ اس بات میں فائدہ یہ ہے کہ شادی کے تین دن بعد اگر کسی نے اس کا ذکر چھیڑا تو اسے احمق اور جھکّی سمجھا جائے گا۔ حکومت انقلاب پسندوں کے خلاف کوئی سخت اقدام کرے تو ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے ہی اپنا کام کر گزرنا چاہیئے۔ کوئی دیکھے گا بھی نہیں۔"

موسیو دلاموَل کے دو تین دوستوں نے بھی پادری پِی رار کی رائے سے اتفاق کیا۔ اُن کے خیال میں سب سے بڑی رکاوٹ تو ماتیلڈ کی ہٹ دھرمی تھی لیکن ان سب خوش آئند تجویزوں کے باوجود مارکوئس کا دل یہ بات قبول نہ کر سکا کہ اپنی بیٹی کے ڈچز بننے کی اُمید سے دست بردار ہو جائے۔

اُسے رہ رہ کے طرح طرح کی چالاکیاں اور بہانے بازیاں یاد آ رہی تھیں جو اُس کی جوانی کے زمانے میں ابھی تک بالکل ممکن تھیں۔ مجبوری کے سامنے سر جھکا دینا یا قانون سے ڈرنا بالکل مہمل بات معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے جیسے رتبے کے

آدمی کے لئے تو یہ ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ پچھلے دس سال سے وہ اپنی پیاری بیٹی کے مستقبل کے بارے میں بڑے بڑے سہانے سپنے دیکھتا رہا تھا۔ آج اُن خوابوں کی بڑی گراں قیمت ادا کرنی پڑ رہی تھی۔

وہ دل میں کہہ رہا تھا ــــ " یہ کسے خبر تھی کہ آگے چل کر کیا ہونے والا ہے ؟ یہ لڑکی کتنی اکڑباز تھی، اس نے دماغ کیسا عالی پایا تھا، اپنے نام پر اسے مجھ سے بھی زیادہ فخر تھا! شروع ہی سے فرانس کے بڑے بڑے عالی خاندان لوگوں کی طرف سے رشتے آرہے تھے!

" اب دُور اندیشی کا نام لینا فضول ہے۔ یہ زمانہ ہر چیز میں افراتفری پھیلا کے چھوڑے گا۔ یہ تو اس کی قسمت میں ہی لکھا ہے۔ اب تو بد نظمی کا دور دورہ ہونے والا ہے "

چونتیسواں باب

دل والا

ناظم گھوڑے پر سیر کو جاتے ہوئے دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ آخر میں وزیر یا مجلسِ متقننہ کا صدر یا ڈیوک کیوں نہیں بن سکتا؟ اب دیکھو میں کیسے کیسے جتن کرتا ہوں۔ . . جس آدمی نے کوئی نئی بات کہی۔ میں نے اُسے بیڑیاں پہنائیں۔

"گلوب"

دس سال سے آدمی سہانے خواب دیکھتا رہا ہو تو محض دلیلوں کی مدد سے اُن کا زور ختم نہیں کیا جا سکتا۔ مارکوئس یہ تو سمجھ گیا کہ اب بگڑنا بگڑانا عقل کے خلاف ہے، لیکن اس سے یہ نہ ہو سکا کہ ان دونوں کو معاف کر دے۔ بعض دفعہ تو وہ دل میں کہنے لگتا — "یہ نوڈلیاں کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو کیسا اچھا ہو"۔ . . غرض اس کے اندوہ ناک تخیل کو اس طرح کی مہمل قیاس آرائیوں میں تھوڑی بہت تسکین ملتی۔ چنانچہ پادری پی رار کے عقلمندانہ مشوروں کا سارا اثر زائل ہو کے رہ گیا۔ ایک مہینہ اسی میں نکل گیا اور گفت و شنید جس منزل میں تھی، وہیں کی

وہیں رہی۔

سیاسی معاملات کی طرح اس خاندانی معاملے میں بھی مارکوئس کو بڑے غضب کی باتیں سوجھتیں جو اُسے تین تین دن گرمائے رکھتیں۔ ایسے موقع پر اُسے یہ نئی تجویز بالکل پسند نہ آئی۔ کیونکہ عقل اس کی حمایت کر رہی تھی۔ دلیلیں تو اُسے وہی اچھی لگتی تھیں جو اُس کی پسندیدہ تجویز کے حق میں ہوں۔ تین دن تک تو وہ شاعروں کے سے جوش و خروش کے ساتھ اس کوشش میں لگا رہتا کہ معاملہ ایک واضح شکل اختیار کر لے۔ چوتھے دن اُسے ان باتوں کا خیال تک نہ آتا۔

پہلے تو ژولیاں مارکوئس کی اس ٹال مٹول سے بڑا پریشان ہوا۔ لیکن دو چار ہفتے بعد اس کی سمجھ میں آنے لگا کہ اس سلسلے میں موسیو دلاموں کے پاس کوئی واضح اور قطعی تجویز ہے ہی نہیں۔

مادام دلاموں اور باقی گھر والے یہ سمجھ رہے تھے کہ ژولیاں جائداد کی دیکھ بھال کے سلسلے میں دیہات گیا ہوا ہے۔ وہ دراصل پادری پی رار کے یہاں چھپا بیٹھا تھا اور ماتیلد سے قریب قریب روزانہ اس کی ملاقات ہوتی تھی۔ وہ روز صبح کو باپ کے پاس جا کے گھنٹہ بھر بیٹھتی۔ لیکن بعض دفعہ تو ہفتوں گزر جاتے اور اس معاملے کا ذکر تک نہ آتا جو ہر وقت انہیں پریشان رکھتا تھا۔

ایک دن مارکوئس بولا ”میں یہ نہیں پوچھتا کہ یہ شخص ہے کہاں۔ بس یہ خط اُسے بھیج دو۔“ ماتیلد نے خط پڑھا۔

”لانگ ڈوک والی زمینوں کی آمدنی ۲۰۶۰۰ فرانک ہے۔ میں ۱۰۶۰۰ فرانک اپنی بیٹی کو دیتا ہوں اور ۱۰۰۰۰ فرانک موسیو ژولیاں سوریل کو۔ یعنی میں یہ جائداد

ہی ان کے نام لکھے دے رہا ہوں۔ وکیل صاحب سے کہئے کہ
دو الگ الگ دستاویزیں بنا کر کل میرے پاس لے آئیں۔ اس
کے بعد میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ جناب، مجھے تو سان
گمان بھی نہ تھا کہ ایسی بات ہو گی!

مارکوئس ولاموں"

ماتیلد نے خوش ہو کے کہا — "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آرژاں اور
مارماند کے درمیان جو کوٹھی بنی ہوئی ہے ہم وہاں جارہیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ
ایسا ہی خوبصورت ہے جیسا اٹلی"۔

اس عطیے پر ژولیاں کو بڑا تعجب ہوا۔ اب وہ ایسا سخت گیر اور بے مہر
آدمی نہیں رہا تھا جیسے پہلے تھا۔ اُسے ابھی سے اپنے بچّے کے مستقبل کی فکر پڑی
ہوئی تھی۔ اُس جیسے غریب آدمی کے لئے تو یہ رقم ایک دولت کے برابر تھی
اور ملی بھی اس طرح کہ سان گمان تک نہ تھا۔ اس کے حوصلے بڑھنے لگے۔ اب
اُسے یہ توقع ہوئی کہ شاید مجھے یا میری بیوی کو ۳۰۶۰۰ فرانک کی آمدنی
والی جائداد مل جائے۔ رہی ماتیلد تو وہ سب کچھ بھول کے بس اپنے شوہر کا نام
جپ رہی تھی (اس کا پندار اسی بات سے مطمئن ہوتا تھا کہ وہ ژولیاں کو ہمیشہ
شوہر کہے) اُسے کوئی تمنا تھی تو یہ کہ اس کی شادی اعلانیہ تسلیم کر لی جائے۔ وہ
ہر وقت اس بات پر فخر کرتی رہتی تھی کہ ایسے بلند و برتر آدمی کا دامن پکڑ کے میں
نے بڑی دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ آج کل اُسے یہی دھن سوار تھی کہ آدمی میں
کوئی چیز قابلِ قدر ہے تو ذاتی لیاقت۔

ایک تو قریب قریب مسلسل جدائی، پھر طرح طرح کے کام، اوپر سے پیار محبت کی باتوں کے لیئے وقت میسر نہ ہونا۔ غرض ان سب چیزوں کی وجہ سے زدبیاں کی عقلمندانہ حکمت عملی کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوا۔

ماتیلدا اس سے واقعی خلوص کے ساتھ محبت کرنے لگی تھی۔ اب جو اسے دیکھنے کا بھی ٹوٹا ہوا تو آخر ماتیلد سے صبر نہ ہو سکا۔

ایک دفعہ غصہ جو آیا تو اس نے باپ کے نام خط لکھ مارا اور خط او تھیلو کی طرح شروع کیا ــــ

"مارکوئس دلاموَل کی بیٹی کو دنیا طرح طرح سے پرچا رہی تھی۔ لیکن میں نے زدبیاں کو ان سب چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ یہ تو میرے انتخاب ہی سے ظاہر ہے نام و نمود کی لذتیں میرے لیئے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ مجھے اپنے شوہر سے الگ رہتے اب چھ ہفتے ہو جائیں گے۔ اسی سے سمجھ لیجئے کہ میں آپ کی کتنی عزت کرتی ہوں۔ اگلی جمعرات سے پہلے پہلے میں اپنے میکے سے چلی جاؤں گی۔ آپ کی فیاضی کی بدولت، ہم خاصے مالدار ہو گئے ہیں۔ محترم پادری پی رار کے سوا میرا ارادہ ابھی تک کسی کو معلوم نہیں۔ میں انہیں کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔ وہ ہمارا نکاح پڑھا دیں گے اور اس رسم کے گھنٹہ بھر بعد ہم لانگ ڈوک روانہ ہو جائیں گے۔ پھر ہم پیرس میں اس وقت تک مُنہ نہ دکھائیں گے۔ جب تک کہ آپ حکم نہ دیں۔ لیکن یہ بات میرے دل میں کانٹے کی طرح چُبھ رہی ہے کہ اس طرح لوگوں کو ایک مزے دار قصّہ ہاتھ آجائے گا۔ میری بھی جگ ہنسائی ہوگی اور آپ کی بھی۔ احمق لوگوں کی فقرے بازیوں سے

جھلا کہ ممکن ہے ہمارے بانکے نور پیر صاحب ژولیاں سے لڑنے پر آمادہ ہوجائیں۔ میں ژولیاں کو اچھی طرح جانتی ہوں، ایسی صورت میں اُسے روکنا میرے بس کی بات نہیں۔ وہ تو یہ سمجھے گا کہ میں عوام کا آدمی ہوں اور بڑے لوگوں کے خلاف بغاوت کر رہا ہوں۔ والد صاحب، میں آپ کے پیروں پڑتی ہوں۔ جمعرات کے دن مسیو پی رار والے گرجا میں آکے ہماری شادی میں شرکت کیجئے۔ لوگوں کی تہمت طرازیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ آپ کے اکلوتے بیٹے اور میرے شوہر دونوں کی جان بھی بچ جائے گی۔" وغیرہ وغیرہ۔

یہ خط پڑھ کے مارکوئس بالکل سٹپٹا گیا۔ اب قطعی فیصلہ کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ اب اُس کے دل پر اپنی چھوٹی چھوٹی عادتوں اور اپنے عامیانہ قسم کے دشنوں کا ذرا بھی اثر باقی نہ رہا تھا۔

جوانی میں اُسے کچھ ایسے واقعات پیش آئے تھے جنہوں نے اس کے کردار میں چند خصوصیات پیدا کر دی تھیں۔ اب ان عجیب و غریب حالات میں انہوں نے خوب رنگ دکھایا۔ مہاجرت کے زمانے میں اسے اتنی تکلیفیں اٹھانی پڑیں کہ اس کے تخیل میں جولانی آگئی تھی۔ دو سال تک تو اس نے خوب عیش کئے اور دربار کے بڑے سے بڑے امتیازات اُسے حاصل رہے۔ مگر ۱۷۹۰ء میں اُسے مہاجرت کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ اُس وقت اُس کی عمر ہی کیا تھی، بائیس سال۔ زندگی نے ایسا سخت سبق پڑھایا کہ اس کی فطرت ہی بدل کے رکھ دی۔ فی الحال وہ اپنی دولت کے مزے تو لوٹ رہا تھا، مگر اسے اپنے دل و دماغ پر قابض نہ ہونے دیا تھا۔

اُس کے تخیل نے اُس کی روح کو روپیہ کے زہر سے تو بچا لیا تھا مگر اسی تخیل کے ہاتھوں وہ اس جنون میں مبتلا ہو گیا تھا کہ میری بیٹی کسی بلند آہنگ خطاب سے سرفراز ہو۔

ابھی جو چھ ہفتے گذرے تھے۔ ان کے دوران میں ایک روز مارکوئس کو ایسی لہر آئی کہ اُس نے ژولیاں کو مالدار بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اُسے افلاس بڑی غیر شریفانہ چیز معلوم ہوتا تھا۔ یہ بات اُس کی سمجھ سے باہر تھی کہ میرا داماد غریب ہو سکتا ہے۔ اس میں تو خود اس کی بڑی بے عزتی تھی۔ چنانچہ اُس نے ژولیاں پر روپیہ کی بوچھار کر دی۔ اگلے دن اس کا تخیل دوسری سمت میں چل پڑا۔ اس نے سوچا کہ ژولیاں روپیہ کے معاملے میں میری سخاوت سے بڑا متاثر ہو گا، اپنا نام بدل کے امریکہ چلا جائے گا اور ماتیلد کو لکھ دے گا کہ یوں سمجھ لو میں مر گیا۔ موسیو دلا مول نے تصور باندھا کہ ژولیاں نے یہ خط لکھ بھی دیا اور اب وہ سوچنے لگا کہ میری بیٹی کے کردار پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔

جس دن ماتیلد کے فرضی نہیں بلکہ اصلی خط نے اسے ان طفلانہ خوابوں سے جگایا۔ اُس دن وہ پہلے تو یہ سوچتا رہا تھا کہ ژولیاں کو مار ڈالوں یا غائب کرا دوں۔ پھر یہ خیال آیا کہ اُس کا مستقبل ہی شاندار کیوں نہ بنا دوں۔ وہ اپنے تصور میں ژولیاں کا نام اپنی کسی جائداد کے نام پر رکھ رہا تھا اور یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ اپنا خطاب ژولیاں کے نام منتقل کرا دے؟ اس کے سسر ڈیوک دشولن نے کئی دفعہ اس سے کہا تھا کہ میرا اکلوتا بیٹا تو اسپین میں کام آگیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنا خطاب نورنبیر کے نام لکھ جاؤں . . .

مارکوئس دل میں کہنے لگا" اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ژولیاں میں کاروبار کا بڑا سلیقہ ہے، جسارت بھی ہے، طبیعت بھی تیز پائی ہے... لیکن اس کے کردار میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ اُسے دیکھ کے ہر آدمی پر یہی اثر ہوتا ہے اس لئے کوئی نہ کوئی بات ہو گی ضرور" (یہ بات سمجھنے میں بڈھے مارکوئس کو جتنی دشواری پیش آئی۔ اُس کے تخیل نے اسے اتنا ہی ڈرایا)

" ابھی اُس دن میری بیٹی نے مجھے صاف صاف بتایا تھا (یعنی ایک ایسے خط میں جو ہم نے یہاں نقل نہیں کیا) کہ ژولیاں کسی دیوان خلنے یا کسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ اگر میری بیٹی اسے چھوڑ بھی جائے تو اس کے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں، کیونکہ اس نے حمایت حاصل کرنے کے لئے کسی سے بھی ساز باز نہیں کی... لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ ژولیاں سماج کی صحیح حالت سے واقف نہیں؟ میں نے اسے دو تین دفعہ بتایا ہے۔ کہ اگر کسی امیدواری میں فائدہ ہے تو دیوان خانوں کی اُمیدواری میں..."

" نہیں، اس میں بدمعاشوں کی سی چالاکی اور ہوشیاری ذرا نہیں۔ ایسے لوگ تو ایک منٹ یا ایک موقع بھی ضائع نہیں ہونے دیتے... یہ کوئی یاز دہم والا کردار نہیں ہے۔ دوسری طرف اُسے بڑے بڑے غیر شریفانہ مقولے بھی بہت یاد ہیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ہے کس قسم کا آدمی... کیا اس نے یہ مقولے اپنے جذبات کی روک تھام کے لئے یاد کر رکھے ہیں؟

" بہر حال ایک بات تو صاف ظاہر ہے۔ اُسے حقارت آمیز سلوک بالکل گوارا نہیں۔ یہاں وہ میری گرفت میں آتا ہے۔

"یہ ٹھیک ہے کہ وہ حسب نسب کو مقدس چیز نہیں سمجھتا۔ اور ہم لوگوں کی عزت سچے دل سے نہیں کرتا۔ . . . . . یہ بہت بُری بات ہے۔ لیکن جو آدمی دارالعلوم کے ٹکڑوں پر پلا ہو۔ روپیہ اور عیش و آرام کی کمی اُس کے دل میں چٹکیاں نہ لے گی تو اور کیا ہوگا؟ یہ بالکل مختلف قسم کا آدمی ہے۔ حقارت اُسے کسی بھاؤ منظور نہیں۔"

بیٹی کے خط نے اسے مجبور کیا تو موسیو دلا مول نے دیکھا کہ اب تو کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا ہی پڑے گا ــــــ "اچھا تو اصل سوال یہ ہے کہ ژولیاں کی جسارت اس حد تک جا پہنچی کہ وہ میری بیٹی سے معاشقہ لڑائے، کیونکہ اُسے معلوم ہے مجھے دُنیا میں کسی چیز سے اتنی محبت نہیں جتنی اپنی بیٹی سے، اور پھر میری آمدنی ایک لاکھ اشرفی سالانہ ہے؟

"ماتیلد بالکل اُلٹی بات کہتی ہے۔ . . . نہیں، ژولیاں صاحب، یہ ایسی بات ہے جس کے متعلق میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہتا۔"

"کیا یہ محبت واقعی بے ساختہ اور پُرخلوص تھی؟ یا محض جاہ و مرتبت حاصل کرنے کی عامیانہ خواہش تھی؟ ماتیلد بڑی سمجھ دار ہے۔ وہ بھانپ گئی کہ اگر میرے دل میں اِس قسم کا شبہ پیدا ہو تو میری نظروں میں اُس کی کوئی وقعت نہ رہے گی۔ اِسی لئے اُس نے یہ بات بنائی کہ ژولیاں سے محبت کرنے کا خیال تو پہلے مجھے آیا تھا۔ . . ."

"ایسے بلند کردار کی لڑکی اس قدر خود فراموش ہو جائے کہ باقاعدہ لگاوٹ شروع کر دے! . . . رات کو باغ میں اُس کا بازو دبائے! الاماں! الحفیظ! . . . اگر وہ ژولیاں کو پسند کرنے لگی تھی تو اُسے یہ بات بتانے کے سو طریقے

تھے جن میں اتنی بے حیائی بھی نہ ہوتی۔

"عذرِ گناہ بدتر از گناہ۔ مجھے ماتیلد پر اعتماد نہیں رہا . . ." اُس دن مارکوئس کی دلیلیں معمول سے زیادہ فیصلہ کن رہیں۔ لیکن بہرحال عادت پھر غالب آ ئی۔ اُس نے سوچا کہ مجھے تھوڑا سا وقت اور ملنا چاہیے، لاؤ بیٹی کو خط لکھوں۔ بات یہ بھی کہ اس گھر میں ایک دوسرے سے گفت و شنید خط کے ذریعے ہوتی تھی۔ موسیو دلاموَل میں یہ ہمت نہیں تھی کہ بیٹی سے مُنہ درمُنہ بحث کرے اور اپنی بات پہ اڑا رہے۔ اُسے ڈر یہ تھا کہ اگر میں نے بیٹی کی بات فوراً مان لی تو معاملہ وہیں کے وہیں ختم ہو جائے گا۔

خط

"خبردار، کوئی نئی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ میں "موسیو لانسوا لیئے ژدلیاں سوریل دلاورنے" کے نام ایک پروانہ بھیج رہا ہوں۔ اُنہیں فوج میں لفٹنٹ مقرر کر دیا گیا ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ میں تمہارے لئے کیا کیا کر رہا ہوں۔ میری حکم عدولی نہ کرو، اور نہ مجھ سے کوئی سوال پوچھو۔ ژدلیاں کو چوبیس گھنٹے کے اندر یہاں سے روانہ ہو کے اسٹراس برگ پہنچ جانا چاہئے۔ جہاں اُن کی رجمنٹ کا قیام ہے۔ میں ساتھ میں ایک ہنڈی بھیج رہا ہوں۔ امید ہے میری ہدایت پر حرف بحرف عمل ہوگا۔"

ماتیلد کی محبت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے سوچا کہ اس کامیابی سے کچھ اور فائدہ اٹھالوں۔ چنانچہ فوراً جواب دیا:—

"آپ نے موسیو دلاورنے کے لئے جو زحمت گوارا فرمائی ہے

انہیں اس کا علم ہوتا تو وہ احسان مندی کے جذبے سے مجبور ہو کے آپ کے قدموں پر آ گرتے۔ بلکین اس فیاضی کے باوجود میرے ابا جان مجھے بھول گئے ہیں۔ میرے ماتھے پر ایسا کلنک کا ٹیکا لگے گا۔ جو بیس ہزار اشرفی سالانہ کی آمدنی سے بھی نہ دُھل سکے گا۔ میں یہ پروانہ موسیو دلاورنے کو بھیج تو دوں گی، مگر آپ پہلے یہ وعدہ فرمائیں کہ اگلے مہینے کے اندر اندر میری شادی کی رسم دیل کیئے میں علانیہ طور پر ادا ہو جائے گی۔ میں التجا کرتی ہوں کہ اس سے زیادہ دیر نہ لگائیے گا۔ کیونکہ یہ عرصہ گذر جانے کے بعد آپ کی بیٹی مادام دلاورنے بن کر تو باہر نکل سکے گی۔ ورنہ نہیں۔ پیارے ابا۔ آپ کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں کہ آپ نے مجھے اس نام "سوریل" سے بچا لیا"۔ وغیرہ وغیرہ

ماتیلد کو ایسا جواب ملا جس کی اُسے ذرا بھی اُمید نہ تھی۔

"یا تو میرا حکم مان لو، ورنہ میں سب کچھ واپس لیئے لیتا ہوں۔ احمق لڑکی ہوش میں آ۔ مجھے ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ تیرا ژولیاں ہے کیا، اور تجھے تو اتنا بھی علم نہیں جتنا مجھے ہے۔ اُسے فوراً اسٹراس برگ بھیج دو، اس میں ذرا بھی دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ میں اپنے فیصلے کی اطلاع پندرہ دن کے اندر دے دوں گا"

اتنا سخت جواب پا کر ماتیلد کو بڑی حیرت ہوئی۔ "مجھے ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ ژولیاں ہے کیا"۔ یہ الفاظ پڑھے تو وہ طرح طرح کے خواب دیکھنے لگی، اور اُسے بڑی بڑی دل فریب باتیں سوجھیں، مگر اُس نے انہیں حقیقت

ہی سمجھا "میرے ثرولیاں کا دماغ ابھی تک دیوان خانوں کے گھسے پٹے سانچے میں نہیں ڈھلا۔ جس چیز سے ثرولیاں کی برتری ثابت ہوتی ہے۔ اُسی کی بدولت ابا کو اُس کی برتری کا یقین نہیں آتا۔ ۔ ۔"

"ابا کو اچانک یہ نہ معلوم کیا سوجھی ہے! لیکن اگر میں نے اُن کی بات نہ مانی تو ممکن ہے اُن سے کھلم کھلا جھگڑا ہو جائے۔ میری رسوائی ہوئی تو سماج میں میری وہ حیثیت بھی نہ رہے گی، پھر شاید ثرولیاں کی نظروں میں بھی میری وقعت کم ہو جائے۔ رسوائی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دس سال افلاس کی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ محض ذاتی لیاقت کی بنا پر شوہر کا انتخاب کر بیٹھنے کی حماقت کے بعد تو لوگوں کی فقرے بازی سے بچنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ آدمی کے پاس ڈھیروں روپیہ ہو۔ اگر میں ابا سے الگ رہی تو اس عمر میں ممکن ہے وہ مجھے بالکل بھول ہی جائیں۔ ۔ ۔ نوربیر کسی حسین اور ہوشیار عورت سے شادی کرے گا۔ بڈھا لوئی چہاردہم آخر ڈچیز دیور گونیا کے جال میں پھنس ہی گیا تھا۔ ۔ ۔"

اُس نے باپ کی فرمانبرداری کا فیصلہ کر لیا۔ مگر باپ کا خط ثرولیاں کو نہ بھیجا۔ اُس کا مزاج وحشیانہ تھا۔ خدا جانے وہ کیا حماقت کر بیٹھتا۔

رات کو جب اُس نے ثرولیاں سے کہا کہ تم لفٹنٹ ہو گئے ہو تو ثرولیاں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اس کا اندازہ تو اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ جاہ طلبی تو اُس کی گھٹی میں پڑی تھی، پھر آج کل وہ اپنے بچے کی محبت میں دیوانہ ہو رہا

تھا۔ نام کی تبدیلی پر بھی اُسے بڑی حیرت ہوئی۔
وہ دل میں کہنے لگا: ـــــ "آخر میری کہانی کا انجام خیریت کے ساتھ ہوا۔ اور یہ سب میری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مَیں نے اس مغرور بھتنی کو اپنی محبت میں گرفتار کر ہی لیا۔" وہ ماتیلد کی طرف دیکھ کے بولا ـــــ "اُس کا باپ اُس کے بغیر نہیں رہ سکتا، نہ یہ میرے بغیر رہ سکتی ہے۔"

پینتیسواں باب

طوفان

خدایا، مجھے تو معمولی آدمیوں جیسا بنا دے۔

مرابو

ژولیاں پر محویت طاری تھی۔ ماتیلد نے بہت کچھ محبت جتائی۔ مگر اُس نے یوں ہی بے دلی سے جواب دیا۔ وہ چپ چاپ متین بنا بیٹھا رہا۔ ماتیلد کو وہ اتنا عظیم اور پرستش کے لائق کبھی نہیں معلوم ہوا تھا۔ وہ ڈر رہی تھی کہ شاید اس کا پندار کوئی نئی باریکی نکالنے والا ہے جس سے معاملہ چوپٹ ہو کے رہ جائے گا۔

وہ دیکھتی تھی کہ پادری پی رار قریب قریب روز صبح کو محل میں آتا ہے ممکن ہے اُس کے ذریعے سے ژولیاں کو ماتیلد کے باپ کے ارادوں کا تھوڑا بہت پتہ چل گیا ہو؟ ممکن ہے خود مارکوئس کو بیٹھے بٹھائے ژولیاں کے نام خط لکھنے کی سوجھ گئی ہو؟ ورنہ اتنی زبردست خوشی کے بعد ژولیاں کے اس طرح مُنہ پھُلا کے بیٹھ جانے کے کیا معنی؟ ماتیلد کو اُس سے کوئی بات پوچھنے کی ہمت نہ پڑی۔

ہمت نہ پڑی! اُسے! ماتیلد کو! ژولیاں کے بارے میں اُس کے جو احساسات

تھے۔ اب اُن میں ایک مبہم اور ناقابلِ فہم سی چیز آگئی جو کچھ کچھ خوف سے مشابہ تھی
یہ خشک مزاج لڑکی پیرس میں پلی بڑھی تھی۔ جہاں تہذیب حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے
اور لوگ اسی بات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اِن حالات میں اُس کے اندر جتنے
بھی جذبات ہو سکتے تھے وہ سب کے سب ایک دم سے پھوٹ پڑے۔

اگلے دن صبح سویرے ژولیاں پادری پی رار کے یہاں تھا کہ صحن میں دو ڈاک
گاڑی کے گھوڑے آکے رُکے۔ یہ گھوڑے ایک ٹوٹی پھوٹی بند گاڑی میں جُتے ہوئے
تھے جو وہیں قریب سے کرائے پر لے لی گئی تھی۔

سخت گیر پادری نے اُس سے مخاصمانہ انداز میں کہا —— "اس قسم کی گاڑی
اب تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ لو بیس ہزار فرانک ہیں، موسیو دلاموَل نے
تمہیں تحفے میں دیئے ہیں۔ یہ روپیہ تم اسی سال خرچ کر سکتے ہو۔ اُن کی اجازت ہے۔
لیکن وہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے تم لہو و لعب سے دُور رہو (پادری کا خیال
تھا کہ کسی نوجوان کو اتنا روپیہ ایک ساتھ ملے اور وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو' یہ تو
مشکل سی بات ہے)

"مارکوئس نے لکھا ہے —— 'موسیو ژولیاں دلاورنے کو یہ روپیہ دراصل
اپنے والد سے ملا ہے جن کا نام صاف صاف بتانے کی ضرورت نہیں۔ غالباً
موسیو دلاورنے چاہیں گے کہ وریئیر کے جس بڑھئی سورَیل نے بچپن میں اُن کی
نگہداشت کی تھی۔ اُسے بھی کچھ پیش کیا جائے . . . ' یہ کام تو مجھ پر چھوڑ دو۔"
پادری بولا "میں نے موسیو دلاموَل سے آخر یہ بات منوالی ہے کہ پادری دفری لیئر
سے سمجھوتا کر لیا جائے۔ دفری لیئر پکا جیزوئٹ ہے' وہ اتنا طاقت ور ہے کہ ہم اُس کا

کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ صاف صاف لفظوں میں تو نہیں، مگر ویسے راضی نامے کی ایک شرط یہ بھی ہوگی کہ وہ شخص جو لباسوں پر حکومت کرتا ہے اشارتاً تمھاری نجابت کا اقرار کرلے۔"

ژولیاں کو ایسا جوش آیا کہ ضبط نہ ہو سکا۔ اور پادری کو گلے لگا لیا۔ اُسے یقین آگیا کہ اب دُنیا میری شرافت تسلیم کرے گی۔

"ہیں، یہ کیا!" پادری اُسے پیچھے ہٹاتے ہوئے بولا۔ "اس دُنیاوی غرور کے کیا معنی؟ رہا سوریل اور اس کے بیٹوں کا معاملہ، تو میں اپنے نام سے انہیں پانچ سو فرانک سالانہ وظیفہ دے دوں گا۔ جب تک میں ان لوگوں کے چال چلن سے مطمئن رہوں گا یہ وظیفہ ہر ایک کو الگ الگ ملتا رہے گا۔"

اتنی دیر میں ژولیاں پھر پہلے کی طرح سرد مزاج اور اکڑ باز بن چکا تھا۔ اس نے پادری کا شکریہ تو ادا کیا، مگر نہایت مبہم الفاظ میں، اور کسی بات کی ذمہ داری لیے بغیر۔ وہ دل میں بولا ——— "کیا یہ واقعی ٹھیک ہے کہ میں کسی بڑے نواب کی ناجائز اولاد ہوں جو نپولین کے ڈر سے بھاگ کے پہاڑوں میں جا چھپا تھا؟" وہ جتنا غور کرتا یہ بات اُتنی ہی خلافِ قیاس معلوم ہوتی۔ "مجھے اپنے باپ سے جو نفرت ہے یہی اِس بات کا ثبوت ہے . . . . . اب میں اپنے آپ کو جانور نہیں سمجھوں گا!"

اِس خود کلامی کے چند روز بعد پندرھویں رجمنٹ جو ساری فوج میں بڑی چاق چوبند سمجھی جاتی تھی، اسٹراس برگ کے پریڈ کے میدان میں باضابطہ پرا جمائے کھڑی تھی۔ موسیو لا شیو الیئے دلا ورنے ایک بے مثال گھوڑے پر سوار تھا۔ جو اس نے چھ ہزار فرانک میں خریدا تھا۔ وہ سیدھا لفٹنٹ بن کر آیا تھا۔ اور اس سے پہلے

سکینڈ لفٹننٹ کبھی نہیں رہا تھا۔ البتہ ایک ایسی رجمنٹ کے رجسٹر میں اُس کا نام ضرور تھا۔ جسے وہ جانتا تک نہ تھا۔

اُس کا بے اعتنائی کا انداز، سخت اور بے رحم سی آنکھیں، چہرے کی زردی، کبھی نہ بدلنے والی سرد مزاجی، یہ سب ایسی چیزیں تھیں جن کی بدولت وہ پہلے ہی دن سے مشہور ہو گیا۔ اُس کی شائستگی، اُس کا رکھ رکھاؤ، تلوار اور پستول چلانے میں اُس کی مہارت جو اُس نے فضول قسم کی نمود و نمائش کے بغیر ثابت کر دکھائی، ان باتوں کا تھوڑے ہی دن میں یہ اثر ہوا کہ اب کسی کو اُس کا مذاق اڑانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ رجمنٹ کے لوگ پانچ چھ دن تو ذرا تذبذب میں رہے، اس کے بعد رائے عامہ اُس کے حق میں ہو گئی۔ جو بڈھے افسر فرا لحق باز تھے وہ کہنے لگے۔

——— اس نوجوان میں جوانی کے سوا ہر چیز موجود ہے۔"

اسٹراس برگ سے ژولیاں نے ویریئر کے سابق پادری موسیو شیلاں کو خط لکھا جو اب بڑھاپے کی آخری منزل پر پہنچ چکا تھا ———

"مجھے پورا یقین ہے آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہوگی کہ میں اپنے خاندان کی بدولت امیر بن گیا ہوں۔ میں پانچ سو فرانک بھیج رہا ہوں آپ سے درخواست ہے کہ بلا میرا نام لئے اور نمود و نمائش کے بغیر یہ روپیہ اُن حاجت مندوں کو تقسیم کر دیجئے۔ جو آج اُتنے ہی غریب ہیں جتنا میں ایک زمانے میں تھا۔ اور جن کی آپ یقیناً اُسی طرح مدد کر رہے ہونگے۔ جس طرح پہلے میری مدد کرتے تھے۔"

ژولیاں کو جو نشہ تھا وہ جاہ طلبی کا تھا، پندار کا نہیں۔ وہ اپنی ظاہری وضع قطع

پر اب بھی بڑی توجہ صرف کرتا تھا۔ اُس کے گھوڑے، وردیاں، ملازموں کا لباس غرض ہر چیز میں اتنا سلیقہ تھا کہ انگلستان کا کوئی بڑا لارڈ بھی اس پر فخر کرتا۔ یہ عہدہ اُسے رعایتاً ملا تھا۔ اور لفٹننٹ ہوئے ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ وہ یہ قیاس آرائیاں کرنے لگا کہ بڑے بڑے جنرلوں کی طرح زیادہ سے زیادہ تیس برس کی عمر میں کمانڈر ان چیف بننے کے لئے مجھے تیئس سال کی عمر میں لفٹننٹ سے کچھ بڑی چیز ہونا چاہیئے۔ اُسے اگر کسی بات کا خیال لگا ہوا تھا۔ تو بس اپنی عظمت کا اور اپنے بیٹے کا۔

وہ اپنی جاہ طلبی کے خیالات میں سرشار تھا کہ اچانک موسیو دلاموّل کے یہاں سے ایک خادم خط لے کے آیا۔

ماتلید نے لکھا تھا ــــــ "سارا معاملہ چوپٹ ہو گیا۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے آؤ۔ اس وقت سب کچھ قربان کردو۔ ضرورت پڑے تو چھپ کے بھاگ نکلو۔ یہاں پہنچتے ہی باغ کے چھوٹے دروازے کے سامنے گاڑی میں بیٹھ کے میرا انتظار کرو میں تم سے باتیں کرنے کے لئے باہر آجاؤں گی ممکن ہوا تو تمہیں باغ کے اندر بھی بلاؤں گی۔ معاملہ بالکل چوپٹ ہو گیا۔ بظاہر تو کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ میرے اوپر یقین رکھو۔ مصیبت کے وقت تم مجھے ثابت قدم اور وفادار پاؤ گے۔ میں تم سے اُسی طرح محبت کرتی ہوں۔"

ژولیاں نے چند منٹ کے اندر اندر اپنے کرنل سے چھٹی منظور کرالی، اور گھوڑا سرپٹ دوڑاتا اسٹراس برگ سے چل پڑا۔ لیکن اُس کی جان پر ایسی بنی ہوئی

تھی کہ وہ منتشر کے بعد اس طرح سفر نہ کرسکا۔ اُس نے فوراً گاڑی کرائے کی اور ہوا کی چال چلتا باغ کے دروازے کے باہر مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ دروازہ ایک دم سے کھلا۔ اور ماتیلد عزتِ نفس وغیرہ سب بھول کر اُس کے بازوؤں میں آگری خوش قسمتی سے ابھی صبح کے پانچ بجے تھے، اور سڑک خالی تھی۔

"سارا معاملہ چوپٹ ہوگیا۔ والد کو ڈر تھا کہ میں روؤں دھوؤں گی۔ چنانچہ وہ جمعرات کی شب کو چل دیے۔ کہاں؟ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ یہ اُن کا خط ہے پڑھ کے دیکھ لو" اور وہ بھی ژولیاں کے پاس گاڑی میں آبیٹھی۔

"میں ہر بات معاف کرسکتا ہوں، لیکن یہ گوارا نہیں کرسکتا۔ کہ تمہیں کوئی اِس وجہ سے اپنے فریب میں لانا چاہے کہ تم مالدار ہو۔ بدنصیب لڑکی، اصل حقیقت یہ ہے جسے سُن کے تیرے ہوش اڑ جائیں گے۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں اس آدمی سے شادی کرنے کی اجازت کبھی نہیں دوں گا۔ اگر وہ فرانس کی سرحد سے باہر یا بہتر تو یہ ہے کہ امریکہ میں رہنے کو راضی ہو جائے تو میں اُسے دس ہزار لیور سالانہ دینے کو تیار ہوں۔ میں نے اُس کے بارے میں کچھ باتیں معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے جواب میں جو خط آیا ہے، اُسے پڑھ کے دیکھ لو۔ اس بے حیا نے خود مجھ سے مادام دریناَل کے نام خط لکھنے کو کہا تھا۔ اگر تم نے اس آدمی کے بارے میں ایک سطر بھی لکھی تو میں نہیں پڑھوں گا۔ مجھے پیرس سے بھی نفرت ہو گئی ہے۔ اور تم سے بھی۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ اب چند دن میں جو کچھ ہونے والا ہے اُسے پردۂ راز میں رکھنا اس

بدمعاش کو پیچھے دل سے چھوڑ دو، اور تمہیں اپنا باپ واپس مل جائیگا۔"
"مادام وریناآل کا خط کہاں ہے؟" ژولیاں نے سرد مہری کے ساتھ کہا۔
"لو یہ رہا۔ میں چاہتی تھی کہ یہ خط تمہیں اُس وقت دکھاؤں جب تم پُوری طرح تیار ہو جاؤ۔"

خط

"مذہب اور اخلاق کی طرف سے مجھ پر جو فرض عاید ہوتا ہے اُس سے مجبور ہو کے میں یہ تکلیف دہ اقدام کرتی ہوں، اور آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ ایک قانون جس کی پیروی مجھ پر واجب ہے۔ اس وقت مجھے حکم دے رہا ہے کہ اپنے ہمسائے کو نقصان پہنچاؤں، لیکن صرف ایک زبردست ہنگامے سے بچنے کی خاطر۔ رنج تو مجھے بہت ہے مگر احساسِ فرض اس پر غالب آچکا ہے۔ واقعی، جناب، یہ درست ہے کہ آپ نے مجھ سے جس شخص کی حقیقت بے کم وکاست پوچھی ہے اُس کا رویہ ناقابلِ فہم بلکہ شرلیفانہ معلوم ہوا ہوگا۔ شاید بعض باتوں کو چھپانا یا اُنہیں تھوڑا بدل کے بیان کرنا ہی مناسب ہو، دور اندیشی کا بھی یہی تقاضا ہے اور مذہب کا بھی۔ لیکن جس آدمی کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا ہے اُس کا چال چلن لائقِ تعریف بلکہ ناگفتنی رہا ہے۔ ایک تو وہ غریب ہے اُوپر سے لالچی۔ ریاکاری میں طاق ہے۔ اس شخص نے اپنے اس ہُنر کی مدد سے ایک کمزور اور بدنصیب عورت کو ورغلا کر جاہ ومرتبت حاصل کرنے اور بڑا آدمی بننے کی کوشش کی ہے۔ مجھے یہ بات کہتے ہوئے دُکھ

ہوتا ہے۔ مگر میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ موسیو ژ ـــــــ مذہب سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ میرا ضمیر شاہد ہے کہ کسی گھرانے میں کامیابی حاصل کرنے کا اس شخص نے ایک یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہاں جس عورت کی بات سب سے زیادہ چلتی ہو اُسی کو ورغلائے۔ اسے اپنے ارادوں کو بے غرضی اور ناولوں میں سے یاد کیے ہوئے فقروں کے پردے میں چھپانا خُوب آتا ہے۔ مگر اس کا واحد مقصد یہی ہوتا ہے کہ گھر والے اور اُس کی دولت پر قبضہ جما لے۔ جب گھر سے جاتا ہے تو اپنے پیچھے غم و اندوہ اور ہمیشہ ہمیشہ کی ندامت چھوڑ کے جاتا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

یہ خط بڑا طول طویل تھا، اور تقریباً آدھے الفاظ آنسوؤں سے مٹ گئے تھے اور لکھا ہُوا تھا واقعی مادام دربال ہی کے ہاتھ کا۔ بلکہ معمول سے زیادہ احتیاط کے ساتھ لکھا گیا تھا۔

ژولیاں خط پڑھ چکا تو کہنے لگا ــــــ "میں موسیو دلاموَل کو قصوروار نہیں سمجھتا۔ وہ دُور اندیشی اور انصاف کی بات کہہ رہے ہیں۔ کون باپ ایسا ہے جو اپنی پیاری بیٹی اِس قسم کے آدمی کو دے دے! اچھا خدا حافظ!"

ژولیاں بند گاڑی سے کود کے اپنی بگھی کی طرف بھاگا۔ جو سڑک کے آخر میں کھڑی تھی۔ ماتیلد جسے وہ بالکل بھُول گیا معلوم ہوتا تھا، تھوڑی دُور تک اُس کے پیچھے بھاگی۔ لیکن دُکان دار اپنی دُکانوں کی طرف آ رہے تھے اور وہ اُسے جانتے بھی تھے۔ انہیں دیکھ کے وہ مجبوراً جلدی سے باغ میں واپس چلی گئی۔

ژولیاں وریربیز کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ اُس کا ارادہ تو ضرور تھا۔ مگر اس تیز سفر میں وہ ماتیلد کو خط نہ لکھ سکا۔ اُس نے کاغذ پر لکھنے کی کوشش کی تو کیلم کانٹے سے بننے لگے۔

وہ اتوار کی صبح کو وریربیز پہنچا۔ جب وہ اسلحہ فروش کی دُکان میں گیا تو اُس آدمی نے مال و دولت ملنے پر اُسے بڑی گرم جوشی کے ساتھ مبارک باد دی کیا بے شہر میں اسی بات کا چرچا تھا۔

ژولیاں نے اُسے بڑی مشکل سے سمجھایا کہ مجھے دو پستول چاہئیں۔ اُس کے کہنے سے اسلحہ فروش نے پستول بھر دیے۔

تین گھنٹیوں کی آواز آنے لگی۔ فرانس کے گاؤں میں یہ اشارہ سب لوگ سمجھتے ہیں۔ صبح کے وقت گھنٹے بج چکتے ہیں تو ان تینوں گھنٹیوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب گرجا میں نماز شروع ہونے والی ہے۔

ژولیاں شہر کے نئے گرجا میں جا پہنچا۔ عمارت کی تمام اونچی اونچی کھڑکیوں پر قرمزی رنگ کے پردے لگے ہوئے تھے۔ اُس نے دیکھا کہ میں مادام دریناآل کی نشست سے دو چار گز پیچھے کھڑا ہوں۔ اُسے یُوں لگا کہ وہ بڑے خضوع و خشوع سے دُعا مانگ رہی ہے۔ جس عورت نے اُس سے اتنی شدید محبت کی تھی۔ اُسے دیکھ کر ژولیاں کا بازو اِس بُری طرح کانپنے لگا کہ شروع میں تو اُس سے اپنی تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔ وہ دل میں بولا ——— "مجھ سے یہ نہ ہوگا۔ میرا تو ہاتھ ہی نہیں اُٹھتا۔"

اتنے میں جو نوجوان پادری نماز پڑھا رہا تھا۔ اُس نے درود کی گھنٹی بجائی

مادام درینال نے اپنا سر جھکا لیا۔ جو لمحے بھر کے لئے اُس کی شال کی تہوں میں بالکل چھپ گیا۔ اب وہ ژولیاں کو ایسی جانی پہچانی معلوم نہ ہو رہی تھی اُس نے مادام درینال پر ایک پستول سے گولی چلا دی، مگر نشانہ خطا ہو گیا۔ اب اُس نے دُوسرا پستول چلایا۔ وہ گر پڑی۔

چھتیسواں باب

اندوہناک تفصیلات

مجھ سے کسی کمزوری کی توقع نہ رکھو۔ میں نے اپنا بدلہ لے لیا ہے۔
میں قتل کا مستحق ہوں، اور تمہارے سامنے موجود ہوں۔ میرے لیے دعائے
خیر کرو۔

شلر

ژدلیاں بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا، اُسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اُسے تھوڑا سا ہوش آیا تو دیکھا کہ سارے کے سارے لوگ گرجا سے بھاگے جا رہے ہیں۔ پادری بھی قربان گاہ کے پاس نہیں تھا۔ کچھ عورتیں چیختی چلاتی بھاگ رہی تھیں، ژدلیاں آہستہ آہستہ اُن کے پیچھے چل دیا۔ ایک عورت اوروں سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس کا دھکا لگا تو ژدلیاں گر پڑا۔ اُس گڑبڑ میں ایک کرسی اُلٹ گئی تھی، اُس کے پیر اُس میں پھنس گئے۔ جب وہ اُٹھ کے کھڑا ہوا تو پتہ چلا کہ میرا گریبان کسی نے پکڑ لیا ہے۔ یہ ایک باوردی سپاہی تھا جو اُسے گرفتار کر رہا تھا۔ ژدلیاں کا ہاتھ خود بخود جیب والے پستولوں کی طرف گیا لیکن

ایک دُوسرے سپاہی نے اُس کے بازو گرفت میں لے لئے۔

پولیس والے اُسے جیل لے گئے۔ ایک کوٹھڑی میں ڈال کے ہتھکڑیاں چڑھا دیں اور اُسے اکیلا چھوڑ گئے۔ دروازہ بند ہو گیا اور اُوپر سے دو دو تالے پڑ گئے۔ یہ سارا کام بڑی جلدی ہُوا، لیکن ژولیاں کو ذرا بھی ہوش نہ تھا۔

ہوش ٹھکانے ہوئے تو وہ زور سے کہنے لگا — "لو، معاملہ ختم ہوا . . . . پندرہ دن کے اندر اندر میں ہوں اور پھانسی کا تختہ . . . . یا اس دوران میں خودکشی کرنی پڑے گی۔"

اِس سے آگے وہ کچھ نہ سوچ سکا۔ سر میں ایسی تکلیف محسوس ہوئی جیسے کسی نے دور سے سر کھینچ رکھا ہو۔ اُس نے چاروں طرف دیکھا کہ یہ ہے کون۔ دو چار منٹ بعد اُسے گہری نیند آ گئی۔

مادام دریناَل کے مہلک زخم نہیں آیا تھا۔ پہلی گولی تو اُس کی ٹوپی میں سے نکل گئی۔ اُس نے مُڑ کے دیکھا تو دُوسرا فیر ہُوا۔ یہ گولی کندھے میں لگی۔ کندھا تو ضرور ٹوٹ گیا، لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ وہاں ٹپا کھا کے گولی پھر اُچھلی اور ایک پتھر کے ستون پر پڑی۔ جس کا ایک بڑا سا ٹکڑا اُوٹ کے نیچے گر پڑا۔

ڈاکٹر نے جو بڑا امتین آدمی تھا، نہایت طوُل طویل اور تکلیف دہ معائنہ کرنے کے بعد مادام دریناَل سے کہا — "آپ کی جان نہ بچے تو جو چاہو کا حشر وہ میرا حشر۔" یہ سُن کر مادام دریناَل کو بڑا دُکھ ہوُا۔

وہ بہت دن سے واقعی موت کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ ایک تو وہ ہر وقت کُڑھتے کُڑھتے یوں ہی کمزور ہو چکی تھی، نئے پادری کے حکم سے مرسیو دلاموُل کو جو

خط لکھا تو وہی حال ہوا کہ مرے پر سو دُرّے ۔ اصل میں غم اُسے ژولیاں کی جُدائی کا تھا، مگر وہ اِسے ندامت کہتی تھی ۔ یہ نوجوان پادری جس کے پاس وہ اعتراف کے لئے جایا کرتی تھی ۔ بڑا نیک، پرہیزگار اور جوشیلا آدمی تھا ۔ اور ابھی ابھی دی ثروئں سے آیا تھا ۔ وہ پُوری بات سمجھ چکا تھا ۔

مادام دربیاں سوچ رہی تھی ـــــ "مَیں تو مر رہی ہوں لیکن اپنے ہاتھ سے نہیں مر رہی ۔ اِس میں کوئی گناہ نہیں ۔ اپنی موت پر خوش ضرور ہوں ۔ شاید خدا یہ غلطی معاف کر دے ۔" وہ یہ بات بھی کہنا چاہتی تھی ، مگر ہمت نہ پڑی ـــــ " اور ژولیاں کے ہاتھ سے مرنے میں تو جنّت کا مزا ہے ۔"

اُس کے سارے ملنے والے خبر سنتے ہی دوڑے چلے آئے تھے ۔ ان لوگوں سے اور ڈاکٹر سے چھٹکارا ملتے ہی مادام دربیاں نے اپنی خادمہ ایلیزا کو بلایا ۔

وہ شرم سے سُرخ ہو کر خادمہ سے بولی ـــــ "جیلر بڑا بے رحم آدمی ہے ۔ وہ ژولیاں پر یقیناً سختی کرے گا ، اُسے تو یہ خیال ہو گا کہ میں اس بات سے خوش ہوں گی . . . . میرے تو سوچ کے بھی رونگٹے کھڑے ہو تے ہیں ۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم جیلر کے پاس اِس طرح جاؤ جیسے خود آئی ہو ۔ اور یہ روپیوں کی تھیلی اُسے دے دو ؛ اُس سے کہہ دینا کہ ژولیاں کو ستایا تو خدا ناراض ہو گا ۔ . . . لیکن یہ تاکید کر دینا کہ اس روپیہ کا ذکر کسی سے نہ کرے ۔"

جیلر نے ژولیاں کے ساتھ اِنسانیّت کا سلوک کیا تو اس کی وجہ یہی تھی ۔ یہ وہی حکومت کا سچّا حامی موسیو نوارو تھا جسے ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ موسیو آپیر کی آمد سے اتنا گھبرا گیا تھا ۔

اب جیل میں ایک مجسٹریٹ آیا۔ ژولیاں نے اُس سے کہا —— "مَیں نے قتل عمداً کیا ہے۔ میں نے فلاں اسلحہ فروش سے پستول خریدے اور انہیں بھر دیا۔ تعزیرات کی دفعہ ۲۴۴ ۱۳ کے تحت معاملہ بالکل صاف ہے۔ میں موت کی سزا کا مستحق ہوں۔ اور اِسی انتظار میں بیٹھا ہوں۔" سفلہ مزاج مجسٹریٹ کی سمجھ ہی میں نہ آیا کہ کوئی آدمی اتنا پُرخلوص اور صاف گو کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ اور سوالات پوچھنے لگا تاکہ ملزم گڑبڑا جائے اور خود ہی اپنی تردید کرے۔

ژولیاں نے مسکرا کر کہا —— "آپ یہ نہیں دیکھتے کہ میں وہی کر رہا ہوں جو آپ چاہتے ہیں۔ اور میں اقبالی مجرم ہوں۔ جناب، جائیے، اطمینان رکھئے، آپ کا شکار ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ آپ موت کی سزا دینا چاہتے ہیں، یہ خوشی آپ کو حاصل ہو جائے گی۔ یہاں ٹھیرنے کی ضرورت نہیں، مجھے اِس نوازش سے معاف رکھیے۔"

ژولیاں سوچنے لگا —— "مجھے ایک تکلیف دہ فرض ابھی اور انجام دینا ہے۔ مادموازیل دلامول کو خط لکھ دینا چاہیے۔"

اُس نے لکھا —— "میں نے اپنا انتقام لے لیا۔ بدقسمتی سے میرا نام اخباروں میں شائع ہو گا، اور میں اِس دُنیا سے گمنامی کی حالت میں رخصت نہیں ہو سکتا۔ مَیں تم سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔ مَیں دو مہینے کے اندر مر جاؤں گا۔ میرا انتقام بڑا خوفناک رہا لیکن تم سے جدا ہونے کا رنج بھی اس سے کچھ کم نہیں ہے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ آج سے تمہارا نام نہ تو زبان سے لوں گا نہ قلم سے لکھوں گا۔ میرا کبھی ذکر نہ کرنا۔ یہاں تک کہ میرے بیٹے سے بھی نہیں۔ تمہارے دل میں میری عزت ہے تو بالکل خاموش رہنا۔ میں چاہتا ہوں کہ عام

لوگ مجھے بس ایک معمولی فائل سمجھیں . . . . اس آخری وقت مجھے سچی بات کہنے کی اجازت دو —— تم مجھے بھول جاؤ گی ۔ میں تاکید کرتا ہوں کہ اس واقعے کا ذکر کسی سے نہ کرنا ۔ تمہارے کردار میں جتنی رومانیت اور دلیری میں نے دیکھی ہے وہ اس عظیم حادثے کے بعد کئی سال کے لئے دب کے رہ جائے گی تم تو اس قابل تھیں کہ ازمنۂ متوسط کے دلاوروں کی محبوبہ بنتیں ۔ اس نازک مرحلے پر انہیں کی سی پختگی اور ثابت قدمی دکھاؤ ۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ چپ چاپ ہو، اور تمہارے اوپر حرف نہ آنے پائے ۔ اپنا کوئی فرضی نام رکھ لینا ۔ اور کسی کو محرمِ راز نہ بنانا ۔ اگر کسی دوست کی مدد کے بغیر کام نہ چل سکے تو میں وصیت کرتا ہوں کہ پادری پی رار سے رجوع کرنا ۔

" اور کسی سے بات نہ کرنا خصوصاً اپنے طبقے کے لوگوں یعنی وکوزنڈ کے لو وغیرہ سے ۔

" میرے مرنے کے سال بھر بعد موسیو دکر وازلوا سے شادی کر لینا ۔ میں شوہر کی حیثیت سے تمہیں حکم دے رہا ہوں ۔ مجھے خط نہ لکھنا ، میں جواب نہیں دوں گا ۔ میں ایاگو کے برابر تو بدمعاش نہیں ہوں ، کم سے کم مجھے یہی معلوم ہوتا ہے ، مگر میں اسی کے الفاظ میں کہتا ہوں —— آج سے ایک لفظ میری زبان سے نہیں نکلے گا

" اب مجھے کوئی بات کرتے یا خط لکھتے نہیں دیکھے گا ۔ یہ میرے آخری الفاظ ہیں ، اور میری محبت کا آخری اظہار ۔

ژ — س "

جب وہ خط روانہ کر چکا تو ژولیاں کو تھوڑا سا ہوش آیا ، اور اب وہ پہلی دفعہ

غم کے مارے نڈھال ہونے لگا۔ "میں مرنے والا ہوں"—— یہ الفاظ دماغ میں آئے تو اُس کی ساری تمنائیں ایک ایک کرکے اُس کا کلیجہ نوچنے لگیں۔ موت بجائے خود اُس کے لیے خوفناک نہ تھی۔ عمر بھر وہ مصیبت ہی سے دوچار ہونے کے لیے تیار رہا تھا۔ اور جس چیز کو سب سے بڑی مصیبت کہا جاتا ہے اور اُس سے کبھی غافل نہ ہوا تھا۔

وہ دل میں بولا —— "ہیں! اگر آج سے ساٹھ دن بعد مجھے شمشیر زنی میں مہارت رکھنے والے کسی آدمی سے ڈوئیل لڑنی پڑے تو کیا میں اتنی کمزوری دکھاؤں گا کہ ہر وقت اسی کے بارے میں سوچ سوچ کے لرزتا رہوں؟"

وہ گھنٹے بھر سے بھی زیادہ یہی سوچتا رہا کہ اِس چیز کے متعلق میرے احساسات کیا ہیں۔

جب وہ اپنی روح کا اچھی طرح معائنہ کرچکا اور حقیقت اِس طرح صاف صاف نظر آنے لگی جیسے جیل کا کھمبا تو پھر اُسے ندامت کا خیال آیا۔

"مجھے ندامت کیوں ہو؟ میری بڑی بے عزتی ہوئی ہے۔ مَیں نے جان لی۔ مَیں سزائے موت کا مستحق ہوں۔ بس معاملہ ختم۔ مَیں انسانیت سے اپنا بدلہ چکا نے کے بعد مر رہا ہوں۔ اب کوئی ایسا فرض باقی نہیں رہا جو مَیں نے ادا نہ کیا ہو۔ اب میں کسی کا مقروض نہیں ہوں۔ میرے مرنے میں اگر کوئی شرم کی بات ہے تو بس مرنے کا طریقہ۔ یہ واقعی درست ہے کہ مجھے ویریئر کے لوگوں کی نظر میں ذلیل کرنے کیلئے یہ بات بجائے خود بہت ہوگی۔ لیکن ذہنی نقطۂ نظر سے یہی چیز انتہائی حقیر ہے! اُن کی نگاہ میں امتیاز حاصل کرنے کا تو بس ایک طریقہ رہ گیا ہے یعنی جب قتل گاہ کی طرف

جاؤں تو راستے میں لوگوں کے اُوپر اشرفیاں برساتا جاؤں۔ میری یاد اشرفیوں کے خیال سے وابستہ ہو گئی تو میرا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

منٹ بھر بعد یہ خیال اُسے قطعی اور فیصلہ کُن معلوم ہونے لگا۔ وہ دل میں بولا۔ "اب دُنیا میں اس کے سوا مجھے اور کچھ نہیں کرنا۔" اور وہ گہری نیند سو گیا۔ رات کے نو بجے جیلر نے اُسے جگایا اور کھانا سامنے رکھا۔

"شہر میں لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"موسیو ژولیاں، جس دن سے آپ کا تقرر ہوا ہے مَیں نے عدالت میں صلیب کے سامنے جو قسم کھائی تھی۔ اُس سے مجبور ہوں، کچھ بتا نہیں سکتا۔"

وہ چُپ تو رہا، مگر گیا نہیں۔ یہ مبتذل قسم کی ریاکاری دیکھ کے ژولیاں کو بڑا مزا آیا۔ وہ دل میں بولا — "یہ اپنا ضمیر پانچ فرانک میں بیچنا چاہتا ہے میں اسے خوب انتظار میں رکھوں گا۔"

جیلر نے دیکھا کہ کھانا تو ختم ہو گیا، مگر اس نے مجھے ورغلانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بڑے تصنّع کے ساتھ میٹھے لہجے میں بولا — "موسیو ژولیاں، مجھے آپ سے بڑا لگاؤ ہے۔ اِس لئے مَیں بتائے دیتا ہوں۔ لوگ کہیں گے تو سہی کہ یہ بات انصاف کی رُو سے غلط ہے، کیونکہ اِس سے آپ کو اپنی صفائی پیش کرنے میں مدد مل سکتی ہے . . . . موسیو ژولیاں، آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ آپ کو یہ سُن کر خوشی ہو گی کہ مادام دریناں خیریت سے ہیں۔"

"ہیں! وہ مریں نہیں!" ژولیاں ایک دم سے چیخ پڑا، اور کھانا چھوڑ کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ حیرت کے مارے اُس کے ہوش و حواس گُم تھے۔

"ارے، آپ کو معلوم نہیں تھا؟" جیلر کے چہرے سے حماقت ٹپکنے لگی۔ مگر خوشی اور لالچ نے فوراً اُس کی جگہ لے لی۔ "قانون کی رُو سے ڈاکٹر کو ایسی بات بتانے کی اجازت نہیں۔ اگر آپ اُنہیں کچھ نذر کر دیں تو مناسب ہو گا۔ آپ کے خیال سے میں اُن کے یہاں چلا گیا تھا۔ اور اُنھوں نے سب کچھ بتا دیا۔ ۔ ۔"

"یعنی زخم ایسا نہیں آیا کہ جان کا خطرہ ہو" ژولیاں نے بے صبری سے جیلر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "یہ سمجھ لو کہ جھوٹ بولا تو پھر تمہاری خیر نہیں"

جیلر چھ فٹ لمبا دیو تھا، مگر ڈر گیا اور دروازے کی طرف ہٹنے لگا۔ ژولیاں نے دیکھا کہ صحیح بات معلوم کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ وہ پھر بیٹھ گیا۔ اور موسیو لژارو کی طرف ایک سکہ پھینکا

اُس آدمی کا بیان سن کر ژولیاں کو یقین آنے لگا کہ مادام درینال کا زخم خطرناک نہیں ہے۔ اب اُس کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے۔ اُس نے ایک دم سے چلا کے کہا —— "یہاں سے چلے جاؤ"

جیلر نے حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ بند ہوتے ہی ژولیاں چیخ اُٹھا —— "خدایا! وہ مری نہیں!" اور گھٹنوں کے بل جھک کے زار و قطار رونے لگا۔

اس وقت وہ خدا پر ایمان لے آیا۔ پادری ریاکار رہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ کیا وہ خدا کے تصوّر کی صداقت اور عظمت کو بھی ختم کر سکتے ہیں؟

اب جا کے اُسے اپنے جرم پر ندامت محسوس ہوئی۔ پیرس سے چلنے کے بعد سے لے کر اب تک وہ ایک مسلسل آشفتگی اور نیم دیوانگی کی حالت میں رہا تھا۔ حسنِ اتفاق سے یہ کیفیت بھی اسی وقت دُور ہو گئی۔ اور وہ نا اُمیدی سے بچ گیا۔

اِن آنسوؤں کا ذخیرہ آسانی سے ختم ہونے والا نہ تھا۔ اب اِس بات میں اُسے ذرا بھی شک نہ رہا تھا کہ مجھے سزا کیا ملنے والی ہے۔

وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا —— "تو یعنی وہ زندہ رہے گی! . . . مجھے معافی دینے اور مجھ سے محبّت کرنے کے لئے زندہ رہے گی۔"

اگلے روز خاصے دن چڑھے جیلر نے اسے جگایا اور کہنے لگا —— "موسیو ژولیاں آپ تو بڑے ہی نفیس آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں دو دفعہ اندر آیا، لیکن آپ کو جگانے کو جی نہ چاہا۔ یہ لیجیئے، بڑی عمدہ شراب کی دو بوتلیں ہیں۔ ہمارے پادری موسیو ماس لوں نے آپ کو بھیجی ہیں۔"

"ہیں؟ وہ بدمعاش ابھی تک یہیں ہے؟" ژولیاں نے کہا۔

"جی ہاں،" جیلر نے ہلکے سے جواب دیا۔ "لیکن اتنے زور سے تو نہ بولئے ممکن ہے آپ کو خواہ مخواہ کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

ژولیاں کھِل کھلا کے ہنس پڑا۔

"میرے دوست، مَیں جس منزل پر پہنچ چکا ہوں۔ وہاں تو بس ایک تمہیں مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو۔ یعنی اگر مجھ سے نرمی اور انسانیت کا سلوک نہ کرو تو . . . تمہیں اس کا انعام مِلے گا۔" ژولیاں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اور پھر وہی شاہانہ انداز اختیار کر لیا۔ اس انداز کا جواز بھی فوراً ایک چھوٹے سے سکّے کی شکل میں حاضر ہو گیا۔

مادام درینال کے متعلق جتنی باتیں سُنی تھیں وہ موسیو نوآرو نے پوری تفصیلات کے ساتھ ایک مرتبہ پھر سنائیں، لیکن ایلیزا کے آنے کا ذکر نہیں کیا۔

یہ شخص انتہائی عاجزی اور خاکساری برت رہا تھا۔ ژولیاں کو ایک نئی بات سوجھی ـــــ "یہ بے کار ہی دیو بنا پھرتا ہے، چاہے تو اچھے خاصے تین چار سو فرانک کما سکتا ہے، کیونکہ اس کے جیل خانے میں بھیڑ بھاڑ تو ہوتی نہیں۔ اگر یہ میرے ساتھ سوئٹزرلینڈ بھاگ چلے تو اسے دس ہزار فرانک دینے کا تو میں وعدہ کرتا ہوں . . . . مشکل یہ ہے کہ اسے اپنے خلوص کا یقین کیسے دلاؤں۔" ژولیاں کو خیال آیا کہ اس کمینے آدمی سے گھنٹوں سر کھپانا پڑے گا۔ یہ سوچ کے اُسے گھن آنے لگی۔ اور اُس نے اپنے خیالات کا رُخ دُوسری چیزوں کی طرف پھیر دیا۔

شام کو پھر اس بات کا وقت ہی نہیں رہا۔ آدھی رات کو ایک گاڑی اُسے لینے آئی۔ سفر میں اُسے اپنے ساتھی یعنی پولیس کے سپاہی بہت اچھے لگے۔ صبح کو وہ بساں سوں کی جیل میں پہنچا تو اُن لوگوں نے ازراہِ نوازش اُسے ایک گاتھک طرز کے قید خانے میں اوپر کی منزل پر رکھا۔ اُس نے اندازہ لگایا کہ یہ طرزِ تعمیر چودھویں صدی کے شروع زمانے کا ہے۔ اُسے عمارت کی کشادگی اور نفاست بڑی پسند آئی۔ لمبے چوڑے صحن کے آخر میں دو دیواروں کے درمیان تھوڑی سی جگہ خالی تھی، وہاں سے ایک بڑے حسین منظر کی جھلک سی نظر آتی تھی۔

اگلے دن اُس سے کچھ سوالات ہوئے۔ اس کے بعد کئی دن تک کسی نے کوئی تعرض نہ کیا۔ وہ بالکل پُرسکون تھا۔ اُسے اپنا مقدمہ صاف ستھرا اور سیدھا سادا معلوم ہوتا تھا ـــــ "میں نے جان لینے کی کوشش کی۔ اس کے بدلے میں میری جان بھی جانی چاہیئے۔"

اُس کے خیالات یہیں اٹک کے نہیں رہ گئے۔ مقدمہ، لوگوں کے سامنے

عدالت میں پیش ہونے کی تکلیف، اپنی صفائی، یہ سب چیزیں اُسے نہایت ہی حقیر سی پریشانیاں اور بے لطف رسمیں معلوم ہوتی تھیں۔ جن کے بارے میں دل کے دن ہی سوچنا بہتر تھا۔ موت کا خیال بھی اُسے زیادہ دیر متوجہ نہ رکھ سکا ——"اس کے بارے میں تو اُس وقت سوچوں گا جب سزا کا حکم ملے گا۔" زندگی اُسے ذرا بھی بے کیف نہ لگ رہی تھی۔ وہ ہر چیز کو ایک نئی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اب اُس کے دل میں کوئی تمنّا باقی نہ تھی۔ مادموازیل ولاتمول کا خیال بھی مشکل ہی سے آتا تھا۔ البتہ اُسے ندامت کا احساس بہت تنگ کرتا تھا۔ اور مادام دریناَل کی صورت اُس کی آنکھوں میں اکثر پھرنے لگتی تھی۔ خصوصاً رات کی تنہائی اور خاموشی میں کہ جب اس اونچی کوٹھری میں عقاب کے سوا اور کسی کی آواز تک نہ سنائی دیتی تھی!

وہ خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ مادام دریناَل کی جان بچ گئی۔ وہ دل میں کہہ رہا تھا ——"عجیب بات ہے! میرا تو خیال تھا کہ اس نے موسیو ولاتمول کو خط لکھ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میری خوشی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن اس خط کو پندرہ دن بھی نہیں ہوئے کہ اب مجھے اُن تمام باتوں کا خیال بھی نہیں آتا جو پہلے میرے دماغ پر حاوی تھیں . . . کاش مجھے ورژی جیسے پہاڑی گاؤں میں اطمینان سے رہنے کے لئے دو تین ہزار لیورِل جاتے . . . اُن دنوں میں کتنا خوش تھا . . . لیکن مجھے خود اپنی خوشی کا علم نہ تھا!"

بعض دفعہ وہ بیٹھے بیٹھے اپنی کرسی سے اُچھل پڑتا ——"اگر مادام دریناَل میری گولی سے مر جاتی تو میں اپنے گولی مار لیتا . . . اگر مجھے اس بات کا

ٹھیک ٹھیک پتہ نہ چلا تو اپنے آپ سے گھن آنے لگے گی۔

"اپنے ہاتھ سے اپنی جان لے لوں! اصل سوال یہی ہے۔ یہ جج لوگ تو رسمیات کے غلام ہوتے ہیں، ہمارے قیدی کے خون کے پیاسے، بس ایک نمغہ مل جائے تو اچھے سے اچھے آدمی کو پھانسی پر لٹکانے کو تیار۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے اپنے آپ کو ان کے قبضۂ قدرت سے نکال لینا چاہیے، بڑی فراقسیسی میں ان کی بعض طعن نہیں سننی چاہیے جسے مقامی اخبار فصاحت و بلاغت کے نام سے موسوم کرینگے۔

"میں ابھی کم و بیش پانچ چھ ہفتے اور زندہ رہ سکتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ اپنے ہاتھ سے اپنی جان لے لوں! خدا کی قسم، نہیں" وہ دو چار دن بعد بولا "نپولین بھی تو زندہ رہا تھا۔ ۔ ۔ ۔

"اس کے علاوہ مجھے زندگی کیسی اچھی لگتی ہے۔ یہ بڑی پُرسکون جگہ ہے۔ یہاں مجھے کسی قسم کی بھی تو پریشانی نہیں" وہ ہنستے ہوئے بولا اور ان کتابوں کی فہرست بنانے بیٹھ گیا۔ جو وہ پیرس سے منگوانا چاہتا تھا۔

سینتیسواں باب

کال کوٹھری

ایک دوست کی قید

اسٹرن

باہر دالان میں سے شوروغل کی آواز آئی۔ یہ لوگوں کے اُس کی کوٹھری میں آنے کا وقت نہیں تھا۔ عقاب چیختا ہوا اُڑ گیا۔ دروازہ کھلا اور محترم پادری شیلاں تھرتھر کانپتا اپنی چھڑی کا سہارا لیے تژولیاں کے بازوؤں میں آگرا۔

"خدایا! یہ کیا ہو گیا، میرے بچے! . . . . بلکہ مجھے تو کہنا چاہئے، جانور!"

اس کے بعد بچارا نیک دل بڈھا ایک لفظ نہ کہہ سکا۔ تژولیاں ڈرا کہ یہ کہیں گر نہ پڑے۔ اُس نے سہارا دے کے پادری کو کرسی پر بٹھایا۔ پہلے یہ بڈھا کیسا چاق چوبند تھا، لیکن وقت نے اُس پر بڑا ظلم ڈھایا تھا۔ تژولیاں نے دیکھا کہ یہ تو پہلے سے چوتھائی بھی نہیں رہا۔

جب ذرا سانس ٹھیک ہوا تو پادری بولا ——— "ابھی پرسوں ہی تو اسٹراس برگ سے تمہارا خط آیا تھا، اور ساتھ میں وہ پانچ سو فرانک بھی جو تم نے ویریئیر کے

حاجت مندوں کے لئے بھیجے تھے۔ میں پہاڑ پر اپنے بھتیجے ژاں کے ساتھ لوریو میں رہتا ہوں۔ یہ خط مجھے وہیں ملا تھا۔ کل اس حادثے کی خبر ملی . . . . خدایا! یہ کیا ہو گیا؟ بڈھے کے آنسو رک گئے۔ ایسا معلوم ہوا کہ اب اس سے سوچا بھی نہیں جا رہا۔ وہ بالکل مشین کی طرح بولا ———" تمہیں اپنے پانچ سو فرانک کی ضرورت پڑے گی۔ میں واپس لے آیا ہوں۔"

"مجھے تو بس آپ کو دیکھنے کی ضرورت تھی!" ژولیاں کا دل گداز ہو گیا تھا۔" روپیہ تو میرے پاس بہت ہے۔"

لیکن اسے پادری سے کوئی مربوط جواب نہ مل سکا۔ تھوڑی دیر بعد موسیو شیلاں چپ چاپ دو ایک آنسو بہا دیتا جو اس کے رخساروں پر لڑھکنے لگتے پھر وہ ژولیاں کی طرف تکنے لگتا، اور جب یہ دیکھتا کہ وہ میرے ہاتھ چوم رہا ہے تو بالکل مبہوت رہ جاتا۔ ایک زمانے میں وہ بڑا ہنس مکھ تھا، اور اس کے چہرے سے شرافت اور نیکی برستی رہتی تھی۔ لیکن اب تو بے حسی کا انداز کسی طرح دور ہی نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں ایک دیہاتی قسم کا آدمی پادری کو ساتھ لے جانے کے لئے آیا۔ ژولیاں سمجھ گیا کہ بھتیجا یہی ہے۔ وہ ژولیاں سے بولا ——" ان کا زیادہ باتیں کرنا ٹھیک نہیں ہے، تھک جاتے ہیں۔" پادری سے ملاقات کے بعد تو ژولیاں کے رنج و غم کی انتہا نہ رہی۔ اس کے آنسو تک رک گئے۔ اسے کسی بات میں سکون نہ ملتا تھا، ہر چیز غم زدہ معلوم ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سینے میں دل منجمد ہو کے رہ گیا ہو۔

جرم کرنے کے بعد اسے اتنی اذیت کبھی نہ ہوئی تھی جتنی اس وقت ہو رہی تھی

موت بالکل سامنے کھڑی نظر آرہی تھی، اور انتہائی گھناؤنی شکل میں یہ جانی عظمت اور رو رپادلی کے سارے خواب اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ جیسے طوفان سے پہلے بادل پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔

یہ خوف ناک صورتِ حال کئی گھنٹے جاری رہی۔ آدمی کے اندر اخلاقی زہر پھیل جائے تو جسمانی دواؤں اور شراب کی ایک بوتل کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر ثرولیاں ان چیزوں کا سہارا لیتا تو اپنے آپ کو سخت بزدل سمجھتا۔ اس نے سارا دن بڑی مصیبت میں گزارا اور اپنی تنگ سی کوٹھری میں ادھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ آخر شام کے وقت بولا ـــ " میں بھی کیسا بے وقوف ہوں! اگر مجھے بستر پر لیٹے لیٹے مرنے کی توقع ہوتی تب تو ٹھیک تھا کہ اس بچارے بڈھے کو دیکھ کے مجھے اتنا رنج ہو۔ لیکن میں تو بھری جوانی میں مر رہا ہوں۔ اور اتنی تیزی کے ساتھ ان حالات میں تو مجھے ایسا مریلیا پن نہیں دکھانا چاہیئے "

اتنی بحث و تمحیص کے بعد بھی ثرولیاں نے دیکھا کہ ہر بزدل آدمی کی طرح میرے دل پر بھی اس ملاقات کا بڑا اثر پڑا ہے۔ اور نتیجتاً میں غم کے مارے نڈھال ہو گیا ہوں۔

اب ثرولیاں میں اُس رومیوں والی صفت یعنی رعب داب اور سختیاں جھیلنے کی طاقت کا نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ موت اب بھی اتنی بلندی پر نظر آرہی تھی کہ وہاں پہنچنا پہلے کی طرح آسان نہ رہا تھا۔

وہ دل میں بولا ـــ " اب میں اسی تھرمامیٹر سے کام لوں گا۔ قتل گاہ تک جانے کے لیئے مجھے جس ہمت کی ضرورت ہے۔ آج شام میں اُس سے دس درجے

نیچے ہوں۔ صبح مجھ میں وہ ہمت موجود تھی۔ خیر، اس سے ہوتا ہی کیا ہے؛ اصل چیز تو یہ ہے کہ وقت پر دل میں ہمت آ جائے۔" اس تھرمامیٹر والی بات پر اُسے بڑی ہنسی آئی، اور آخر اُس کا دل بہل گیا۔

اگلے دن صبح آنکھ کھلی تو اُسے اپنی کل والی حرکت پر بڑی شرم آئی۔ "میرے دل کا سکون، میری خوشی داؤ پر لگ چکی ہے۔" اُس نے تقریب قریب ارادہ کر لیا کہ سرکاری وکیل کو لکھ دوں گا میری کوٹھری میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دی جائے پھر سوچا ——" اور فوکے؟ اگر وہ کہیں یہاں تک آ گیا تو اُسے کتنی پریشانی ہوگی۔"

اُسے شاید دو مہینے سے فوکے کا خیال ہی نہ آیا تھا۔ "اسٹراس برگ میں تو میں بالکل احمق بن کے رہ گیا تھا۔ کپڑوں کے سوا کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہی نہ تھا۔" فوکے کی یاد اُسے بار بار ستانے لگی، اور اب اُس کا دل پہلے سے بھی زیادہ گداز ہو گیا۔ وہ ہیجان کے عالم میں اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ "اس وقت تو میں موت کی سطح سے بیس درجے نیچے ہوں . . . . اگر یہ کمزوری یوں ہی بڑھتی گئی تو بہتر ہوگا کہ میں گلا گھونٹ کے مر جاؤں۔ اگر میں اس کوٹھڑی میں چوہے کی طرح سڑ کے مر گیا تو ماسلوں اور دوال تو جیسے لوگوں کو کتنی خوشی ہوگی!"

فوکے آ پہنچا۔ یہ سیدھا سادا اور نیک دل آدمی غم کے مارے نڈھال ہو رہا تھا۔ اگر اُس کے ذہن میں کوئی خیال تھا تو بس یہ کہ اپنی ساری چیزیں بیچ کے جیلر کی مٹھی گرم کروں اور ژولیاں کی جان بچا لوں۔ وہ گھنٹوں موسیو دلاوالت کے جیل سے بھاگ جانے کی داستان بیان کرتا رہا۔

"مجھے یہ بات سُن کے بڑی تکلیف ہوئی۔" ژولیاں نے کہا "موسیو دلاوالت

بے گناہ تھا، میں قصور وار ہوں۔ تمہارا مطلب تو واقعی یہ نہیں ہے، لیکن تم نے مجھے یہ بات سمجھا دی کہ اُس میں اور مجھ میں کتنا بڑا فرق ہے۔ . . . "

" لیکن کیا یہ ٹھیک ہے؟ تم اپنی ساری جائداد بیچ دو گے؟" ژولیاں ایک دم سے پھر اُسی طرح چوکنا اور شکی مزاج بن گیا۔

فوکے یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا کہ مجھے جس بات کا بار بار خیال آ رہا تھا۔ میرے دوست نے اُس کے بارے میں کچھ سوچا تو سہی۔ اُس نے زیادہ سے زیادہ سو فرانک کی کمی بیشی کے ساتھ تفصیل وار بتایا کہ کون سی زمین کا کتنا روپیہ مل سکتا ہے۔

ژولیاں سوچنے لگا ـــــ " ایک چھوٹے سے زمیندار کے لئے کتنی بڑی قربانی ہے! یہ بڑا کنجوس ہے۔ پیٹ کاٹ کر پیسہ جوڑا ہے۔ اس کی حرکتوں پر تو مجھے بھی شرم آیا کرتی تھی۔ لیکن اب میری خاطر سب کچھ قربان کر دینے کو تیار ہے! مارکوئس دلاموَل کے یہاں آنے والے نفیس نوجوان جو "رینے" پڑھا کرتے تھے۔ اس شخص کی حماقتوں سے مبرّا تھے۔ لیکن اُن دو چار آدمیوں کو چھوڑ کے جو ابھی نو عمر ہیں، دولت ورثے میں پائی ہے اور روپیہ کی قدر و قیمت سے واقف نہیں، اِن پیرس والوں میں کون ایسا ہے جو اتنی بڑی قربانی کر سکے؟"

فوکے کی ساری زبان کی غلطیاں، اُس کے عامیانہ طور طریقے ایک دم سے غائب ہو گئے۔ ژولیاں نے اُسے گلے لگا لیا۔ پیرس کے مقابلے میں قصبات کو ایسی داد کبھی نہیں ملی۔ فوکے نے اپنے دوست کی آنکھوں میں ایسے جوش کی جھلک دیکھی تو بڑا خوش ہوا اور سمجھا کہ یہ بھاگ چلنے کو راضی ہے۔

موسیو شیلاں کی آمد نے ژولیاں کا سارا زور چھین لیا تھا۔ لیکن رفعت و عظمت

کا جلوہ دیکھ لینے کے بعد اُسے اپنی ہمّت واپس مل گئی۔ ابھی اُس کی عمر ہی کیا تھی لیکن میرے خیال میں یہ پودا تھا بڑا ہونہار۔ اکثر لوگوں کا دل شروع میں تو گداز ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ چالاک بنتے چلتے ہیں۔ اِس کے برخلاف ژولیاں آگے چل کے نہایت رقیق القلب ثابت ہوتا، اور اُس کی مجبونانہ بے اعتمادی بھی ختم ہو جاتی ... لیکن ایسی فضول پیشین گوئیوں سے کیا فائدہ؟

ژولیاں نے ہزار کوشش کی اور ایسے جواب دئے کہ معاملہ طول نہ پکڑے۔ لیکن اب اُس سے روز سوال ہونے لگے۔ وہ روز یہی کہتا ـــــ "میں نے جان لی ہے، کم سے کم میری کوشش یہی تھی، اور عمداً"۔ لیکن مجسٹریٹ بڑا کٹر رسم پرست تھا۔ ژولیاں کے بیانات سے یہ سوال جواب کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ بلکہ مجسٹریٹ چڑ گیا۔ ژولیاں کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ لوگوں نے تو اُسے ایک بڑی گندی کوٹھری میں تبدیل کرنا چاہا تھا۔ لیکن فوکے نے دوڑ دھوپ کر کے اُسے یہیں اِس پائے کے کمرے میں رہنے کی اجازت دلوا دی جو زمین سے ایک سو اسّی سیڑھی اونچا تھا۔

پادری دفری لیبر اُن اہم لوگوں میں سے تھا جو فوکے سے جلانے کی لکڑی خریدتے تھے۔ بچارا تاجر دوڑا دوڑا اِس بڑے پادری کے پاس پہنچا جو بڑے اثر رسوخ کا آدمی تھا۔ موسیو دفری لیبر نے کہا کہ میں ژولیاں کی خوبیوں، اور اُس نے دارالعلوم کی جو خدمات کی ہیں اُن سے بڑا متاثر ہوں، اور ججوں سے اُس کی سفارش ضرور کروں گا یہ سُن کے فوکے بہت خوش ہوا، اور اُسے اپنے دوست کی جان بچنے کی تھوڑی سی اُمید نظر آئی۔ وہ زمین تک جھک کے آداب بجا لایا۔ اور رخصت ہوتے وقت پادری

کو دس اشرفیاں دے کر التجا کی کہ گرجا میں قیدی کے چھٹنے کی دعا کرائیے۔

قو کے سنے بڑی حماقت کی۔ موسیو دفری لیبرٗ کوئی واٰلی نو مُفُوڑی تھا۔ پادری نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا، بلکہ بچارے دیہاتی کو سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ روپیہ جیب میں رکھ لو تو بہتر ہوگا۔ اُس نے دیکھا کہ میں نے صاف صاف بات کہی تو دُور اندیشی سے بعید ہوگا۔ چنانچہ اُس نے مشورہ دیا کہ اس روپے کو قیدیوں میں خیرات کے طور پر بانٹ دو کیونکہ اُن بچاروں کو ہر بات کی پریشانی ہے۔

موسیو دفری لیبرٗ سوچنے لگا —— "یہ ژولیاں بھی عجیب آدمی ہے۔ اس نے جو حرکت کی ہے، اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ مجھ سے تو کوئی بات چھپی نہیں رہنی چاہیے۔ . . . . موقع ہوا تو اسے شہید بنا لیں گے۔ . . . بہر حال میں کسی نہ کسی طرح اندرونی بات کا پتہ چلا ہی لوں گا۔ شاید مادام دریناٰل کو ڈرانے دھمکانے کا بھی موقع مل جائے۔ وہ ہم لوگوں کی ذرا عزت نہیں کرتی، بلکہ مجھے تو دل میں بڑا حقیر سمجھتی ہے۔ . . . . . شاید کوئی ایسی بات بھی ہاتھ آجائے جس کے ذریعے موسیو دلاٰمول سے ایک دم صلح صفائی ہو جائے۔ انہیں اس بچارے طالب علم سے بڑا لگاؤ ہے۔"

مقدمے کا راضی نامہ تو کئی ہفتے پہلے لکھا جا چکا تھا، اور پادری پی رار بساٰسوں سے روانہ ہو گیا تھا۔ جس دن وریئیر کے گرجا میں اس بدنصیب نے مادام دریناٰل کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُسی دن پی رار نے لوگوں کو ژولیاں کی ولادت کا راز بتایا تھا۔

ژولیاں کو اپنی موت سے پہلے بس ایک ہی ناخوشگوار واقعے کا ڈر تھا یعنی

باپ کے آنے کا۔ اُس نے قو کے سے مشورہ کیا کہ میرا خیال ہے سرکاری وکیل کو لکھ دوں۔ اب میرے پاس کسی کو نہ آنے دیا جائے۔ لکڑی کا تاجر متوسط طبقے کا آدمی تھا۔ اور اُوپر سے نیک دل اور سیدھا سادا۔ اُس نے دیکھا کہ ژولیاں کو ایسے وقت باپ کے خیال سے گھن آ رہی ہے تو اُسے بڑی تکلیف ہوئی۔

اُسے خیال ہوا کہ لوگ جو میرے دوست سے اتنی سخت نفرت کرتے ہیں تو اس کی وجہ اب میری سمجھ میں آ گئی۔ لیکن ژولیاں اس وقت مصیبت میں تھا۔ یہ دیکھ کے قو کے چپ ہو گیا۔ اور اپنے جذبات ظاہر نہیں ہونے دیئے۔

اُس نے سرد مہری سے جواب دیا —— "بہرحال اس قسم کا حکم نافذ ہوا تو بھی تمہارے والد اس کی زد میں نہیں آئیں گے۔"

اڑتیسواں باب

ایک صاحب اقتدار شخص

لیکن اِس کی حرکات وسکنات بڑی پُر اسرار ہیں، شکل سے نفاست ٹپکتی ہے۔ یہ عورت ہے کون؟

۔۔۔

اگلے دن صبح سویرے کوٹھری کا دروازہ کھُلا۔ ژدلیاں سوتے سوتے چونک اُٹھا۔

"ارے، توبہ!" وہ دل میں بولا ——— "یہ آبا آئے ہیں۔ خواہ مخواہ فضیحتا ہوگا!"

اتنے میں ایک عورت دہقانوں کا سا لباس پہنے آ کے اُسے لپٹ گئی اور گلے سے لگالیا۔ وہ اُسے بڑی مشکل سے پہچانا۔ یہ مادموازیل دلاموِل تھی۔

"شریر، مجھے اب جاکے تمہارے خط سے پتہ چلا کہ تم ہو کہاں۔ جس چیز کو تم اپنا جرم کہتے ہو اس کی خبر تو مجھے ویرئیر ہی میں ملی۔ یہ جرم نہیں۔ شریفانہ انتقام ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارے سینے میں کتنے غضب کا دل دھڑکتا ہے..."

گو اس نے واضح طور سے تو کبھی نہیں سوچا تھا۔ لیکن ژولیاں کو مادموازیل دلاموّل سے ایک چِڑ سی تھی۔ اس کے باوجود وہ آج اُسے بڑی حسین لگ رہی تھی۔ اُس نے حرکت ہی ایسی کی تھی اور باتیں ہی ایسی کی تھیں جو کسی مبتذل اور پست فطرت آدمی کے بس کی نہ تھیں۔ پھر بھلا ژولیاں اُس کے جذبات کی شرافت اور بے غرضی کا قائل کیوں نہ ہوتا؟ اُسے پھر یہی خیال آیا کہ مجھے ایک ملکہ سے محبت ہے۔ چند لمحے بعد وہ بڑے خلوصِ دل کے ساتھ نہایت بلیغ الفاظ میں بولا:۔۔۔

”اُس وقت میری نظریں مستقبل کو صورت، پذیر ہوتے صاف صاف دیکھ رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ میری موت کے بعد تم میرے کہنے پر کرواز نوا سے شادی کرلو گی۔ اس طرح اُس کی شادی ایک بیوہ سے ہوگی۔ اس دلکش بیوہ کی شریف لیکن تھوڑی سی رومانیت پسند رُوح ایسا عجیب و غریب المناک اور ہوش رُبا واقعہ دیکھ کے گھبرا اُٹھے گی۔ اور عامیانہ دُور اندیشی پر ایمان لے آئے گی پھر نوجوان مارکوئس کی حقیقی خُوبیاں بھی اُس کی سمجھ میں آنے لگیں گی۔ تم بھی صبر شکر کے ساتھ اُن چیزوں کا لُطف لینے لگو گی۔ جنہیں دُنیا خوشی کے نام سے تعبیر کرتی ہے یعنی عزت، دولت، مرتبہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن، پیاری ماتیلد، اگر کسی کو شبہ ہو گیا۔ کہ تم لیاسوں آئی ہو تو موسیو دلاموّل اس صدمے سے جاں بر نہ ہو سکیں گے۔ اگر کہیں ایسا ہو گیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں اُنہیں پہلے ہی کتنا دُکھ دے چکا ہوں! مجلس کا رُکن موسیو دلاموّل سے کہے گا کہ یہ تو اچھا خاصا آستین کا سانپ نکلا۔“

"میں سچ کہتی ہوں۔ مجھے ذرا امید نہیں تھی کہ تم ایسے سکون کے ساتھ منطق چھانٹو گے اور بیٹھ کے مستقبل کے نقشے تیار کرو گے۔" مادموازیل دلاموّل نے تھوڑا سا چڑ کے کہا۔ "میری خادمہ بھی تمہاری ہی طرح دُور اندیش ہے۔ اُس نے اپنے لئے پاسپورٹ بنوا لیا تھا، اور میں نے مادام مشلے کے نام سے سفر کیا ہے۔"

"اور مادام مشلے اتنی آسانی سے جیل کے اندر میرے پاس پہنچ گئیں!"

"ہاں، تمہارے اب بھی وہی دم خم ہیں! تم اب بھی وہی آدمی ہو جسے میں نے اپنے لئے چُنا تھا! مجسٹریٹ کے اہلکار نے مجھ سے کہا کہ جیل کے اندر جانا تو بالکل ناممکن ہے۔ پہلے تو میں نے اُسے سو فرانک دیئے۔ لیکن روپیہ لینے کے بعد یہ شخص مجھے انتظار کرانے لگا۔ اور مین میخ نکالنی شروع کر دی۔ میں سمجھی کہ مجھے لوٹنا چاہتا ہے . . . ." وہ بیچ ہی میں رُک گئی۔

"اچھا پھر؟" ژولیاں نے پوچھا۔

"پیارے ژولیاں، مجھ سے ناراض نہ ہونا" وہ اُسے گلے لگا کے بولی۔ "یہ اہلکار سمجھا کہ میں پیرس کی کوئی درزن ہوں۔ جو اِس بانکے ژولیاں پر فریفتہ ہے۔ چنانچہ مجھے اپنا اصلی نام بتانا پڑا . . . . واقعی اُس نے یہی بات کہی تھی میں نے قسم کھا کے کہا کہ میں تو ژولیاں کی بیوی ہوں۔ اب مجھے روز تمہارے پاس آنے کی اجازت مل جائے گی۔"

"پاگل پن کی حد ہو گئی" ژولیاں دل میں بولا۔ "یہ بات میرے روکے رُک نہ سکی۔ بہرحال موسیو دلاموّل اتنا بڑا رئیس ہے کہ جو نوجوان کرنل اِس حسین بیوہ سے شادی کرے گا۔ رائے عامہ اُس کے لئے کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈ ہی لے گی۔

میری موت سے سارا معاملہ چھپ جائے گا۔" اور اُسے ماتیلد کی محبت دیکھ دیکھ کر وجد آنے لگا۔ اِس محبت میں دیوانگی، بلند ہمتی، غرض جتنی بھی عجیب وغریب چیزیں ہو سکتی ہیں سب شامل تھیں۔ ماتیلد نے واقعی سنجیدگی سے ژولیاں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تمہارے ساتھ میں بھی مرجاؤں۔

جب یہ شروع شروع کی ہیجانی کیفیت ختم ہوگئی اور ژولیاں کو دیکھنے کی خوشی ذرا ہلکی پڑی تو ماتیلد کے دماغ میں تجسس نے سر اٹھایا۔ اُس نے اپنے عاشق کو غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ میں نے جتنا سمجھا تھا یہ تو اُس سے بھی بڑھ چڑھ کے ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ بونی فاس دلاموں پھر سے زندہ ہوگیا ہے۔ لیکن پہلے سے زیادہ دلاور بن کے۔

ماتیلد شہر کے بڑے بڑے وکیلوں سے ملی۔ اور اُن کے سامنے اتنے بے ڈھنگے پن سے روپیہ پیش کیا کہ وہ پہلے تو بُرا مان گئے لیکن آخر قبول کر لیا۔

وہ بڑی جلدی اِس نتیجے پر پہنچی کہ جہاں تک اہم اور غیر یقینی معاملات کا تعلق ہے، بساسوں میں بس ایک پادری دفری لیر کی چلتی ہے۔

اُس نے مادام مشلے کا غیر معروف نام اختیار کر رکھا تھا۔ چنانچہ پہلے تو جیز وٹ لوگوں کے طاقت ور سردار تک باریاب ہونے میں اُسے بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن شہر میں یہ افواہ گرم ہو چلی تھی کہ ایک بڑی حسین اور نوجوان ژولیاں کی محبت میں دیوانی ہو کر اُسے تسلّی دینے کے لئے پیرس سے بساسوں آئی ہے۔

ماتیلد بساسوں کی سڑکوں پر اکیلی اور پیدل دوڑی دوڑی پھرتی تھی۔ اُسے

اُمید تھی کہ مجھے کوئی شناخت نہیں کر سکے گا۔ بہرحال وہ سوچ رہی تھی کہ اگر میں نے عوام کے دل پر اچھا اثر ڈالا تو مجھے اپنے مقصد کے حصول میں بڑی مدد ملے گی اپنے پاگل پن میں وہ یہ منصوبے گانٹھ رہی تھی۔ کہ جب ڈولیاں قتل گاہ کی طرف جائے گا تو اُسے بچانے کے لئے میں لوگوں سے بغاوت کرا دوں گی یا دموازیل دلاموٹ سمجھ رہی تھی کہ میرا لباس بالکل سیدھا سادا اور ایک غمزدہ عورت کے شایانِ شان ہے۔ لیکن دراصل اُس کا لباس کچھ اِس طرح کا تھا کہ ہر آدمی کی نگاہ اُس پر پڑتی تھی۔
ہفتے بھر کی سلسلہ جنبانی کے بعد اُسے موسیو فری آبیر کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو اُس وقت تک وہ بساتنوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن چکی تھی۔
ہمت والی تو وہ ضرور تھی۔ لیکن اُس کے دماغ میں جینز دنٹ لوگوں کے بارسوخ سردار کا تصوّر چھا گیا اور بدمعاشی کے تصوّر سے اِس بُری طرح وابستہ تھا کہ جب اُس نے محل کے دروازے پر گھنٹی بجائی تو وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ پھر بڑے پادری کے کمرے میں جانے کے لئے زینے پر چڑھنے لگی تو اُس سے کھڑا بھی نہ رہا جاتا تھا۔ پادری کا محل ایسا سنسان تھا کہ ڈر کے مارے اُس کی جان نکل گئی۔
”ممکن ہے مَیں کُرسی پر بیٹھوں تو کرسی میرے بازو پکڑ لے، اور میں غائب ہو جاؤں۔ میری خادمہ کو میرا پتہ کس سے چل سکتا ہے؟ پولیس کا کپتان اِس معاملے میں ذرا دخل نہیں دے گا۔ . . . . میں اس زبردست شہر میں بالکل بے یار و مددگار ہوں!“
لیکن کمرہ دیکھ کے مادموازیل دلاموٹ کو ڈھارس بندھی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ جس خادم نے دروازہ کھولا۔ اُس کی وردی نہایت نفیس تھی۔ پھر جس کمرے میں

اُسے انتظار کرنے کے لئے بٹھایا گیا وہ خوب آراستہ و پیراستہ تھا۔ ہر چیز سے خوش مذاقی اور لطافت ٹپکتی تھی۔ بتبذل قسم کی شان و شوکت کا نام تک نہ تھا۔ یہ بات پیرس میں بھی صرف بڑے بڑے لوگوں ہی کے یہاں ملتی ہے۔ موسیو دفری لیبر نہایت مشفقانہ انداز میں اُس کی طرف بڑھا۔ اُسے دیکھتے ہی ماتیلد کے دل سے مُجرمانہ حملے کا خوف دُور ہو گیا۔ پادری کے حسین چہرے پر تو اُس شدید اور قریب قریب وحشیانہ پرہیزگاری کی بھی علامتیں نظر نہ آتی تھیں جس سے پیرس کے شائستہ لوگ سخت نفرت کرتے ہیں۔ یہ شخص بساسوں میں سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ لیکن اُس کی خفیف سی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ یہ پادری نہایت مہذب ہے اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھا ہے۔ اور نظم و نسق میں کمال رکھتا ہے۔ ماتیلد کو ایسا لگا جیسے پیرس میں بیٹھی ہو۔

پادری نے کچھ ایسے ڈھب سے باتیں کیں کہ ماتیلد نے دو چار منٹ کے اندر ہی اگل دیا کہ میں مارکوئس دلاَمول (یعنی پادری کے طاقتور حریف) کی بیٹی ہوں۔

"میں در اصل مادام مشلے نہیں ہوں۔" ماتیلد اسی پرانی نخوت کے ساتھ بولی۔ "یہ اعتراف کرتے ہوئے مجھے شرم نہیں آتی، کیونکہ، جناب، میں آپ سے ایک بات میں مشورہ لینے آئی ہوں۔ موسیو ولاّور نے کسی طرح جیل سے فرار ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ پہلی چیز تو یہ ہے کہ اُن کا جُرم بس اتنا ہے کہ ایک حماقت کر بیٹھے۔ جس عورت پر گولی چلائی تھی وہ بالکل ٹھیک ہے۔ دُوسری بات یہ کہ جیل کے ملازمین کو رشوت دینے کے لئے پچاس ہزار فرانک تو اسی وقت حاضر ہیں۔ اور اس سے دُگنی رقم

بعد میں دینے کا وعدہ کرتی ہوں۔ آخری بات یہ ہے کہ جو شخص موسیو دلاورنے کی جان بچائے گا میں اور میرے گھر والے اس کے اتنے احسان مند ہوں گے کہ اس کی کوئی فرمائش رد نہ کرسکیں گے۔"

موسیو دفری لیئر کو یہ نام یعنی دلاورنے سُن کر بڑا تعجب ہوا۔ ماتیلد نے اُسے وزارتِ جنگ سے آئے ہوئے کئی خط دکھائے۔ جن پر موسیو ژولیاں سوریل دلاورنے کا نام لکھا تھا۔

"جنابِ، بات یہ ہے کہ والد صاحب نے انہیں کوئی اچھی ملازمت دلوانے کا ذمہ لے لیا تھا۔ ان سے میری شادی چھپے چوری ہوئی تھی۔ ہمارے خاندان میں اس قسم کی شادی ذرا عجیب سی بات ہے، اس لئے والد صاحب چاہتے تھے کہ میرے شوہر بڑے افسر بن جائیں تب شادی کا اعلان ہو۔"

ماتیلد نے دیکھا کہ موسیو دفری لیئر کو ایسی اہم باتیں معلوم ہونے لگیں تو اس کے چہرے سے وہ شفقت اور زندہ دلی کا انداز بڑی جلدی غائب ہوگیا، اور اس کے بجائے مکاری اور دغابازی جھلکنے لگی۔

پادری کو ماتیلد کی باتوں پر شک ہوا، اور وہ پھر سے سرکاری کاغذات بغور پڑھنے لگا۔

وہ دل میں بولا: ——" یہ جو عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئی ہیں ان سے میں کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں؟ بیٹھے بٹھائے مشہور و معروف مادام دفرواک کی ایک سہیلی سے ملاقات ہوگئی۔ وہ —— کے اسقف کی بھتیجی ہے اسقف بڑا اثر رسوخ رکھتا ہے۔ فرانس میں لوگ اسی کے ذریعے اسقف بنتے ہیں۔

"جس چیز کو میں مستقبل کے پردے میں چھپا ہوا سمجھتا تھا وہ خود بخود ایک دم سامنے آگئی۔ اب میرے سارے حوصلے پورے ہو سکتے ہیں۔"

وہ عمارت کے ایک الگ تھلگ کونے میں اس با اقتدار آدمی کے ساتھ اکیلی بیٹھی تھی۔ اُس کے چہرے کا انداز جو اتنی تیزی سے بدلا تو ماتیلد پہلے تو ڈر گئی پھر دل میں بولی ـــــ "لیکن ذرا سوچو تو سہی! یہ پادری بڑا اسر وتھرا اور خود پرست ہے، اُوپر سے طاقت کے نشے میں دُھت ہے۔ اگر میری باتوں کا اُس کے دل پہ ذرا بھی اثر نہ ہوتا تو کیسی گزرتی؟"

موسیو دفری لیبر کو اپنی اُمیدوں کے برخلاف اُسقف بننے کا راستہ ایسی تیزی سے ہموار ہوتا نظر آیا تو وہ مبہوت رہ گیا۔ پھر ماتیلد کی ذہانت دیکھ کے اُسے اور تعجب ہوا۔ چنانچہ لمحے بھر کے لئے اُسے اپنا ہوش نہ رہا۔ مادموازیل دلا مول نے دیکھا کہ یہ تو اپنی جاہ طلبی کے جذبے سے کانپتا لرزتا قریب قریب میرے قدموں پر آگرا۔

وہ دل میں بولی ـــــ "اب ساری بات صاف ہو گئی۔ مادام دفرواک کی سہیلی اس سے جو چاہے کرا سکتی ہے۔" اُسے رقابت کا احساس ابھی تک تکلیف دے رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ماتیلد نے ہمت کر کے بتا ہی ڈالا کہ ژولیاں کی مادام دفرواک سے بڑی دوستی ہے، اور وہ اُس کے یہاں ـــــ کے اُسقف سے قریب قریب روز شام کو ملا کرتا تھا۔

جاہ طلبی کے جوش سے پادری کی نظروں میں سختی سی آگئی، اور وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا ـــــ "جیوری کے لوگ اسی علاقے کے ممتاز شہریوں میں سے چُنے جائیں گے۔ اگر آپ پانچ چھ دفعہ قرعہ ڈال ڈال کے چھتیس آدمیوں کی فہرست

بتائیں تو کوئی منحوس ہی گھڑی ہو گی جو ہر فہرست میں آٹھ نو آدمی میرے دوست نکلیں اور وہ بھی سب ہیں فہین اور ہوشیار۔ غرض ہر صورت میں اکثریت میرے ہی آدمیوں کی ہو گی، اور تڑولیاں صاف بری ہو جائے گا۔ تو، مادموازیل آپ نے دیکھا میں اُسے کتنی آسانی سے رہا کرا سکتا ہوں . . . ."

پادری ایک دم سے رُک گیا جیسے خود اپنے الفاظ سُن کے چونک پڑا ہو۔ وہ ایسی باتوں کا اقرار کیئے لے رہا تھا جو دُنیا داروں کے سامنے کبھی نہیں کہی جاتیں۔

اُس نے ماتیلد کو بتایا کہ لبنان سوں کے لوگوں کو تڑولیاں کی اس عجیب وغریب کہانی میں سب سے دلچسپ اور حیرت انگیز بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک زمانے میں مادام دریتال اُس پر جان چھڑکتی تھی۔ اور وہ بھی مدتوں اُس کا متوالا رہا۔ اب کے ماتیلد سکتے میں آگئی۔ موسیو وفری لیبیر فوراً سمجھ گیا کہ میری کہانی سُن کے اسے بڑا دُکھ ہوا ہے۔

وہ دل میں بولا ـــــ "میں نے اپنا بدلہ لے لیا! آخر اس دھن کی پکی لڑکی کو قابو میں لانے کا ایک طریقہ ہاتھ آ ہی گیا۔ میں تو ڈر رہا تھا کہ ممکن ہے۔ ایسا کوئی طریقہ ملے ہی نہیں۔" یہ بے مثال حسینہ اُس کے پاس ایک التجا لے کر آئی تھی اُس کے تیوروں سے معلوم ہوتا تھا کہ اِسے بس میں لانا آسان کام نہیں۔ یہ دیکھ کر پادری کی نظروں میں اُس کی دل کشی اور بڑھ گئی۔ پادری نے جلدی جلدی اپنے ہوش وحواس درست کیئے، اور بڑی بے رحمی سے ماتیلد کے زخموں پر نمک چھڑکنے لگا

وہ ٹٹول کے انداز میں بولا ـــــ "موسیو سوریل کو ایک زمانے میں اس عورت سے اتنی محبت تھی، اب جو انہوں نے اس پہ دو دفعہ گولی چلائی تو ممکن ہے اس

میں رقابت کو دخل ہو۔ اگر واقعی یہی بات نکلی تو مجھے ذرا بھی تعجب نہ ہوگا۔ یہ عورت ضرور کچھ دل لگی کر رہی ہوگی۔ کچھ دنوں سے وہ وی ژوں کے پادری مارکی ڈ کے پاس بہت جا رہی ہے۔ یہ شخص ژاں سنیت ہے، اور اِن سب لوگوں کی طرح سخت بدچلن ہے۔"

موسیو دفری لیبر کو اس حسین لڑکی کا راز تو معلوم ہو ہی گیا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے اور مزے لے لے کے اُس کے دل کو کوچتا رہا۔

وہ ماتیلد پر گرم گرم نظریں جما کے بولا ــــ "یہی دیکھ لیجیے کہ اگر اُن کا رقیب گرجا میں نماز نہ پڑھا رہا ہوتا تو موسیو سوریل گرجا ہی میں آ کے گولی کیوں چلاتے؟ جس شخص کو آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے اُس کے بارے میں ہر ایک کی یہی رائے ہے کہ وہ نہایت ذہین اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ دُور اندیش آدمی ہے۔ آسان بات تو یہ تھی کہ موسیو سوریل ورینال کے باغ میں جا چھپتے جس سے وہ خوب واقف ہیں وہاں اس کا ذرا بھی ڈر نہ تھا کہ کوئی دیکھ لے گا یا پکڑ لے گا۔ یا کسی کو شبہ ہوگا۔ پھر جس عورت کی بے وفائی پر غصہ آ رہا تھا اُسے نہایت اطمینان کے ساتھ قتل کر سکتے تھے۔"

یہ ساری باتیں نہایت معقول معلوم ہوتی تھیں۔ ماتیلد غصے کے مارے پاگل ہوگئی۔ اُس کے مزاج میں نخوت تو ضرور تھی، مگر ساتھ ہی رگ رگ میں وہ خشک قسم کی دُور اندیشی بسی ہوئی تھی جسے اونچے طبقوں میں انسانی فطرت کا صحیح نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ آتش مزاج لوگوں کو اِس بات میں بڑا مزا آتا ہے کہ دُور اندیشی کو اُٹھا کے بالائے طاق رکھ دیں۔ لیکن ماتیلد نے وہ طبیعت ہی نہیں پائی تھی کہ اِس مزے کو اتنی جلدی سمجھ

سکتی ۔ پیرس کے اونچے طبقوں میں جہاں ماتیلد کی عمر گذری تھی۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ جذبات دُور اندیشی سے دست بردار ہو جائیں ۔ لڑکیاں کھڑکیوں میں سے کُودتی بھی ہیں تو سب سے اوپر کی منزل پہ جا کر تاکہ بیچ ہی میں اٹک کے رہ جائیں۔

آخر پادری وفری لیبر کو یقین ہو گیا کہ ماتیلد میرے قبضے میں آگئی۔ اُس نے ماتیلد کو بتایا (غالباً وہ جھوٹ بول رہا تھا) کہ جو سرکاری وکیل استغاثے کی طرف سے پیش ہو گا وہ پوری طرح میرے کہنے میں ہے۔ پھر اُس نے یہ بھی کہا کہ جب قرعہ اندازی کے ذریعے جیوری کے چھتیس آدمیوں کا انتخاب ہو جائے گا تو میں کم از کم تیس آدمیوں سے براہ راست اور ذاتی طور سے سفارش کر دوں گا۔

اگر موسیو وفری لیبر کو ماتیلد اتنی خوبصورت نہ لگی ہوتی تو وہ پانچویں یا چھٹی ملاقات سے پہلے ایسی صاف صاف باتیں نہ کرتا ۔

انتالیسواں باب

سازش

۲۱ مارچ سنہ ۱۶۷۶ء —— ہمارے پڑوس میں ایک بھائی نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے۔ اِس سے پہلے بھی وہ ایک خون کر چکا تھا۔ اُس کے باپ نے وزیروں کو چپ چاپ پانچ سو اشرفیاں دے کے اُس کی جان بچا لی تھی۔

—— لوک

بادری کے محل سے نکل کے ماتیلد نے ذرا بھی وقت ضائع نہ کیا، اور سیدھے مادام دفرداک کے پاس آدمی دوڑا دیا۔ اپنی بدنامی کا ڈر تو ضرور رہتا، لیکن وہ اس بات کو ذرا خاطر میں نہ لائی۔ اُس نے اپنی رقیب سے التجا کی کہ خود —— کے اسقف کے دستِ خاص سے ایک سفارشی خط موسیو دفری لبیر کے لئے لکھوا دیجئے۔ اس سے بھی زیادہ کمال اُس نے یہ کیا کہ مادام دفرداک کو لکھا فوراً لبساں سوں پہنچیے۔ ایسی حاسد اور مغرور لڑکی کے لئے یہ بڑی بہادری کی بات تھی۔

فوکے کی ہدایت کے مطابق اُس نے احتیاطاً ڑولیاں کو بتایا تک نہ تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ اُس کی موجودگی سے ہی ڑولیاں کو خاصی پریشانی ہو رہی تھی۔ موت

قریب آئی تو وہ پہلے سے کہیں زیادہ شریف آدمی بن گیا۔ اُسے مارکوئس دلاموَل پر ہی نہیں، بلکہ ماتیلد پر بھی رحم آ رہا تھا۔

وہ دل میں کہہ رہا تھا ــــ "یہ کیا بات ہے؛ وہ پاس ہوتی ہے تو میں بالکل کھو جاتا ہوں، بلکہ مجھے اُکتاہٹ ہونے لگتی ہے۔ وہ میرے لئے اپنے آپ کو تباہ کئے دے رہی ہے، اور میں اُسے یہ انعام دے رہا ہوں۔ کہیں میں بدنہاد تو نہیں ہوں ــ؟" جب اُسے جاہ طلبی کا جنون تھا اُن دنوں اس قسم کا سوال اُسے تنگ نہیں کر سکتا تھا۔ اُس زمانے میں ژولیاں کو اگر کسی بات سے شرم آتی تھی تو ناکامی سے۔

ماتیلد کی موجودگی میں اُس کی اخلاقی بے چینی اور بڑھ جاتی۔ کیونکہ وہ دیکھتا کہ اس وقت یہ لڑکی میری محبت میں بالکل دیوانی ہو رہی ہے۔ ماتیلد اس کے سوا اور کوئی بات ہی نہ کرتی کہ میں تمہاری جان بچانے کے لئے کیا قربانیاں کرنا چاہتی ہوں۔

اُسے اپنے جذبِ دل پر فخر تھا۔ اور اُس کا غرور دب کے رہ گیا تھا۔ اُس کا جی چاہتا تھا کہ میری زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ گزرے کہ جب میں کوئی غیر معمولی کارنامہ سرانجام نہ دوں۔ وہ ژولیاں سے گھنٹوں باتیں کرتی، اور گفتگو کا موضوع ایسی عجیب و غریب تجاویز ہوتیں جن میں خود اُس کے لئے بڑا خطرہ ہوتا۔ جیل والوں کو اتنا انعام ملا کہ اُنھوں نے اُسے جیل کے اندر اپنی من مانی کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ ماتیلد کے خیالات صرف ننگ و نام کی قربانی تک ہی محدود نہ تھے۔ اگر اُس کی حالت کا پتہ ساری دُنیا کو چل جاتا تو بھی اُسے ذرا فکر نہ ہوتی۔ یوں تو اُس کا بلند اور دلیر تخیل نہ جانے کیا کیا سوچتا تھا۔ لیکن ایک چھوٹی سی بات یہ تھی کہ بادشاہ کی گاڑی سڑک

پر سے گذرے تو چاہے میری جان ہی کیوں نہ جائے۔ مگر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے گاڑی کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک جاؤں اور رگڑ رگڑ اگڑ گڑا کے التجائیں کروں کہ ژدلیاں کو معاف کر دیا جائے۔ اُسے یقین تھا کہ میرے جو دوست دربار سے وابستہ ہیں۔ اُن کے ذریعے میں شاہی محل کے گوشے گوشے میں پہنچ سکتی ہوں۔

ژدلیاں اپنے آپ کو ایسی محبت اور جاں نثاری کا مستحق نہ سمجھتا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ دلاوری سے تھک چکا تھا۔ اُس کے دل پر کوئی چیز اثر کر سکتی تھی۔ تو سیدھی سادی، بھولی بھالی، بلکہ شرمیلی شرمیلی محبت۔ اس کے برعکس متمرد دل ماتیلد کو ہر وقت یہی خیال لگا رہتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

فکر کے مارے اُس کی جان گھلی جا رہی تھی۔ ہر وقت اپنے عاشق کی جان کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد میں ایک دن زندہ نہیں رہوں گی۔ لیکن اس کے باوجود ژدلیاں محسوس کرتا تھا کہ ماتیلد دل ہی دل میں یہ چاہتی ہے کہ اپنی محبت کے جوش اور اپنے کارناموں کی عظمت سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دوں۔

ژدلیاں کو اپنے اوپر بڑا غصہ آتا کہ آخر میرے دل پر اس دلاوری کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔ اگر کہیں اُسے یہ معلوم ہو جاتا کہ بچارے فوکے کے دفاشعار لیکن معقولیت پسند اور محدود دماغ کو ماتیلد کی کیسی کیسی حماقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر اُس کا کیا حال ہوتا؟

فوکے کو ماتیلد کی جاں نثاری میں کوئی خرابی نظر نہ آتی تھی۔ کیونکہ وہ خود بھی تو

ژولیاں کی جان بچانے کے لئے اپنی ساری دولت لٹانے اور بڑے سے بڑے خطرے میں پڑنے کو تیار تھا۔ ماتیلد اس بُری طرح روپیہ بہا رہی تھی کہ وہ تو دم بخود رہ گیا تو کیے قصباتی آدمی تھا، اُس کے دل میں روپیہ کی بڑی عزت تھی۔ چنانچہ اتنا روپیہ خرچ ہوتے دیکھ کر پہلے تو اُس پر بڑا رعب پڑا۔

بعد میں اُسے پتہ چلا کہ مادموازیل دلاتمول کی تجویزیں تو اکثر بدلتی رہتی ہیں۔ ماتیلد کے کردار نے اُسے تھکا مارا تھا۔ اس کردار کی مذمت میں اُسے ایک بات سوجھی تو کچھ آرام سا ملا —— "اس کا تو وہی حال ہے کہ گھڑی میں تولہ، گھڑی میں ماشہ" اس کے لیے "سر پھری" کا خطاب دینا آسان کام تھا، اور قصبات میں اس سے بُری گالی کوئی اور نہیں ہوتی۔

ایک دن ماتیلد اُس کی کوٹھری سے نکل رہی تھی تو ژولیاں دل میں بولا ——
"یہ عجیب بات ہے کہ اسے تو مجھ سے اتنی شدید محبت ہے، اور میرے دل پہ ذرا اثر نہیں ہوتا! دو مہینے پہلے میں اس کی پوجا کرتا تھا! میں نے کہیں پڑھا ہے کہ موت قریب ہو تو آدمی کو کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہتی۔ لیکن یہ دیکھ کر بڑا غصّہ آتا ہے کہ آدمی ایسا ناشکرا بن جائے اور اپنے آپ کو بدل بھی نہ سکے۔ کہیں میں خود پرست تو نہیں ہوں؟" اس معاملے میں اُس نے اپنے آپ کو بڑی لعنت ملامت کی۔

اس کے دل میں جاہ طلبی کا نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ لیکن اس راکھ سے ایک دوسرا جذبہ پھوٹ نکلا تھا۔ یعنی وہ سمجھتا تھا کہ مجھے مادام درینال کو قتل کرنے پر ندامت ہو رہی ہے۔

لیکن درحقیقت وہ مادام درینال کی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ جب وہ

بالکل اکیلا رہ جاتا اور بدا خلت کا ڈر نہ ہوتا تو وہ اُس مسرّت کے زمانے کی یاد میں کھو جاتا جو ونیریز یا ورژی میں گزرا تھا، اور ان میں اُسے ایک عجیب قسم کی خوشی ملتی۔ وہ زمانہ کتنی جلدی ہوا ہو گیا تھا، لیکن اُن دنوں کے ذرا ذرا سے واقعات میں اُس کے لیے اتنی تازگی اور ایسی دلکشی تھی کہ وہ اُنہیں دل سے دُور نہ رکھ سکتا تھا پیرس میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں اُن کا تو اُسے خیال بھی نہ آ رہا تھا۔ اُن سے تو وہ اُکتا چکا تھا۔

یہ رُجحان روز بڑھتا ہی چلا گیا، اور ماتیلد کی شکّی نظروں سے چھپا نہ رہ سکا۔ وہ خُوب سمجھ گئی کہ اسے تو اپنی تنہائی سے پیار ہو گیا ہے، اور مجھے اسی بات کا منتقا بلہ کرنا ہے بعض دفعہ وہ ڈرتے ڈرتے مادام ودبنال کا نام لے دیتی۔ وہ دیکھتی۔ کہ ژولیاں کانپ اُٹھا۔ اب اُس کی محبّت کی حد و انتہا نہ رہی۔

وہ پُورے خلوص کے ساتھ دل میں کہتی — "اگر وہ مر گیا تو میں بھی جان دے دوں گی۔ پیرس کے دیوان خانوں کے لوگ میرے جیسے رُتبے کی لڑکی کو ایک مجرم اور خونی سے اس درجے محبت کرتے دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟ ایسے جذبات تو بس دلاوروں کے عہد ہی میں مل سکتے ہیں۔ شارل نہم اور آں ری سوم کے زمانے میں لوگوں کا دل اسی قسم کی محبت سے دھڑکتا تھا۔"

جب وہ ژولیاں کا سر سینے سے لگا رہی ہوتی تو اس گرما گرمی میں بعض دفعہ ڈر کے مارے کانپ اُٹھتی، اور دل میں کہتی — "ہیں! کیا یہ حسین سر ایک دن کٹنے والا ہے؟ خیر کوئی بات نہیں!" وہ دلاوری کے جوش میں خوش ہو کے کہتی "یہ ہونٹ جو اِس وقت اِن پیارے پیارے گیسوؤں سے لگے ہوئے ہیں اِس واقعے کے چوبیس

گھنٹے بعد ٹھنڈے پڑ چکے ہوں گے۔"

دلاوری اور خوفناک لذت پرستی کے ان لمحوں کی یاد نے ماتیلد کو اس بری طرح جکڑ لیا کہ وہ بے قابو ہو کے رہ گئی۔ خودکشی کا خیال بذاتِ خود نہایت دلفریب تھا۔ لیکن ماتیلد کی مغرور طبیعت نے اسے ابھی تک پاس نہ پھٹکنے دیا تھا۔ مگر اب یہ خیال ساری مدافعت ختم کر کے اس کے دل پہ پوری طرح قابض ہو گیا۔ وہ بڑے فخر کے ساتھ دل میں بولی —— "نہیں میرے آباؤ اجداد کا خون مجھ تک پہنچتے پہنچتے ٹھنڈا نہیں پڑا۔"

ایک دن اس کا عاشق بولا —— "میری تم سے ایک درخواست ہے اپنے بچے کو ویریئر میں کسی دایہ کے پاس بھیج دینا۔ مادام ورینال دایہ کو اپنی نگرانی میں رکھے گی۔"

"یہ تم نے بڑی سخت بات کہی ہے . . ." ماتیلد پیلی پڑ گئی۔

"واقعی ٹھیک ہے۔ میں تم سے ہزار دفعہ معافی مانگتا ہوں۔" ژولیاں اپنے خوابوں سے چونک کے بولا۔ اور اسے گلے لیا۔

ماتیلد کے آنسو پونچھنے کے بعد وہ پھر اسی موضوع پر آ گیا جس کے بارے میں اتنی دیر سے سوچ رہا تھا، لیکن اب کے ذرا ہوشیاری سے کام لیا۔ اس نے گفتگو کو غم پسندی اور فلسفے کا رنگ دے دیا، اور مستقبل کا ذکر چھیڑ دیا جو اب اس کے لیے تو ختم ہونے والا تھا۔ "پیاری، یہ بات تو تم بھی مانو گی کہ زندگی میں محبت تو بس ایک حادثے کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن یہ حادثہ صرف انہیں لوگوں کو پیش آتا ہے جو عالی ظرف ہوں . . . تمہارے خاندان کے لوگوں میں بڑی نخوت ہے، میرے

بیٹے کے مرجانے سے اُنہیں خاصی خوشی ہوگی ۔ یہ بات تو کرچی سمجھ جائیں گے ۔ میرا بچہ ایسی مصیبتوں کے وقت اور ایسے شرمناک حالات میں تو پیدا ہوگا ، اوپر سے کوئی اُس کی دیکھ بھال کرنے والا بھی نہ ہوگا . . . . ٹھیک وقت تو میں نہیں بتانا چاہتا ، مگر دل میں ضرور سمجھ لیا ہے ۔ بہرحال اُمید ہے تم میری وصیت پر عمل کروگی اور مارکوئس دکرواز نوا سے شادی کر لوگی ۔"

" ہیں ! اتنی بے عزتی کے بعد !"

" تمہارے خاندان کے آدمی کی کبھی بے عزتی نہیں ہو سکتی ۔ تم تو سیدھی سادی ایک بیوہ ہوگی ۔ اور بیوہ بھی ایک پگلے کی ۔ بس معاملہ ختم ۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ میں نے یہ جرم کسی مالی منفعت کی وجہ سے تو کیا نہیں ، چنانچہ یہ بات بے عزتی میں داخل نہیں ہو سکتی ۔ شاید اُس زمانے تک مجلسِ مقننہ کا کوئی فلسفی رُکن اپنے ہم عصروں کے تعصبات پر فتح پا کر سزائے موت ہی کو منسوخ کرا دے ۔ پھر تمہارا کوئی دوست میرا نام مثال کے طور پر پیش کرے گا ۔" مادموازیل دالامول کا شوہر پاگل تو ضرور تھا لیکن بدمعاش نہیں تھا ۔ وہ کوئی مجرم کھوپڑی تھا ۔ خواہ مخواہ اُس کا سر اڑا دیا . . . . " پھر مجھے کوئی بُرے نام سے یاد نہیں کرے گا ۔ کم از کم تھوڑا سا عرصہ گزر جانے کے بعد . . . تمہارا شوہر بننے کے بعد تمہارے مرتبے ، تمہاری دولت ، بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ تمہاری ذہانت کی مدد سے موسیو دکرواز نوا وہ درجہ حاصل کرے گا ۔ جو اکیلے اُس کے بس کا نہیں ۔ وہ عالی خاندان اور بہادر تو ضرور ہے ، لیکن اس کے سوا اُس کے پاس کیا رکھا ہے ؟ ۱۷۲۹ء میں تو ان خوبیوں کی بدولت آدمی کی بڑی قدر ہوتی تھی ۔ لیکن آج سو سال بعد یہ چیزیں بذاتِ خود کسی کام نہیں آتیں ، بلکہ آدمی کو خوش فہمیوں کا شکار بنا دیتی ہیں ۔

اگر کوئی فرانس کے نوجوانوں کا سردار بننا چاہتا ہے تو اُس میں اِن کے علاوہ اور باتیں بھی ہونی چاہئیں۔

"تم اپنے شوہر کو جس سیاسی جماعت میں شامل کراؤگی۔ اُسے ایک پختہ اور حوصلہ مند کردار کی حمایت حاصل ہوگی۔ ایک دن تمہارا شمار ملک کے صاحبِ اقتدار لوگوں میں ہوگا۔۔ لیکن، پیاری، وہ آسمانی لگن جو اِس وقت تمہارے اندر موجود ہے اُس زمانے تک ٹھنڈی پڑ چکی ہوگی۔"

پھر وہ تھوڑی سی تمہید باندھنے کے بعد بولا —— "تمہاری اجازت ہو تو میں سچی بات کہہ دوں۔ تم نے مجھ سے محبت تو ضرور کی ہے، لیکن آج سے پندرہ سال بعد تمہیں یہی محبت حماقت معلوم ہوگی۔ یعنی ایسی حماقت جو معافی کے قابل تو ہے مگر پھر حماقت ہے۔۔۔۔"

وہ ایک دم سے بیچ ہی میں رُک گیا، اور پھر اپنے خوابوں میں کھو گیا۔ اب وہ پھر اُسی خیال سے دوچار تھا جس سے ماتیلد کو اتنا سخت صدمہ پہنچا تھا ——

"پندرہ سال بعد مادام دریناک تو میرے بیٹے پر جان چھڑکے گی اور تم اُسے بھول چکی ہوگی۔"

چالیسواں باب

سکون

آج میں عقلمند ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے بے وقوف تھی۔ اے فلسفی، تو جو کچھ دیکھتا ہے بس ایک لمحے کے اندر اندر۔ تیری نظر کتنی تنگ ہے! تجھے وہ نظر ملی ہی نہیں جو جذبات کا خفیہ عمل دیکھ سکے۔

فرانسوا فان گیٹے

یہ گفتگو بیچ ہی میں رہ گئی، اور مجسٹریٹ نے آ کے پھر سوال جواب شروع کر دیے۔ اس کے بعد ژولیاں کو اُس وکیل سے باتیں کرنی پڑیں جو اُس کی صفائی کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اِس زمانے میں ژولیاں کی زندگی بڑی بے فکری میں گزر رہی تھی اور وہ پیارے پیارے خواب دیکھ رہا تھا۔ اگر چند لمحے ناخوشگوار قسم کے آئے تو بس یہ۔

ژولیاں نے مجسٹریٹ اور وکیل دونوں سے یہی کہا —— "میں نے قتل کیا ہے اور عمداً۔ جناب، مجھے اس کا بڑا افسوس ہے۔" پھر مسکراتے ہوئے بولا —— "لیکن میرے بیان سے آپ کا کام بہت ہلکا ہو گیا۔"

اِن دونوں آدمیوں سے چھٹکارا پایا تو ژولیاں سوچنے لگا —— بہر حال میں

بڑا بہادر نکلا۔ کم سے کم اِن دونوں آدمیوں سے زیادہ بہادر نکلا۔ مجھے وہ مقابلہ درپیش ہے۔ جس کا نتیجہ نہایت المناک ہوگا۔ اِن دونوں کے نزدیک یہ سب سے بڑی مصیبت ہے، سب سے زیادہ ڈرنے کی چیز ہے۔ لیکن میں اس کے بارے میں سنجیدگی سے تو بس دن کے ہی دن غور کروں گا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر اس سے بھی بڑی مصیبت پڑ چکی ہے " ژولیاں فلسفہ بگھارنے لگا۔ "جب میں پہلی دفعہ اسٹراس برگ گیا ہوں تو اس سے بھی زیادہ دُکھ جھیلا ہے۔ کیونکہ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ ماتیلد نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلی . . . . . . یہ عجیب بات ہے کہ اُس وقت مجھے اس مکمل موانست کی کیسی تمنّا تھی، اور آج اسی چیز کا میرے دل پر ذرا اثر نہیں ہوتا! سچ تو یہ ہے کہ میں تنہائی میں زیادہ خوش رہتا ہوں اُس حسین لڑکی کا پاس بیٹھنا مجھے اتنا اچھا نہیں لگتا . . . ."

وکیل قاعدے قانون کا آدمی اور رسم پرست تھا۔ وہ سمجھا کہ ژولیاں تو پاگل ہوگیا ہے۔ عام لوگوں کی طرح اُس کی بھی یہی رائے ہوئی کہ ژولیاں نے رقابت کے جوش میں گولی چلائی ہے۔ ایک دن وکیل نے ہمت کرکے اُس سے کہا کہ یہ بات سچ ہو یا جھوٹ، مگر صفائی میں بڑی مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ لیکن ملزم کو فوراً طیش آگیا اور اُس نے کھری کھری سُنا ڈالی۔

" جناب ہوش کے ناخن لیجیے۔" ژولیاں غصّے کے مارے پاگل ہو کے بولا۔ "یہ جھوٹ آئندہ آپ کی زبان سے نہ نکلے ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔" دُور اندیش وکیل لمحے بھر کے لیے تو یہ سمجھا کہ اب اُس نے مجھے قتل کیا۔

بہر حال وکیل نے اپنا مقدّمہ تیار کرلیا، کیونکہ اب فیصلے کی گھڑی قریب آرہی تھی۔

بساستوں اور آس پاس کے علاقے میں بس اسی مشہور مقدمے کا چرچا تھا۔ ژدلیاں کو اس بات کا بالکل پتہ نہ تھا۔ اُس نے تو کہہ دیا تھا کہ مجھ سے ان چیزوں کا بالکل ذکر نہ کیا جائے۔

اُسی دن فوکے اور ماتیلد نے اُسے بتانا چاہا تھا کہ لوگوں میں کیا افواہیں گرم ہیں اور اُن سے کچھ اُمید بندھتی نظر آتی ہے، لیکن ژدلیاں نے پہلے ہی لفظ پر اُنہیں ٹوک دیا، اور آگے بات نہ کرنے دی۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں جس قسم کی زندگی چاہتا تھا۔ وہ مجھے مل گئی تمہارے چھوٹے چھوٹے جھگڑے قصّے، یہ حقیقی زندگی کی تفصیلات، ان سب باتوں سے مجھے اُلجھن ہوتی ہے۔ میں آسمان پر بیٹھا ہوں۔ مجھے نیچے نہ اتارو۔ جس طرح بھی بن پڑے آدمی کو مرنا تو ہے ہی۔ رہا میں تو میں چاہتا ہوں کہ موت کے بارے میں بس اپنے طریقے سے سوچوں۔ مجھے دوسرے لوگوں کی کیا پروا؟ دوسرے لوگوں سے تو میرے تعلقات بس اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہونے والے ہیں۔ میرے اوپر رحم کھاؤ۔ میرے سامنے اُن کا نام نہ لو۔ مجسٹریٹ اور وکیل کے سامنے ہی ذلیل ہونا بہت کافی ہے۔"

وہ دل میں بولا ——— "واقعی معلوم ہوتا ہے میری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ خواب دیکھتے دیکھتے مروں گا۔ میں گمنام آدمی ہوں۔ لوگ مجھے پندرہ دن کے اندر اندر بھول جائیں گے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر میں نے ہیرو بننے کی کوشش کی تو سخت حماقت ہوگی۔ . . .

"بہرحال یہ بھی عجیب بات ہے کہ زندگی سے لطف لینے کا ہنر مجھے اس وقت آیا کہ جب خاتمہ بخیر ہونے کو ہے۔"

یہ آخری دن اُس نے اپنی کوٹھری کی چھت پہ ٹہل ٹہل کے گزارے، اور وہ نفیس سگار پیتا رہا جو ماتیلد نے آدمی بھیج کے ہالینڈ سے منگوائے تھے۔ اُسے یہ ساں گمان بھی نہ تھا کہ شہر کے لوگ روز دُوربینیں لئے اپنی اپنی چھتوں پر اس انتظار میں کھڑے رہتے ہیں کہ وہ باہر نکلے تو دیکھیں۔ اُسے تو ورژی کا زمانہ یاد آئے چلا جا رہا تھا۔ وہ فوکے کے سامنے مادام دریناَل کا نام تک نہ لیتا تھا۔ مگر اُس کے دوست نے دو تین دفعہ بتایا کہ مادام دریناَل رُو بصحت ہے۔ اور ان الفاظ نے ہر دفعہ ژولیاں کے دل دماغ میں تہلکہ مچا دیا۔

ژولیاں کی رُوح تو خیالات کی دُنیا میں کھو کے رہ گئی تھی، لیکن ماتیلد حقائق سے اُلجھ رہی تھی اور یہ اُمرا کے شایانِ شان بھی ہے۔ مادام دفرواک اور موسیو دفری لیئر میں براہِ راست خط و کتابت ہونے لگی تھی، بلکہ ماتیلد کی کوششوں سے اب اِس میں اتنی بے تکلفی آگئی تھی کہ اُسقفت کے عہدے کا بھی ذکر ہو چکا تھا۔

ان عہدوں کی تقسیم جس محترم پادری کے ہاتھ میں تھی۔ اُس نے ایک دفعہ اپنی بھتیجی کے خط میں نیچے یہ جملہ لکھ دیا —— "یہ بچارا سوریل تو بس ایک احمق آدمی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ ہمیں واپس مل جائے گا۔"

یہ جملہ پڑھ کے موسیو دفری لیئر تو خوشی کے مارے پاگل ہو گیا۔ اُسے پورا یقین تھا کہ میں ژولیاں کی جان ضرور بچا لوں گا۔

قرعہ اندازی کے ذریعے جیوری کے چھتیس آدمیوں کا انتخاب ہونے سے ایک دن پہلے وہ ماتیلد سے بولا —— "ان کم بخت انقلابیوں نے یہ عجب قانون بنا دیا ہے کہ جیوری والوں کی پوری فہرست پہلے سے تیار رہے۔ اس کا مقصد

بس یہ ہے کہ شریف لوگوں کا اثر ختم ہو جائے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں قسم کھا کے کہہ سکتا تھا کہ فیصلہ میری مرضی کے مطابق ہوگا۔ آخر میں نے پادری ن —— کو چھڑا ہی لیا تھا۔"

اگلے دن نام نکالے گئے تو بساں سوں والوں میں سے پانچ تو جیزوئٹ تھے اور باہر والوں میں سے ایک وال ذ، دوسرا موآرو، تیسرا شولیں۔ یہ دیکھ کے پادری بڑا خوش ہوا اور ماتیلد سے بولا —— "ان آٹھ آدمیوں کا تو میں ذمہ لیتا ہوں۔ پہلے پانچ آدمی تو بس کٹھ پتلیاں ہیں۔ وال ذ میرا جاسوس ہے، موآرو بھی میرا ساختہ پرداختہ ہے، رہا شولیں تو وہ بالکل بدھو ہے، اور ہر چیز سے ڈرتا ہے۔"

اخبار کے ذریعے جیوری والوں کے نام سارے ضلع میں پہنچ گئے۔ مادام درینال نے فیصلہ کیا کہ میں بساں سوں جاؤں گی۔ یہ سن کر اس کے شوہر کو بڑا ڈر لگا۔ موسیو درینال نے بیوی سے اتنا وعدہ ضرور کرا لیا کہ میں بساں سوں پہنچ کے بستر سے نہیں اُٹھوں گی۔ ورنہ ممکن تھا کہ عدالت اُسے گواہی کے لئے طلب کر لے اور دقت کی پریشانی ہو۔

دیرییر کا سابق میئر بیوی سے بولا —— "تم سمجھتی نہیں کہ میری کیفیت کیا ہے میں شاہ پرستوں کو چھوڑ کے آزاد خیال جماعت میں شامل ہوا ہوں۔ وہ لوگ مجھ سے خار کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ بدمعاش وال ذ اور موسیو دفری لیر جج اور سرکاری وکیل کو بہلا پھسلا کر کوئی ایسی بات بڑی آسانی سے کرا سکتے ہیں۔ جس سے مجھے تکلیف پہنچے۔"

مادام درینال نے شوہر کی بات کان دبا کے مان لی۔ اُس نے سوچا —— "اگر میں عدالت میں گئی تو یہ معلوم ہوگا کہ میں اپنے انتقام کا مقابلہ کرنے آئی ہوں۔"

اُس نے اپنے روحانی مُرشد اور اپنے شوہر سے دوراندیشی برتنے کے بڑے

بڑے وعدے کیے تھے۔ لیکن لیساسوں پہنچتے ہی جیوری کے ایک ایک آدمی کو خود اپنے ہاتھ سے خط لکھ مارا۔۔۔۔۔

"جناب عالی، میں پیشی کے روز عدالت میں حاضر نہیں ہوں گی۔ کیونکہ ممکن ہے میری موجودگی موسیو سوریل کے حق میں مفید ثابت نہ ہو۔ مجھے دُنیا میں بس ایک ہی آرزو باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ موسیو سوریل بری ہو جائیں۔ یہ خیال مجھے عمر بھر تنگ کرتا رہے گا کہ میری خاطر ایک بے گناہ کی جان گئی۔ اور میں زیادہ دن زندہ نہ رہ سکوں گی۔ جب میں زندہ موجود ہوں تو انہیں آپ موت کی سزا کس طرح دے سکتے ہیں؟ سماج کو کسی کی جان لینے کا حق نہیں پہنچتا، خصوصاً ژولیاں سوریل جیسے انسان کی جان لینے کا۔ ویریئر میں ہر آدمی نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اُس کے دماغ میں فتور آ جاتا ہے۔ اِس بچارے نوجوان کے دشمن بڑے طاقتور ہیں، اور ایک نہ دو بلکہ بیسیوں۔ لیکن موسیو سوریل کے دشمنوں میں بھی ایک آدمی ایسا نہ ملیگا جسے اُن کی لیاقت اور علمیت پر شک ہو۔ جناب، آپ کو کسی معمولی آدمی کے بارے میں فیصلہ نہیں کرنا۔ اٹھارہ مہینے سے ہم سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کتنے دیندار، عقلمند اور محنتی آدمی ہیں۔ لیکن سال میں دو تین دفعہ اُن پر مالیخولیا کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ جنون کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ ویریئر کا سارا شہر، گرمیوں میں ہم ورژی جاتے ہیں، وہاں کے سارے ہمسائے، میرا سارا خاندان، خود نائب ناظم سب یہی شہادت دیں گے کہ موسیو سوریل دین داری اور پرہیزگاری میں بے مثال ہیں۔ انہیں پوری انجیل مقدس حفظ ہے۔ بھلا کوئی بے دین مقدس صحیفوں کے مطالعے میں اس طرح کئی سال صرف کر سکتا تھا؟ میرے بیٹے یہ خط

ے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ یہ ابھی بالکل معصوم ہیں۔ جناب
زحمت نہ ہو تو اُن سے پوچھ کے دیکھیے۔ اگر اِس بچارے نوجوان کے متعلق
اب بھی کوئی بات کہنی باقی رہ گئی ہے تو یہ بچے آپ کو ضروری تفصیلات سے
آگاہ کریں گے۔ پھر آپ کو یقین آئے گا کہ اِس بچارے کو سزائے موت دینا
کیسی درندگی کی بات ہے۔ موسیو سوریل کو سزا دے کر آپ میرا بدلہ نہیں لینگے۔
بلکہ مجھے موت کے گھاٹ اتاریں گے۔

سوریل کے دشمن اس بات کا کیا جواب دیں گے جو میں اب کہتی ہوں؟
خو میرے بچوں نے دیکھا ہے کہ سوریل پر بعض دفعہ جنون کا دورہ پڑتا ہے۔
ایسی حالت میں اُنھوں نے جو گولی چلائی ہے اُس کا زخم اتنا ہلکا آیا ہے کہ
دو مہینے کے اندر اندر میں اِس قابل ہو گئی کہ ڈاک گاڑی میں ویریئر سے
بیاسوں چلی آؤں۔ اب میں بستر پہ لیٹی ہوں تو صرف اپنے شوہر کے حکم سے۔
جناب اگر مجھے پتہ چلا کہ آپ ایسے بے قصور آدمی کو قانون کی درندگی سے
بچاتے ہوئے کچھ ہچکچاتے رہے ہیں تو میں بستر سے اُٹھ کے سیدھی آپ کے
قدموں پہ آگروں گی۔

"جناب صاف صاف کہہ دیجیے کہ قتلِ عمد کا الزام ثابت نہیں ہو سکا
پھر آپ کا ضمیر آپ کو یہ ملامت نہیں کر سکے گا کہ آپ کا دامن ایک بے گناہ
کے خون سے رنگین ہے۔" وغیرہ وغیرہ

اکتالیسواں باب

پیشی

لوگوں کو یہ مشہور مقدمہ یاد رہے گا۔ ملزم سے لوگوں کو اتنی دلچسپی پیدا ہوئی۔
کہ اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ اُس کا جُرم حیرت انگیز تو ضرور
تھا لیکن خوفناک نہ تھا۔ یہ نوجوان بڑا خوبصورت تھا! اس نے کیا رُتبہ حاصل
کر لیا تھا، لیکن سب کچھ اتنی جلدی خاک میں مِل گیا۔ اِسی لئے لوگوں کو اور
ترس آیا۔ عورتیں اپنے ملاقاتیوں سے پوچھتیں ——— "کیا اسے واقعی موت
کی سزا مِلے گی؟" اور جواب کے انتظار میں اُن کا چہرہ زرد پڑ جاتا۔

سینٹ بیوؔ

آخر وہ دن آگیا جس کے خیال ہی سے مادام دِرنیال اور ماتیلد لرز رہی تھیں
شہر آج عجیب سا لگ رہا تھا۔ یہ دیکھ کے تو وہ اور بھی ڈر گئیں۔ فوؔکے ہمت والا آدمی
تھا، لیکن اُس کے دل پر بھی چوٹ سی لگی۔ اس رومانی مقدمے کی پیشی دیکھنے کے
لئے سارا ضلع آج بساں سوں میں ڈھل پڑا تھا۔
سراؤں میں کئی دن سے تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ داخلے کی اجازت مانگنے والوں

نے صدرِ عدالت کو تنگ کر مارا تھا۔ شہر کی ساری عورتیں مقدمے کے وقت موجود رہنا چاہتی تھیں۔ ڑولیاں کی تصویریں سڑکوں پر بک رہی تھیں۔ وغیرہ وغیرہ

ماتیلد نے ـــــ کے اسقف کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط اس آخری وقت کے لئے محفوظ رکھا تھا۔ یہ شخص فرانس کے کلیسا کا مالک تھا، اور اسقفوں کا تقرر اسی کے ہاتھ میں تھا۔ ایسے آدمی نے ڑولیاں کی سفارش کی تھی۔ پیشی سے ایک دن پہلے ماتیلد یہ خط لے کے بڑے پادری کے پاس پہنچی جس کا لباس شہر میں راج تھا۔

اس گفتگو کے آخر میں جب وہ روتی ہوئی کمرے سے نکلنے لگی تو موسیو دفری لیر نے وہ افسرانہ رکھ رکھاؤ ختم کر کے خود بھی تھوڑی سی رقت کا مظاہرہ کیا، اور ماتیلد سے کہا ـــــ "میں جیوری کے فیصلے کا ذمہ لیتا ہوں۔ عدالت نے بارہ آدمیوں کو یہ تصفیہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ آپ جس شخص کی سرپرستی کر رہی ہیں اس کا جرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور خصوصاً یہ جرم عمداً ہوا یا اتفاقاً۔ ان میں چھ آدمی میرے دوست اور خیر خواہ ہیں۔ میں نے انہیں جتا دیا ہے کہ مجھے اسقف بنوانا ان کے ہاتھ ہے بیرن دوال نو کو میں نے ہی ویریئر کا میئر بنایا تھا۔ اس کے دونوں ماتحت یعنی دموآرو اور دشولیں بالکل اس کے ہاتھ میں ہیں۔ خدا کے فضل سے اس معاملے میں ہماری مدد کرنے کے لئے جیوری کے دو اور آدمی مل گئے ہیں جو اپنی جماعت سے سخت ناراض ہیں۔ ہیں تو وہ کٹر آزاد خیال، مگر اہم معاملات میں وہ میرے کہنے پر چلتے ہیں۔ میں نے ان سے کہلوا دیا ہے کہ موسیو وال نو کی تائید کریں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ جیوری کا ایک چھٹا آدمی ہے جو صنعتی طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور آزاد خیال جماعت کا رکن ہے۔ بڑا دولت مند، اور بڑا جھکی۔ وہ چپکے چپکے وازت جنگ

سے ایک ٹھیکہ لینے کی کوشش کر رہا ہے اور مجھے ناراض نہیں کر سکتا میں نے اُسے بھی جتادیا ہے کہ موسیو واآل تو میرے فیصلے سے واقف ہیں۔"

"اور یہ موسیو واآل تو کون بزرگ ہیں؟" ماتیلد نے بے چینی سے پوچھا۔

"اگر آپ اِس شخص سے واقف ہوتیں تو آپ کو ہماری کامیابی پر ذرا بھی شک نہ ہوتا۔ یہ آدمی بڑا منہ پھٹ، بڑا بدزبان اور بڑا اُجڈ ہے۔ وہ بنا ہی احمقوں کی سرداری کے لئے ہے۔ پہلے تو وہ بالکل مفلوک الحال تھا، ۱۸۱۵ء میں اُس نے ذرا ہاتھ پاؤں نکالے۔ اب میں اُسے ناظم بنانے والا ہوں۔ وہ تو اس قماش کا آدمی ہے کہ اگر جیوری کے دوسرے لوگ اُس کی مرضی کے مطابق رائے نہ دیں تو وہ مار پیٹ پر اُتر آئے۔"

ماتیلد کو ذرا تسلّی ہوئی۔

ابھی تو اُس بچاری کو ایک اور قضیہ شام کے وقت پیش آنے والا تھا۔ ژولیاں کو معلوم تھا کہ اس قصے کا انجام کیا ہوگا۔ وہ اس جھگڑے کو طول نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ میں زبان سے ایک لفظ نہیں نکالوں گا۔

وہ ماتیلد سے کہنے لگا — "میرا وکیل تو بولے گا ہی، یہ بہت کافی ہے۔ ویسے تو ویسے ہی دشمنوں کے سامنے کیا کم تماشا بنے گا۔ تمہاری بدولت مَیں نے جو ایک دم اتنی ترقی کر لی ہے۔ اس سے ان قصباتیوں کو بڑا صدمہ پہنچا ہے یقین مانو ان میں ایک آدمی ایسا نہیں ہے جو میرے سزا پانے کی دعائیں نہ مانگ رہا ہو۔ البتہ جب میں قتل گاہ کی طرف جاؤں گا تو یہ لوگ احمقوں کی طرح پھوٹ پھوٹ روئیں گے۔"

ماتیلد بولی — "یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ لوگ تمہیں ذلیل ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں انہیں سنگدل نہیں سمجھتی۔ بساں سوں میں میری موجودگی کی وجہ سے اور خصوصاً میرا

غم و اندوہ دیکھ کر ساری عورتوں کو مقدمے سے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ باقی کام تمہارا حسین چہرہ کرے گا۔ اگر تم نے ججوں کے سامنے ایک لفظ بھی کہہ دیا تو سارے حاضرین تمہاری طرف ہو جائیں گے" وغیرہ وغیرہ۔

اگلے دن صبح کو نو بجے ژولیاں اپنی کوٹھڑی سے اُٹھ کے عدالت کے کمرے میں جانے لگا تو اُس وقت صحن میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ سپاہیوں نے اُس کیلئے بڑی مشکل سے راستہ صاف کیا۔ ژولیاں کو بڑی اچھی نیند آئی تھی، اس وقت وہ بالکل پرسکون تھا۔ اُس کے دل میں اگر کوئی جذبہ تھا تو بس فلسفیانہ ترحم کا، یعنی اُسے ان لوگوں پر ترس آرہا تھا جو سنگدلی کے باعث نہیں بلکہ رشک کی وجہ سے اُس کی سزائے موت پر تالیاں بجا بجا کے داد دے رہے تھے۔ ہجوم نے اُسے کوئی پندرہ منٹ روک کے رکھا۔ اور اُسے ماننا پڑا کہ مجھے دیکھ کر ان لوگوں کو بڑا رحم آرہا ہے۔ اس پر اُسے خاصی حیرت ہوئی ژولیاں کو ایک فقرہ بھی ایسا نہیں سُنائی دیا جو ناخوشگوار قسم کا ہو۔ وہ دل میں بولا ——
"یہ قصباتی لوگ اتنے بدباطن نہیں جتنا میں سمجھا تھا"

عدالت کے کمرے میں داخل ہوا تو ژولیاں کو عمارت کا حُسن اور نفاست دیکھ کے بڑا تعجب ہوا۔ عمارت گاتھک انداز کی تھی، اور جابجا ترشے ہوئے پتھر کے منقش ستون لگے ہوئے تھے۔ اُسے تو ایسا معلوم ہوا جیسے انگلستان پہنچ گیا ہو۔

لیکن فوراً ہی اُسے دس پندرہ عورتوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جو کٹہرے کے سامنے ججوں اور جیوری کی نشستوں کے اوپر تین دالانوں میں بیٹھی تھیں ژولیاں عام لوگوں کی نشستوں کی طرف مڑا تو دیکھا کہ اُدھر بھی اوپر والے گول دالان میں عورتیں بھی پڑی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر جوان تھیں۔ اور اُسے بڑی خوبصورت معلوم ہوئیں۔

اُن کی آنکھیں چمکدار اور دلچسپی سے معمور تھیں کمرے میں خلقت کا بے حد ہجوم تھا۔ لوگ دروازوں پر اندر آنے کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور سپاہیوں کی کوشش کے باوجود کمرے میں خاموشی نہ ہوتی تھی۔

لوگوں کی نظریں ژولیاں کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ ملزم کے لیئے ایک اونچی سی بنچ الگ رکھی تھی۔ ژولیاں اُس پہ جا کے بیٹھا تو لوگوں کو اُس کی موجودگی کا احساس ہُوا۔ اور اس کے استقبال میں حیرت اور دلچسپی کے مارے ایک بھن بھناہٹ سی بلند ہوئی

اُس روز وہ ایسا لگ رہا تھا جیسے بیس سال کا بھی نہ ہو۔ لباس بالکل سیدھا سادا تھا، لیکن بڑی نفاست ٹپکتی تھی۔ بال اور پیشانی پیاری پیاری معلوم ہو رہی تھی۔ ماتیلد نے خود بڑے اصرار کے ساتھ اُسے بنایا سنوارا تھا۔ آج اُس کے چہرے کی زردی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ بنچ پر بیٹھا ہی تھا کہ ہر طرف سے یہی آواز کان میں آئی —— "ارے یہ تو اتنا کم عمر ہے! . . . بالکل لڑکا . . . . . اس کی شکل تو اپنی تصویر سے بھی اچھی ہے!"

اُس کے دائیں طرف جو سپاہی بیٹھا تھا وہ اُس سے بولا —— "میاں قیدی، وہ سامنے جو چھ عورتیں بیٹھی ہیں، انہیں دیکھا؟" سپاہی اُس چھوٹے سے چھجے کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو جیوری کی نشستوں کے اوپر باہر کو نکلا ہُوا تھا۔" وہ تو ناظم کی بیوی ہے۔ اُس کے برابر مارکوئس م —— کی بیگم ہے۔ اسے تم سے بڑا پیار ہے میں نے سنا تھا، مجسٹریٹ سے تمہاری سفارش کر رہی تھی۔ اس کے بعد مادام دردیل بیٹھی ہے۔"

"مادام دردیل!" ژولیاں ایک دم سے چیخ پڑا، اور اُس کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا

وہ سوچنے لگا ـــــ "عدالت سے گھر جا کے یہ مادام دریناں کو خط لکھے گی۔" اُسے معلوم نہ تھا کہ مادام دریناں تو یہاں تک پہنچ چکی ہے۔

شہادتیں پیش ہونی شروع ہوئیں۔ اس میں کئی گھنٹے لگے۔ سرکاری وکیل نے استغاثے کی طرف سے دو چار ہی لفظ کہے تھے کہ سجھتے والی عورتوں میں سے دو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگیں۔ ژولیاں نے دل میں کہا ـــــ "مادام درویل کو اتنی جلدی رونا نہیں آتا۔" مگر اُس نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ بھی سُرخ ہو رہا تھا۔

سرکاری وکیل نے اس جرم کی بربریت پر نہایت فضول قسم کی فرانسیسی میں ایک لمبا چوڑا وعظ کہہ ڈالا۔ ژولیاں نے دیکھا کہ مادام درویل کے پاس بیٹھی ہوئی عورتوں کے چہرے سے سخت ناپسندیدگی کا اظہار ہو رہا ہے۔ جیوری کے کئی آدمی جو غالباً اِن عورتوں کے دوست تھے، اُن سے کچھ کہنے لگے۔ شاید وہ انہیں تسلّی دے رہے تھے۔ ژولیاں نے سوچا ـــــ "یہ شگون تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

جتنے لوگ اس مقدمے میں شریک تھے اُن کی طرف سے ژولیاں کو اب تک سخت حقارت معلوم ہو رہی تھی۔ سرکاری وکیل کی پھُس پھُسی خطابت سے یہ بیزاری اور بڑھ گئی۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ لوگ مجھ سے اتنی دلچسپی لے رہے ہیں تو اُس کی خشک دماغی رفتہ رفتہ غائب ہونے لگی۔

ژولیاں کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میرے وکیل کے چہرے پر عزم جھلک رہا ہے۔ وکیل تقریر کرنے کھڑا ہوا تو اُس نے چُپکے سے کہا ـــــ "دیکھئے فصاحت و بلاغت کے دریا نہ بہا دیجئے گا۔"

وکیل بولا ـــــ "آپ کے خلاف بولنے والے سے جتنی ہوئی جتنی خطابت استعمال

ہوئی ہے۔ اُس سے آپ کو اُلٹا فائدہ پہنچا ہے۔" اور واقعی اُسے تقریر کرتے پانچ منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ تقریباً ساری عورتوں نے رومال ہاتھ میں لے لئے۔ اس سے وکیل کو بڑی تقویت پہنچی۔ اور اُس نے جیوری سے خطاب کرتے ہوئے خاصے سخت الفاظ استعمال کئے۔ ژولیاں کانپنے سا لگا۔ اُسے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ بس اب میرے آنسو نکلے۔ "خدایا! میرے دشمن کیا کہیں گے؟"

اُس کا دل اتنا گداز ہو گیا تھا کہ اُس کے جذبات پھٹ پڑنے کو تھے۔ اتنے میں خوش قسمتی سے ژولیاں کو پتہ چلا کہ موسیو دا آل نو میری طرف بڑی بدتمیزی سے دیکھ رہا ہے۔

وہ دل میں بولا —— "اس بدمعاش کی آنکھیں کیسی چمک رہی ہیں! یہ بدنہاد اپنے دل میں کیسا خوش ہو رہا ہو گا! اگر میرے جُرم کا مطلب بس اتنا ہی ہوتا تو مجھے اس سے کتنی گھن آتی۔ خدا جانے یہ مادام دریناں سے میرے بارے میں کیا کیا کہے گا۔"

اِس خیال نے باقی سب خیالات کو ختم کر کے رکھ دیا۔ ذرا سی دیر بعد لوگوں کے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے تو ژولیاں کو ہوش آیا۔ اُس کے وکیل نے اپنی تقریر ابھی ابھی ختم کی تھی۔ ژولیاں کو خیال آیا کہ وکیل سے ہاتھ ملانا لازمی ہے۔ وقت بڑی جلدی گزرا تھا۔

وکیل اور قیدی کے لئے ناشتہ آیا۔ اب کہیں جا کے ژولیاں کو ایک عجیب وغریب چیز کا احساس ہوا۔ ایک بھی عورت کھانے کے لئے باہر نہ گئی تھی۔

"خدا کی قسم میں تو بھوک کے مارے مرا جا رہا ہوں" اُس کا وکیل بولا۔ "اور آپ؟"

"میرا بھی یہی حال ہے۔" ژولیاں نے کہا۔

"وہ دیکھئے، ناظم کی بیوی نے بھی اپنا کھانا یہیں منگوایا ہے۔" وکیل نے جھجکتے کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "فکر نہ کیجیے معاملہ بہت ٹھیک چل رہا ہے" مقدمہ شروع ہوگیا۔

جب صدرِ عدالت مقدمے کا خلاصہ بیان کر رہا تھا تو آدھی رات کا گھنٹہ بجا۔ ایسے بیچ میں رکنا پڑا۔ ہر آدمی اضطراب میں مبتلا تھا۔ اس گہری خاموشی میں گھنٹے کی آواز کمرے میں گونج اُٹھی۔

ژولیاں نے سوچا ——— "اب میری زندگی کا آخری دن شروع ہوگیا"۔ اتنے میں اُسے اپنے فرض کا خیال آیا، اور اُس کے دل میں آگ سی لگ اُٹھی۔ اب تک اُس نے اپنے جذبات کو پوری طرح قابو میں رکھا تھا، اور اپنے اسی فیصلے پر قائم رہا تھا کہ میرے مُنہ سے ایک لفظ نہ نکلے گا۔ لیکن جب صدرِ عدالت نے پوچھا کہ تمہیں کچھ کہنا ہے تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُسے اپنے سامنے مادام ورڈیل کی آنکھیں نظر آئیں۔ جو لیمپ کی روشنی میں ایک عجیب طرح چمک رہی تھیں۔ وہ سوچنے لگا ——— "کہیں یہ رو تو نہیں رہی؟"

"حضرات!"

"مجھے اُمید تھی کہ مرتے وقت میں آپ لوگوں کی حقارت برداشت کرلوں گا۔ لیکن مجھے اس سے اتنی گھن آئی ہے کہ آخر میں بولنے پر مجبور ہو ہی گیا۔ حضرات مجھے آپ کے طبقے کا ایک فرد ہونے کا شرف حاصل نہیں۔ میں تو ایک معمولی کسان مزدور ہوں جسے اپنا نیچ پن قبول نہیں اور جو بغاوت پہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔

"میں رحم کی التجا کے لئے نہیں آیا ہوں" ژولیاں کی آواز سخت ہوتی گئی۔ "مجھے کسی قسم کی خوش فہمی نہیں۔ موت میرا انتظار کر رہی ہے۔ میں اسی سزا کا مستحق ہوں۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں نے ایک ایسی عورت کی جان لینی چاہی جو واقعی پوجنے کے لائق ہے۔ مادام درینال نے مجھ سے ماں کا سا سلوک کیا ہے۔ میرا جرم بڑا خوفناک ہے، اور میں نے عمداً

کیا ہے۔ چنانچہ حضرات، میں موت کی سزا کا مستحق ہوں۔ لیکن اگر میرا قصور ناقابلِ برداشت نہ ہوتا تو بھی میری نظروں کے سامنے ایسے حضرات موجود ہیں جنہیں میری جوانی پر ذرا ترس نہ آئے گا۔ بلکہ سب مجھے سزا دینے کی کوشش کریں گے تاکہ ان نوجوانوں کو ہمیشہ کے لیے عبرت ہو جو نیچے طبقے میں پیدا ہوئے ہیں اور افلاس کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ لیکن جنہیں خوش قسمتی سے تعلیم اچھی مل گئی ہے۔ اور جنہوں نے بڑے لوگوں سے ملنے جلنے کی جسارت کی ہے۔

"حضرات یہ ہے میرا جُرم اور مجھے اس کی سزا اور بھی زیادہ سختی کے ساتھ دی جائیگی کیونکہ میرے مقدمے کا فیصلہ میرے ہم چشموں کے ہاتھ میں نہیں۔ جیوری میں مجھے ایک بھی آدمی ایسا نظر نہیں آتا جو شروع میں تو کسان یا مزدور رہا ہو اور بعد میں مالدار ہو گیا ہو۔ بلکہ سارے کے سارے متوسط طبقے کے لوگ ہیں جنہیں میرے اوپر غصّہ آرہا ہے۔ ۔ ۔"

ژولیاں کوئی بیس منٹ تک اسی انداز میں بولتا رہا، اور اُس کے دل میں جو کچھ تھا سب کہہ ڈالا۔ سرکاری وکیل امرا کے طبقے سے نوازشات کا طالب تھا، وہ اپنی کرسی سے بار بار اُچکتا رہا۔ گو ژولیاں نے بحث کو ذرا نظریاتی رنگ دے دیا تھا لیکن اس کے باوجود ساری عورتوں کا روتے روتے بُرا حال ہو گیا تھا۔ خود مادام درویل نے آنکھوں پر رومال رکھ لیا تھا۔ تقریر ختم کرنے سے پہلے ژولیاں نے پھر وہی قصّہ چھیڑ دیا یعنی قتلِ عمد کا سوال، اپنی ندامت، اپنے دل میں مادام دریناَل کی عزت اور وہ بیٹوں کی سی محبت جو ایک بہتر زمانے میں اُس کے لیے محسوس کی تھی۔ ۔ ۔ ۔ مادام درویل نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

جیوری کے لوگ اپنے فیصلے پر غور کرنے کے لیے برابر والے کمرے میں گئے تو

ایک بج رہا تھا۔ کوئی عورت اپنی جگہ سے ہل تک نہ تھی۔ کئی مردوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ پہلے تو لوگوں میں بڑی چہل پہل رہی لیکن جب جیوری کے فیصلے میں دیر ہونے لگی تو خستگی کے مارے خاموشی چھاگئی۔ فضا بڑی گمبھیر ہوگئی تھی۔ چراغوں کی روشنی تک دھیمی پڑ چلی تھی۔ ژولیاں تھک کے بے جان ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے آس پاس لوگوں کو بحث کرتے سنا کہ یہ جو دیر ہو رہی ہے تو یہ کوئی اچھا شگون ہے یا بُرا۔ اُسے یہ دیکھ کے بڑی خوشی ہوئی کہ ہر آدمی اُسی کی طرف تھا۔ جیوری کے لوگ واپس ہی نہ آرہے تھے۔ لیکن ابھی تک ایک عورت عدالت سے باہر نہ گئی تھی۔

جب دو بجے تو ہر طرف ایک ہلچل سی مچ گئی۔ جیوری والے کمرے کا چھوٹا سا دروازہ کھلا۔ بیرن دوال نو بڑی متانت کے ساتھ ڈرامائی انداز میں آگے بڑھا۔ جیوری کے باقی لوگ اُس کے پیچھے پیچھے تھے۔ پہلے تو وہ کھانسا، اور پھر حلف اٹھا کر اعلان کیا کہ جیوری کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ژولیاں قتل، بلکہ قتلِ عمد کا مُجرم ہے۔ اِس فیصلے کا مطلب تھا سزائے موت۔ یہ سزا بھی ایک لمحے بعد سنا دی گئی۔ ژولیاں نے گھڑی دیکھی، اور اُسے موسیو دلاوالت یاد آنے لگا۔ اس وقت سوا دو بجے تھے۔ وہ دل میں بولا —— "آج جمعہ ہے۔"

"ہاں، لیکن یہ دوال نو کے لئے بڑی خوش قسمتی کا دن ہے، کیونکہ اس نے مجھے موت کی سزا دی ہے۔ ۔ ۔ ۔ میری نگرانی اتنی سختی سے ہو رہی ہے کہ مادام دلاوالت کی طرح ماتیلد مجھے اُڑا کے نہیں لے جاسکتی۔ ۔ ۔ غرض آج سے تین دن بعد ٹھیک اسی وقت مجھے پتہ چل جائے گا کہ دوسری دُنیا کیا چیز ہے۔"

اتنے میں ایک چیخ سُنائی دی۔ اور وہ پھر اسی دُنیا میں واپس آگیا۔ اُس کے

آس پاس کی عورتیں سسکیاں لے لے کے رو رہی تھیں۔ اُس نے دیکھا کہ ہر آدمی کا منہ ایک چھوٹے سے دالان کی طرف ہے جو ایک ستون کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ بعد میں اُسے پتہ چلا کہ ماتیلد وہاں چھپی بیٹھی تھی۔ چیخ کی آواز دوبارہ نہ آئی تو لوگ مڑ کے پھر ژولیاں کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت سپاہی اُسے ہجوم کے اندر سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ژولیاں دل میں کہنے لگا ـــــ "مجھے کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ اس بدمعاش والنو کو ہنسنے کا موقع نہ ملے۔ جیوری کے فیصلے کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ مجھے موت کی سزا ملے، لیکن اس شخص نے کیسے معصوم بن کے فیصلہ سنایا ہے جیسے بڑی ندامت ہو رہی ہو! اس کے برخلاف جب بچارے صدرِ عدالت نے سزا کا حکم دیا تو حالانکہ وہ اتنے دن سے جج ہے، مگر اُس کی بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ مادام دریناَل کے سلسلے میں ہم دونوں کی جو رقابت رہ چکی ہے آج والنو نے اُس کا بدلہ لے لیا۔ اُسے کتنی خوشی ہوئی ہو گی! اب میں مادام دریناَل کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا! سب ختم ہوا! . . . . ہم دونوں ایک دوسرے کو الوداع بھی نہیں کہہ سکتے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے . . . . اگر میں اُسے بتا سکتا کہ اس جرم پر مجھے اپنے آپ سے کتنی گھن آ رہی ہے تو کیسی خوشی کی بات ہوتی!

"کاش میں بس یہ دو چار لفظ کہہ سکتا ـــــ میں واقعی اسی سزا کا مستحق ہوں"۔

بیالیسواں باب

قید خانے میں

ژولیاں کو قید خانے میں واپس لا کے اُس کوٹھری میں رکھا گیا جو سزائے موت پانے والوں کے لئے مخصوص تھی۔ عام طور سے تو وہ ذرا ذرا سی بات کا مشاہدہ کیا کرتا تھا، لیکن اس وقت اُس نے یہ تک نہ دیکھا کہ میں اپنی پہلے والی کوٹھری میں نہیں آیا۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ اگر مرنے سے پہلے کہیں خوش قسمتی سے مادام وریناں سے ملاقات ہوگئی تو میں کیا باتیں کروں گا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ مجھے بولنے ہی نہ دے گی۔ چنانچہ وہ اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بات کس طرح شروع کروں۔ جو پہلے ہی دو چار الفاظ میں میری ندامت کا اظہار ہو جائے۔ "ایسی حرکت کے بعد میں اُسے کس طرح یقین دلاؤں کہ مجھے اُس سے اور صرف اُس سے محبت ہے؟ کیونکہ بہر حال میں نے اُس کی جان لینے کی کوشش تو اپنی جاہ طلبی کی وجہ سے کی تھی یا ماتیلد کی محبت کے باعث؟"

وہ بستر پہ لیٹا تو دیکھا کہ چادریں بڑے موٹے کپڑے کی ہیں۔ اُس کی آنکھیں یکدم سے کھل گئیں۔ وہ دل میں بولا ——— "اوہو، میں تو سزائے موت پانے والوں کی کوٹھری میں ہوں! اور اپنے قتل کا انتظار کر رہا ہوں۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے۔ . . .

"کاؤنٹ آنتا میرا نے ایک دفعہ سنایا تھا کہ واں توں مرنے لگا تو اپنی بھاری آواز میں بولا، یہ عجیب بات ہے کہ اس لفظ "مرنا" کی پوری گردان نہیں ہو سکتی۔ آدمی یہ تو کہہ سکتا ہے کہ میں مروں گا، تو مرے گا۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں مر گیا۔
"لیکن اگر اس کے بعد بھی ایک زندگی ہے تو کیوں نہیں کہہ سکتا؟ . . . اگر کہیں عیسائیوں کے خدا سے میری مڈبھیڑ ہوئی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ وہ تو بڑا قہار ہے اسے انتقام کے سوا کچھ نہیں آتا۔ اس کی انجیل میں ہر جگہ طرح طرح کی خوفناک سزاؤں کا ذکر ہے۔ مجھے اس سے کبھی محبت نہیں رہی۔ میری تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے خلوص کے ساتھ کوئی محبت کر کیسے سکتا ہے۔ اس میں ذرا رحم کا مادہ نہیں (یہاں ژولیاں کو انجیل کی کئی عبارتیں یاد آئیں) وہ مجھے بڑی بڑی سزا دے گا . . .
"لیکن اگر فینے لوں کے خدا سے ملاقات ہوئی! شاید وہ کہے گا کہ جا تیری ہر خطا معاف ہے، کیونکہ تو نے بڑی زبردست محبت کی ہے . . . . .
"کیا میں نے واقعی اتنی ہی زبردست محبت کی ہے؟ آہ! میں نے مادام دربنال سے محبت کی تو ہے، لیکن اس سے میرا سلوک بڑا ظالمانہ رہا ہے۔ جیسا ہمیشہ کرتا ہوں وہی میں نے یہاں بھی کیا یعنی ماتلید کی چمک دمک سے مرعوب ہو کے میں نے اس سیدھی سادی اور نیک عورت کو چھوڑ دیا . . . .
"لیکن توقعات بھی تو کیسی کیسی تھیں! جنگ سا چھڑ جائے تو فوج میں کرنل، امن کے زمانے میں کسی سفارت خانے کا سکرٹری اس کے بعد سفیر . . . کیونکہ میں یہ سارا کام بڑی جلدی سیکھ جاتا . . . اگر میں احمق بھی ثابت ہوتا تو بھی مارکوئس دلاموّل کے داماد کو کسی رقیب سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ میری ساری احمقانہ حرکتیں معاف

ہو جاتیں، بلکہ اُن کا شمار بھی خوبیوں میں ہوتا۔ میں بڑا ممتاز آدمی ہوتا، اور ٹھاٹ سے دیا تانا یا لنڈن میں رہتا۔ . . .

"نہیں جناب، اتنے زور میں نہ آئیے۔ ابھی تین دن بعد آپ قتل ہونے والے ہیں"

ژولیاں اپنی ظرافت پر خود ہی دل کھول کے ہنسا۔ وہ سوچنے لگا — "بات یہ ہے کہ آدمی کے اندر دو مختلف شخصیتیں ہوتی ہیں۔ یہ کون شیطان بیچ میں بول پڑا؟"

اُس نے اس مداخلت کرنے والی آواز کو جواب دیا — ہاں، دوست، ٹھیک ہے۔ میں تین دن میں قتل ہونے والا ہوں۔ موسیو دشولیں تماشا دیکھنے کے لیے ایک کھڑکی کرائے پر لے گا، اور آدھے پیسے پادری ملاس لوں دیگا۔ اچھا، یہ کرایہ برداشت کرنے کے لئے ان میں سے کون کس کی جیب کاٹے گا؟"

اچانک اُسے روتؔ رو کے ناٹک کا ایک ٹکڑا یاد آیا — لادس لا — "میری رُوح بالکل تیار ہے۔"

بادشاہ (اُس کا باپ) — "پھانسی کا تختہ بھی تیار ہے۔ تشریف لائیے۔"

"بڑا اچھا جواب ہے۔" اُس نے سوچا، اور اُسے فوراً نیند آگئی۔ صبح کو کسی نے اُسے زور زور سے ہلا کے جگایا۔

"ارے وقت آگیا!" ژولیاں نے وحشت زدہ آنکھیں کھول کے کہا۔ اسے بالکل ایسا لگا جیسے جلّاد نے دبوچ رکھا ہو۔

یہ ماتیلد تھی۔ "یہ اچھا ہوا کہ اس نے میری بات نہیں سمجھی۔" اِس خیال سے اُس کی دل جمعی ہوئی۔ اُس نے دیکھا کہ ماتیلد اتنی بدل گئی ہے جیسے چھ مہینے سے بیمار ہو۔ واقعی اُس کی شکل نہیں پہچانی جارہی تھی۔

"اس بدمعاش فری میسن نے مجھے بڑا دھوکا دیا۔" وہ اپنے ہاتھ مروڑتے ہوئے بولی۔ غصّے کے مارے اُس سے بولا نہ جا رہا تھا۔

ژولیاں نے جواب دیا ــــ "کل میں نے بڑے زور کی تقریر کی نا؟ میں فی البدیہہ بول رہا تھا، اور عمر میں پہلی دفعہ! البتہ یہ بات ضرور ہے کہ شاید یہ تقریر آخری بھی ہو۔"

اس وقت ژولیاں ماتیلد کے مزاج سے اس طرح کھیل رہا تھا۔ جیسے کوئی ماہر سازندہ اپنا ساز بجا رہا ہو۔ . . . وہ کہنے لگا ــــ "یہ تو ٹھیک ہے کہ مجھے حسب نسب کا ذرا بھی امتیاز حاصل نہیں، لیکن ماتیلد کا عظیم دل اپنے عاشق کو بھی اپنی سطح پر لے آیا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں ججوں کے سامنے بونی فاس دلاموں نے اس سے زیادہ زور باندھا ہوگا؟"

آج صبح ماتیلد کا دل گداز ہو رہا تھا، اور وہ بنا وٹ سے اتنی ہی دُور تھی جتنی کوئی جھونپڑے میں رہنے والی غریب لڑکی۔ لیکن اپنی کوشش کے باوجود اُسے ژولیاں سے کوئی سیدھا سادا جواب نہ مل سکا۔ ایک زمانے میں، اس نے ژولیاں کو بڑی اذیت پہنچائی تھی، آج وہ غیر شعوری طور پر اپنا بدلہ لے رہا تھا۔

ژولیاں دل میں کہنے لگا ــــ "ہمیں دریائے نیل کے مخرج کا پتہ نہیں۔ انسان کی آنکھ اس دریاؤں کے بادشاہ کو آج تک چشمے کی صورت میں نہیں دیکھ سکی۔ اسی طرح انسان کی آنکھ ژولیاں کی کوئی کمزوری نہیں دیکھ سکے گی؛ کیونکہ وہ کمزور آدمی ہی نہیں لیکن میرا دل بڑی جلدی پگھل جاتا ہے۔ سیدھے سادے الفاظ میں ذرا بھی صداقت کی جھلک ہو تو میری آواز رہ جاتی ہے، بلکہ بعض دفعہ تو آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔ اس خرابی کی وجہ سے خشک مزاج لوگوں نے کتنی ہی دفعہ

مجھے حقیر سمجھا! اُنہیں خیال ہوا کہ میں رحم کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ یہ بات میں
بالکل برداشت نہیں کرسکتا۔

"کہتے ہیں کہ داں توں قتل گاہ میں پہنچا تو اپنی بیوی کو یاد کرکے رو پڑا۔ لیکن
داں توں بڑا آدمی تھا۔ اُس نے ایک احمقوں کی قوم کو مضبوط بنا دیا تھا، اور دشمن
کو پیرس پہنچنے سے روک دیا تھا۔ ۔ ۔ میں کیا کچھ کرسکتا تھا۔ یہ صرف مجھ ہی کو معلوم
ہے۔ ۔ ۔ ۔ دوسروں کے لئے تو میں زیادہ سے زیادہ ایک ایسا آدمی ہوں جو
کچھ ہو سکتا تھا مگر ہو نہ سکا۔

"اگر ماتیلد کے بجائے اس وقت مادام دہ رینال میری کوٹھری میں ہوتی تو کیا مجھ
سے ضبط ہو سکتا؟ وال نو جیسے لوگ، اور قرب وجوار کے شرفا میری شدید مایوسی
اور ندامت کو بزدلی اور موت کے خوف سے تعبیر کرتے۔ یہ لوگ مغرور تو ہیں۔ مگر
نہایت تھڑدلے۔ اُن کی مالی حیثیت نے اُنہیں ترغیبات سے بچا رکھا ہے۔ موسیو
دموآرو اور موسیو دشولین جنہوں نے مجھے موت کی سزا دی ہے۔ مجھے دیکھ کر کہتے
—" دیکھو، بڑھئی کا بیٹا ایسا ہوتا ہے! آدمی عالم جتنا چاہے بن جائے، لیکن
ہمت! ۔ ۔ ۔ ہمت سیکھنے سے نہیں آتی۔" یہ بچاری ماتیلد بھی جو اس وقت
بیٹھی رو رہی ہے، بلکہ اب تو اس سے رویا بھی نہیں جا رہا۔" وہ ماتیلد کی لال لال
آنکھیں دیکھ کے بولا، اور اُسے گلے لگا لیا۔ حقیقی غم کے اِس نظارے نے اُس کی
ساری منطق بھلا دی۔ وہ دل میں کہنے لگا: "شاید یہ رات بھر روتی رہی ہے۔ لیکن
ایک دن یہ باتیں یاد کرکے اُسے کتنی شرم آئے گی! وہ سوچے گی کہ نوجوانی کے
دنوں میں ایک نیچ آدمی کے پست خیالات نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ ۔ ۔ ۔

کروازنوا کمزور طبیعت کا آدمی ہے، وہ اس سے شادی کرے گا۔ اور بعد اُس کے لئے رہے گا بھی اچھا۔ ماتیلد پختہ ارادے کی مالک ہے، بڑے بڑے منصوبے باندھ سکتی ہے بقولِ شاعر اُسے معمولی آدمیوں کے مبتذل دماغوں پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ وہ کروازنوا کو واقعی کچھ نہ کچھ بنا کے رہے گی۔

"لو یہ ایک اور مزے کی بات ہے۔ میری موت تو سر پہ کھڑی ہے، اور میں نے جتنے شعر پڑھے ہیں سب یاد آتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ بھی انحطاط کی نشانی ہے . . . ."

ماتیلد مُردہ سی آواز میں بار بار کہہ رہی تھی —— "وہ برابر والے کمرے میں بیٹھا ہے۔" آخر ژولیاں کو اُس کی بات کا دھیان آیا۔ وہ سوچنے لگا —— "اس کی آواز بڑی کمزور ہو گئی ہے، لیکن لہجے میں وہ شاہانہ مزاج اب بھی جھلکتا ہے۔ نیچی آواز میں اس لئے بول رہی ہے کہ غصہ نہ آ جائے۔"

"کون بیٹھا ہے؟" ژولیاں نے ملائمت سے پوچھا۔

"وکیل۔ تم سے اپیل پر دستخط کرانے ہیں۔"

"میں اپیل نہیں کروں گا۔"

"ہیں! اپیل نہیں کرو گے؟" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی، اور اُس کی آنکھیں غصے کے مارے دہکنے لگیں۔ "ذرا یہ تو بتاؤ، اپیل کیوں نہیں کرو گے؟"

"کیونکہ اس وقت مجھے اپنے اندر اتنی ہمّت محسوس ہو رہی ہے کہ چُپ چُپاتے مر جاؤں اور کسی کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع نہ دوں۔ کیا خبر دو مہینے تک اس سیلی ہوئی کوٹھری میں پڑے سڑنے کے بعد مجھ میں ایسی ہمّت باقی رہے یا نہ رہے؟ مجھے ابھی سے دکھائی دے رہا ہے کہ پادریوں سے ملنا پڑے گا، اپنے باپ سے ملنا

پڑے گا . . . میرے لیے اس سے زیادہ ناخوشگوار بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مجھے مرنے دو۔"

ماتیلد کو اس ہٹ دھرمی کی ذرا اُمید نہ تھی۔ اُس کے مزاج کا سارا غرور ایک دم سے جاگ اُٹھا۔ بساسوں کے قید خانے میں کوٹھریوں کے کھلنے کا جو وقت مقرر تھا اُس سے پہلے وہ پادری دفری لیر سے نہ مل سکی تھی۔ چنانچہ اُس کا غصّہ ژولیاں پر اُترا۔ وہ اُس پر جان چھڑکتی تھی۔ لیکن پندرہ منٹ تک اُس کے کردار کو گالیاں دیتی اور یہ افسوس کرتی رہی کہ میں نے تم سے محبت ہی کیوں کی۔ یہ باتیں سن کے ژولیاں کو وہ مغرور طبیعت لڑکی یاد آ گئی جو کچھ دن پہلے مارکولس والا مول کے کتب خانے میں اُسے اتنی بُری طرح ذلیل کرتی تھی کہ ژولیاں کا دل بھر آتا تھا۔

وہ ماتیلد سے بولا ــــــ "اگر خدا نے تمہیں مرد بنایا ہوتا تو تمہارے خاندان کی شہرت کو چار چاند لگ جاتے۔"

پھر وہ دل میں کہنے لگا ــــــ "رہا میں تو یہ بڑی بے وقوفی کی بات ہو گی کہ اس گندی کوٹھری میں دو مہینے اور سڑوں، اوپر سے شرفا کے طبقے کی تحقیر و تذلیل اور دروغ بافی کا نشانہ بنوں [یہ ایک انقلابی بول رہا ہے] میرے لیے راحت کا کوئی سامان ہو گا تو اس دیوانی کی گالیاں . . . . خیر، پرسوں صبح میرا معرکہ ایک ایسی ہستی سے ہو گا جس کی سرد مزاجی اور ہنرمندی مشہورِ روزگار ہے۔"

شیطان نے کان میں کہا ــــــ "اُس کی ہنرمندی کا جواب نہیں، آج تک اُس کا وار خالی نہیں گیا۔"

"خیر ٹھیک ہے، چلنے دو۔ جو ہو سو ہو۔" (ماتیلد کی فصاحت و بلاغت اسی طرح

جاری تھی) "نہیں خدا کی قسم کبھی نہیں۔" وہ دل میں بولا "میں اپیل نہیں کروں گا"
یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ پھر اپنے خوابوں میں کھو گیا۔ ۔ ۔ "ڈاکیہ حسب معمول
چھ بجے اخبار لے کے آئے گا۔ پہلے تو موسیو دربنال پڑھے گا۔ پھر آٹھ بجے ایلیزا
پنجوں کے بل کمرے میں داخل ہوگی۔ اور اخبار مادام دربنال کے بستر پہ رکھ دیگی۔
تھوڑی دیر بعد اُس کی آنکھ کھلے گی۔ اخبار پڑھتے پڑھتے وہ ایک دم سے پریشان
ہو جائے گی۔ اُس کے خوبصورت ہاتھ کانپنے لگیں گے۔ اتنے میں یہ الفاظ اُس کی
نظر سے گزریں گے ۔۔۔۔۔ دس بج کے پانچ منٹ پر اُس کی روح قفس عنصری سے
پرواز کرگئی۔

"میں اُسے خوب جانتا ہوں وہ خون کے آنسو روئے گی۔ میں نے اُسے قتل کرنے
کی کوشش فضول ہی کی۔ وہ سب بھول جائے گی۔ دنیا میں صرف ایک آدمی میری موت
پر خلوص کے ساتھ روئے گا اور یہ وہی ہوگی جس کی جان میں نے لینی چاہی تھی۔

"یہ تو عجیب اُلٹی بات ہے" وہ دل میں بولا۔ اگلے پندرہ منٹ تک ماتیلد تو اُسی
طرح بگڑتی رہی، اور وہ بس مادام دربنال کے بارے میں سوچتا رہا۔ حالانکہ وہ اکثر ماتیلد
کی باتوں کا جواب تو دیتا رہا، لیکن اُس کی کوشش کے باوجود ویریئر والی خواب گاہ
کا خیال اُس کے دل سے دُور نہ ہو سکا۔ اُسے نارنجی مخمل کے بستر پہ اخبار پڑا دکھائی
دے رہا تھا۔ اُس کی نظریں دیکھ رہی تھیں کہ اُس سفید سفید ہاتھ نے اخبار کو ایک
دم سے بھلیچ لیا۔ اُس کی نظریں دیکھ رہی تھیں کہ مادام دربنال رو رہی ہے ۔ ۔ ۔
ژولیاں کو اُس دلفریب چہرے پر ایک ایک آنسو الگ بہتا نظر آرہا تھا۔
مادموازیل ولا مول کو ژولیاں سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا تو اُس نے وکیل

کو اندر بلا لیا۔ خوش قسمتی سے وہ اُس فوج کا پرانا کپتان تھا جو ۱۷۶۹ء میں اٹلی گئی تھی۔ اور وہ نپولین کے ساتھ رہ چکا تھا۔

دستور کے مطابق اُس نے مجرم کے فیصلے کی مخالفت کی۔ ژولیاں اُس کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اُس نے وکیل کے سامنے اپنی ساری دلیلیں بیان کیں۔

"ہاں آپ جو کہتے ہیں وہ بجا ہے۔" مسیو فیلکس والز (یعنی وکیل) نے آخر میں کہا۔ "لیکن اپیل کرنے کے لئے آپ کے پاس پورے تین دن ہیں۔ میرا فرض ہے کہ میں روز آکے آپ کو سمجھاؤں۔ اگر اگلے دو مہینے میں قید خانے کے نیچے کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا تو آپ مفت میں رہا ہو جائیں گے۔ یا ممکن ہے آپ کسی بیماری سے مر جائیں۔" وہ ژولیاں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

ژولیاں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کے دبایا اور بولا ——— "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ میں آپ کی بات پر غور کروں گا۔"

آخر جب ماتیلد وکیل کے ساتھ رخصت ہوئی تو ژولیاں کو اُس سے زیادہ وکیل پر پیار آرہا تھا۔

تینتالیسواں باب

الوداع

گھنٹے بھر بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا کہ ہاتھ پر آنسو ٹپکتے محسوس ہوئے، اور اُسکی آنکھ کھل گئی ۔"ارے، یہ ماتیلد پھر آ گئی !" اُس نے نیم بیداری کی حالت میں سوچا۔" یہ وہی بات پر اڑی ہوئی ہے، اور پیار محبت جتا کے میرے ارادے کو ختم کرنا چاہتی ہے" اب شاید جذبات کا ناٹک پھر کھیلا جانے والا تھا۔ اِس خیال سے تو لیاں بہت بدمزہ ہوا، اور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ اُسے دوزخ کے عفریت بیل فیگور کا قصہ یاد آنے لگا۔ جو دُنیا میں آ کے رہا تھا، مگر بیوی سے گھبرا کے پھر واپس بھاگ گیا۔

اتنے میں کراہنے کی ایک عجیب سی آواز آئی ۔ اُس نے آنکھیں کھول کے دیکھا یہ تو مادام ورینال تھی ۔

" ارے مرنے سے پہلے میں تمہیں ایک دفعہ پھر دیکھ رہا ہوں ؟ کہیں میری آنکھیں دھوکہ تو نہیں دے رہیں ؟" وہ اُس کے قدموں پر گرتے ہوئے بولا۔

" لیکن معاف کیجیئے گا، بیگم صاحب، آپ کی نظروں میں میری حیثیت تو ایک قاتل سے زیادہ نہیں ۔" اُس کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو اُس نے فوراً لقمہ دیا۔

" جناب . . . دیکھیے میں آپ سے یہ التجا کرنے آئی ہوں کہ آپ اپیل ضرور

کیجیے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو یہ بات پسند نہیں . . . "سسکیوں کے مارے اُس کا گلا رُندھ گیا، اور وہ آگے نہ بول سکی۔

"اچھا، مہربانی فرما کر مجھے معاف کر دیجیے۔"

وہ اُٹھ کے اُس کی آغوش میں آگری، اور بولی ——— "اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں معاف کر دوں تو سزائے موت کے خلاف فوراً اپیل کر دو۔"

ژولیاں نے بوسوں کی بوچھاڑ کر دی۔

"اچھا تم ان دو مہینوں میں روز میرے پاس آیا کرو گی؟"

"ہاں میں قسم کھاتی ہوں، میرے شوہر نے مجھے نہ روکا تو روز آؤں گی۔"

"اچھا تو میں بھی اپیل پر دستخط کیے دیتا ہوں۔" ژولیاں ایک دم سے چیخ اُٹھا۔ "ہیں! تم نے مجھے معاف کر دیا! کیا واقعی یہی بات ہے؟"

ژولیاں نے اُسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ وہ بالکل پاگل ہو رہا تھا۔ مادام ورینال نے ایک ہلکی سی چیخ ماری۔

"کوئی بات نہیں۔" وہ بولی۔ "تم نے تو مجھے بھینچ ڈالا۔"

"میں تمہارے کندھے پر سر رکھ کے روؤں گا۔" ژولیاں نے کہا، اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا۔ پھر وہ ذرا پیچھے ہٹ گیا، اور اُس کے ہاتھ پر گرما گرم بوسوں کی بوچھاڑ کر دی۔ "جب میں ویرییر میں تم سے آخری بار تمہارے کمرے میں ملا تھا تو بھلا کون کہہ سکتا تھا . . . ؟"

"اُس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ میں موسیو دلاموِل کے نام وہ ذلیل خط لکھوں گی . . . ؟ میں سچ کہتا ہوں مجھے تم سے ہمیشہ محبت رہی ہے، اور میں نے تمہارے سوا کسی سے

محبت نہیں کی۔"

"کیا واقعی سچ کہہ رہے ہو؟" مادام درنیاآل چیخ اٹھی۔ اب کے وہ مسحور ہو کے رہ گئی تھی۔ ژولیاں اُس کے قدموں کے پاس بیٹھا تھا، وہ اُس پر جھک گئی، اور دونوں بڑی دیر تک چپ چاپ روتے رہے۔

ایسا لمحہ ژولیاں کی زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا۔

بہت دیر بعد جب اُنہیں بولنے کا یارا ہوا تو مادام درنیاآل کہنے لگی ——"اور یہ نوجوان مادام میشلے؟ بلکہ مادموازیل ولاموآل کہنا چاہیئے، کیونکہ مجھے اِس عجیب غریب کہانی پر یقین آچلا ہے!"

"ظاہر کی حد تک تو درست ہے" ژولیاں نے کہا "وہ میری بیوی تو ضرور رہے لیکن محبوبہ نہیں۔"

اب دونوں میں باتیں ہونے لگیں۔ وہ ایک دوسرے کی بات بار بار کاٹ رہے تھے۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح اُنھوں نے اپنی اپنی کہانی سنائی۔ مارکوئیس ولاموآل کے نام جو خط گیا تھا۔ وہ اُس نوجوان پادری نے لکھا تھا جس کے پاس مادام درنیاآل اعتراف کے لئے جایا کرتی تھی، اور پھر اُس نے نقل کر کے بھیج دیا تھا۔ وہ کہنے لگی ——"مذہب نے بھی مجھ سے کیسا خوفناک جرم کرایا ہے! بلکہ خط میں جو جملے زیادہ سخت تھے وہ تو میں نے بدل دیے تھے۔ . . ."

ژولیاں کی خوشی اور سرمستی سے مادام درنیاآل کو پتہ چلا کہ اس نے مجھے دل سے معاف کر دیا ہے۔ وہ اپنی محبت میں ایسا پاگل کبھی نہ ہوا تھا۔

اس گفتگو کے دوران میں مادام درنیاآل اُس سے بولی ——"لیکن میں اب بھی

اپنے آپ کو دیندار سمجھتی ہوں۔ میں پورے خلوص کے ساتھ خدا پر ایمان رکھتی ہوں۔ اِسی طرح مجھے یقین ہے، بلکہ اس کا تو مجھے ثبوت بھی مِل گیا ہے کہ میں ایک گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو رہی ہوں۔ اس کے باوجود اور حالانکہ تم دو دفعہ میرے اوپر گولی چلا چکے ہو، لیکن تمہیں دیکھتے ہی . . . " اتنے میں اس کی مدافعت کے باوجود ژولیاں نے بوسوں کی بوچھار شروع کر دی۔

"ذرا ہٹو" وہ بولی "مجھے تم سے ایک بحث کرنی ہے۔ کہیں بھول نہ جاؤں . . . . تمہیں دیکھتے ہی مجھے اپنا فرض یاد ہی نہیں رہتا۔ میں تو سرتاپا محبت بن کے رہ جاتی ہوں بلکہ اس لفظِ محبت سے بھی مطلب ٹھیک ادا نہیں ہوتا۔ تمہارے لئے میں وہ کچھ محسوس کرتی ہوں جو صرف خدا کے لئے محسوس کرنا چاہیئے۔ یعنی اس میں ادب، محبت، اطاعت سب کچھ شامل ہے . . . . . میں بیان نہیں کر سکتی کہ تمہیں دیکھ کے میری کیا حالت ہوتی ہے۔ اگر تم مجھے جیلر کے پیٹ میں چاقو بھونکنے کا حکم دو تو میں اِس بات پر غور کرنے سے پہلے ہی یہ حرکت کر گزروں گی۔ میرے جانے کا وقت آ گیا۔ مجھے سیدھے سادے لفظوں میں بتاؤ تو سہی کہ یہ بات کیا ہے۔ میں اپنے دل کی حالت سمجھنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ دو مہینے بعد تو ہم جُدا ہو جائیں گے . . . لیکن کیا واقعی جُدا ہونا لازمی ہے؟" وہ مسکرا کے بولی۔

"میں اپنا وعدہ واپس لیتا ہوں" ژولیاں چیخ کے بولا، اور ایک دم سے کھڑا ہو گیا "اگر تم . . . زہر، چاقو، پستول، کوئلے یا کسی اور ذریعے سے اپنی جان لینا یا اپنی جان خطرے میں ڈالنا چاہ رہی ہو تو میں سزائے موت کے خلاف اپیل نہیں کروں گا۔"

مادام دِ رینال کے چہرے کا انداز ایک دم سے بدل گیا۔ پہلے تو وہ مبہوت سی

بیٹھی تھی، اب اُس کے چہرے سے محبت ٹپکنے لگی۔
آخر وہ بولی ـــ "اگر ہم فوراً کے فوراً مر جائیں تو؟"
"خدا جانے دُوسری دُنیا میں کیا گزرے؟" ژولیاں نے کہا۔ "ممکن ہے ہمارے اُوپر عذاب ہو، ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم مزے سے دو مہینے ساتھ ساتھ گزاریں؟ دو مہینے! یہ تو کافی دن ہوئے۔ اتنی خوشی تو مجھے عمر بھر میں کبھی نہ ملی ہو گی۔"
"اتنی خوشی کبھی نہ ملی ہو گی؟"
"کبھی نہیں۔" ژولیاں نے سرمست ہو کے جواب دیا۔ "میں تم سے وہی کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ اگر مبالغے سے کام لیا ہو تو مجھ پہ خدا کی مار ہو۔"
"جیسا تمہارا حکم ہو۔" وہ کچھ افسردہ اور بجھی بجھی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"اچھا، اب اپنی محبت کی قسم کھاؤ کہ اپنی جان لینے کی کوشش کسی طریقے سے بھی نہ کرو گی ۔ ۔ ۔ ۔ ایک بات یاد رکھو۔ تمہیں میرے بیٹے کی خاطر زندہ رہنا ہے۔ ماتیلد تو مارکوئیس وکروازنوا کی بیوی بنتے ہی اُسے نوکروں پہ چھوڑ دے گی۔
"ہاں میں قسم کھاتی ہوں۔" وہ سرد مہری سے بولی۔ "لیکن تم اپنی اپیل اپنے ہاتھ سے لکھ کے اُس پر دستخط کر دو۔ میں خود اُسے سرکاری وکیل کے پاس لے جاؤں گی۔"
"دیکھو، کیا کر رہی ہو؟ اس میں تمہاری بدنامی ہو گی۔"
"میں تم سے کھلم کھلا قید خانے میں ملنے آئی ہوں۔ اب تو میں لباسوں بلکہ پورے صوبے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داستان گوئی کا موضوع بن گئی۔" اُس کی شکل سے رنج و غم ٹپک رہا تھا۔ "میں تو ایک ایسی عورت ہوں جس کے ماتھے پہ کلنک کا ٹیکہ لگ

چکا۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ سب تمہاری خاطر ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اُس کا لہجہ اتنا غمناک تھا کہ ژولیاں نے اُسے گلے لگا لیا۔ اُسے ایک ایسی عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی جو اُس کے لئے بالکل نئی تھی۔ یہ محبت کی سرمستی نہ تھی، بلکہ انتہائی احسان مندی کا جذبہ۔ اُسے اب جا کے پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ اس عورت نے میرے لئے کیسی کیسی قربانیاں کی ہیں۔

غالباً کسی فیاض آدمی نے موسیو دریناں کو جا بتایا تھا کہ تمہاری بیوی روز ژولیاں سے ملنے قید خانے جاتی ہے اور راتنی اتنی دیر بیٹھتی ہے۔ کیونکہ تین دن بعد موسیو دریناں نے بیوی کے لئے گاڑی بھیجی اور نادری حکم صادر کیا کہ فوراً دیریئر واپس آؤ۔

یہ جدائی بہت بُرا شگون تھی۔ ژولیاں کا دن اِس طرح شروع ہوا۔ دو تین گھنٹے بعد کسی نے اُسے اطلاع دی کہ ایک سازشی قسم کا پادری جوان حرکتوں کے باوجود بساں سوں کے جیزوئٹ لوگوں میں رسوخ حاصل نہ کر سکا تھا، صبح سے قید خانے کے دروازے کے باہر سڑک پہ کھڑا ہے۔ بارش بہت زور کی ہو رہی تھی۔ اور یہ شخص باہر کھڑا اپنے آپ کو شہید ثابت کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ ژولیاں کو پہلے ہی غصّہ آ رہا تھا۔ یہ حماقت دیکھ کے تو وہ جھنجھلا گیا۔

صبح ژولیاں اس پادری سے ملنے سے انکار کر چکا تھا، لیکن اُس نے ٹھان لی تھی کہ ژولیاں کا اعتراف سُن کے رہوں گا تاکہ اُس کی طرف سے طرح طرح کے قصّے گھڑ کے سُناؤں اور بساں سوں کی نوجوان عورتوں میں میری شہرت ہو۔

وہ زور زور سے کہہ رہا تھا کہ میں دن رات یہیں قید خانے کے دروازے پہ کھڑا رہوں گا۔ خدا نے مجھے اِسی لئے بھیجا ہے کہ اس مُنکر کے دل میں ایمان کی روشنی

پیدا کروں"۔ نچلے طبقے کے لوگوں کو تو ایسے کھیل تماشوں کا شوق ہوتا ہی ہے چنانچہ ٹھٹ کے ٹھٹ لگنے شروع ہو گئے۔

وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا ــــ "ہاں میرے بھائیو، میں آج دن بھر یہیں رہوں گا اور رات کو بھی۔ بلکہ آج سے دن رات یہیں پڑا رہوں گا۔ مجھے الہام ہوا ہے خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے۔ مجھے سوَیل کی روح کو جہنّم کے عذابوں سے بچانا ہے۔ آؤ میرے ساتھ مل کے دعا مانگو" وغیرہ وغیرہ۔

ژولیاں کو فضیحتے بازی اور ایسی چیزوں سے بڑی گھن آتی تھی۔ جن سے لوگوں کی توجہ اُس کی طرف منعطف ہو۔ اُس نے یہ سوچا یہ موقع اچھا ہے، چُپ چُپاتے دُنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ لیکن مادام دربنال کو دوبارہ دیکھنے کی تھوڑی سی اُمید باقی تھی، اور محبت نے اُسے باؤلا بنا رکھا تھا۔

قید خانے کا دروازہ ایسی سڑک پر واقع تھا۔ جہاں آمد و رفت بہت تھی۔ اُسے یہ سوچ سوچ کر اذیت ہو رہی تھی کہ اس گندے سندے پادری نے مجمع لگا رکھا ہوگا اور میرا فضیحتہ کر رہا ہوگا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ ہر سانس کے ساتھ چیخ چیخ کے میرا نام لے رہا ہے!" یہ لمحہ موت سے بھی زیادہ جاں گداز ثابت ہوا۔

ایک پہرے دار کو اُس سے بڑی عقیدت تھی۔ ژولیاں نے گھنٹے گھنٹے بھر بعد اُسے دو تین دفعہ بلایا، اور یہ دیکھنے کے لئے باہر بھیجا کہ پادری ابھی تک دروازے پہ کھڑا ہے یا نہیں۔

پہرے دار نے ہر دفعہ یہی کہا ــــ "جی وہ تو کیچڑ میں گھٹنے ٹیکے کھڑا ہے، منا جاتیں پڑھ رہا ہے، اور آپ کی نجات کے لئے زور زور سے دعائیں مانگ رہا ہے۔" ژولیاں نے

دل میں کہا ــــــ "بدتمیز کہیں کا!" اتنے میں باہر سے ایک گھوں گھوں کی آواز آئی۔ مجمع پادری کی دعاؤں پر آمین کہہ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر تو ژولیاں بالکل بے قابو ہو گیا کہ پہرے دار بھی ہونٹوں ہی ہونٹوں میں وہ لاطینی الفاظ دہرا رہا ہے۔ پہریدار بولا ــــ "اب تو لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا دل نہ معلوم کتنا سخت ہو گیا ہے۔ جو ایسی متبرک ہستی کی مدد بھی قبول نہیں کرتے۔"

"ہائے میرے وطن! تیری بربریت ابھی تک نہ گئی!" ژولیاں غصے میں دیوانہ ہو کے چیخ پڑا۔ اُسے پہرے دار کی موجودگی کا بھی خیال نہ رہا، اور اپنے دل کی بات بلند آواز سے کہتا رہا۔

"یہ آدمی چاہتا ہے کہ اخبار میں ایک مضمون نکل جائے۔ اور اب اُسے یہ بات واقعی حاصل ہو جائے گی۔

"یہ مردود قصباتی لوگ! پیرس میں مجھے یہ پریشانی نہ اُٹھانی پڑتی۔ وہاں مکاری میں بھی ایک سلیقہ ہوتا ہے۔

"اچھا! اس متبرک ہستی کو اندر لے آؤ" آخر وہ پہرے دار سے بولا، اور پسینے کے موٹے موٹے قطرے اُس کی پیشانی پر بہنے لگے۔ پہرے دار نے صلیب کا نشان بنایا اور خوش خوش باہر چلا گیا۔

یہ متبرک پادری بڑا ہی بدصورت نکلا، اور اوپر سے کیچڑ میں لت پت۔ باہر ٹھنڈی ٹھنڈی بارش ہو رہی تھی، اس کی وجہ سے کوٹھری میں پہلے سے بھی زیادہ سیلن اور اندھیرا ہو گیا تھا پادری نے ژولیاں سے بغل گیر ہونا چاہا، اور جب بولنا شروع کیا تو اُس کی آواز بھرّا گئی اُس کی ہر بات سے انتہائی مردود قسم کی ریاکاری ٹپکتی تھی۔ ژولیاں کو اتنا غصہ عمر بھر نہیں آیا تھا۔

پادری کے اندر آنے کے پندرہ منٹ بعد ڑولیاں نے دیکھا کہ میں تو بالکل بزدل بن کے رہ گیا۔ موت پہلی بار اُسے اتنی خوفناک معلوم ہوئی۔ اُسے خیال آنے لگا کہ مرنے کے دو دن بعد میری لاش کیسی سڑ جائے گی۔ وغیرہ، وغیرہ۔

اُسے ڈر لگا کہ بس اب کسی نہ کسی بات سے میری بزدلی ظاہر ہو جائے گی، یا پھر میں پادری پر ٹوٹ پڑوں گا اور اپنی زنجیر سے اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ استنے میں اُسے ایک نئی بات سوجھی، اور اُس نے پادری کو چالیس فرانک دے کر التجا کی کہ آج ہی گرجا میں میرے لیئے دعا کرائیے۔

چونکہ دوپہر کا وقت آچکا تھا، اِس لئے پادری بھاگ گیا ؛

چوالیسواں باب

موت کے سائے میں

اُس کے جاتے ہی ژولیاں موت کے خیال سے پھوٹ پھوٹ کے خوب رویا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دل میں بولا کہ اگر مادام دریناں بساسوں میں ہوتی تو میں اُس کے سامنے اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیتا . . .

جس وقت اُسے اپنی محبوبہ کے یہاں نہ ہونے پر سب سے زیادہ افسوس ہو رہا تھا۔ اُسی وقت ماتیلد کے قدموں کی آواز آئی۔

وہ دل میں بولا ——— "قید خانے کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ آدمی اپنا دروازہ بند نہیں رکھ سکتا۔" ماتیلد نے جو بات بھی کی اُسے بُری لگی۔

ماتیلد نے بتایا کہ پیشی والے دن ناظم کے عہدے پر تقرری کا پروانہ موسیو دوآل نو کی جیب میں تھا، چنانچہ اُس نے نہایت اطمینان کے ساتھ موسیو دفری لیئر کی حکم عدولی کی، اور ژولیاں کو موت کی سزا دینے کا مزا لوٹا۔

"موسیو دفری لیبر نے ابھی ابھی مجھ سے کہا ہے کہ تمہارے دوست کو یہ کیا سوجھی کہ بیٹھے بٹھائے دولت مند متوسط طبقے پر حملہ کر دیا اور اُن لوگوں کے گھٹیا پندار کو جگا دیا؟ آخر طبقاتی اختلاف کے ذکر کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ان حضرت نے لوگوں کو اُلٹا یہ بتا دیا کہ اپنے سیاسی مفاد کی خاطر انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ ان احمقوں کو تو اس بات کا خیال تک نہ آیا تھا۔ وہ تو رونے والے ہو رہے تھے۔ اُنہیں تو ایک آدمی کو موت کی سزا دیتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ لیکن اپنے طبقے کے مفاد کا سوال سامنے آیا تو سب کچھ بھول گئے۔ تمہیں ماننا پڑے گا۔ کہ موسیو سوریل نے بڑی ناتجربہ کاری دکھائی۔ اگر ہم رحم کی اپیل کرنے کے بعد بھی اُن کی جان نہ بچا سکے۔ تو اُن کی موت در اصل ایک طرح کی خودکشی ہو گی..... "

ماتیلد نے ژولیاں کو وہ بات نہیں بتائی جس کا ابھی تک اُسے خود بھی شبہ نہ ہوا تھا یعنی پادری دفری لیبر نے دیکھا کہ ژولیاں تو اب ختم ہوا لہٰذا اُس نے سوچا کہ اگر میں اس کا جانشین بن جاؤں تو مجھے اپنے حوصلے پورے کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

ژولیاں کو غصہ تو بہت آ رہا تھا مگر بچارہ بے بس تھا۔ جھنجلاہٹ کے مارے اُس کی حالت دیوانوں کی سی ہو رہی تھی۔ وہ ماتیلد سے بولا "آج گرجا میں میرے لئے دُعا مانگی جا رہی ہے۔ جاؤ جا کے سُنو، اور مجھے اطمینان کا سانس لینے دو۔"

ماتیلد کو مادام وربناک کے آنے جانے پر پہلے ہی جلن ہو رہی تھی۔ پھر ابھی ابھی پتہ چلا تھا کہ وہ یہاں سے روانہ ہو گئی۔ ژولیاں کے چڑچڑے پن کا سبب اُس کی سمجھ میں آگیا اور وہ رونے لگی۔

اُس کا رنج حقیقی تھا۔ ژولیاں نے یہ بات دیکھ لی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ چڑ گیا۔ اُسے تنہائی کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن تنہائی ملے کیسے؟

ماتیلد نے ہر ممکن کوشش کر دیکھی کہ اس کا دل کسی طرح پگھلے اور آخر اُسے اکیلا چھوڑ کے چل دی۔ لیکن اتنے میں فوکے آگیا۔

ژولیاں اپنے وفاشعار دوست سے بولا — "میں تنہائی چاہتا ہوں"۔ پھر اُسے ہچکچاتے دیکھا تو کہا — "میں رحم کی اپیل کرنے والا ہوں۔ وہی درخواست لکھ رہا ہوں . . . بہر حال . . . . میرے اوپر ایک نوازش کرو۔ میرے سامنے موت کا ذکر کبھی نہ آنے پائے۔ اگر اُس دن مجھے کسی خاص چیز کی ضرورت پڑی تو میں خود تم سے کہہ دوں گا"۔

ژولیاں کو آخر تنہائی میسر آئی تو دیکھا کہ میں تو پہلے سے بھی زیادہ آشفتہ حال ہوں اور ہمت بالکل ہی جواب دے گئی۔ اُس کا دل کمزور پڑ چکا تھا۔ جو رہی سہی طاقت تھی وہ مادموازیل دلاموَل اور فوکے سے اپنا حال چھپانے میں صرف ہو گئی۔

شام کے قریب ایک ذرا تسلی بخش خیال ذہن میں آیا —

"آج صبح جس وقت مجھے موت کے خیال سے ڈر لگ رہا تھا۔ اگر مجھے

موت کے لئے تیار ہو جانے کا حکم ملتا تو لوگوں کو سامنے کھڑے دیکھ کر میرا جی چاہتا کہ کوئی ایسی بات کروں۔ جس سے میرا نام یادگار رہے۔ شاید میری چال میں تھوڑا سا بھاری پن ہوتا جیسے کوئی آدمی رنگیلا تو بننا چاہتا ہو۔ لیکن دیوان خانے کے اندر جانے کی ہمت نہ پڑ رہی ہو۔ اگر ان قصباتی لوگوں میں دو چار سمجھ بوجھ رکھنے والے آدمی ہیں تو شاید میری کمزوری تاڑ جلتے . . . . لیکن یہ بات کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔"

اور اسے یوں لگا جیسے غم کا بوجھ کچھ ہلکا ہو گیا ہو۔ وہ گنگناتے ہوئے بولا ـــــ "میں اس وقت بزدل تو ضرور ہو گیا ہوں۔ لیکن اس کا پتہ کسی کو نہیں چل سکے گا۔"

ابھی تو اگلے دن اسے ایک اور بھی زیادہ ناخوشگوار واقعہ پیش آنے والا تھا۔ بہت دن سے اس کا باپ اس کے پاس آنے کی دھمکی دے رہا تھا اس دن صبح کو ژولیاں کی آنکھ بھی نہ کھلی تھی کہ سفید بالوں والا بڈھا بڑھئی آدھمکا۔

ژولیاں بڑی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ بڈھا مجھے بری طرح ڈپٹے گا۔ مرے پہ سو درّے، آج صبح اسے یہ افسوس ہو رہا تھا کہ مجھے اپنے باپ سے محبت کیوں نہیں۔

جب پہرے دار کوٹھری کی صفائی کر رہا تھا تو ژولیاں دل میں بولا ـــــ "قسمت نے ہمیں دنیا میں یک جا کر دیا ہے اور جہاں تک بھی ہو سکا۔ ہم نے ایک دوسرے کو نقصان ہی پہنچایا ہے۔ اب یہ حضرت میرے مرنے کے

وقت اپنا آخری وار کرنے آئے ہیں۔"

تخلیہ ہوتے ہی بڈھے نے لعنت ملامت شروع کر دی۔

ژولیاں اپنے آنسو نہ روک سکا۔ وہ جل بھن کے کوئلہ ہو گیا، اور دل میں بولا ——

"ایسی کمزوری میرے شایانِ شان نہیں! اب یہ جا کے لوگوں سے کہتے پھریں گے کہ ژولیاں کی ہمت جواب دے گئی، اور ایک کی چار چار بنائیں گے وال نو اور وہ سارے احمق اور ریاکار لوگ جن کا ویریئیر میں راج ہے۔ یہ بات سن کے کتنے خوش ہوں گے! فرانس میں ان لوگوں کی بن آئی ہے۔ انہیں ہر قسم کے سماجی امتیازات حاصل ہیں۔ اب تک میں کم از کم دل میں یہ تو کہہ سکتا تھا کہ ان کے پاس پیسہ ہے، ہر طرح کی عزت نصیب ہے۔ یہ سب ٹھیک ہے لیکن میں نے ایک شریف دل پایا ہے۔"

"مگر اب ایک ایسا گواہ موجود ہے جس کا سب کو یقین آ جائے گا۔ جو ایک کی چار چار بنا کے سارے شہر سے کہتا پھرے گا کہ موت سامنے آئی تو یہ کمزور پڑ گیا! یہ بات سب سمجھتے ہیں کہ موت کتنی بڑی آزمائش ہے۔ لوگ کہیں گے کہ آزمائش کا وقت آیا تو یہ بزدل نکل گیا!"

ژولیاں بالکل مایوس ہو چلا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ باپ سے کیسے پیچھا چھڑاؤں۔ کچھ اس طرح بنا کہ یہ چالاک بڈھا دھوکے میں آ جائے اس وقت اس کی طاقت سے باہر تھا۔

اس نے بڈھے سے خلاصی پانے کے ہر ممکن طریقے پر جلدی جلدی غور کیا۔

پھر ایک دم سے چلا کے بولا ـــــ

"میں نے کچھ روپیہ جمع کر رکھا ہے"!

یہ بات اُسے واقعی کمال کی سوجھی تھی۔ بڈھے کے چہرے کا انداز فوراً ہی بدل گیا، اور ژولیاں کی حیثیت بھی۔

"اس روپیہ کا کیا کروں؟" اب وہ اور سکون کے ساتھ بولا۔ اُس کے الفاظ کا جو اثر ہوا تھا اُس سے کمتری کا احساس کافور ہو گیا۔

معلوم ہوتا تھا کہ ژولیاں اس میں سے تھوڑا سا روپیہ اپنے بھائیوں کو دینا چاہتا ہے۔ بڈھے بڑھئی کا دل مچلنے لگا کہ اس میں سے ایک پیسہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ اس نے ایک لمبی چوڑی اور گرما گرم تقریر پلا دی۔ ژولیاں نے اُس کے ساتھ اچھا مذاق کیا تھا۔

"خدا نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ وصیت کیا چھوڑ کے مروں۔ میں اپنے ہر بھائی کو ایک ایک ہزار فرانک دوں گا اور باقی روپیہ آپ کو"!

"بالکل ٹھیک ہے"۔ بڈھا بولا "باقی روپیہ تو میرا حق ہے ہی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارا دل نرم کر دیا۔ لیکن اگر تم ایک اچھے عیسائی کی طرح مرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنا قرض تو ادا کرو۔ تم یہ تو بھول ہی گئے کہ میں نے تمہارے کھانے پینے اور پڑھائی لکھائی پر کتنا روپیہ خرچ کیا ہے۔۔۔"

ژولیاں آخر اکیلا رہ گیا تو بڑی نا اُمیدی کے ساتھ بار بار دل میں کہنے لگا ـــــ

"تو یہ ہے باپ کی محبت!"

اتنے میں جیلر آ دھمکا

"جناب، خاندان کے لوگوں سے ملاقات کے بعد میں اپنے مہمانوں کو ہمیشہ شراب کی ایک بوتل دیا کرتا ہوں۔ یہ شراب بڑی نفیس ہے، لیکن ذرا مہنگی ہے، یعنی چھ فرانک فی بوتل۔ مگر اسے پی کے دل خوش ہو جاتا ہے۔"

"اچھا، تین گلاس لے آؤ۔" ژولیاں نے بچوں کی طرح بے تاب ہو کر کہا۔ "باہر برآمدے میں دو قیدی ٹہل رہے ہیں۔ انہیں بھی اندر بھیج دو۔"

جیلر دو قیدیوں کو اندر لے آیا۔ جنہوں نے ایک ہی جرم دو دفعہ کیا تھا اور اب انہیں قیدِ بامشقت کی سزا ملنے والی تھی۔ یہ دونوں بدمعاش بڑے زندہ دل تھے اور دلیری، چالاکی اور سنگدلی میں ان کا جواب نہ تھا۔

ان میں سے ایک آدمی ژولیاں سے بولا ــــ "اگر آپ مجھے بیس فرانک دیں تو میں آپ کو اپنی پوری آپ بیتی سناؤں۔ بالکل تھیٹر کا سا مزا آ جائے گا۔"

"لیکن تم تو جھوٹی سچی باتیں سناؤ گے۔" ژولیاں نے کہا۔

"ذرا بھی نہیں۔" بدمعاش بولا۔ "مجھے بیس فرانک ملے ہیں تو میرے ساتھی کو جلن ہو رہی ہے۔ اگر میں نے سچ نہ بولا۔ تو میرا بھانڈا پھوڑ دے گا۔"

اُس کی آپ بیتی بڑی مکروہ قسم کی تھی ۔ یہ ایک ایسے دل کی کہانی تھی رجس میں ہمت تو بہت تھی ۔ لیکن اگر کوئی جذبہ باقی بچا تھا تو بس روپیہ کی محبت ۔

اُن کے جانے کے بعد ژولیاں بالکل دوسرا آدمی بن گیا ۔ اُسے اپنے اُوپر جتنا غصہ آرہا تھا ۔ وہ سب کافور ہو گیا ۔ مادام درینال کی رخصت کے بعد ایک تو اُس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا ۔ اُوپر سے ہمّت جواب دے گئی ۔ لیکن اب یہ سارے احساسات افسردگی میں تبدیل ہو گئے ۔

وہ دل میں بولا ـــــ " اگر میں اس بُری طرح ظواہر کے فریب میں نہ آ گیا ہوتا تو مجھے پتہ چل جاتا کہ پیرس کے دیوان خانوں میں رہنے والے یا تو میرے باپ کی طرح ایماندار ہیں ، یا پھر ان قیدیوں کی طرح عیّار اور بدمعاش ۔ یہ لوگ واقعی ٹھیک کہتے ہیں ۔ صبح کو دیوان خانے والوں کی آنکھ اس دردانگیز خیال کے ساتھ نہیں کھلتی کہ آج روٹی کیسے ملے گی ؟ اور اوپر سے اپنی دیانت داری کی ڈینگیں مارتے ہیں ! اور جب جیوری میں بُلائے جاتے ہیں تو بڑے فخر کے ساتھ اُس آدمی کو سزا دیتے ہیں ۔ جس نے چاندی کا چمچہ صرف اس لیے چرایا کہ وہ بھوک سے مر رہا تھا !

" لیکن اگر دربار میں رسائی کا معاملہ ہو یا وزارت پانے یا کھونے کا سوال ہو تو یہ دیوان خانوں والے ایماندار لوگ بھی بالکل وہی جرائم کرتے ہیں جو ان دو قیدیوں نے روٹی نہ ملنے کی وجہ سے کیے ۔ . . .

"فطری قانون کوئی چیز نہیں ۔ یہ تو بس ایک احمقانہ فقرہ ہے ۔ جو مدّت سے یونہی چلا آ رہا ہے ۔ یہ تو اُس سرکاری وکیل کے شایانِ شان ہے جس نے اُس دن مجھے تختۂ مشق بنایا اور جس کے آبا و اجداد اس طرح امیر بنے کہ لوئی چہارد ہم نے دوسروں کی جائداد ضبط کرکے انہیں دے دی ۔ دنیا میں کوئی قانون نہیں ۔ البتہ بعض دفعہ یہ قاعدہ بنا دیا جاتا ہے کہ اگر کسی نے خلاف حرکت کی تو سزا ملے گی ۔ یہ قاعدہ بننے سے پہلے اگر کوئی چیز فطری ہے تو شیر کی قوّت ، یا اُس شخص کی ضرورت جو بھوک یا سردی سے مر رہا ہو ۔ مختصر یہ کہ احتیاج . . . نہیں ، جن لوگوں کی دنیا میں عزت ہوتی ہے ۔ وہ بس بدمعاش قسم کے لوگ ہیں جنہیں خوش قسمتی سے موقع پر پکڑا نہیں جا سکا ۔ سماج نے جس آدمی کو شکاری دے کر مجھ پر الزام لگوایا ہے وہ بڑے ذلیل طریقے سے مالدار بنا ہے . . . میں ایک قاتلانہ حملے کا مرتکب ہوا ہوں اور واقعی سزا کا مستحق ہوں ۔ لیکن وال نو جس نے مجھے موت کی سزا دی ، قتل کا مجرم تو نہیں ، مگر سماج کے لئے مجھ سے بھی سو گنا زیادہ خطرناک ہے ۔

"بہر حال میرا باپ اپنے لالچی پن کے باوجود ایسے لوگوں سے کہیں بہتر ہے ۔" ژولیاں غمگین تو تھا ۔ مگر اب اُسے غصّہ نہیں آ رہا تھا " اسے مجھ سے کبھی محبت نہیں رہی ۔ اب میں ایسے شرمناک طریقے سے مر رہا ہوں ۔ اُس کی کتنی بے عزتی ہو گی ، اور اس کا پیمانۂ صبر بالکل لبریز ہو جائے گا ۔ لالچ کیا ہے ؟ روپیہ نہ ہونے کا ڈر ، انسان کی بدنہادی کا مبالغہ آمیز تصور ۔ یہی وجہ ہے کہ میں جو

تین چار سو اشرفیاں اُس کے نام چھوڑ کے مروں گا تو اُسے یہ بات بڑی ہی تسلّی بخش اور ہمّت افزا معلوم ہو رہی ہے۔ اتوار کے دن تیسرے پہر کے وقت وہ اپنا روپیہ و بریٹر کے حاسد پڑوسیوں کو دکھایا کرے گا۔ اُس کی نظر اب اُن لوگوں سے کہا کریں گی کہ اگر بیٹے کی موت کی سزا ملنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے تو تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنے بیٹے کو مرتے دیکھ کے خوش نہ ہو؟"

یہ فلسفہ شاید درست ہو، لیکن تھا کچھ اس قسم کا کہ آدمی موت کی دعا مانگنے لگے۔ غرض پانچ طویل طویل دن اسی طرح گزر گئے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ جلن کے مارے ماتیلد کا بُرا حال ہے۔ چنانچہ وہ اس سے نہایت نرمی اور اخلاق سے پیش آتا تھا۔ ایک دن شام کے وقت ژولیاں نے واقعی سنجیدگی کے ساتھ سوچا کہ خودکشی کر لوں۔ مادام دریناں کے چلے جانے سے وہ بڑا کبیدہ خاطر رہنے لگا تھا اور اب اپنی جان سے عاری آچکا تھا۔ کوئی حقیقی چیز ہو یا تخیّلی۔ اب اُسے کسی بات میں مزا نہ آتا تھا۔ مدّت سے ورزش کا تو موقع ملا ہی نہ تھا۔ اُس کی صحت جواب دینے لگی، اور اس کا مزاج نوجوان جرمن طالب علموں کی طرح کمزور اور ہیجان پسند ہو گیا۔ اب اُس میں وہ مردانہ غرور کم ہوتا جا رہا تھا جو دُکھ درد میں ستانے والے ذلیل خیالات کو ایک موٹی سی گالی دے کے بھگا دیتا ہے۔

"مجھے ہمیشہ صداقت سے محبّت رہی ہے ۔ ۔ ۔ لیکن صداقت ہے کہاں؟ ۔ ۔ ۔ ہر جگہ ریاکاری، ہر جگہ مکّاری۔ پرہیزگار سے پرہیزگار آدمیوں میں بھی، بڑے سے بڑے آدمیوں میں بھی۔" نفرت اور بیزاری کی وجہ سے

اُس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ "نہیں، ایک انسان دوسرے انسان پر اعتبار نہیں کر سکتا۔

"مادام د ــــ یتیموں کے لئے چندہ اکٹھا کر رہی تھی تو مجھ سے بولی کہ فلاں شہزادے نے ابھی ابھی دس اشرفیاں دی ہیں۔ بالکل جھوٹ۔ لیکن میں بک کیا رہا ہوں؟ سینٹ ہیلنا میں نپولین ہی کو دیکھ لو! . . . خالص جعل سازی اور مکّاری۔ روم کے بادشاہ کے حق میں ایک اعلان شائع کر مارا۔

"خدایا! اگر اُس جیسا آدمی، اور خصوصاً ایسے وقت کہ جب تکلیفیں اٹھانے کے بعد فرض کا احساس اور بھی شدید ہو جانا چاہیئے تھا، مکاری پہ آتر آئے تو پھر بھلا اوروں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے؟

"صداقت کہاں ہے؟ مذہب میں . . . ہاں"۔ اس نے انتہائی حقارت اور تلخی کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔ "ماسلوں، فری لَیبر، کاستایند جیسے لوگوں کی زبان پہ . . . شاید سچائی عیسائیت میں مل سکے؟ یعنی جب مسیح کے حواریوں کی طرح پادری بھی تنخواہ نہ پاتے ہوں۔ لیکن سینٹ پال کو بھی تو تنخواہ ملتی تھی۔ پیسہ کی شکل میں نہ سہی، کسی اور شکل میں۔ انہیں لوگوں پر حکم چلانے، وعظ کہنے اور دوسروں سے اپنا ذکر سننے کا لطف تو حاصل تھا . . . !

"کاش کوئی سچا مذہب ہوتا . . . میں بھی کتنا احمق ہوں! کوئی پرانا گاتھک گرجا اور شیشے کی قدیم کھڑکیاں دیکھتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ پادری بھی ایسا ہی متبرک آدمی ہو گا . . . دل میں کہتا ہوں کہ میری روح اس پادری کی عظمت کو سمجھ لے گی، میری روح کو اس پادری کی ضرورت ہے۔ لیکن اسے جا کے

دیکھتا ہوں تو وہی دُنیا والوں کی طرح بانکا بننے کا شوق، اوپر سے میلے کچیلے بال . . . . یہ پادری شواليے دبووآزی سے کسی طرح بھی تو مختلف نہیں ہوتا
" لیکن اگر کوئی ماسی یون اور فینیلون کی طرح سچا پادری ہو . . . .
ماسی یون نے دوبوا جیسے آدمی کو برکت دی۔ سین سیمون نے اپنی تزک میں فینیلون کی قلعی کھول دی ہے۔ لیکن بہر حال ضرورت ایک سچے پادری کی ہے . . . . پھر تو اس دُنیا میں نرم دل لوگوں کو بھی ایک ملجا و ماویٰ مل جائے . . . . ہم لوگ اس طرح بے یار و مددگار نہ رہیں . . . . یہ نیک پادری ہمیں خدا کی باتیں بتائے گا۔ لیکن کون سے خدا کی؟ انجیل والے خدا کی نہیں۔ وہ تو بڑا ظالم و جابر ہے، وہ تو بس انتقام کا پیاسا ہے . . . . بلکہ والتیر والے خدا کی جو منصف، رحم دل اور لامحدود ہے . . . ."
انجیل اُسے حفظ تھی۔ اس کتاب کی عبارتیں اُسے پریشان کرنے لگیں۔
. . . "ہمارے پادریوں نے خُدا کے نام کو بڑی بری طرح استعمال کیا ہے یہ باتیں دیکھنے کے بعد، خصوصاً جب تین تین خداؤں کو ملا کے ایک خُدا بنایا گیا ہو، ہم اس عظیم نام پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟
" اکیلے رہنا! . . . . یہ کتنی بڑی اذیت ہے! . . . .
" میں کچھ احمق اور نا منصف مزاج ہوتا جا رہا ہوں۔" ژولیاں نے سر پیٹ کے کہا۔ " میں اس کوٹھری میں تو ضرور اکیلا ہوں۔ لیکن ویسے دُنیا میں کبھی اکیلا نہیں رہا۔ فرض کا احساس مجھ پر ہمیشہ غالب رہا۔ غلط یا صحیح، میں نے اپنے لئے ایک فریضہ مقرر کر لیا تھا اور یہ فریضہ ایک تنومند درخت کی طرح

تھا جس کا سہارا میں نے طوفان کے وقت لیا۔ میرے قدم ڈگمگا گئے۔ مجھے بہت جھٹکے لگے۔ آخر میں انسان ہی تو تھا . . . لیکن میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

"یہ اس کوٹھری کی سیلی سیلی ہوا کی وجہ ہے جو میں اپنے آپ کو اکیلا سمجھنے لگا . . . . .

"میں ریاکاری پر تو لعنت بھیج رہا ہوں، پھر خود ریاکاری کیوں برتوں مجھے نہ تو موت کا ڈر کچلے ڈال رہا ہے، نہ یہ کوٹھری، نہ سیلی سیلی ہوا، اصل بات یہ ہے کہ میں مادام دریتال سے بچھڑ گیا ہوں۔ اگر میں وریّیر میں ہوتا۔ اور اس سے ملنے کے لئے مجھے ہفتوں اُس کے مکان کے تہہ خانے میں چھپا رہنا پڑتا تو کیا میں اسی طرح شکایت کرتا؟

"اپنے زمانے والوں کا اثر مجھ پر بُری طرح حاوی ہے۔" اس نے ایک تلخ سا قہقہہ لگا کے بآوازِ بلند کہا۔ "اکیلے بیٹھا اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہوں، موت سر پہ کھڑی ہے اور پھر بھی ریاکاری سے کام لے رہا ہوں . . . ہائے ری اُنیسویں صدی!

"جنگل میں شکاری بندوق چلاتا ہے، شکار گر پڑتا ہے، وہ اُسے اُٹھانے کے لئے لپکتا ہے۔ اس کا جُوتا چیونٹوں کے ایک دو فٹ اونچے گھر سے ٹکراتا ہے۔ گھر ٹوٹ جاتا ہے، چیونٹے اور اُن کے انڈے بچے اِدھر اُدھر بکھر جاتے ہیں . . . فلسفی سے فلسفی چیونٹا بھی حشر تک یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ یہ لمبی چوڑی سیاہ اور خوفناک چیز (یعنی شکاری کا جُوتا)

کیا بلا ہے جو اتنی تیزی سے اُن کے گھر پہ آ کے گری، اور اس سے پہلے اتنا بھیانک شور ہُوا اور ساتھ ساتھ ایک سُرخ شعلہ چمکا . . .

"چنانچہ موت، زندگی، ابدیت، ان سب کا بھی یہی حال ہے۔ اگر کسی کے حواس خمسہ اتنے زبردست ہوں کہ ان کا احاطہ کر سکیں تو اس کے لئے یہ چیزیں بالکل سیدھی سادی ہیں . . .

"گرمیوں کے لمبے چوڑے دنوں میں ایک بے بنیاد مکھی صبح کے نو بجے پیدا ہوتی ہے اور شام کے پانچ بجے مر جاتی ہے۔ بھلا یہ بچاری "رات" کا لفظ کیا سمجھ سکتی ہے؟

"اس مکھی کو پانچ گھنٹے کی زندگی اور دے دیجئے۔ وہ رات کو دیکھ بھی لے گی اور اسے سمجھ بھی جائے گی۔

"یہی حال میرا ہے۔ میں تیئیس سال کی عمر میں مر رہا ہوں۔ مجھے بھی زندگی کے پانچ سال اور دے دیجئے تاکہ میں مادام دریتال کے ساتھ رہ سکوں۔"

یہاں اُس نے ایک ابلیسانہ قہقہہ لگایا۔ "ان بڑے بڑے مسائل پہ بحث کرنا بھی کیسی حماقت ہے!

"پہلی چیز تو یہ ہے کہ اگر کوٹھری میں کوئی بیٹھا میری باتیں سُن رہا ہوتا تو میں اُس وقت بھی ریاکار ہوتا، اور اتنا ہی ریاکار اس وقت بھی ہوں۔

"دوسری چیز یہ کہ میری زندگی کے دو چار دن باقی رہ گئے ہیں لیکن میں زندہ رہنا اور محبت کرنا تو بھول ہی گیا . . . افسوس! مادام دریتال یہاں نہیں۔ شاید اُس کا شوہر اُسے دوبارہ بساں سوں نہیں آنے دے گا۔

کیونکہ یہاں آنے میں اُس کی اور رسوائی ہو گی۔

"اسی وجہ سے میں اپنے آپ کو اتنا اکیلا اکیلا محسوس کر رہا ہوں۔ یہ بات نہیں کہ مجھے وہ خدا نہیں ملتا جو منصف مزاج، رحم دل اور قادرِ مطلق ہو۔ جس میں شقاوت نہ ہو، جو انتقام کا پیاسا نہ ہو . . . .

"کاش کہ ایسا خدا موجود ہوتا! . . . . ہائے، میں تو اس کے قدموں پہ گر پڑتا۔ میں اُس سے کہتا کہ ہاں، میری سزا موت ہے۔ لیکن اے بزرگ برتر خدا، اے رحمدل خدا، اے غفار خدا، مجھے وہ ہستی واپس دے دے جس سے مجھے محبّت ہے!"

رات کافی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ ژولیاں میٹھی نیند سو گیا۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد ہی نوکے نے آجگایا۔

اس وقت ژولیاں اپنے اندر بڑی ہمّت اور عزم محسوس کر رہا تھا۔ جیسے وہ آدمی جسے معرفتِ نفس حاصل ہو گئی ہو۔

پینتالیسواں باب

ختم شُد

وہ فوکے سے بولا ـــ "میں آخری وقت پادری شناس برنار کو نہیں بلاؤں گا۔ یہ تو اُس کے ساتھ بڑا ظلم ہوگا۔ بچارے سے تین دن تک کا کھانا بھی نہیں کھایا جائے گا۔ مجھے تو کوئی ژاں سینسنت فرقے کا پادری لادو، جو موسیو پی رآر کا دوست ہو اور کسی سازش میں نہ پڑے۔"

فوکے بڑی بے چینی سے اسی بات کا انتظار کر رہا تھا۔ قصبات میں رائے عامہ جن باتوں کی متقاضی ہے۔ ژولیاں نے وہ مطالبے نہایت خوبی سے پورے کئے تھے۔ حالانکہ اس نے اعتراف کے لئے پادری کا انتخاب تو غلط کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود موسیو دفری لیئر کی بدولت اُسے اپنی کوٹھری میں جیزوئٹ لوگوں کی حمایت حاصل تھی اگر اُس میں تھوڑا سا جذبۂ عمل اور ہوتا تو وہ بڑی آسانی سے فرار ہو سکتا تھا۔ لیکن کوٹھری کی ہوا کا اثر بہت بُرا پڑ رہا تھا اور اس کی ذہنی طاقت کم ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ مادام دریناّل کی واپسی پر اُسے اور

بھی زیادہ خوشی ہوئی۔

وہ اسے گلے لگا کے بولی ــ "میرے اوپر سب سے پہلے تمہارا حق ہے
میں ورتیبر سے بھاگ آئی ہوں . . . "

جہاں تک مادام درینال کا تعلق تھا، ژولیاں ذرا بھی پندار سے
کام نہیں لیتا تھا۔ اُس نے اپنی کم ہمتی کا پورا قصہ سُنا دیا۔ وہ ژولیاں سے
نہایت مہربانی کے ساتھ پیش آئی اور بڑی پیاری پیاری باتیں کیں۔

اُس روز شام کو قید خانے سے واپس آتے ہی مادام درینال
نے اُس پادری کو اپنی خالہ کے یہاں بلوایا جو ژولیاں سے اس طرح
چپکا ہوا تھا جیسے شکاری اپنے شکار سے۔ پادری تو بس اتنی بات
چاہتا تھا کہ بساں سوں کی دولت مند اور نوجوان عورتوں میں میرا شہرہ
ہو جائے۔ چنانچہ مادام درینال نے اُسے بڑی آسانی سے برے لاؤ
کی زیارت گاہ میں چڑھاوا چڑھانے بھیج دیا۔

اب تو ژولیاں اپنی محبت میں بالکل دیوانہ ہو گیا۔

دینداری اور دولت مندی میں مادام درینال کی خالہ کا نام مشہور تھا
اُس نے اپنی خالہ کی شہرت سے غلط اور صحیح دونوں قسم کا فائدہ اٹھایا
پھر روپیہ دھڑتے سے خرچ کیا۔ غرض اُسے ژولیاں سے دن میں دو دفعہ
ملاقات کرنے کی اجازت مل گئی۔

ماتیلد کو یہ خبر ملی تو جلن کے مارے اُس کی حالت پاگلوں کی سی
ہو گئی۔ موسیو دفری لَیئر نے اُسے یقین دلایا تھا کہ میرا اثر رسوخ تو واقعی

بہت ہے۔ لیکن میں دُنیاوی رسوم کی اتنی خلاف ورزی نہیں کر سکتا کہ تمہیں اپنے دوست سے دن میں ایک دفعہ سے زیادہ ملنے کی اجازت دے دوں۔ ماتیلد نے مادام دریتاں کے پیچھے ایک آدمی لگا دیا تاکہ اس کی ذرا ذرا سی حرکات و سکنات کی اطلاع ملتی رہے۔ موسیو دفری لبئیر چالاک آدمی تو تھا ہی۔ اُس نے ماتیلد کو یہ بات ثابت کر دکھانے میں اپنا پورا زور صرف کر دیا کہ ژولیاں تمہارے لائق نہیں۔

اس روحانی اذیت کے باوجود وہ ژولیاں سے اور بھی زیادہ محبت کرنے لگی۔ وہ روز اس کی کوٹھری میں جا کے ایک نیا جھگڑا کھڑا کرتی۔

ژولیاں کی وجہ سے یہ بچاری لڑکی بہت بدنام ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ آخری دم تک اس کے ساتھ شریفوں کا سا برتاؤ کرے۔ لیکن وہ تو مادام دریتاں کی محبت میں بالکل بے قابو ہو رہا تھا اور اپنی اس دیوانگی کے ہاتھوں ہر دفعہ بے بس ہو کے رہ جاتا تھا۔ وہ ماتیلد کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ تمہاری رقیب سے میری ملاقاتیں بالکل معصومانہ قسم کی ہوتی ہیں لیکن بعض دفعہ اس کی دلیلیں کمزور ہوتیں اور ماتیلد کو یقین نہ آتا تو وہ دل میں کہتا۔"اب تو سارا قصّہ ختم ہونے کو ہے۔ اگر میں اس سے اور زیادہ اخلاق کے ساتھ پیش نہیں آسکتا تو میرے پاس ایک عذر موجود ہے۔"

مادموازیل دلاموَل کو خبر ملی کہ موسیو دکرواَزنوا مر گیا۔ بات یہ ہوئی کہ اُس قارون کی دولت کے مالک موسیو دتالے نے ماتیلد کے اس طرح اچانک غائب ہو جانے کے متعلق دو چار نازیبا فقرے کہہ دیے۔ موسیو

دکرواآزلوا نے اُس سے جا کر کہا کہ اپنے الفاظ واپس لو۔ موسیو دتالے نے اُسے کچھ گمنام خط دکھائے جو اُس کے پاس آئے تھے۔ ان خطوں میں بعض تفصیلات کو آپس میں اس طرح جوڑا گیا تھا کہ بچارے مارکوئس کو حقیقت تسلیم کرتے ہی بنی۔

اب موسیو دتالے نے کھلم کھلا فقرے بازی شروع کر دی۔ غم اور غصے کے مارے موسیو دکرواآزلوا پاگل ہو گیا۔ اس نے اتنے زبردست تاوان کا مطالبہ کیا کہ لکھ پتی نے ڈوئیل ہی کو ترجیح دی۔ آخر حماقت کی فتح ہوئی اور وہ شخص جو اس لائق تھا کہ عورتیں اُس پر جان چھڑکیں۔ چوبیس سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہوا۔

ژولیاں کا دل ایک تو ویسے ہی کمزور پڑ چکا۔ دکرواآزلوا کی موت کا اس پر نہایت عجیب اور بڑا غیر صحت مندانہ اثر ہوا۔

وہ ماتیلد سے بولا ـــــ " ہمارے ساتھ بچارے دکرواآزلوا کا رویہ نہایت معقول اور شریفانہ رہا ہے۔ تم نے اپنی والدہ کے دیوان خانے میں جو ناعاقبت اندیشانہ حرکتیں کی ہیں۔ اُن کے بعد اُسے پورا حق تھا کہ مجھ سے نفرت کرے اور لڑ پڑے۔ کیونکہ حقارت جب نفرت بن جاتی ہے تو عام طور سے بڑی خوفناک ثابت ہوتی ہے "

موسیو دکرواآزلوا کی موت کے بعد ماتیلد کے مستقبل کے بارے میں ژولیاں کے سارے خیالات بالکل بدل گئے۔ وہ کئی دن تک اُسے یہی سمجھاتا رہا کہ تمہیں موسیو دلوز سے شادی کر لینی چاہئے۔ وہ کہنے لگا ـــــ " موسیو

دلتوز شرمیلا آدمی ہے۔ وہ مکّار تو ہے مگر اتنا زیادہ نہیں۔ پھر وہ بڑا آدمی بھی بننا چاہتا ہے۔ وہ اپنی جاہ طلبی میں بچارے دکروآزلوا سے زیادہ سنجیدہ اور ثابت قدم ہے۔ اُس کے خاندان میں کوئی ڈیوک نہیں ہوا۔ لہٰذا وہ ژولیاں سوریل کی بیوہ سے شادی کرنے میں ذرا بھی مجبر نہیں کرے گا۔"

ماتیلد نے بے رخی سے جواب دیا۔" اور بیوہ بھی کیسی، جو پیار محبت سے نفرت کرنے لگی ہے۔ کیونکہ اُسے اپنی عمر میں ایک بڑا تلخ تجربہ ہوا ہے۔ وہ دیکھ چکی ہے کہ میرا عاشق چھ مہینے کے اندر ایک دوسری عورت کا ہوگیا اور عورت بھی وہ جو سارے فساد کی جڑ ہے۔"

"تم بڑی بے انصافی سے کام لے رہی ہو۔ میری اپیل کے لئے پیرس سے ایک بیرسٹر آیا ہے۔ مادام درینال کے آنے جانے سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ بیرسٹر کو بڑے اثر انگیز قسم کے فقرے مل جائیں گے۔ وہ عدالت میں کہے گا۔ کہ دیکھئے، قاتل نے جس عورت پر حملہ کیا تھا۔ وہ اس کی کتنی خاطر مدارات اور کیسی عزت کرتی ہے۔ ان باتوں کا بڑا اثر ہوگا۔ شاید تم ایک دن دیکھو گی کہ میری کہانی کا ناٹک کھیلا جا رہا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

ماتیلد دل ہی دل میں کھول رہی تھی، لیکن اپنا انتقام بھی نہ لے سکتی تھی اُسے یوں دکھ سہتے عرصہ ہوگیا تھا اور امید کی ذرا سی کرن بھی نظر نہ آتی تھی کیونکہ بفرضِ محال ژولیاں کی جان بچ بھی جائے۔ تو بھی وہ اس کا دل اپنی طرف کس طرح پھیر سکتی تھی؟ اس بے وفا عاشق سے وہ اور بھی زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔ اس پر اُسے شرم بھی آرہی تھی اور رنج بھی ہو رہا تھا۔ غرض ان سب

باتوں کی وجہ سے مادموازیل دلاموَل کو ایسی چپ لگی کہ بس ہونٹ بیٹھے بیٹھی رہتی۔ اس حالت میں نہ تو موسیو دفری آکیبر کی خاطر مدارات سے افاقہ ہوا نہ فوکے کی بے ڈھنگی صاف گوئی سے۔

رہا ژولیاں تو جو لمحے ماتیلد کی نذر ہو جاتے۔ انہیں چھوڑ کے باقی سارا وقت محبت میں گزرتا اور مستقبل کا خیال تک نہ آتا۔ یہ محبت اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اور اس میں تصنع کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس کا ایک عجیب اثر یہ ہوا۔ کہ مادام درینال بھی اس کے بے فکرے پن اور اس کی شادمانی میں شریک ہو گئی۔

ژولیاں اس سے کہتا — "جس زمانے میں ہم ورژی کے جنگلوں میں ٹہلا کرتے تھے۔ مجھے کتنی کچھ خوشی حاصل ہو سکتی تھی۔ لیکن جاہ طلبی اور طرح طرح کی آرزوئیں میری روح کو نہ جانے کن خیالی سرزمینوں میں بھٹکا لے جاتی تھیں۔ تمہارا یہ حسین بازو میرے ہونٹوں سے کس قدر نزدیک ہوتا تھا۔ لیکن اسے کلیجے سے لگانے کے بجائے میں مستقبل کی فکر میں پڑ کے تم سے بہت دور جا پہنچتا تھا۔ میں تو اس ادھیڑ بن میں پڑا رہتا تھا کہ ایک بہت بڑا آدمی بننے کے لئے مجھے نہ معلوم کتنی لڑائیاں لڑنی پڑیں گی . . . اگر تم اس قید خانے میں مجھ سے ملنے نہ آئی ہوتیں تو میں یونہی مر جاتا اور مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ خوشی کیا چیز ہوتی ہے۔"

اس امن چین کی زندگی میں دو واقعات سے خلل پڑا۔ ژولیاں نے اعتراف کے لئے جس پادری کو چنا تھا وہ ژاں سینسنت فرفے کا تو ضرور تھا، مگر

جینزوئٹ لوگوں کی سازش سے محفوظ نہ رہ سکا، اور بے جانے بوجھے ان کا آلۂ کار بن گیا۔

ایک دن وہ آ کے ژولیاں سے بولا کہ اگر تم خودکشی کے گناہِ کبیرہ سے بچنا چاہتے ہو تو جس طرح بھی ہو سکے اپنی نجات کا بندوبست کر لو۔ پیرس کی وزارتِ عدل میں پادریوں کا بڑا رسوخ تھا۔ چنانچہ ایک آسان سا طریقہ بھی مل گیا۔ یعنی ژولیاں سے کہا گیا کہ تم علےٰ الاعلان ایمان لے آؤ۔

"علیٰ الاعلان!" ژولیاں نے کہا "پادری صاحب، میں نے آپ کو پکڑ لیا! آپ بھی مبلغوں والا ناٹک کھیل رہے ہیں . . . "

ژاں سینسنت پادری بڑی سنجیدگی سے بولا "تمہاری اٹھتی جوانی ہے۔ خدا نے چاند سی صورت دی ہے۔ کوئی یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ آخر تم نے یہ جرم کیا کیوں، مادموازیل دلاموِل تمہارے لیے اتنی دوڑ دھوپ کر رہی ہیں۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ جس عورت پہ تم نے قاتلانہ حملہ کیا اسی کو تم سے اتنا پیار ہے، غرض ان سب باتوں نے مل ملا کے تمہیں لیاں روں کی نوجوان عورتوں کا ہیرو بنا دیا ہے۔ تمہارے سوا وہ ہر چیز بھول گئی ہیں یہاں تک کہ سیاست بھی . . .

"تمہارے ایمان لانے سے اُن کے دل میں بھی حرارت پیدا ہوگی، اور اُن پر بڑا گہرا اثر پڑے گا۔ اس طرح تم دین کی بڑی زبردست خدمت انجام دے سکتے ہو۔ تم کہو گے کہ یہ تو وہ بات ہوئی جو ایسے حالات میں جینزوئٹ لوگ کرتے۔ لیکن کیا میں یہ مہمل اعتراض سن کے رک جاؤں گا! یہ تو بالکل

اتفاق کی بات ہے کہ اُن لٹیروں کو اس چیز کا خیال ہی نہیں آیا۔ ورنہ بھلا وہ ہمیں نقصان پہنچانے سے باز رہنے والے تھے! خیر اب ایسی فضول باتوں کا ذکر ہی نہ کرو۔ ۔ ۔ ۔ تمہارے ایمان لانے سے عزیزیں اتنے آنسو بہائیں گی کہ اُس بے دین والتیر کی کتابوں کے دس ایڈیشنوں سے جتنا زہر پھیلا ہے۔ وہ سب دور ہو جائے گا۔"

ژدلیاں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "اگر میں خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو گیا تو میرے پاس کیا باقی بچے گا؟ میں جاہ طلبی کے سبب تو ضرور رہا ہوں۔ لیکن اب میں اُس بات پر اپنے آپ کو لعنت ملامت بھی کرنا نہیں چاہتا۔ اُس زمانے میں تو میں جو کچھ کرتا تھا مصلحتِ وقت کے لحاظ سے کرتا تھا۔ لیکن اب تو میں اپنی زندگی کے دن گن رہا ہوں۔ ایک عام بات میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میں نے بزدلی دکھائی اور کسی ترغیب کا شکار ہو گیا تو مجھے بڑا دکھ ہو گا۔ ۔ ۔ ۔"

دوسرا واقعہ جس کا اثر ژدلیاں کے دل پر کہیں زیادہ گہرا ہوا، مادام دریال کی طرف سے پیش آیا۔ کسی چالاک سہیلی نے اس سیدھی سادی شرمیلی عورت کو یہ پٹی پڑھائی کہ تمہارا فرض ہے بادشاہ کے محل میں جا کے اس کے قدموں پر گر پڑو۔

کوئی اور وقت ہوتا تو اُسے لوگوں کے سامنے تماشا بننے کی بہ نسبت مرجانا قبول ہوتا، لیکن اُسے ایک یہ کتنی بڑی قربانی کرنی پڑ رہی تھی کہ ژدلیاں سے جدا ہو جب یہ مصیبت، گوارا کر لی تو پھر اب کس بات سے ڈرتی!

میں بادشاہ کے پاس جا کے بڑے فخر سے اقرار کروں گی کہ تم میرے عاشق ہو۔ ایک آدمی، خصوصاً ژولیاں جیسے آدمی کی جان کا سوال ہو تو کسی بات کا لحاظ نہیں کرنا چاہیئے۔ میں کہوں گی کہ تم نے رقابت کی وجہ سے میری جان لینی چاہی۔ ایسی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ اس قسم کے حالات میں جیوری یا بادشاہ کی رحمدلی کی بدولت ایک بچارے نوجوان کی جان بچ گئی ......"

"میں تمہاری شکل تک نہ دیکھوں گا، اپنی کوٹھری کے اندر قدم نہیں رکھنے دوں گا" ژولیاں چیخ کے بولا۔ "یقین مانو میں اگلے ہی دن اپنی جان سے بیزار ہو کے خودکشی کر لوں گا۔ ورنہ تم قسم کھاؤ کہ تم کوئی ایسی بات نہیں کرو گی جس سے ہم دونوں کا تماشا بنے۔ یہ پیرس جانے کا خیال تمہیں خود نہیں آیا مجھے اُس سازشی عورت کا نام بتاؤ جس نے یہ بات تمہیں سجھائی . . . ."

"اب میری زندگی کے دو چار ہی دن تو باقی رہ گئے ہیں، آؤ انہیں ہنسی خوشی گزار لیں۔ دُنیا والوں کو یہ تک پتہ نہ چلے کہ ہم جی کس طرح رہے ہیں۔ میرا جُرم بالکل عیاں ہے۔ پیرس میں مادموازیل دلاَمول کا بڑا رسوخ ہے یقین رکھو۔ انسان سے جتنا بھی ممکن ہے وہ کر رہی ہے۔ یہاں قصبات میں جتنے بھی دولت مند اور شریف انسان ہیں سب میرے خلاف ہیں ۔ یہی دولت مند اور اعتدال پسند لوگ جن کے لئے زندگی آسان سی چیز ہے تمہاری اس حرکت سے اور چڑ جائیں گے۔ . . . ہمیں ماس توں اور وال نو جیسے لوگوں اور ان سے بہتر قسم کے ہزاروں آدمیوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔"

کوٹھری کی گندی ہوا ژولیاں کے لئے ناقابلِ برداشت ہو چکی تھی۔ جس دن اُسے بتایا گیا کہ آج تمہیں مرنا ہے۔ اُس روز خوش قسمتی سے دھوپ نے فضا کو نکھار دیا تھا۔ اور خود اُس کی ہمت بھی بلند تھی۔ کھلی ہوا میں چلنے سے ژولیاں کو وہی مزا آیا جو مدتوں سمندر میں رہنے کے بعد جہازی کو زمین پر چلنے سے آتا ہے۔ وہ دل میں بولا ــــ" چلو معاملہ ٹھیک ہے۔ مجھ میں ہمت کی ذرا کمی نہیں "۔

ژولیاں کو اتنی شاعری کبھی نہیں سوجھی تھی جتنی سر کٹنے سے پہلے سوجھ رہی تھی۔ ورژی کے جنگلوں میں جو بیش قیمت لمحے گذارے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے اُسے یاد آرہے تھے اور اس طرح جیسے کوئی تصویر دیکھ رہا ہو۔

ساری باتیں نہایت سنجیدگی اور سلیقے کے ساتھ انجام پاگئیں اور اس نے ذرا بھی تصنع سے کام نہ لیا۔

دو روز پہلے اس نے فوکے سے کہا تھا ــــ" میں اپنے جذبات کا ذمہ نہیں لیتا۔ اس گندی اور سیلی ہوئی کوٹھری میں رہتے رہتے مجھے بعض وقت بخار سا چڑھ آتا ہے، اور میں بالکل بدل جاتا ہوں۔ لیکن خوف کا تو میرے دل میں نشان تک نہیں۔ مرتے وقت میرے چہرے پہ زردی نظر نہیں آئے گی "۔

اُس نے پہلے ہی سے انتظام کرایا تھا کہ جب آخری دن آئے تو فوکے صبح ہی صبح ماتیلد اور مادام درینال کو لے کے چل دے۔

اس نے فوکے سے کہہ دیا تھا ــــ" دونوں کو ایک ہی گاڑی میں لے جانا۔ کوچوان کو ہدایت کر دینا کہ گھوڑوں کی چال ہلکی نہ پڑنے پائے۔ یا تو وہ

ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جائیں گی، یا پھر ایک دوسرے پر برس پڑیں گی۔ بہر حال دونوں صورتوں میں ان بچاری عورتوں کو اپنے غم واندوہ سے تھوڑی سی نجات ملے گی۔"

ژولیاں نے مادام ورینال سے قسم لے لی تھی کہ میں ماتیلد کے بچے کی نگہداشت کے لئے زندہ رہوں گی۔

ایک دن اُس نے فوکے سے کہا تھا — "کسے معلوم ہے، شاید مرنے کے بعد بھی ہمارے احساسات باقی رہتے ہوں۔ میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ ویریئر کے سامنے والے پہاڑ کی اُس چھوٹی سی کھوہ میں آرام کروں۔ واقعی میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہیں سنایا ہے کہ رات کو میں اکثر اس کھوہ میں جا بیٹھتا تھا دور دور تک فرانس کے زرخیز حصے میری نظر کے سامنے ہوتے تو میرا دل بڑا آدمی بننے کی آرزو میں سُلگنے لگتا۔ اُن دنوں مجھے یہی دُھن سوار تھی۔ . . . بہر حال وہ غار مجھے بہت عزیز ہے اور اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ ایک ایسے مقام پر واقع ہے کہ فلسفی مزاج آدمی دیکھے تو تڑپ اُٹھے . . . . اچھا، خیر! دیکھو، یہ لیساں سوں کے جیزوئٹ لوگ۔ ذرا ذرا سی چیز سے پیسے بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ تم نے ترکیب سے کام لیا تو یہ لوگ میری لاش تمہارے ہاتھ بیچ دیں گے . . . . "

فوکے نے یہ خوفناک سودا چکا لیا۔ وہ رات کو اپنے کمرے میں اپنے دوست کی لاش کے پاس اکیلا بیٹھا تھا کہ ماتیلد کو اچانک اندر آتے دیکھ کے اچھل پڑا۔ ابھی چند گھنٹے ہوئے وہ لیساں سوں سے بیس پچیس میل کے فاصلے پر

چھوڑ کے آیا تھا۔ ماتیلد کی آنکھوں سے دیوانگی ٹپک رہی تھی۔

وہ بولی ۔۔۔ "میں اُسے دیکھنا چاہتی ہوں"

فوکے میں اتنی ہمت بھی نہ رہی تھی کہ جواب دے یا اٹھ کھڑا ہو۔ اس نے بس انگلی سے فرش پر پڑے ہوئے ایک بڑے سے تھیلے لبادے کی طرف اشارہ کر دیا۔ ژولیاں کی لاش اسی میں لپٹی ہوئی تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ بونی فاس ولاموول اور ناوار کی ملکہ مارگریت کی یاد نے اُس کے دل میں ایک ایسی ہمت پیدا کر دی تھی جو افسانوں میں نہیں ہوتی۔ اُس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لبادہ ہٹایا۔ فوکے نے منہ پھیر لیا۔ اُس نے ماتیلد کے جلدی جلدی اِدھر سے اُدھر چلنے کی آواز سنی۔ وہ بہت سی موم بتیاں جلا رہی تھی۔ آخر فوکے نے جی کڑا کر کے ماتیلد کی طرف دیکھا تو اس وقت تک اُس نے ژولیاں کا سر ایک سنگِ مرمر کی چھوٹی سی میز پر رکھ لیا تھا اور پیشانی کو بوسہ دے رہی تھی . . .

ماتیلد اپنے عاشق کے جنازے کے ساتھ ساتھ اُس جگہ تک گئی جو اس نے اپنی قبر کے لئے انتخاب کی تھی۔ بہت سے پادری بھی ہمراہ تھے۔ لیکن یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ ماتیلد ایک بند گاڑی میں اکیلی گھٹنوں پر اپنے محبوب کا سر لئے بیٹھی ہے۔

آدھی رات کے وقت یہ لوگ ژیورا کی ایک اونچی چوٹی پر پہنچے۔ اُس غار میں اَن گنت موم بتیاں روشن تھیں۔ کوئی بیس پادریوں نے مل کر ژولیاں کے جنازے کی نماز پڑھی۔ جنازہ جن جن پہاڑی گاؤں سے گزرا وہاں کے

سارے باشندے اس عجیب وغریب رسم کی کشش سے ساتھ کھنچے چلے آئے تھے۔

ماتیلد لمبا چوڑا ماتمی لباس پہنے ان دیہاتیوں کے درمیان آکھڑی ہوئی، اور نماز ختم ہونے کے بعد پانچ پانچ فرانک کے کئی ہزار سکّوں کی بکھیر کرائی۔

جب وہ اور فوکے تنہا رہ گئے تو اس نے بصد اصرار خود اپنے ہاتھ سے اپنے عاشق کا سر زمین میں دفن کیا۔ فوکے غم کے مارے دیوانہ ہوتے ہوتے بچا۔

ماتیلد کے حکم سے اس جنگلی غار کے اُوپر سنگِ مرمر کے بیش قیمت مجسّمے اٹلی سے منگوا کے لگائے گئے۔

مادام درینال نے اپنا وعدہ نبھایا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لینے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ژولیاں کی موت کے تین دن بعد بچّوں کو گلے لگاتے ہوئے دم توڑ دیا۔

قارئین کے نام

آج کل رائے عامہ کی حکومت ہے۔ اس سے لوگوں کو آزادی تو ضرور ملی ہے۔ مگر ایک بڑا نقص یہ ہے کہ رائے عامہ ان چیزوں میں بھی مداخلت کرتی ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، مثلاً شخصی زندگی۔ اسی لئے امریکہ اور انگلستان کے لوگ اتنے افسردہ دل ہیں۔ شخصی زندگی سے دور دور رہنے کی خاطر مصنف نے ایک چھوٹا سا شہر دیہ تیر ایجاد کر لیا ہے اور جہاں کہیں کسی اسقف، یا چودھری یا عدالت کی ضرورت پڑی وہاں بیاں تسوں، کا نام استعمال کیا ہے۔ مصنف نے یہ شہر کبھی نہیں دیکھا۔

محمد اقبال عباسی خوشنویس لاہور
۲۵ ۔ ۱۱ ۔ ۵۳